ڈاکٹر اور شیخ کا مناظرہ

تألیف:

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن شجاعی فرد

بنیاد خیریہ حضرت زہرای مطہر

۱۳۷۵

شمارہ ثبت: تہران ۹۲۱۷

ترجمہ:

احسان علی رضی

ڈاکٹر اور شیخ کا مناظرہ

تألیف:

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن شجاعی فرد

۱۳۷۵
شمارہ ثبت: تہران ۹۲۱۷

ترجمہ:

احسان علی رضی

فہرست

مقدمہ ۸

سفر حج کی تیاری..... ۱۱

۱۹ ذی القعدہ کا دن، مدینے کی جانب پرواز ۱۳

شیخ ابراہیم عثمان (شیخ) کے ساتھ آشنائی ۱۷

۲۰ ذی القعدہ کا دن ۲۳

برادری کا اثبات (شیعہ مسلمان ہیں۔) ۲۳

ایک خدا ۲۴

ایک رسول..... ۲۴

ایک قرآن ۲۵

ایک قبلہ ۲۶

ایک نماز..... ۲۶

ایک حج ۲۷

منظم اور باقاعدہ بحث..... ۲۷

بحث اور مناظرے کے قواعد و ضوابط ۲۸
قرآن اور صحابہ کا عادل نہ ہونا ۳۰
صحابہ کا اختلاف، ان سب کے عادل نہ ہونے پر ایک دلیل ۳۳
صحابہ کے عادل ہونے کے متعلق حدیث کے ضعیف ہونے کی اسناد ۳۵
روزانہ صبح کی نماز کے بعد جنت البقیع کی زیارت ۳۸
پیغمبر اکرمؐ کا مردہ ہونا؟ ۳۹
۲۱ ذی القعدہ کا دن ۴۱
صحاح ستہ کی تمام احادیث کا صحیح نہ ہونا ۴۲
متعہ اور ازدواج موقّت ۴۷
سنہ ۱۹۸۷ میں مکہ کا واقعہ ۵۵
۲۲ ذی القعدہ کا دن ۵۷
پیغمبرؐ زندہ اور مردہ ہونے سے بالاتر ہیں ۵۸
اموات پر گریہ کرنا ۶۲
صالح اموات سے تبرک اور توسل ۶۸
امام بخاری کی قبر سے توسل ۷۰
تشیع میں دعا ۷۱
مفاتیح الجنان میں خلفاء پر لعن نہیں ہے ۷۹
۲۳ ذی القعدہ کا دن ۸۴
تشیع میں دعا کا تسلسل ۸۵
ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکھٹا پڑھنا ۱۰۰
توبہ کے لئے دعا ۱۰۱

تشیع میں زیات اور اہل سنت کی زیارت کے لئے جواز کی سند ۱۰۴
زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب، الازہر مصر کی نظر سے ۱۰۹
محمد ابن عبد الوہاب کے اعترافات ۱۱۲
تشیع میں مرجعیت اور تقلید کا تحرک ۱۱۴
۲۴ ذی القعدہ کا دن ۱۱۹
شیخ حمید النجدی سے تعارف ۱۱۹
شیخ حمید کے گھر پر گفتگو ۱۲۱
اسلام میں وضوء ۱۲۷
اسلام میں اذان ۱۳۴
آمین اور تکتف (ہاتھوں کو باندھنا) ۱۳۷
نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی آواز میں پڑھنا ۱۳۸
نماز میں ایک مکمل سورہ پڑھنا ۱۳۹
نماز میں تشہد ۱۴۲
خاک پر سجدہ ۱۴۶
۲۵ ذی القعدہ کا دن ۱۵۲
اہل بیتؑ کا موضوع ۱۵۲
پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیتؑ کون ہیں ۱۵۳
نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممنوعیت کہاں سے آئی ہے؟ ۱۶۰
کمرے میں ساتھیوں کے ساتھ ۱۶۳
اعمال میں حد سے زیادہ توجہ، وسواس یا فکر مندی پیدا کرنا ۱۶۴
۳ ذی الحجہ کا دن ۱۶۷

مکۃ المکرمہ میں شیخ ابراہیم کے ساتھ پہلی ملاقات ۱۶۷
ایران میں انسانی علوم کی صورتحال ۱۶۸
۴ ذی الحجہ کا دن ۱۷۲
اسلام اور سیاست ۱۷۳
۶ ذی الحجہ کا دن ۱۸۴
اہل سنت کتابوں میں حضرت مہدی (عج) ۱۸۴
امام زمانہ (عج) کی عمر ۱۸۶
۷ ذی الحجہ کا دن (جمعہ) ۱۹۴
خلافت کی بحث ۱۹۴
۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء میں فرق ۱۹۵
۲۔ خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ کار میں اختلاف ۱۹۸
۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے خلفاء کی تعداد ۱۹۹
۸ ذی الحجہ کا دن ۲۰۴
۴۔ صحابہ کرامؓ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ انتخاب نہ کرنے پر اعتراض ۲۰۴
۹ ذی الحجہ کا دن (یوم عرفہ) ۲۱۳
دعائے عرفہ ۲۱۳
۱۱ ذی الحجہ کا دن ۲۱۵
منیٰ کے خیموں میں ۲۱۵
۵۔ حضرت علیؑ کی بقیہ خلفاء پر افضلیت ۲۱۹
۱۵ ذی الحجہ کا دن ۲۲۲

۶۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے کے نتائج ۲۲۳

۱۶ ذی الحجہ کا دن ۲۲۷

۷۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی اپنے بعد خلافت علیؑ کی وصیت و تاکید ۲۲۸

۱۷ ذی الحجہ کا دن (عید غدیر کی شب) ۲۳۶

۸۔ غدیر خم ۲۳۷

پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان: میں جس کا مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔ ۲۴۰

صحابہ کے اقوال، خلافت علیؑ کے شروع ہونے کے بعد ۲۵۷

امام خلیفہ کے طور پر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟ ۲۵۸

ضمائم ۲۶۵

پہلا ضمیمہ: خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کا ایک حصہ ۲۶۶

دوسرا ضمیمہ: کتاب فضائل علی بن ابی طالبؑ ۲۹۷

تمہید ۲۹۷

فضائل علیؑ ۲۹۸

تیسرا ضمیمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ غدیر کا مکمل عربی متن ۳۲۹

أمرٌ إلهیٌّ فی موضوعٍ هامٍّ ۳۳۰

الإعلاَنُ الرَّسمِی بإمَامَةِ الأئِمَّةَ الإثنَی عَشَر علَیهِم السَّلاَمُ وَ وِلاَیَتِهِم ۳۳۱

التأکید علی توجه الأمة نحو مسألة الإمامة ۳۳۴

الإشَارَةُ إلی مقاصد المنافقین ۳۳۵

أولیاء أهل البیت علیهم السلام و أعداءهم ۳۳۶

الإمام المهدی عج الله فرجه الشريف ۳۳۷

التمهيد لأمر البيعة ۳۳۸

الحلال و الحرام، الواجبات و المحرَّمات ۳۳۹

البيعة بصورة رسمية ۳۴۰

خطبۂ غدیر کا اردو ترجمہ ۳۴۲

حمد و ثنائے الٰہی ۳۴۲

ایک اہم مطلب کے لئے فرمان الٰہی ۳۴۳

بارہ اماموں کی امامت اور ولایت کا باقاعدہ اور رسمی اعلان ۳۴۵

امیر المؤمنینؑ علیہ السلام کا پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھوں پر تعارف اور اٹھایا جانا ۳۴۷

مسئلۂ امامت پر امت کی توجہ پر زور دینا ۳۴۸

منافقین کی کارشکنیوں کی طرف اشارہ ۳۴۹

اہل بیت علیہم السلام کے پیروکار اور ان کے دشمن ۳۵۰

حضرت مہدیؑ ۳۵۲

بیعت کی بات ۳۵۲

حلال اور حرام، واجبات اور محرمات ۳۵۳

باقاعدہ اور رسمی طور پر بیعت لینا ۳۵۴

مقدمہ

جوانی کے ایام میں آبادان پیٹرولیم کمپنی کے ٹیکنکل انسٹیٹیوٹ سے انٹر میڈیٹ کرنے کے بعد اس فکر میں پڑ گیا کہ کیسے یقین ہو گا کہ جس چیز کے ہم معتقد ہیں وہ ہی حقیقت اور انسانوں کی راہ نجات ہو۔ وہ ایام مارکسیسم کی رونق کا دوران تھے، لہٰذا کچھ عرصہ مارکسیسم کا مطالعہ کیا لیکن میں نے دیکھا کہ اس میں ایسی کوئی بات جو ایک متوسط عقل کے حامل انسان کو قانع کر سکے، نہیں ہے۔ بعض جدید کتب اور مکاتب کا بھی مطالعہ کیا لیکن کوئی قابل اعتنا چیز حاصل نہ کر سکا۔ ہمارے ہمسایے میں ایک بہائی شخص تھا جو بہائیوں کے عالمی سطح پر لیڈروں میں سے تھا اور اس کے علاوہ کچھ دوسرے بہائیوں سے بھی ہمارے تعلقات تھے۔ ایک عرصہ، اگرچہ وہ کم تھا ان کی فریب آمیز باتوں پر کان دھرے۔ آبادان میں عیسائی بہت تھے اور میں جانتا تھا کہ عیسائی دنیا کی اکثریت کو تشکیل دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی کچھ مطالعات انجام دیے لیکن بہت جلد معلوم ہو گیا کہ عیسائیت اگرچہ الٰہی مبنٰی کی حامل ہے مگر عیسوی توحید کے ساتھ آگے نہیں بڑھی ہے۔ اس مطلب کو سالوں بعد جب انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہا تھا عیسائیت کے بہت سے بڑوں سے سنتا رہا کہ تثلیث نے نوجوانوں کے ساتھ ہمارے کام کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہ بھی کہتا چلوں کہ اسرائیل اور ان کے مظالم سے واقفیت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہر گز یہودیوں کے پیچھے نہیں گیا بلکہ اپنے گھر کے پاس والے یہودی دکانداروں کے ساتھ بھی بڑی مشکل سے احوال پرسی کرتا تھا۔

سالوں مختلف مکاتب اور مذاہب کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ صرف اسلام ہی عقلی اور علمی بنیاد رکھتا ہے۔ خوش قسمتی سے ایک محقق کے عنوان سے بقیہ مکاتب اور مذاہب پر تحقیق کے دوران اسلامی احکامات پر عمل کو نہیں چھوڑا اور شاید یہی بات باعث بنی کہ دوسروں کی بعض ظاہری چیزوں کے دھوکے میں نہ آؤں۔

لیکن مجھے ایک نیا سوال درپیش آیا۔ برادران اہل تسنن جو کہ شیعوں کے مقابلے میں انتہائی بڑی اکثریت کے حامل ہیں، کہیں اسلام کی حقیقت سے زیادہ نزدیک تو نہیں ہیں؟ اس سوال کا جواب کچھ مشکل تھا، کیونکہ دونوں کا خدا، قرآن، قبلہ، رسولؐ اور اکثر عبادات ایک ہی ہیں جبکہ سیاسی اور ثقافتی راہیں مکمل طور پر ایک دوسرے سے الگ الگ تھیں۔

میں نے برادران اہل سنت کے اعتقادات کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے عربی زبان سیکھی اور ان کی اہم ترین کتابیں یعنی صحاح ستہ اور کچھ دوسری مشہور کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ساتھ ہی تقابلی انداز میں شیعہ کتابوں کا بھی مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اہل تسنن کی کتابوں میں جس چیز کا مشاہدہ کیا وہ یہ تھی کہ ایک بڑا حصہ جو عبادات اور اس جیسے امور سے متعلق ہے شیعوں سے کوئی خاص فرق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کا عمل ان اصلی چیزوں سے بھی جو خود ان کی اپنی کتابوں میں ہیں، مختلف ہے۔ لیکن ایک اہم بات جو میرے لئے خواہ جوانی کے ان ایام میں یا موجودہ سالوں میں کہ جب میں اپنی عمر کے اختتام کا نشیبی دوران گزار رہا ہوں، انتہائی اہم تھی اور ہے وہ مذہب کا حکومت اور دنیا کے انتظام و انصرام میں کردار تھی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برادران اہل سنت کی کتابوں میں یہ بات قرآنی اصولوں سے اور یہاں تک کہ خود ان کی اپنی احادیث کے ایک بڑے حصے سے مکمل طور پر مختلف ہے۔

لہٰذا برادارن اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ مکتب اہل بیتؑ (اگرچہ اس کے بعض پیروکاروں میں اس مکتب کے اصولوں کے برخلاف کچھ باتیں پائی جاتی ہیں لیکن) اسلام کی حقیقی راہ اور صراط مستقیم سے سب سے زیادہ نزدیک راستہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں مجھے کہنا چاہئے کہ اہل سنت کی کتابوں کے بیچوں بیچ سے ہی میں نے اپنے اندر مکتب اہل بیتؑ پر ایک زیادہ مستحکم عقیدہ پیدا کیا۔

انجینئرنگ (ریاضیات) میں انٹر میڈیٹ کرنے کے بعد میں سائنس اینڈ ٹکنالوجی یونیورسٹی میں داخل ہو گیا اور یونیورسٹی کے ماحول کے تقاضوں کی بنا پر اس سلسلے میں اپنے مطالعات کو آگے بڑھاتا رہا۔ شاہ کے خلاف سیاسی اور انقلابی سرگرمیوں میں شرکت کے ساتھ ساتھ اور خاص کر انقلاب کے ایام کے دوران اس نہج پر مطالعے کی ضرورت کو مزید بڑھ کر محسوس کرنے لگا۔

البتہ امام خمینیؒ کی قیادت میں ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اہل سنت کے غیور ایرانی علماء اور نوجوانوں نے سیاسی میدانوں میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا اور اسلامی جمہوریہ ایران کے مقدس نظام کی حمایت اور پشت پناہی کرتے ہوئے اسلام محمدیؐ کے حریت پرور مکتب کی پیروی کی۔ اس وقت ایران کے تینتیس (۳۳) سالہ اسلامی انقلاب کی تنویر الفکری اور حضرت امام خامنہ ای کی علویؑ اور مدبرانہ قیادت کے سائے میں دنیائے اسلام بیدار ہو چکی ہے اور اللہ اکبر کی بلند فریاد کے ساتھ سپر طاقتوں کے سامنے کھڑی ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے استبداد اور آمریت کے چنگل سے باہر نکل رہے ہیں۔

۱۹۸۲ء کے اپنے پہلے حج کے سفر کے دوران میں نے محسوس کیا کہ مجھے عربی بول چال پر بھی کام کرنا پڑے گا، کیونکہ اہل تسنن مسلمانوں کے اعمال میں بہت سی ایسی چیزوں کا مشاہدہ کر رہا تھا جو کہ خود ان کے اصولوں کے برخلاف تھیں۔ لیکن میں انہیں اچھی طرح وضاحت پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ نتیجتاً میں نے عربی بول چال سیکھ لی اور آئندہ سالوں سے جب بھی حج پر مشرف ہوتا تھا تو برادران اہل سنت سے اور خاص طور پر ان کے علماء سے مکالمات انجام دیتا تھا۔ یہ کتاب انہی بعض مکالمات کی ایک روداد ہے۔

کفایت شعاری کے پیش نظر یہ کہ مکالمات کس طرح قلمبند ہوئے، یادداشتیں بنائی گئیں، خلاصہ کیا گیا اور پھر انہیں ترتیب دے کر لکھا گیا اور درنہایت چھپوایا گیا، بیان نہیں کر رہا ہوں۔

المکتبۃ الشاملۃ نامی ایک سافٹ ویئر جس میں ہمارے مد نظر برادران اہل سنت کی تقریباً ۷۰۰۰ کتابیں ہیں، مدینہ منورہ میں مسجد النبیؐ کی لائبریری سے حاصل کر کے اپنے پاکٹ کمپیوٹر میں انسٹال کر لیا۔ یہی سافٹ ویئر مناظرہ میں پیش کی گئی تمام اسناد کا منبع ہے۔ پیش کردہ تمام اسناد سے متعلقہ احادیث کے تمام متون اسی سافٹ ویئر سے کاپی کر کے کتاب کے متن میں قلمبند اور ترجمہ کئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے کچھ متون میں اعراب لگے ہوئے ہیں اور کچھ میں نہیں لگے ہوئے۔ یہاں تک کہ کتاب خصائص نسائی اور کنز العمال کا وہ حصہ بھی جو فضائل علیؑ پر مشتمل ہے، اسی سافٹ ویئر سے کاپی کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔ البتہ یہ تاکید ضروری ہے کہ المکتبۃ الشاملہ میں ہر کتاب کے کئی نسخے ہیں اور بعض اوقات مختلف طباعتوں کے صفحات آپس میں مختلف ہیں لہذا صفحات کے شماروں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مزید یہ کہ احادیث کے طویل ہونے کی وجہ سے انہیں مکمل طور پر ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ صرف زیر بحث حصے کے ترجمے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

مکالمات میں مکتب اہل بیتؑ کی کسی ایک سند سے بھی استفادہ نہیں کیا گیا ہے۔ ضروری نہ ہونے کی وجہ سے طرفین مناظرہ کے مابین رد و بدل ہونے والے بہت سے مکالمات کو حذف کر دیا گیا ہے اور یادداشتوں کی ایک بڑی مقدار موجود ہے جو کتاب میں نہیں آئی ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ کام کی مزید تکمیل کے لئے محترم قارئین کی جانب سے تجاویز کی صورت میں اس میں سے کچھ مکالمات کو یادداشتوں میں ان کے پائے جانے کی شرط کے ساتھ آئندہ کی اشاعتوں میں اضافہ کر دیا جائے۔ البتہ جن جگہوں پر ہمارا زیادہ اختلاف نہیں تھا وہاں پر عربی متن لے کی نہیں آیا ہوں اور متون کے مضامین اور موضوعات پر اکتفا کیا ہے۔

اس مناظرے کی روداد کسی طور پر بھی اہل سنت بھائیوں اور بہنوں کو شیعہ کرنے کی غرض نہیں رکھتی ہے۔ یہ ان عزیزوں کے سامنے صرف ایک آئینے کی حیثیت سے ہے تاکہ دکھا سکے کہ حقیقی اسلام ان عزیزوں کے اعتقادات سے کس قدر فاصلے پر ہے اور مکتب اہل بیتؑ حقیقی اسلام سے کس قدر قریب ہے۔ ان شاء اللہ حضرت ولی عصر (عج) کے ظہور سے حقیقی اسلام کہ جو حقیقی مکتب اہل بیتؑ ہی ہے، اس میں موجود فاضل شاخوں اور پتوں کی صفائی کے ساتھ پیش کیا جائے گا اور حضرت حجت (عج) دنیا کا انتظام وانصرام اسی سے چلائیں گے۔

مناظرے کی روداد کا نام مجاہد اور شہید گرامی حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین سید عبد الکریم ہاشمی نژاد کی تصنیف کردہ کتاب "مناظرہ دکتر و پیر" (ڈاکٹر اور بوڑھے کا مناظرہ) کی یاد میں جو میں نے ۴۵ سال پہلے مطالعہ کی تھی، شیخ اور ڈاکٹر کا مناظرہ (مناظرہ دکتر و شیخ) رکھا ہے۔

ان تمام لوگوں کا جنہوں نے ٹائپنگ، تصحیح اور اشاعت میں راقم کی مدد کی، ان کا نام بیان کئے بغیر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ، اہل بیت کرامؑ انہیں ان کا اجر عنایت فرمائیں گے۔

محمد حسن شجاعی فرد

۲۲ بہمن ۱۳۹۰ ہجری شمسی بمطابق ۱۱ فروری ۲۰۱۲ء

سفر حج کی تیاری

کچھ سال سے ہم نے حج کے لئے نام لکھوایا ہوا تھا، آخر کار ہماری باری کا اعلان کر دیا گیا۔ میں نے پہلی فرصت میں اپنا اور اپنی زوجہ کا اندراج کروادیا۔ حجاج کے پہلے توضیحی جلسے میں ہمارے حج کاروان کے ہمسفر معلوم ہوگئے۔ کاروان میں کچھ یونیورسٹیز کے اساتذہ اور بعض معاشرے کے عام

طبقے کے لوگ تھے۔ اگرچہ میں پہلے حج پر مشرف ہو چکا تھا لیکن اس دفعہ خاص طور پر چونکہ میری زوجہ بھی ہمراہ تھیں اور یہ ان کا پہلا حج تمتع کا سفر تھا، ایک اور ہی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔

مناسک حج سے آشنائی کے باوجود میں اپنی زوجہ کے ساتھ توضیحی اور تربیتی جلسوں میں بھی شرکت کر رہا تھا۔ یہاں ہم کچھ نئے دوستوں سے آشنا ہوئے۔ انہی جلسوں میں ہم نے احرام کی کچھ ضروری اشیاء بھی خرید لیں جن میں سب سے زیادہ حج کے فلسفے پر روشنی ڈالنے والی کتابیں اور رسالے تھے۔ یہ جلسے دس سے کچھ زیادہ بار منعقد ہوئے جن میں سے ہم نے شروع کے دو اور سفر سے تین ہفتے پہلے کے دو آخری یعنی صرف چار جلسوں میں شرکت کی۔

نویں جلسے میں ہمارے روم میٹ مشخص ہوگئے۔ میرا چار دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنے پر اتفاق ہو گیا۔ خواتین مردوں سے علیحدہ کمروں میں تھیں۔

ان لوگوں میں سے ایک کا نام الحاج عباس نیاز مند تھا جو فوجی اور انقلابی گارڈینس آرمی (سپاہ پاسداران انقلاب) میں ملازم تھے۔ ڈاکٹر محمد احمدی نامی یونیورسٹی کے ایک استاد اور ایک صاحب ایران کے ایک بڑے بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر تھے جن کا نام الحاج علی ضرغام تھا اور آخری ساتھی کا نام الحاج علی کربلائی تھا جو تجارت کے پیشے سے منسلک تھے۔ آخری جلسے میں کاروان کے سالار نے اطلاع دی کہ ہمارا ایک روم میٹ نہیں آرہا ہے۔ جب میں نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ وہ اپنے حج کے اخراجات ایک بیمار نوجوان کو دینا چاہ رہے ہیں تا کہ وہ اپنے لئے ایک گردہ خرید سکے اور اسے اپنے خراب گردے کی جگہ پیوند لگوالے۔ اس برادر کے ایثار کی وجہ سے مجھے ان کے اس کام پر خوشی بھی ہوئی اور غم بھی ہوا کہ حاج عباس ہمارے ساتھ نہیں آسکیں گے۔ البتہ انہوں نے ہمیں اور دوسری خواتین کو اپنی زوجہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ میں نے بعض مخیّر لوگوں کی مدد سے بیمار نوجوان کے گردے کی خریداری کے اخراجات مہیا کرنے کی کوشش کی اور خرچے کا انتظام ہونے پر اسے حاج عباس کے حوالے کر دیا تا کہ ہم ان کے ساتھ ہمسفر ہونے کے موقع سے محروم نہ ہوں اور خوش قسمتی سے ایسا ہی ہو۔

آخری توضیحی جلسے میں ہم نے کاروان کے مخصوص نمبر اور علامت والے ایک ہی جیسے ہینڈ بیگ بھی وصول کر لئے اور اس سفر کی تیاری شروع کر دی جس کی آرزو دنیا کے تمام مسلمانوں کو ہوتی ہے۔ میں نے اپنے پچھلے تجربات کو سامنے رکھ کر ضروری اشیاء کی خریداری کے لئے اپنی زوجہ کے ہمراہ مختلف بازاروں کے چکر لگائے اور بالآخر ہم نے احرام کے سامان، ذاتی لباس، ضروری اشیاء، خشک میوں اور کھانے پینے کی دوسری چیزوں سے دو بیگ بھر لئے۔ اس طرح ہماری پیکنگ کاروان کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔

۱۹ ذی القعدہ کا دن، مدینے کی جانب پرواز

پرواز سے دو دن پہلے ہم نے اپنا سامان کاروان کے حوالے کر دیا۔ پرواز ہفتے کے دن صبح ۸ بجے تہران سے براہ راست مدینہ منورہ کے لئے تھی۔ ہم سب صبح ۴ بجے ائرپورٹ پر پہنچ گئے تھے تاکہ کاروان کے سالار سے اپنے پاسپورٹ، ٹکٹ اور بقیہ ضروری ذاتی سامان وصول کر لیں۔

بچے بھی ہمارے ساتھ ائرپورٹ تک آئے اور خاص کر ہینڈ بیگ وغیرہ جابجا کرنے میں انہوں نے ہماری بڑی مدد کی۔ کاروان کا سالار جہاز میں جانے کے لئے پاسپورٹ، ٹکٹ اور ہاتھوں میں رکھنے والا بقیہ سامان دے رہا تھا جو ہم نے لے لیا اور پرواز کا انتظار کرنے لگے۔ فلائٹ ۸ بجے انجام نہیں پائی اور در نہایت ۹ا۱۵ پر جہاز نے ٹیک آف کیا۔ سعودیہ کا ایک بوئنگ ۷۴۷ طیارہ تھا جو ایران نے حاجیوں کے سفر کے لئے کرائے پر لیا ہوا

تھا۔ چونکہ حج کے ایک مہینے کے کم وقت میں ایک لاکھ افراد کو لانا اور لے جانا اسلامی جمہوریہ ایران ائرلائنز کے بس سے باہر ہے اسی لئے سعودیہ والوں کا جہاز کرایہ کرتے ہیں۔ جہاز کا عربی عملہ زائرین کے ساتھ بین الاقوامی زبان یعنی ہاتھوں اور سر کے اشاروں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اور کچھ کے ساتھ عربی اور انگریزی زبان بھی استعمال کر رہے تھے۔ یہی زبان سے ناآشنائی کسی حد تک حجاج اور جہاز کے عملے کے مابین مڈ بھیڑ کا باعث بن رہی تھی۔

آخر کار اڑھائی گھنٹے کی پرواز کے بعد جہاز نے مدینہ منورہ کے ائرپورٹ پر لینڈ کیا۔ حجاج کی محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات کی آواز ان کے مدینہ منورہ مشرف ہونے اور اپنی منزل تک صحیح وسلامت پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وسپاس کی علامت تھی۔

اچھا خاصا وقت جہاز میں ہی رہے تاکہ ہمیں اترنے کی اجازت دیں۔ میں نے وہاں پر تعینات سیکورٹی اہلکاروں سے ائرپورٹ پر روکنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ بقیہ پروازوں کے حجاج ابھی تک چونکہ ٹرمینل پر ہی ہیں لہٰذا نئے لوگوں کے لئے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ آخر کار دو گھنٹے جہاز میں رکنے اور مسافروں کے بہت زیادہ اعتراض کے بعد ہم لوگوں کو اترنے کی اجازت دے دی گئی۔ جہاز سے مدینہ منورہ کے ٹرمینل تک ہم پیدل گئے۔ جب ٹرمینل میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ تأخیر کی وجہ تمام حجاج کے فنگر پرنٹ لینا اور تصویر کھینچنا تھی۔ ہمارے اور باقی لوگوں کے بہت اعتراض کرنے کے بعد اعلان کیا گیا کہ ۵۰ سال سے اوپر کے لوگوں کو فنگر پرنٹ نکلوانے اور تصویر بنوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا پاسپورٹ کی چیکنگ کے مرحلے نے مناسب تیزی پکڑی اور آدھے گھنٹے کے عرصے میں تمام کام نپٹ گئے۔ پاسپورٹ کی چیکنگ کے بعد سامان اور بیگ وغیرہ کی تلاشی کی باری آتی ہے کہ کہیں ان میں ممنوعہ کتابیں اور اشیاء نہ ہوں۔ میں مطالعہ کرنے کے لئے کچھ کتابیں اور پاکٹ کمپیوٹر لے کر گیا ہوا تھا۔ انہوں نے ان چیزوں کو کھولا اور مجھ سے پوچھا کہ کمپیوٹر میں کیا چیزیں ہیں۔ میرا ویزیٹنگ کارڈ بتا رہا تھا کہ انجینئرنگ کے شعبے میں یونیورسٹی کا استاد ہوں۔ لہٰذا وہ کمپیوٹر کھولنے سے منصرف ہوگئے اور صرف اتنا پوچھا کہ کون سی ٹیکنکل اینڈ انجینئرنگ یونیورسٹی میں ہوں۔ میں نے کہا سائنس اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی میں، پھر پوچھا کہ ایران میں پروفیسر زیادہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کے پاس سیاسی اور تبلیغی کتابیں تو نہیں ہیں؟ میں نے جواب دیا، جی نہیں۔

جوں ہی سیکورٹی اہلکاروں کے سوالوں اور جواب دینے سے جان چھٹی تو وہاں پر اپنی زوجہ کے موجود نہ ہونے کا احساس ہوا۔ میرے اعصاب معطل ہو چکے تھے، کیونکہ وہ نہ تو اس بس میں تھیں جو ہوٹل جا رہی تھی اور نہ ہی کسی اور جگہ پر۔ آس پاس جتنا تلاش کیا انہیں نہ پایا۔ کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں گئیں ہیں۔ بالآخر ۲۰ منٹ کے بعد وہ آگئیں۔ یہ ۲۰ منٹ ۲۰ سال جتنے گزرے۔ پتہ چلا کہ انہیں بدن کی تلاشی کے لئے لے گئے تھے کیونکہ خواتین کی بدن کی تلاشی کسی اور جگہ پر ہوتی ہے۔ اگرچہ خوش قسمتی سے ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی لیکن خاصی ہراساں ہوئی تھیں۔ میں نے سکھ کا سانس لیا اور اپنی زوجہ کے ہمراہ ان بسوں کی طرف چل دیا جو ہمیں ہوٹل لے جانے کے لئے آئی تھیں۔ کاروان کے عملے نے ہمارا سامان بس میں رکھا دیا۔ گویا سب ہمارے ہی منتظر تھے۔ آخر کار ہوٹل کی طرف چل پڑے جو شارع علی ابن ابی طالبؑ اور جنت البقیع کی پشت پر واقع تھا۔ لگ رہا تھا کہ ہوٹل نیا تعمیر ہوا ہے اور ہم اس میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروپ تھے۔ ہر کسی کے لئے پہلے سے ہی کمرے معین کئے جا چکے تھے۔ معمول ہے کہ زائرین کے ہر گروپ کے ہوٹل میں داخل ہوتے ہی ہوٹل کا منیجر انہیں خوش آمدید کہتا ہے اور ہوٹل کے قوانین، سہولیات،

ناشتے، دوپہر اور رات کے کھانے وغیرہ کے ٹائم ٹیبل سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے، پھر چابیاں حوالے کی جاتی ہیں۔ ان تشریفات کے بعد ہمیں چابیاں دے دی گئیں اور ہمارے کمروں میں قیام پذیر ہونے کے مراحل انجام پاگئے۔ میں حاج عباس کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے فوراً حرم النبیؐ چلا گیا۔ حرم النبیؐ کے بیرونی احاطے میں [سنگ مرمر کے] گرم گرم پتھروں پر ہمیں نماز جماعت ادا کرنے کے لئے ایک جگہ مل گئی۔ رسول اکرمؐ کی زیارت کو مسجد کے کونے سے ہی ادا کرنے پر اکتفا کیا تا کہ بعد میں ضروری تشریفات کے ساتھ حاضری دیں۔ ہوٹل واپس آگئے، دوپہر کا کھانا تیار تھا جو ہم نے کھالیا۔ کیونکہ سب تھکے ہوئے تھے لہٰذا ہم نے سوجانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن آپ کی آنکھوں کو برادن دیکھنا نصیب نہ ہو۔ دو حضرات کو بے درنگ نیند آگئی اور انہوں نے اتنے خراٹے لئے کہ سونا تو دور کی بات تھی ہمارا کمرے میں ٹہرنا اور ان کے خراٹوں کی آواز سننا بھی ممکن نہیں تھا۔ ہم نے تھوڑا وقت کمرے سے باہر گزارا لیکن کوئی جگہ ہی نہیں تھی کہ جہاں آرام کرتے، آخر کار ایک دو گھنٹے حوصلے سے کام لیا یہاں تک کہ دونوں حضرات بیدار ہوگئے۔ پتہ چلا کہ حاج محمد کربلائی اور حاج علی ضرغام کئی سالوں سے اس مشکل میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا حاج عباس نکلے اور انہوں نے ہمارے فلور کے باورچی خانے میں ایک اسٹور تلاش کر لیا تا کہ وہاں سو سکیں۔ مجھے جوانی سے ہی بلند آوازوں میں سونے کی عادت تھی لہٰذا کوئی خاص مشکل نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے یہ عادت بہت سے مقامات پر میرے کام آتی ہے۔ جب مجھ پر نیند طاری ہو جاتی ہے تو روشنی، شور، نامناسب جگہ اور۔۔۔ مجھے پریشان نہیں کرتی، میرے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں بلکہ آرام سے سو جاتا ہوں۔ لیکن ڈاکٹر احمدی کے لئے مسئلہ تھا کیونکہ شور ہو تو وہ سو نہیں سکتے تھے، چاہے وہ خراٹے ہوں یا باتوں کی آواز، لہٰذا ان پر ہیجانی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ بالآخر طے پایا کہ جب ہم سب حرم یا کمرے سے باہر جائیں تو ڈاکٹر احمدی سو جایا کریں گے اور یہی سلسلہ آگے تک چلتا رہے۔ یعنی حاج عباس اسٹور میں، ڈاکٹر احمدی جب کمرے میں کوئی نہ ہو نیند پوری کریں اور میرا تو مسئلہ ہی نہیں تھا۔

درنہایت مغرب کے نزدیک اور تھوڑا آرام کرنے کے بعد رسول اکرمؐ اور آئمہ بقیعؑ کے حرم کی زیارت کے لئے غسل کیا اور اپنی زوجہ کے ہمراہ مسجد النبیؐ کی طرف روانہ ہوگیا، کیونکہ ہم نے طے کیا تھا ہر کوئی خود سے حرم جائے گا اور صرف مخصوص مواقع پر جیسے بازار جانا کہ جب خواتین بھی ہمراہ ہوتی ہیں، سب ساتھ رہیں گے۔ مسجد النبیؐ پہنچنے پر میں اپنی زوجہ سے واپسی کے لئے جگہ اور مقام کا طے کر کے جدا ہو گیا۔

میں نے اپنی زوجہ کو گزشتہ ۳۰ سالوں کے دوران انجام پانے والی تبدیلیوں کے بارے میں بتایا۔ مسجد کی کھلی فضا کو توسیع دی گئی تھی۔ اطراف کے تمام بازار، دینی اور مذہبی مقامات خاص طور پر بنی ہاشم کی گلی، امام صادقؑ کا گھر جو کہ کتابخانہ بن گیا تھا، امام سجادؑ کا گھر جو کہ بنی ہاشم کی گلی میں تھا اور رسول اکرمؐ کے والد گرامی حضرت عبداللہؑ کی آرامگاہ کا مقام سب کے سب خراب کر دیے گئے تھے اور مسجد کے صحن کا حصہ بن چکے ہیں۔ دوسری دلچسپ بات یہ کہ ۳۰ سال پہلے کے برخلاف کہ جب تمام پولیس اہلکار مسجد اور حرم النبیؐ میں داخل ہونے کے دروازوں کے اطراف میں نصب خیموں میں قمار بازی اور تاش کے پتے کھیلتے رہتے تھے، اس دفعہ تمام دروازوں کے آگے امر بالمعروف کے اہلکار تھے، کچھ پولیس والے بھی ان کے ساتھ کھڑے تھے اور ان کی پشت پناہی کر رہے تھے۔

میں مسجد میں داخل ہوا اور چند مختلف روایتوں سے رسول اکرمؐ اور اسی طرح حضرت فاطمہ زہراؑ کی زیارت پڑھی اور مغرب کی نماز کی تیاری کرنے لگ گیا کہ جس میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ کچھ دیر صبر کیا تاکہ مسجد کے قدیم حصے اور روضۂ رسول اکرمؐ کے اندر (جو منبر اور مرقد مطہر کے درمیان ہے) کوئی جگہ تلاش کر سکوں اور خوش نصیبی سے ایک شخص اٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں بیٹھ گیا۔

میں نے کچھ رکعات مستحب نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ میرے کنارے ایک بوڑھا شخص تھا جو مجھ سے ایک شخص کے فاصلے پر تھا۔ میں نے جیسے ہی نماز کا سلام پڑھا اور اسے سلام کیا تو اس نے جواب دیتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ عربی زبان میں کہا کہ نماز عصر کے بعد مغرب تک کوئی نماز نہیں ہوتی۔ نہیں معلوم اسے کہاں سے پتہ چلا کہ میں عربی سمجھتا ہوں۔ ویسے بھی مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں سارے عرب سوچتے ہیں کہ تمام لوگ عربی جانتے ہیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ یہ جو حدیث آپ نے بیان کی ہے، اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ وہ ہنسا اور بولا لیکن سب اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا نہیں ہو سکتا کہ اس کی کوئی سند نہ ہو۔ میں نے کہا میں نے صحاح ستہ میں سے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے نماز عصر کے بعد مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ بوڑھے شخص نے پوچھا کہ آپ کو یاد ہے کون سی کتاب ہے۔ میں نے کہا جی ہاں، کتاب مسند احمد ابن حنبل، جلد ۶، صفحہ ۱۰۵، حدیث نمبر ۱۰۱، یا مثال کے طور پر لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۸، حدیث ۱۰۷۴ میں حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: عصر کے بعد نماز نہیں ہے مگر مکہ میں۔ لہٰذا اگر ایک کہتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں تو ایک دوسرا گروہ معتقد ہے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ اس بنا پر بہت سے مواقع ہیں کہ جہاں مسلمان عمل کرتے ہیں لیکن حتیٰ کہ اسلام کے اصلی مکتب میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بہت سے نمونے ایسے بھی ہیں کہ جو اسلامی واجب ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا۔ ہم گفتگو میں مصروف تھے کہ اذان مغرب کے لئے مؤذن کی آواز آنے لگی۔ اللہ اکبر

سعودی عرب میں نہیں معلوم مؤذنوں کی آواز کیوں اچھی نہیں ہے۔ اذانوں سے انسان کو کبھی بھی معنوی کیفیت حاصل نہیں ہوتی۔ یہاں ایک اذان نماز کے اول وقت میں دی جاتی ہے اور ۱۰ سے ۲۰ منٹ کے فاصلے پر نماز کی دوسری اذان یا در حقیقت اقامت پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان کی آواز سننے کے بعد سب لوگ مسجد آسکیں اور انہیں نماز مل جائے۔ مغرب کے لئے دوسری اذان بھی دے دی گئی اور نماز مغرب شروع ہو گئی۔ امام جماعت کی آواز سے میں سمجھ گیا کہ وہ شیخ علی عبد الرحمٰن حذیفی ہیں، کیونکہ میں نے ان کی قرآن مجید کی آڈیو کیسٹیں سنی ہوئی تھیں۔ سعودی مؤذنوں اور خاص طور پر مکبروں (دوران نماز تکبیر کہنے والوں) کے برخلاف، سبھی امام جماعت اچھی آواز والے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی مغرب کی نماز ختم ہوتی ہے بہت سارے لوگ مسجد النبیؐ سے چلے جاتے ہیں۔ وہ جوان بھی جو میرے اور اس بوڑھے شخص کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، اٹھا اور چلا گیا۔ میں بوڑھے شخص سے نزدیک ہوا اور ایک بار پھر اسے سلام کیا، اس نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ بوڑھے شخص نے پوچھا آپ نے کس لئے اس حدیث کی سند اپنے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کیونکہ لوگ مجھ سے مسجد یا دوسری جگہوں پر آپ والی بات کہتے ہیں، لہٰذا میں اپنی بہت سی باتوں کی سند اپنے ساتھ ہی رکھتا ہوں۔

شیخ ابراہیم عثمان (شیخ) کے ساتھ آشنائی

ڈ: آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔

ش: میرا نام شیخ ابراہیم بن عثمان ہے۔

ڈ: اچھا! آپ شیخ ہیں۔

ش: جی ہاں

ڈ: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

ش: اصل میں میرا تعلق شام سے ہے لیکن مصر میں رہتا ہوں۔ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

ڈ: ایران، آپ کا پیشہ کیا ہے؟

ش: میں الازہر یونیورسٹی مصر میں شرعیات کے شعبے میں استاد ہوں۔

ڈ: کیا خوب، بڑی سعادت کی بات ہے۔ آپ کی زیارت کا موقع ملنے پر مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔

ش: میں بھی آپ سے مل کر خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

ڈ: اکیلے ہیں یا اپنے گھر والوں کے ساتھ آئے ہیں۔

ش: میری دو بیویاں ہیں، کیونکہ سفر میں اپنی ہمراہی کے لئے ان میں سے ایک کا انتخاب مشکل تھا، لہٰذا میں اکیلا ہی آیا ہوں۔ البتہ ایک مصری کاروان کے ساتھ ہوں۔

ڈ: مدینہ منورہ کب مشرف ہوئے ہیں۔

ش: آج صبح آئے ہیں۔

ڈ: مدینے میں کتنے دن ہیں۔

ش: ہم آٹھ دن مدینے میں ہیں پھر مکہ مکرمہ چلے جائیں گے۔

ڈ: میں بھی آج ہی آیا ہوں۔ لیکن ہم مدینے میں دس دن ہیں اس کے بعد مکہ مکرمہ جائیں گے۔

ش: ماشاء اللہ آپ نے مجھ سے سب سوال پوچھ لئے لیکن خود کچھ نہیں کہا، صرف اتنا ہی کہا ہے کہ آپ ایرانی ہیں۔

ڈ: آپ سوال پوچھیں تو میں جواب عرض کروں۔

ش: آپ کا پیشہ کیا ہے؟

ڈ: میں یونیورسٹی میں پڑھاتا ہوں۔

ش: تو ضرور آپ کا موضوع الٰہیات یا عربی ادب ہے کہ اتنی اچھی عربی بول لیتے ہیں۔

ڈ: جی نہیں، اتفاق سے میرا تعلیمی شعبہ مکینکل انجینئرنگ ہے۔

ش: تو ضرور آپ خوزستان کے شہر اہواز کے باشندے یعنی عرب ہوں گے۔

ڈ: جی نہیں، اتفاقاً ایران کے عرب بھائیوں میں سے بھی نہیں ہوں۔

ش: تو آپ نے عربی کہاں سے سیکھی ہے۔

ڈ: مجھے عربی زبان سے لگاؤ تھا، خود ہی کتاب، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سیکھی ہے۔

ش: لیکن آپ بہت اچھی عربی بول لیتے ہیں۔

ڈ: اللہ کرے اتنی اچھی ہو کہ بات کر سکوں اور آپ میری باتوں کو سمجھ سکیں۔

ش: میں بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں، کیونکہ آپ تھوڑی بہت کتابی عربی بھی بول رہے ہیں۔

ش: آپ کون سی یونیورسٹی میں ہیں۔

ڈ: یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی ایران، تہران۔

ش: کس شعبے میں اور کون سی فیکلٹی میں۔

ڈ: میں مکینکل انجینئرنگ کی فیکلٹی میں استاد ہوں۔

ش: آپ کے پاس اپنا ویزٹینگ کارڈ ہے۔

ڈ: جی ہاں، یہ لیجئے۔

ش: لیکن یہاں تو لکھا ہے ڈین فیکلٹی آف آٹو موبائل انجینئرنگ۔

ڈ: جی ہاں، ٹھیک ہی لکھا ہے۔ میں مکینکل انجینئرنگ کی فیکلٹی میں استاد اور فیکلٹی آف آٹو موبائل انجینئرنگ کا ڈین ہوں۔

ش: آپ نے ایران میں تعلیم حاصل کی ہے۔

ڈ: گریجویشن میں نے ایران سے ہی کی ہے جبکہ پوسٹ گریجویشن اور پی ایچ ڈی انگلستان سے کی ہے۔

ش: ماشاء اللہ! تو آپ انگریزی بھی جانتے ہیں۔

ڈ: جی ہاں میری انگریزی، عربی سے بہتر ہے کیونکہ میں نے اس زبان میں تعلیم حاصل کی ہے۔

ش: آپ کتنے سال انگلستان میں رہے۔

ڈ: تقریباً چار سال۔

ش: میں بھی تبلیغ کے سلسلے میں ایک دفعہ انگلستان گیا ہوں۔

ڈ: انگلستان کے کس شہر میں۔

ش: کچھ دن لندن اور کچھ دن مانچسٹر میں رہا تھا۔

ڈ: اتفاق سے میں ان دو شہروں کے بیچ یعنی برمنگھم میں تھا، آپ یقیناً برمنگھم سے گزرے ہوں گے؟

ش: جی ہاں لیکن ہمارا قیام نہایت مختصر تھا۔ ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کی حد تک۔

ڈ: آپ انگلستان میں مقیم کون سے مسلمانوں کے لئے تبلیغ کرتے تھے، کیونکہ انگلستان کے مسلمان زیادہ تر پاکستانی ہیں اور وہاں عرب بہت کم ہیں۔

ش: جی ہاں لیکن مجھے انگلستان میں مقیم کچھ مصریوں کے اصرار پر دعوت دی گئی تھی۔

ڈ: آپ اپنی تعلیم کے بارے میں کچھ بیان کریں گے؟

ش: میں نے ابتدائی دینی تعلیم شام میں حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے سعودی عرب اور یہیں مدینہ منورہ آگیا۔ یہاں میں نے مدینہ یونیورسٹی میں پڑھا اور دس سال سعودی عرب میں قیام کے بعد مصر چلا گیا۔ اس وقت میں جوان تھا، وہیں پر اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے ایک اور شادی بھی کرلی۔ آگے چل کر مجھے اولادیں بھی ہوئیں کہ جو اس وقت اپنا اپنا گھر بسا چکی ہیں۔

ڈ: معاف کیجئے گا بات لمبی ہوگئی، آپ عشاء کی نماز کے لئے رکیں گے یا چلے جائیں گے؟

ش: میں رکوں گا۔

ڈ: تو ابھی ہمارے پاس بات کو آگے بڑھانے کا وقت ہے۔

ش: جی ہاں لیکن اب میری باری ہے کہ میں کچھ سوال کروں۔

ڈ: جی فرمایئے۔

ش: آپ گھر والوں کے ساتھ ہیں یا اکیلے؟

ڈ: میں اپنی زوجہ کے ساتھ ہوں۔ البتہ ہم ایران میں عام طور پر ایک ہی شادی کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے یہاں دو بیویوں والے مرد بھی ہیں کہ جن کی اکثریت آپ کی طرح کے علماء اور وہ بھی قدیمی قسم کے ہیں۔

ش: چار تک اجازت ہے۔

ڈ: بالکل اجازت ہے لیکن انہیں عدل کے ساتھ چلانا مشکل ہے۔

ش: عربوں کی غالباً ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

ڈ: میں نے انگلستان میں بہت سے عرب دیکھے ہیں جن کی صرف ایک بیوی تھی، خاص طور پر مصری۔

ش: جی ہاں یونیورسٹی والے عام طور پر بیوی بھی یونیورسٹی والی ہی انتخاب کرتے ہیں اور وہ دوسری بیوی کی اجازت نہیں دیتیں۔

ڈ: لیکن ایران میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ لوگوں کی غالب اکثریت کی روایتی طور پر ایک ہی شادی کرتی ہے اور یہ لوگ عرب ممالک کے مردوں سے مختلف ہوتے ہیں۔

ش: میرے خیال میں یہ بات صحیح ہے کیونکہ سب لوگ یہی دیکھتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے کس طرح زندگی گزاری ہے [اور پھر وہ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں]۔

ہم چونکہ ذرا خاطر جمعی سے بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص آتا ہے اور میرے اور شیخ صاحب کے درمیان بیٹھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ نماز جماعت کے وقت خاص طور پر روضۂ رسول اکرمؐ کے نزدیک اس خاطر جمعی کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مخصوصاً وہ لوگ جو دیر سے آتے ہیں اور روضۂ رسول اکرمؐ سے نزدیک والی صفوں میں بھی بیٹھنا چاہتے ہیں۔ چونکہ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے اس لئے میں نے مشورہ دیا کہ وہ ہمارے درمیان نہ بیٹھے بلکہ ہم دو میں سے کسی ایک کے کنارے بیٹھ جائے، اس پر اس نے بھی ہمارا شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گیا۔

ش: یہ کتنی دفعہ ہے کہ آپ حج پر آرہے ہیں؟

ڈ: یہ میرا حج تمتع کا ساتواں سفر ہے، البتہ آٹھ بار عمرے پر بھی آیا ہوں۔

ش: مگر میں پانچویں مرتبہ ہے کہ جب مصر سے آرہا ہوں۔ ایک مرتبہ اپنے فریضۂ حج کے سلسلے میں آیا تھا۔ تین مرتبہ سعودیہ کے اسلامک گائیڈینس آفس کی دعوت پر حج کے موسم میں مسجدوں میں عارضی امام جماعت کے طور پر آیا تھا اور اس مرتبہ بھی زائر ہوں۔

ڈ: عارضی امام جماعت سے کیا مراد ہے؟

ش: پچھلے سالوں میں کہ جب سعودی عرب میں امام جماعت کم ہوا کرتے تھے، حج کے موسم میں مختلف ممالک سے حجاج کے آتے اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے پورے شہر میں پھیل جاتے تھے۔ پھر مساجد میں نماز جماعت کے لئے جمع ہو جاتے تھے اور درایں اثنا انہیں بہت سے شرعی اور دینی سوال پیش آتے ہیں کہ جن کے جواب سعودیہ کے جوان امام جماعتوں سے جو عام طور پر مسجد کے خادم بھی ہوتے ہیں اور امام بھی، مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے دو مہینوں میں خاص طور پر بڑی مسجدوں کے لئے مصر سے امام جماعت لائے جاتے ہیں۔

ڈ: بالکل ٹھیک ہے، کیونکہ مجھے یاد ہے کہ پچھلی دفعوں میں ہمارے ہوٹلوں کے نزدیک کی کچھ مسجدوں میں مصری امام جماعت تھے۔

ش: بالکل ہو سکتا ہے کہ عارضی امام جماعت ہوں۔

ڈ: مگر الازہر کے اساتید تو معمولاً سعودیہ کے علماء سے مذہب میں مختلف ہیں، مصری اکثر طور پر شافعی ہیں جبکہ سعودیہ کے علماء حنبلی اور خاص طور پر امام جماعتوں کا مذہب حکومتی یعنی وہابیت ہے۔

ش: طبعی طور پر وہ امام جماعت کے لئے حتی المقدور ایسے ہی علماء کو دعوت دیتے ہیں جو حنبلی ہوں۔

ڈ: اگر وہابی نہ ہوں تو کوئی بات نہیں؟

ش: وہابی درحقیقت انتہا پسند حنبلی ہیں، کیونکہ وہابی بھی امام احمد بن حنبل کی پیروی کرتے ہیں جنہیں سلفی کہتے ہیں۔

ڈ: لیکن الازہر عام طور پر وہابیوں کی تائید نہیں کرتی۔

ش: کوئی مخالفت بھی نہیں کرتی، کیونکہ حکومتیں آپس میں دوست تھیں علماء بھی ایک دوسرے کی مذمت وملامت نہیں کرتے تھے۔

ڈ: کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ وہابیوں کی تائید کرتے ہیں یا نہیں؟

ش: جی ہاں میں حنبلی ہوں اور ان کی تقریباً تمام باتوں کو مانتا ہوں۔ البتہ ان میں کچھ انتہا پسندیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

ڈ: لیکن وہ دوسرے مذہب والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں جبکہ ظاہراً آپ مجھ سے ایک مسلمان کے طور پر گفتگو کر رہے ہیں، کیا مجھے کافر نہیں سمجھتے؟

ش: میں ایران کے مسلمانوں کی سوچ کو قبول نہیں کرتا لیکن انہیں کافر بھی نہیں سمجھتا۔

ڈ: مگر ایران میں حنبلی بھی تو ہیں، آپ کیسے قبول نہیں کرتے۔

ش: میری مراد شیعہ تھے۔ وہ کچھ ایسے غلط کام کرتے ہیں جو دین کے برخلاف ہیں۔

ڈ: اتفاقاً اچھا ہوا جو آپ نے اس بحث کو چھیڑا کیونکہ میرے بھی کچھ سوالات ہیں جو آپ سے پوچھنا چاہ رہا ہوں۔

ش: مجھے سیاسی سوال پسند نہیں ہیں لیکن آپ کا جو بھی دینی سوال ہو، اگر اس کا جواب جانتا ہوں تو آپ کو دے دوں گا۔

ڈ: لیکن عشاء کی اذان نزدیک ہے اور موقع نہیں ہے، اگر آپ راضی ہوں تو میں عشاء کی نماز کے بعد اپنی تجویز پیش کروں۔

ش: ٹھیک ہے، ویسے عشاء کے لئے کتنے منٹ بچے ہیں۔

ڈ: تقریباً دس منٹ، جب تک ہم اپنے مرحومین اور والدین کے ایصال ثواب کے لئے دو رکعت نماز پڑھیں عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا ہو گا۔

ش: جی ہاں! تیاری کرتے ہیں۔

آخر کار اللہ اکبر کی آواز آتی ہے اور تھوڑے فاصلے کے ساتھ دوسری اذان بھی دے دی جاتی ہے اور ہم سب اٹھ جاتے ہیں۔ جیسے ہی ہم اٹھتے ہیں دو آدمی اور آتے ہیں اور خود کو صف میں شامل کر لیتے ہیں۔ صف کا دباؤ اتنا زیادہ ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھی جا سکتی بلکہ صرف چہرہ قبلہ کی طرف ہے اور کندھے دونوں کناروں سے اس طرح دباؤ میں ہیں کہ قبلہ سے مڑ چکے ہیں۔

عشاء کی نماز ختم ہوتی ہے اور سب کو جلدی جانے کی پڑی ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو ہماری طرح مغرب سے پہلے کے آئے ہوئے اور عشاء تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے عشاء کی نماز کے بعد مسجد النبیؐ کے اطراف کے بیت الخلاء کی صفوں میں مغرب کی نماز کے بعد کی نسبت زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔

ڈ: چونکہ آپ جانا چاہ رہے ہیں، میں نے بھی اپنی زوجہ کے ساتھ عشاء کے بعد کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ میں دوبارہ آپ سے کب مل سکتا ہوں تاکہ اپنے سوالات پوچھ سکوں۔

ش: اگر آپ اجازت دیں تو کل ظہر کی نماز سے پہلے آپ سے مل لوں۔

ڈ: کل صبح کی نماز کے لئے نہیں آئیں گے۔

ش: نہیں، چونکہ ہمارا ہوٹل دور ہے، صرف ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز کے لئے آتا ہوں۔

ڈ: کوئی بات نہیں، میں دس بجے یعنی ظہر کی نماز سے دو گھنٹے پہلے مسجد میں آپ کا منتظر رہوں گا۔

ش: ٹھیک ہے لیکن ہم کس جگہ ملیں۔

ڈ: [مسجد میں ایک ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے] صحنِ مسجد کے اس چادر دار ستون کے پاس جس پر محمدؐ لکھا ہوا ہے، آپ کا انتظار کروں گا۔

ش: بہت بہتر۔ شب بخیر اور خدا حافظ۔

ڈ: شب بخیر اور خدا حافظ۔

مسجد میں میری زوجہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ ہم ہوٹل آئے تو بہت سوں نے رات کا کھانا کھالیا تھا۔ ہم بھی کھانے کے لئے چلے گئے اور پھر اپنے اپنے کمروں کی طرف روانہ ہوگئے۔ ہمارے کمرے میں حاج محمد اور حاج علی کے خراٹوں پر بحث ہو رہی ہے کہ کیا کیا جائے۔ حاج محمد کربلائی کہتے ہیں میں جب بھی خراٹے لوں تو میرا سر ہلا کر اسے جابجا کر دیجئے گا آواز رک جائے گی یا میرے سرہانے ایک اضافی تکیہ رکھ دیجئے گا۔ علی ضرغام صاحب کہتے ہیں لیکن میرے خراٹوں کا کوئی حل نہیں ہے، تحمل کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر احمدی کہتے ہیں ہم تین آدمی باری باری سوئیں گے اور آپ کے خراٹوں کی آواز کم کرنے کے لئے پہرہ دیں گے۔ کربلائی صاحب اپنے بیگ سے تھوڑی سی یزدی مٹھائی نکالتے ہیں، حاج عباس ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں: لیکن یہ خراٹوں کا ازالہ نہیں کر رہی ہے۔ علی ضرغام کہتے ہیں کوئی چارہ نہیں ہے کھانا ہی پڑے گی۔ میں کہتا ہوں آخر کار ہمیں سفر میں اور وہ بھی حج کے سفر میں آپس میں تعاون کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر احمدی کی تجویز بری نہیں ہے۔ حاج عباس کہتے ہیں ایک راستہ یہ ہے کہ سونے کے وقت ہم ان کمروں میں چلے جائیں جہاں جگہ ہے اور ہر آدمی کسی ایک کمرے میں سو جائے۔ میں نے کہا: نہیں، ہو سکتا ہے دوستوں کو برا لگے۔ حاج عباس نے کہا اگر نہیں ہو سکتا تو میں اسٹور میں جا کر سو جاؤں گا۔

در نہایت دو گھنٹے کے بعد کمرے کے بلب بند ہوگئے اور خراٹوں کی آوازیں ایک ٹریکٹر کی طرح شور مچانے لگ گئیں۔ ڈاکٹر احمدی نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی لیکن انہیں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ حاج عباس جا کر آپارٹمنٹ کے اسٹور میں سو چکے تھے۔ جبکہ میں کم و بیش آواز والی جگہوں پر سونے کا عادی تھا۔ اس سفر میں یہ عادت میرے بڑے کام آئی کہ سفر کے اختتام تک ان کے خراٹوں کے باوجود سو جاتا تھا۔

میں صبح کی اذان سے پہلے جاگ گیا، رسول اکرمؐ اور آئمہ بقیعؑ کی زیارت کا غسل کیا اور نماز کے لئے مسجد النبیؐ چلا گیا۔ نماز کے بعد قبرستان بقیع کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ بقیع عالم اسلام کا اہم ترین قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں اہل بیتؑ، زوجات النبیؐ، شہدائے احد، شہدائے حرہ (شہدائے مدینہ جو ۶۳ ہجری میں یزید کی افواج کے حملہ میں شہید ہوئے) اور ۔۔۔۔ کی بہت سی قبریں ہیں۔ بہت سے لوگوں کی زیارت کے لئے آوازیں بلند ہیں اور بقیع کی حفاظت پر مأمور عملہ فریاد لگا رہا ہے کہ کتاب سے زیارت نہ پڑھو، مردوں کے لئے گریہ نہ کرو اور ۔۔۔۔ آخر کار میں نے بقیع کی زیارت کی اور ہوٹل آکر دوبارہ سو گیا۔

ساڑھے نو بجے حرم کی طرف روانہ ہوگیا۔ پونے دس بجے پہنچ گیا۔ زیارت پڑھی اور مقررہ ستون کے پاس شیخ کا انتظار کرنے گا۔ وہ مقررہ وقت پر آگئے۔ لیکن میرے خیال میں اس پہلے بھی مسجد میں ان کی کوئی مصروفیت تھی۔

۲۰ ذی القعدہ کا دن

ڈ: شیخ صاحب سلام علیکم۔

ش: وعلیکم السلام ڈاکٹر صاحب۔

ڈ: کسی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔

ش: جہاں چاہیں بیٹھ جاتے ہیں لیکن اگر مسجد کے کونے میں قرآنی حلقوں کے نزدیک چلے جائیں تو دوسروں کے کمتر مخل ہوں گے۔

ڈ: چلیں چلتے ہیں۔

ہم مسجد کے بغیر چھت والے دو احاطوں کے درمیان جو دن میں یا بارش کے وقت چادر سے ڈھانپے جاتے ہیں، ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے۔

ڈ: جناب شیخ ابراہیم صاحب آپ ایک یونیورسٹی سے وابستہ فرد ہیں اور میں بھی، کیا آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں کہ حج کی اس مدت میں ہم آپس میں باقاعدہ ملتے رہیں اور آپ میرے دینی سوالوں کا جواب دیں۔ کیونکہ میری تعلیمی فیلڈ ٹیکنکل ہے اور حج پر بھی زیادہ آیا ہوں میرے لئے دینی سوال بھی بہت زیادہ پیش آئے ہوئے ہیں۔

ش: جی ہاں کوئی بات نہیں، ہم باقاعدہ ملتے رہیں اور میں آپ کے سوالوں کا جواب دیتا رہوں۔

ڈ: اگر اتفاق کریں تو پہلے کچھ چھوٹی نوعیت کی باتوں کو واضح کرلیں تاکہ بحث منتشر نہ ہو، خاص طور پر وہیں باتیں جو کل رات زیر بحث آئی تھیں۔

برادری کا اثبات (شیعہ مسلمان ہیں۔)

ش: کون سی باتیں۔

ڈ: یہ کہ آپ نے فرمایا ایران کے مسلمانوں کے کاموں کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔

ش: لیکن یہ فکر ہماری اصلی بحث ہے نہ کہ چھوٹی نوعیت کی بات۔

ڈ: بہت بہتر۔ اجازت دیں کچھ اہم موضوعات کو پہلے واضح کرلیں۔

ش: اچھی بات ہے۔

ایک خدا

ڈ: کیا آپ مانتے ہیں کہ ایرانی اور خاص کر شیعہ خدا کو مانتے ہیں؟

ش: جی ہاں، شیعہ خدا کو مانتے ہیں لیکن ان میں کچھ متنازعہ اور غیر متعلقہ باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

ڈ: اجازت دیں کہ صرف خدا کو ماننا ہی ہمارے مد نظر قرار پائے۔ کیا وہ خدا کو مانتے ہیں؟

ش: جی ہاں وہ خدا کو مانتے ہیں۔

ایک رسول

ڈ: کیا شیعہ رسول اکرمؐ کو مانتے ہیں؟

ش: جی ہاں وہ پیغمبر اکرمؐ کو مانتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ہے کہ شیعہ نماز کے آخر میں کہتے ہیں خان الامین یعنی جبرائیلِ امینؑ نے خیانت کی اور وحی کو علیؑ کے لئے لانے کے بجائے محمدؐ کے لئے لے کر آگئے۔

ڈ: آپ نے اس مطلب کو کسی ایک شیعہ کتاب میں دیکھا ہے؟

ش: شیعہ کتابوں میں تو میں نے نہیں دیکھا لیکن بہت زیادہ سنا ہے اور سعودی عرب، مصر اور پاکستان ہیں چھپنے والی کتابوں میں بہت دیکھا ہے۔

ڈ: کیا آپ نے حتیٰ کہ عوام میں سے کسی ایک شیعہ کو دیکھا ہے جو اس مطلب کو قبول کرتا ہو؟

ش: میرا شیعوں سے کوئی زیادہ واسطہ نہیں رہا ہے لیکن آپ ایک یونیورسٹی پروفیسر ہونے کے ناطے بتائیں کہ کیا ایسی بات ہے یا نہیں، میں مان لوں گا۔ کیونکہ میرے خیال میں بعید ہے کہ ایک مسلمان ایسا عقیدہ رکھے۔

ڈ: آپ کے اعتماد کا شکریہ۔

ش: لیکن اگر واقعاً شیعوں کے مابین کوئی بھی ایسی بات نہیں کہتا تو آپ لوگوں پر اتنی بڑی تہمت کیسے لگائی جاتی ہے؟

ڈ: شیخ صاحب یہ ایک بہت بڑی تہمت ہے کیونکہ نہ صرف ایران کے شیعہ بلکہ پوری دنیا کے شیعوں کے درمیان بھی کوئی ایسا شیعہ فرد نہیں ہے جو اس قسم کی بات کرتا ہو۔

ش: تو پھر کس طرح اس افواہ کا اتنا زیادہ چرچا ہوا ہے؟

ڈ: آپ خود فرمارہے ہیں افواہ ہے۔ خاص طور پر اگر حکومتیں شیعوں کو بدنام کرنا چاہیں تو افواہ پھیلانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

ش: بہرحال میں نے تو مان لیا کہ یہ بات حقیقت نہیں رکھتی ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے لئے کوئی فخر کی بات نہیں اور آپ بھی کہہ رہے ہیں کہ سرے ہی سے صحیح نہیں ہے۔

ڈ: یہ جو میں نے اپنی گفتگو کے درمیان کہا کہ ہمارے یہاں اس کا ایک نمونہ بھی نہیں پایا جاتا، حتیٰ کہ غیر معتبر شیعہ کتابوں میں بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی اور کوئی بھی شیعہ جب اس بات کو سنے تو واقعاً اس پر سخت ناگوار گزرتا ہے۔

ش: البتہ میں نے بھی اہل تسنن کی معتبر شخصیات کی کتابوں اور تحریروں میں نہیں دیکھا کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ شیعہ ایسی بات کہتے ہیں۔

ایک قرآن

ڈ: اگلا سوال، کیا شیعہ قرآن کو مانتے ہیں؟

ش: جی ہاں شیعہ قرآن کو مانتے ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، اس کی آیات تبدیل ہوگئی ہیں اور صحیح قرآن، حضرت علیؑ کا قرآن ہے۔

ڈ: شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام علیؑ نے قرآن کو انہی آیات اور سورتوں کے ساتھ جمع کیا ہے البتہ بعض آیات کے توضیحی بیان کے ساتھ۔ مگر آپؑ وحدت کی حفاظت کے لئے اسے منظر عام پر نہیں لائے اور اسی موجودہ قرآن کو قبول کیا اور تمام شیعہ اماموںؑ نے بھی اسی قرآن کو قبول کیا۔

ش: اگر ایسی بات تھی تو کیوں حضرت علیؑ اپنا قرآن سامنے نہیں لائے؟

ڈ: جیسا کہ میں نے کہا حضرت علیؑ کا قرآن یہی موجودہ قرآن ہی تھا لیکن اس کے حاشیے میں کچھ توضیحات تھیں۔آپؑ نے مسلمانوں کی وحدت کی حفاظت کے لئے ان توضیحات سے صرف نظر کرنے کا فیصلہ کیا اور سب کا ایک متفقہ قرآن ہونے کو ترجیح دی۔

ش: یعنی آپ فرمارہے ہیں کہ سب اسی قرآن کو مانتے ہیں؟

ڈ: جی ہاں اور اچھا ہے کہ آپ یہ بھی جان لیں حتیٰ کہ ہمارے تقریباً تمام قرآنوں کا رسم الخط بھی یہی خطِ عثمان طہ ہے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ ہمارے قرآن مختلف نہیں ہیں بلکہ کتابت کی نوعیت بھی وہی ہمارے دوسرے مسلمان بھائیوں کی کتابت کی طرح ہے۔ ایران میں چھپنے والے زیادہ تر قرآن خطِ عثمان طٰہٰ میں ہیں۔

ش: الحمدللہ! یہ کتابت کی وحدت والی خبر بھی بڑی دلچسپ تھی۔

ڈ: یہ لیجئے ملاحظہ فرمائیں میرے ہاتھ میں یہ چھوٹا قرآن عثمان طٰہٰ کی چھاپ میں ہے۔ یہ قرآن ایران میں چھپا ہے۔

ش: دلچسپ ہے کہ اس میں عربی کے سامنے فارسی ترجمہ بھی ہے۔

ڈ: تو آپ نے قبول کر لیا کہ ہمارا قرآن ایک ہی ہے۔

ش: جی جی بالکل قبول کر لیا۔

ایک قبلہ

ڈ: کیا آپ مانتے ہیں ہمارا ایک ہی قبلہ ہے؟

ش: جی جی بالکل اس میں ہمیں کوئی تردید نہیں کہ آپ کا قبلہ بھی کعبہ ہی ہے۔

ڈ: الحمدللہ! کم از کم ایک نقطہ بغیر کسی متنازعہ بات کے تھا۔

ش: وہ متنازعہ باتیں جو میں نے کہی تھیں کوئی زیادہ سنجیدہ نہیں تھیں، انہیں صرف افواہوں اور بعض تحریروں میں اپنے مشاہدات کے طور پر پیش کیا تھا، کسی تحقیقی اور ثابت شدہ بات کے عنوان سے نہیں۔

ڈ: شکریہ کہ آپ نے خود ایک بار پھر فرمایا کہ افواہیں ہیں اور کوئی حقیقی چیز نہیں ہے۔

ش: اچھا ہے کہ اختلافی امور پر بحث کریں۔

ڈ: اختلافی امور بہت ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ پہلے ہم اپنی برادری کو ثابت کریں اور پھر اس کے بعد اختلافات کو اٹھائیں۔

ایک نماز

ش: بہت بہتر، فرمائیں۔

ڈ: کیاآپ قبول کرتے ہیں کہ ہماری اور آپ کی نماز کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔ کل رات کو میں نے اور آپ نے ایک ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی تھی۔

ش: میں یقین سے کہتا ہوں کہ پہلے میرا عقیدہ یہ نہیں تھا لیکن کئی بار حج پر آنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری اور آپ کی نماز کے اختلافات کم اہمیت اور حاشیے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب میں نے ایرانی سیٹلائٹ چینلوں سے کئی بار نماز جماعت کا مشاہدہ کیا تو اور زیادہ مطمئن ہو گیا اور خوش قسمتی سے سارے امام جماعت نماز کی تمام قرائتوں کو بلند آواز میں پڑھتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ اختلافات سنجیدہ نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ انہیں حاشیے کی حیثیت حاصل ہے۔

اس موقع پر ہم متوجہ ہوئے کہ ایک حاجی جو بعد میں پتہ چلا کہ شامی تھا، ہمیں اپنی نظروں میں رکھا ہوا ہے اور ہماری بحث میں شریک ہونا چاہ رہا ہے۔ پھر وہ اٹھا اور آب زمزم کے دو گلاس جو مسجد کی پانی کی جگہ سے بھرے تھے، لے کر آیا اور ہمیں پیش کئے۔ اس کا ہماری بحث میں بیٹھنے کا دل چاہ رہا تھا۔ ہم نے پانی لے کر اس کا شکریہ ادا کیا اور چونکہ اضافی بحث کا وقت بھی نہیں تھا لہٰذا ہم نے اپنے رویے سے اسے سمجھایا کہ اپنی بحث میں اس کے داخل ہونے پر راضی نہیں ہیں۔ اس نے بھی شکریہ کہا اور چلا گیا۔

ایک حج

ڈ: کیاآپ قبول کرتے ہیں کہ شیعوں کا حج دوسرے تمام مسلمانوں کے حج کی طرح ہے؟

ش: جی جی کیونکہ حج اعمال میں سے ہے، کوئی زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

ڈ: کیاآپ قبول کرتے ہیں کہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان بعض اختلافات حنبلیوں اور شافعیوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات سے زیادہ نہیں ہیں؟

ش: جی ہاں میں نے مصر میں دیکھا ہے کہ آپ کے اور شافعیوں کے درمیان بہت سی باتیں مشترک ہیں۔

ڈ: ایک مزاح کرنے کی اجازت دیں گے؟

ش: فرمایئے۔

ڈ: ان توضیحات کے ساتھ کہ ہمارا خدا، رسولؐ، قرآن، قبلہ، نماز اور حج ایک ہی ہے، کیاآپ قبول کرتے ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں؟

ش: میں نے سنجیدگی سے قبول کر لیا کہ شیعہ مسلمان ہیں۔

منظم اور باقاعدہ بحث

ڈ: الحمدللہ، اگر آپ اتفاق کریں تو کسی جگہ پر کچھ اختلافات پر گفتگو کرتے ہیں۔

ش: جی ہاں خاص کر وضوء کرنا اور خاک پر سجدہ کرنا جیسے اختلافات پر۔

ڈ: میں بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ ہم ان جیسے جزئی اختلافات پر بھی گفتگو کریں۔

ش: لیکن ابھی ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اس بحث کو سمیٹ سکیں۔

ڈ: حج کی خصوصیات میں سے ایک، اسی قسم کی گفتگوئیں ہیں۔ اس بنا پر ان شاء اللہ سفر حج کے پورے دوران ہم آپس میں ایک دن میں کم از کم دو گھنٹے گفتگو کر سکتے ہیں تا کہ ان شاء اللہ ہمارے دل ایک دوسرے زیادہ نزدیک ہوں اور دونوں کے لئے حقیقت واضح تر ہو جائے۔

ش: یعنی روزانہ دو گھنٹے مباحثہ۔

ڈ: آپ کی نظر میں علمی گفتگو کا ثواب دوسرے مستحبی کاموں سے زیادہ نہیں ہے؟

ش: جی ہاں، مجھے ڈر ہے کہ اس کام کے لئے روزانہ دو گھنٹے نہ نکال سکوں۔

ڈ: منصوبہ بندی کرتے ہیں، ضروری نہیں کہ کسی مخصوص وقت یا روزانہ ہو۔ اگر کسی دن ہم میں سے کسی کو کوئی ضروری کام پیش آجائے تو پروگرام ملتوی کر دیں گے اور دوسرے دن اس کا ازالہ کر لیں گے۔

ش: ٹھیک ہے۔ ان شاء اللہ خدا بھی ہماری مدد کرے کہ روزانہ دو گھنٹے گفتگو کر سکیں۔

ش: جی ہاں لیکن ضروری ہے کہ ایک بات کا اقرار کروں۔

ڈ: کس چیز کا اقرار کریں؟ فرمائیں۔

ش: جب میں شام میں تھا تو شیعوں کو مسلمان سمجھتا تھا لیکن مدینہ یونیورسٹی میں آنے اور یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہاں کے علماء کی تعلیمات کے پیش نظر مجھے کوئی شک نہیں تھا کہ شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔ چند سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب میں مصر چلا گیا اور الازہر میں تھا تو وہاں متوجہ ہوا کہ شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، لہٰذا میں مطمئن ہو گیا کہ شیعہ مسلمان ہیں لیکن دوسرے چار مذاہب سے کچھ اختلافات رکھتے ہیں۔

ڈ: اچھا تو میرے آپ سے کچھ سوالات ہیں کیونکہ میری فیلڈ ٹیکنکل ہے اور آپ عالمِ دین ہیں۔

ش: کوئی بات نہیں، آپ فرمائیں۔

بحث اور مناظرے کے قواعد و ضوابط

ڈ: آپ کی ذرہ نوازی کا شکریہ۔ لیکن چونکہ ہم دونوں کا تعلق یونیورسٹی سے ہے اور میرے سوال بھی بنیادی نوعیت کے ہیں لہٰذا ہمیں کچھ قواعد و ضوابط کا خیال رکھنا پڑے گا۔ اس لئے کہ گفتگو اور بقول انگریزوں کے ڈیبیٹ (Debait) کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ضروری ہیں اور بہتر ہے کہ ہم نے جو ایک دوسرے کی شناخت حاصل کی ہے اس کے ساتھ ان قواعد و ضوابط کا خیال رکھیں۔

ش: سوال اور جواب قواعد و ضوابط چاہتے ہیں؟

ڈ: جی ہاں جب سڑک پر ڈرائیونگ کرنا قواعد و ضوابط چاہتے ہیں تو کیا علمی اور دینی بحث و گفتگو قواعد و ضوابط نہیں چاہیں گے؟

ش: تو آپ کے سوال نہیں ہیں بلکہ دینی بحث کرنا چاہ رہے ہیں۔

ڈ: میرے سوالات ہیں، آپ انہیں بحث کا نام دے دیں۔

ش: مان لیا، بالآخر سوال اور جواب بھی قواعد و ضوابط چاہتے ہیں۔

ڈ: ان اصول و ضوابط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ش: پہلے یہ کہ مستند باتیں کریں، یعنی اسلامی مدارک و مأخذ پر استناد کریں۔ دوسرے یہ کہ اپنی باتوں کی نسبت تعصب سے کام نہ لیں۔ اگر حقیقت تک پہنچیں تو اسے قبول کر لیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈ: یہی ٹھیک ہیں، مزید یہ کہ اسناد و مدارک کے لئے الاہم فالاہم (پہلے سب سے اہم اور پھر اس کے بعد والا اہم اور اسی طرح۔۔۔) کے قائل ہوں۔ یعنی بنیادی برتری قرآن کو حاصل ہو اور جو بھی سند قرآن کے مخالف ہو اسے قبول نہ کریں۔

ش: بالکل، بالکل۔

ڈ: یہ دیکھیں میرے پاکٹ کمپیوٹر میں ایک سافٹ وئیر ہے جو مسجد النبیؐ سے لیا گیا ہے، اس کا نام مکتب شاملہ ہے جس میں برادرانِ اہل سنت کی تقریباً ۷۰۰۰ کتابیں ہیں، کیا آپ اسے قابل اعتماد اسناد و مأخذ کے عنوان سے قبول کرتے ہیں۔

ش: مجھے کتابوں سے واسطہ ہے اگر میرے موردِ تائید کوئی بھی کتاب ہوئی تو وہ مجھے قبول ہے۔ ویسے یہ پروگرام اور کتابیں کس لئے ہیں؟

ڈ: کیونکہ میرے سوالات ان ہی کتابوں سے ہیں۔

ش: جی ہاں جی ہاں یہ کتابیں جو مجھے نظر آ رہی ہیں سب اچھی ہیں۔

ڈ: البتہ اسی سافٹ وئیر کی کتابیں احادیث کے بارے میں میرے اسناد و مأخذ ہیں۔

ش: میں کتابوں کو پہچانتا ہوں، اگر آپ کتاب میرے سامنے رکھیں تو میں اس کی حدیث کو دیکھ لوں گا۔

ڈ: اگر ہم حدیث یا زیرِ بحث موضوع کو قبول کرتے ہوں تو اس کی سند نہیں مانگیں گے۔

ش: یہ تو صاف ظاہر ہے کیونکہ کچھ باتیں متفق علیہ ہیں۔

ڈ: جہاں بھی قرآن کی صراحت کے ساتھ رائے نہ ہو اور سند اور ماخذ بھی مضبوط نہ ہو تو عقل کو قاضی بنائیں گے۔

ش: ٹھیک ہے۔

ڈ: ایک دوسرے کی صداقت پر اعتماد کریں گے، یعنی ہمیں قبول ہو کہ طرفین جو بھی بات کر رہے ہیں جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔

ش: اگر طے ہو کہ اس طرح ہو تو سرے سے ہماری بحث ہی بے بنیاد اور بے فائدہ ہو گی حتماً ہم ایک دوسرے کی باتوں کو قبول کریں گے۔

ڈ: آپ اجازت دیں تو میں اپنا سب سے پہلا سوال پیش کرتا ہوں۔

ش: فرمائیں۔

قرآن اور صحابہ کا عادل نہ ہونا

ڈ: میں جب قرآن پڑھتا ہوں تو مجھے کچھ انتہائی زیادہ غور طلب آیات نظر آتی ہیں۔

ش: مثلاً کون سی آیات؟

ڈ: قرآن میں منافقین کی بحث بہت زیادہ بیان ہوئی ہے، مثلاً قرآن سورۂ منافقین کے آغاز میں فرماتا ہے:

﴿إِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّکَ لَرَسُولُ اللَّـهِ وَاللَّـهُ يَعْلَمُ إِنَّکَ لَرَسُولُهُ وَاللَّـهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَکَاذِبُونَ ﴾

"پیغمبر یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔"

ش: جی ہاں، ان منافقین سے مراد معلوم ہے، مراد عبداللہ ابن ابی اور اس کے طرفدار اور ساتھی ہیں جو تاریخ اسلام میں مشہور ہیں۔

ڈ: بالکل ٹھیک ہے، کیونکہ آیات میں یہ بھی وضاحت ہوئی ہے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے ہیں پھر کافر ہوگئے۔ اگلی آیات میں ہے کہ منافقین ان لوگوں سے جو پیغمبر اکرمؐ کے ارد گرد ہیں کہتے ہیں کہ انفاق نہ کرو، کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے پلٹ جائیں تو عزیز (یعنی خود)، ذلیلوں (یعنی مسلمانوں) کو مدینے سے نکال دیں گے۔ لہٰذا ان کی صورت حال تو واضح ہے اور قرآن مجید کی تفسیروں نے انہیں مشخص کر دیا ہے۔

ش: جی ہاں ان کے قصے تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں آئے ہوئے ہیں۔

ڈ: لیکن میری مشکل سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ ہے جو فرما رہی ہے:

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَکُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴾

"اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان پر دوہرا عذاب کریں گے اس کے بعد یہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے۔"

ش: کیا مشکل ہے؟

ڈ: پہلے یہ کہ یہ منافقین پیغمبر اکرمؐ کے ارد گرد ہیں۔(مِمَّنْ حَوْلَکُم مِّنَ الْأَعْرَابِ) دوسرے یہ کہ اہل مدینہ میں سے ہیں۔(وَمِنْ اَہْلِ الْمَدِیۃِ) تیسرے یہ کہ پیغمبر اکرمؐ انہیں نہیں جانتے ہیں۔

ش: کہاں پر اشکال ہے؟

ڈ: مجھے آیات پر اشکال نہیں ہے۔ میرا سوال اس آیت کے مصداق اور اس کے آپ کی کتب میں موجود بعض احادیث سے اختلاف اور تناقض کے بارے میں ہے۔

ش: مصداق اور ہماری کتابوں میں موجود حدیث کے ساتھ تناقض کا مسئلہ کیا ہے؟

ڈ: آپ کی اکثر کتابوں میں ایک حدیث ہے جو پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہوئی جس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

"مثلُ اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم" "میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے جس کی بھی پیروی کرو گے تمہاری ہدایت کریں گے"۔

ش: یہ حدیث متفق علیہ ہے لیکن اس آیت کے ساتھ کیا اختلاف رکھتی ہے؟

ڈ: آپ کے علماء صحابی کی تعریف میں کہتے ہیں: جو کوئی بھی پیغمبر اکرمؐ کو دیکھے یا حتیٰ آنکھوں کے بغیر (اندھا) درک کرے اور آپؐ پر ایمان رکھتا ہو اور باایمان دنیا سے چلا جائے تو وہ صحابی ہے حتیٰ کہ پیغمبر اکرمؐ کو دیکھنے کے وقت بچہ اور نابالغ ہی کیوں نہ ہو۔

ش: صحیح ہے۔

ڈ: لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ہر صحابی کی پیروی کی وصیت ہوئی ہے اور اس سے بھی اہم یہ کہ ان میں سے کسی کی بھی پیروی کی جائے تو انسان کو بہشت تک لے جاتی ہے۔

ش: صحیح ہے۔

ڈ: لیکن یہ آیت فرمارہی ہے: اے رسولؐ آپ کے ارد گرد کے کچھ لوگ نفاق کے راستے پر ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور انہیں عذاب عظیم ہوگا۔

ش: مشکل کہاں ہے؟

ڈ: کچھ صحابہ کہ جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا تھا آپؐ کے ارد گرد میں تھے، پیغمبر اکرمؐ ان کو نہیں جانتے لہٰذا ان کے ایمان نہ رکھنے کو نہیں جانتے، آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے اور یہ منافق ہیں۔ اب اگر صحابہ کے اس گروہ کی جن کے بارے میں حتیٰ پیغمبر اکرمؐ بھی نہیں جانتے کہ وہ منافق ہیں، کچھ مسلمان پیروی کریں یہاں تک کہ انہیں موت آجائے تو کیا یہ مسلمان جنت میں جائیں گے؟

ش: منافق صحابہ ممکن ہے کہ جہنم میں جائیں لیکن ان کی پیروی کرنے والے جنت میں جائیں گے، کیونکہ حدیث میں فرمایا ہے کہ جس کسی کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاوگے۔

ڈ: یہ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن مجید میں سورۂ کہف (اسرائ) کی آیت ۷۱ میں فرمارہا ہے:

"----------" "قیامت کے دن ہر گروہ اپنے امام کے پیچھے ہوگا"۔ کیا ہوسکتا ہے کہ امام جہنم میں جائے اور مأموم جنت میں جائے؟

ش: لیکن ہماری بہت سی کتابوں نے اس حدیث "مثل اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

ڈ: آیا حدیث زیادہ اہم ہے یا قرآن؟ ہم نے طے کیا تھا کہ قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ کی صورت میں قرآن کو بنیاد بنائیں گے۔

ش: صحیح ہے، لیکن اگر ہم کچھ صحابہ کو کہ جنہیں نہیں جانتے منافق سمجھیں تو تمام صحابہ پر سوال اٹھ جائے گا۔

ڈ: کس حوالے سے سوال اٹھے گا؟

ش: اس حوالے سے کہ جب یہ منافق جانے پہچانے نہیں ہوں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ ممکن ہے ہر صحابی منافق ہو۔

ڈ: میرے خیال میں یہ آیت تمام صحابہ کو مورد الزام نہیں ٹھہراتی بلکہ یہ کہتی ہے کہ تمام صحابہ نیک انسان نہیں ہیں۔

ش: اگر ایسا ہو تو کوئی معیار ہی نہیں بچے گا کہ جو صحابہ کو منزہ کرے اور ان کی اقتدا اور پیروی سے لوگ ہدایت پائیں۔

ڈ: بندے کی بحث بھی یہی ہے۔ اچھا تو اجازت دیں گے کہ ایک اور آیت مجیدہ کی تلاوت کروں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: سورۂ جمعہ کی آیت ۱۱ فرماتی ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾

"اور اے پیغمبر یہ لوگ جب تجارت یا لہو و لعب کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کھیل اور تجارت سے بہر حال بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"

شیخ صاحب دیکھیں جمعے کے دن پیغمبر اکرمؐ نماز میں ہیں۔ تجارتی کاروان کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے دہل کی آواز گونجتی ہے۔ مثال کے طور پر اول درجے کے ان اصحاب نے بھی اقتدا کی ہوئی ہے اور نماز میں مشغول ہیں۔ جیسے ہی دہل کی آواز سنتے ہیں، پیغمبر اکرمؐ کو نماز میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ تفسیر سیوطی اور درالمنثور میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے پیچھے نماز میں صرف ۱۲ صحابی رہے، ۷ مرد اور ۵ عورتیں، باقی سب تجارت کے پیچھے چلے گئے۔ آپ کے خیال میں ایسے افراد لوگوں کی ہدایت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کیا ان کی اقتدا کی جاسکتی ہے اور اس سے ہدایت بھی ہو سکتی ہے۔

ش: بدیہی ہے کہ صحابہ کی اہمیت نسبی ہے، سب ایک جیسے نہیں ہیں۔

ڈ: لیکن حدیث یہ نہیں کہہ رہی بلکہ کہہ رہی ہے کہ جس کسی کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ش: اگر ہم ایسی بات کو تسلیم کرلیں تو منافق صحابہ کو کس طرح غیر منافق صحابہ سے تشخیص دینا چاہیں گے۔

ڈ: نعوذ باللہ ہم تمام صحابہ کو منافق کہنے کے درپے نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہمیں صحابہ کے متعلق اپنی نگاہ کی نوعیت کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

ش: یعنی انہیں کس طرح نگاہ کریں۔

ڈ: آئیں اور خود آپ کے بہت سے علماء کی طرح بات کریں، کیونکہ اصل قرآن ہے اور سورۂ توبہ کی یہ آیت ۱۰۱ محکم اور صحیح ہے لہٰذا یہ حدیث غلط ہے اور یہ نتیجہ لیں کہ تمام صحابہ قابل اعتماد نہیں ہیں اور معاشرے کی رہبری کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

ش: کس دلیل کی بناپر! حجیت قرآن، ٹھیک ہے لیکن صدیوں سے صحابہ کی اہمیت اور ان کے عادل ہونے کے بارے میں بات ہو رہی ہے اور کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔

ڈ: اگرچہ قرآن کی حجیت کافی ہے لیکن آپ ذرا صدر اسلام کی تاریخ کی جانب پلٹیں اور چند مثالوں پر توجہ فرمائیں۔

صحابہ کا اختلاف، ان سب کے عادل نہ ہونے پر ایک دلیل

ش: اتفاق سے صدر اسلام کی تاریخ صحابہ کی اہمیت کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے۔ مثالوں کو پیش کریں۔

ڈ: پہلی مثال: صدر اسلام میں ایک شخص نیا نیا مسلمان ہو کر مدینہ گیا ہے۔ وہاں وہ دیکھتا ہے کچھ صحابہ نے جو کہ معروف بھی ہیں ایک دوسرے صحابی جو کہ خلیفہ بھی ہے (حضرت عثمان)، کے گھر کو گھیرے میں لیا ہوا ہے اور اسے مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خیال میں یہ مسلمان کیا حضرت عثمان کے طرفداروں کی صف میں چلا جائے تو ہدایت پائے گا یا ان کے مخالف اصحاب کی صف میں چلا جائے تو ہدایت پائے گا؟

ش: جواب دوں؟

ڈ: جی فرمائیں۔

ش: اسے خلیفہ کی بات ماننی چاہئے تھی اور اس کی جانب جانا چاہئے تھا۔

ڈ: اچھا یہ تو حدیث کے مخالف ہو جائے گا۔ کیونکہ حدیث کہہ رہی ہے ہر صحابی ہدایت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ش: اچھا دوسرے نمونے بھی ہیں؟

ڈ: جی ہاں اگلے نمونوں پر توجہ فرمائیں۔

ش: بہت خوب۔

ڈ: دوسری مثال: ایک مسلمان شخص جنگ جمل کے مقام پر گیا ہے۔ وہاں وہ دیکھتا ہے جنگ کے ایک جانب زوجہ رسول اکرمؐ (حضرت عائشہؓ) اور پیغمبر اکرمؐ کے مشہور اصحاب کا ایک گروہ اور دوسری جانب بھی کچھ دوسرے اصحاب کی ایک تعداد کہ جن کے درمیان خلیفہ (حضرت علیؑ) بھی ہے، آپس میں جنگ کر رہے ہیں۔ کیا یہ مسلمان زوجہ رسولؐ اور ان کے لشکر کی صف میں موجود صحابہ کے ساتھ شامل ہو جائے تو ہدایت پائے گا یا اگر حضرت علیؑ کے لشکر کی صف میں کہ اس لشکر میں بھی کچھ دوسرے مشہور اصحاب کا ایک گروہ ہے، چلا جائے تو ہدایت پائے گا؟ آپ کی حدیث کے مطابق یہ جس طرف بھی چلا جائے اس نے ہدایت پائی ہے اور جنت میں جائے گا۔

ش: اگر کوئی اور نمونہ ہے تو اسے بھی پیش کریں تاکہ میں بعد میں جواب دوں۔

ڈ: تیسری مثال: ایک مسلمان صفین گیا ہے۔ وہاں وہ دیکھتا ہے ایک صف میں معاویہ کی سرکردگی میں پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب کا ایک گروہ اور دوسری صف میں حضرت علیؑ کی سرپرستی میں اصحاب کا ایک دوسرا گروہ من جملہ حضرت عمار یاسرؓ ہیں۔ کیا یہ مسلمان ان دونوں لشکروں میں سے جو آپس میں جنگ کر رہے ہیں، کسی بھی طرف چلا جائے تو جنت میں جائے گا؟

ش: اچھا اب ان کا جواب۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اجتہاد کرتے تھے۔ البتہ ہم صدر اسلام میں صحابہ کے درمیان خود اس اختلاف کے بارے میں بحث نہیں کر رہے ہیں کہ ہمیں ان جیسے اشکالات کا سامنا کرنا پڑے۔ بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ انہوں نے جو بھی کام کیا ہے، اصلی صحابی تھے اور ہم ان کے عمل کو درک کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

ڈ: لیکن شیخ صاحب میں انجینئر ہوں، میں نے ریاضی اور منطق پڑھی ہے، ان جوابوں سے میں قانع ہو کر اپنے سوال سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔

ش: بالآخر حدیث کو تاریخ کے ذریعے تحلیل اور تفسیر تھوڑی کیا جاسکتا ہے۔

ڈ: میں نے نہیں کہا کہ ہم حدیث کی تحلیل کریں، آپ رہنمائی فرمائیں، اس آیت کی تفسیر کریں اور ان منافقوں کے مصداق کو بیان فرمائیں اور اس تازہ مسلمان کی جس کا تین مختلف زمانوں اور تین مختلف جگہوں پر صحابہ کے چھ مختلف گروہوں سے واسطہ پڑا ہے،، برائے مہربانی رہنمائی فرمائیں کہ وہ کس طرف جائے۔

ش: جو کوئی بھی صحابہ کے ان گروہوں میں سے نیک نیت کے ساتھ جس کسی کے بھی پیچھے جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا۔

ڈ: یعنی آپ فرمارہے ہیں کہ صراط مستقیم بہت سی ہیں۔

ش: وہ کیسے؟

ڈ: ایک حضرت عثمان اور ان کے کنارے موجود اصحاب کی صراط مستقیم، ایک ان کے مخالف اصحاب کی صراط مستقیم، جمل میں ایک حضرت عائشہؓ اور ان کے کنارے موجود اصحاب کی صراط مستقیم، ایک حضرت علیؑ اور ان کے کنارے اصحاب کی صراط مستقیم اور صفین میں بھی ایک معاویہ اور اس کے اطراف میں موجود اصحاب کی صراط مستقیم، ایک حضرت علیؑ اور ان کے اطراف میں موجود اصحاب کی صراط مستقیم۔

ش: میں مانتا ہوں کہ صراط مستقیم ایک سے زیادہ نہیں ہے لیکن حدیث کا کیا کریں، پیغمبر اکرمؐ کا قول ہے۔

ڈ: مشکل یہ ہے کہ یہ حدیث پیغمبر اکرمؐ کا قول نہیں ہے۔

ش: ہمارا عقیدہ ہے کہ ہے۔

ڈ: لیکن اگر میں آپ کے اکابرین میں سے کچھ افراد کے حوالے سے چند اسناد پیش کروں جو کہیں کہ یہ حدیث جھوٹ ہے تو قبول کرلیں گے؟

ش: اگر آپ سند لے کر آئیں تو میں قبول کرلوں گا۔

ڈ: خوش قسمتی سے میرے پاکٹ کمپیوٹر میں مکتب شاملہ سافٹ ویئر ہے جس میں برادران اہل سنت کی قدیم اور جدید تقریباً تمام کتابیں ہیں اور اس کی اسناد بھی کمپیوٹر میں ہیں۔ یہ لیجئے ان اسناد میں کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور حتیٰ کہ کہا گیا ہے یہ حدیث جھوٹ ہے۔ احادیث کو ملاحظہ فرمایئے۔

صحابہ کے عادل ہونے کے متعلق حدیث کے ضعیف ہونے کی اسناد

۱۔ قاضی عیاض شرح الشفا کی دوسری جلد کے صفحہ نمبر ۹۱ میں کہتے ہیں اس حدیث کی سند نہیں ہے۔

۲۔ ابن عبد البر الاستعیاب میں کہتے ہیں اس کی سند نہیں ہے۔

۳۔ ابن عبد الحمید اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر کے قول سے اس حدیث کے منکر ہیں۔

۴۔ الکامل میں ابن عدی کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ اس کی سند نہیں ہے۔

۵۔ بیہقی کہتے ہیں اس کی اسناد ضعیف ہیں کیونکہ حدیث کا سلسلہ حارث بن غضین (مجہول الحال) اور حمزہ ابی حمزہ تک پہنچتا ہے کہ جو کذاب ہیں۔

۶۔ ابن حزم کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے۔

ش: میں دیکھا ہوا تھا کہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہوا تھا کہ ممکن ہے یہ حدیث ضعیف ہو لیکن اس باریک بینی کے ساتھ نہیں جو آپ نے دکھایا ہے۔

ڈ: چلیں برا نہیں ہے کہ اس عالم سے بھی جو طالب علموں کو درس دے رہا ہے، اس حدیث کے بارے میں سوال کر لیتے ہیں۔

ش: آپ انہیں جانتے ہیں؟

ڈ: جی ہاں میں نے پچھلے عمرے کے موقع پر انہیں دیکھا تھا اور ان کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔

ش: جی ہاں صحیح ہے، وہ مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ البتہ میرے تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں وہ یہاں صرف استاد تھے، اس وقت وائس چانسلر ہیں۔ لیکن مجھے ان سے اس طرح کا سوال کرنے سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔

ڈ: میں جاتا ہوں اور سوال کرتا ہوں لیکن آپ ان کی بات کو مجھ سے قبول کر لیجئے گا۔

ش: نعوذ باللہ ہم نے شروع سے عہد کیا تھا کہ آپس کی باتوں کو قبول کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سچا سمجھیں گے۔

ڈ: شکریہ، کچھ دیر تشریف رکھیں میں واپس آتا ہوں کیونکہ ان صاحب کا درس بھی ختم ہو گیا ہے اور وہ سب منتشر ہو رہے ہیں۔

میں جلدی سے ان (مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر) کے پاس گیا اور کہا کہ شیخ صاحب میرا ایک سوال ہے۔ انہوں نے کہا ان طالب علموں سے پوچھ لو۔ میں کہا نہیں، میں یونیورسٹی کا استاد ہوں اور چونکہ آپ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں، آپ سے ہی پوچھنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا فرمایئے۔

میں نے کہا آیا یہ حدیث جو فرماتی ہے "مثل اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" صحیح ہے یا نہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ حدیث ضعیف ہے اور علماء خاص طور پر یونیورسٹیوں سے وابستہ علماء اس پر کمتر توجہ دیتے ہیں، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کے ایک لاکھ بیس ہزار صحابی تھے اور بدون شک ان سب کی اقتدا اور پیروی نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ پھر آہستہ سے کہا کہ کچھ نے کہا ہے جھوٹ ہے۔ پھر میں شیخ ابراہیم کے پاس واپس لوٹ گیا۔

ڈ: شیخ صاحب جانتے ہیں مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا جواب کیا تھا؟

ش: کیا تھا۔

ڈ: انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور علماء، خاص کر یونیورسٹیوں سے وابستہ علماء اس حدیث پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے۔ البتہ آہستہ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے۔ استدلال اور اسناد، خاص کر قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ تمام اصحاب قابل پیروی نہیں ہیں۔ اب اس حدیث کو بھی دیکھتے ہیں:

مسند احمد ابن حنبل، ج۴۶، ص۴۴۲، [حدیث] ۲۱۸۹۰۔

"۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل میرے اصحاب میں سے چار اشخاص کو دوست رکھتا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ انہیں دوست رکھتا ہے اور مجھے امر کیا ہے کہ انہیں دوست رکھوں۔ [اصحاب نے] کہا کہ یا رسول اللہؐ وہ کون ہیں؟ فرمایا: علیؑ ان میں سے ہیں اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور مقداد بن اسود کندی۔"

ش: البتہ دیگر اصحاب کے بارے میں دوسری حدیثیں بھی ہیں لیکن اس قوی مضمون کے ساتھ نہیں۔

ڈ: وہ قرآنی آیات اور یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے تمام صحابہ قابل اعتماد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ ہی حقیقی صحابی ہیں۔

ش: جبکہ مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے بھی کہہ دیا ہے تو میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن صحابہ کے بارے میں غیر حل شدہ مسائل کی ایک بہت بڑی مقدار سر اٹھاتی ہے کہ فی الحال جن کے متعلق بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

ڈ: بہتر ہے کہ ہم پہلے حقیقت کو قبول کرلیں پھر مسائل کو دوسرے طریقے سے حل کریں۔

ش: نماز نزدیک ہے۔ اس ایک بنیادی موضوع کے بارے میں مفصل بحث کے بعد کہ جس کا نتیجہ بھی آپ کے نفع میں گیا، بحث کو دوسرے موضوع تک ختم کرنے کی اجازت دیں۔

ڈ: مجھے ایک مزاح کرنے دیں۔ میرے خیال میں بحث آپ کے فائدے میں ختم ہوئی ہے کیونکہ میں پہلے ہی اس نتیجے تک پہنچا ہوا تھا لیکن یہ حقیقت آپ کے لئے واضح ہوگئی۔

ش: [مسکراہٹ کے ساتھ] جی ہاں جی ہاں صحیح ہے۔ لیکن تھوڑا وقت چاہئے تاکہ اس موضوع کو ہضم کرسکوں کیونکہ سالہا میرا عقیدہ تھا کہ تمام کے تمام صحابہ عادل، قابل اقتدا اور پیروی کے لائق ہیں۔ لیکن آج کچھ اور ہی ہوگیا۔ البتہ ایک سچا اقرار کروں۔ ہمیں جب بھی صدر اسلام میں صحابہ کے کردار کے بارے میں اشکالات و اعتراضات پیش آتے تو ہم ہمیشہ اس توجیہ کے ذریعے کہ ہم صحابہ کے کاموں میں مداخلت نہیں کرتے اور وہ اجتہاد کیا کرتے تھے، در حقیقت مسئلے کی صورت ہی بگاڑ دیتے تھے، اسے حل نہیں کرتے تھے۔

ڈ: خدا آپ کو مزید توفیق دے، یہ جو مطلب آپ نے بیان فرمایا، اس پتہ چلتا ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنے عہد و قول پر عمل کیا بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ ایک تعصب سے پاک محقق ہیں۔ چلیں نماز کے لئے چلتے ہیں۔ خدا حافظ۔

ش: خدا حافظ۔

ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد کے اگلے حصے میں آگئے۔ مجھے کچھ جاننے والے ایرانی نظر آئے لیکن ان کے پاس کوئی جگہ نہیں تھی کہ میں بھی بیٹھ سکوں لہٰذا کناروں کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ ایک مناسب جگہ مل گئی۔ پہلی اور دوسری اذان دے دی گئی اور نماز شروع ہو گئی۔ اگر مسجد النبیؐ اور مسجد الحرام میں ظہر اور عصر کی نماز باجماعت نہ ہو تو بے روح ہوتی ہے۔ کیونکہ امام جماعت کی صرف تکبیر کی آواز ہی سنائی دیتی ہے۔ اگر آپ جماعت کے ساتھ نہ ہوں تو نہیں سمجھ پائیں گے کہ امام نماز کے کس حصے میں ہے۔ حالانکہ ایران میں ظہر و عصر اور باجماعت نمازوں میں حمد اور سورہ کے علاوہ باقی تمام ذکر (رکوع، سجود، تشہد اور ۔۔۔۔) بلند آواز میں پڑھے جاتے ہیں اس لئے امام اور مأموم کے مابین رابطہ مسلسل برقرار رہتا ہے۔ البتہ یہ مسئلہ صبح، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ وہاں پر بھی حمد اور سورہ کے علاوہ صرف کچھ تکبیروں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لیکن ایران کی باجماعت نمازیں کیونکہ ان میں نمازِ ظہر اور عصر کی سورتوں کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی بلند آواز میں پڑھی جاتی ہے، مأموم حتیٰ کہ قرائت میں بھی جانتا ہے کہ کب حمد ختم ہوئی ہے اور سورہ شروع ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے ایران اور مجموعی طور پر شیعہ باجماعت نمازیں زندہ تر ہیں۔

دوسرا نکتہ جو پہلے تھا مگر اب اس کی کچھ حد تک اصلاح ہو گئی ہے یہ کہ ۸۰-۸۵ کے سالوں میں جیسے ہی دوسری اذان نشر ہوتی تھی، ہر کوئی مدینہ میں جہاں کہیں بھی ہوتا مسجد النبیؐ کے امام جماعت کی اقتدا کر لیتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جنت البقیع کے اطراف کے دوکاندار اپنی دوکانوں میں اقتدا کرتے تھے اور کچھ لوگ کہ جو مسجد نہیں پہنچ پاتے تھے مسجد النبیؐ اور اس کے امام سے حتیٰ سینکڑوں میٹر آگے قبلے کی سمت کھڑے ہو جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اس موضوع کی ایرانی علماء کے توسط سے بارہا یاددہائی کرائی گئی یہاں تک کہ اب کچھ علامتیں نصب کر دی گئی ہیں کہ اس صف سے آگے نماز صحیح نہیں ہے، اگرچہ کچھ لوگ اب بھی کان نہیں دھرتے اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بالآخر میں نے نماز پڑھی اور کچھ ایرانیوں کے ساتھ سلام دعا کرنے کے بعد مسجد سے باہر آگیا۔

حجاج بس اور ٹیکسی کے ذریعے اپنے گھروں تک پہنچتے ہیں لیکن ہمارا ہوٹل نزدیک ہے اور ہم پیدل جا سکتے ہیں۔

ہم دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں اور ہر کوئی کمرے میں آجاتا ہے۔ چائے اور باتوں کی محفل سج جاتی ہے۔ ڈاکٹر احمدی ماہر نفسیات ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے آج بہت سے حاجیوں کو دیکھا کہ جن کی آنکھوں میں زیارت پر آنے کی وجہ سے عشق و اشتیاق اور جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جب وہ مسجد النبیؐ سے باہر آرہے ہوتے ہیں گویا ان کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیا گیا ہے اور کامیابی کا احساس کر رہے ہیں۔ کربلائی کہتے ہیں میرے احساسات ایسے نہیں تھے، خاص طور مشرقی لوگ صرف ہنستے ہیں اور ان کی کوئی خاص کیفیت نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر احمدی جواب دیتے ہیں آپ کو تھوڑی توجہ کرنی چاہئے، میرے خیال ہیں سب لوگ اس قسم کا احساس رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ میں نے بہت توجہ کی ہے، اتفاق سے وہ لوگ جن ہیں یہ کیفیت کم تر نظر آتی ہے، مدینے کے پیشہ ور افراد اور مقامی عرب لوگ ہیں۔

کچھ دوسری متفرقہ بحثیں بھی ہوتی ہیں۔ میں کربلائی اور ضرغام صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ دوسروں کو نیند آنے تک وہ نہ سوئیں اور ان کے سونے کے بعد سوجائیں۔ مزید یہ کہ جہاں تک ہوسکے روزانہ اس بات کا خیال رکھیں۔ ضرغام کہتے ہیں میں صبح سویا تھا ابھی مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ درنہایت ہم نے کچھ دیر آنکھیں جھپکیں اور نماز مغرب کے لئے مسجد چلے گئے۔ البتہ مسجد النبیؐ میں حاضری ہمیشہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی زیارت کے ساتھ (اگرچہ خلاصہ کی صورت میں) ہوتی ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد اپنی زوجہ کے ساتھ کچھ دوکانوں کے چکر لگائے تاکہ مختصر سی سوغات اور مخصوصاً وہ کالی چادر خریدیں۔ دوکاندار اگر یہ دیکھیں کہ آپ کو عربی آتی ہے تو آپ کا زیادہ خیال رکھتے ہیں اور میرے عربی لہجے کی وجہ سے سوچتے ہیں کہ میں عراقی ہوں۔ دو گھنٹے گھومنے اور خریداری کرنے کے بعد ہوٹل واپس لوٹے اور اس کے بعد نیند۔

روزانہ صبح کی نماز کے بعد جنت البقیع کی زیارت

صبح کی نماز جب ختم ہوتی ہے تو جنت البقیع کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ عورتوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، مردوں کو بھی ڈیڑھ گھنٹے کی فرصت ہے کہ جنت البقیع کی تمام قبروں کی زیارت کرلیں۔ بقیع میں مدفون شخصیات یہ ہیں:

۱۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ

۲۔ حضرت امام زین العابدینؑ

۳۔ حضرت امام محمد باقرؑ

۴۔ حضرت امام جعفر صادقؑ

۵۔ حضرت عباسؓ، پیغمبر اکرمؐ کے چچا

۶۔ پیغمبر اکرمؐ کی ازواج گرامیؓ

۷۔ حضرت فاطمہ بنت اسد، حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ

۸۔ حضرت ام البنین، حضرت علیؑ کی زوجہ اور حضرت عباسؑ کی والدہ گرامی

۹۔ حضرت صفیہؓ، پیغمبر اکرمؐ کی پھوپی

۱۰۔ حضرت عاتکہؓ، پیغمبر اکرمؐ کی پھوپی

۱۱۔ حضرت حلیمہ سعدیہ، پیغمبر اکرمؐ کی دایہ

۱۲۔ حضرت ابراہیمؑ، پیغمبر اکرمؐ کے فرزند گرامی

۱۳۔ حضرت عقیل، حضرت مسلم کے والد اور حضرت علیؑ کے بھائی

۱۴۔ شہدائے احد (کہ جو پہلے زخمی تھے اور میں مدینے میں شہید ہوئے۔)

۱۵۔ شہدائے حرہ (کہ جو مدینے پر یزید کی افواج کے حملے میں شہید ہوئے۔)

۱۶۔ حضرت علی بن جعفرؑ (حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند جن کے جسد کو عریض کے قریے سے مدینے میں جنت البقیع لایا گیا۔ مرحوم شیخ عمری (شیعیان مدینہ کے زعیم) نقل کرتے ہیں کہ میں نے ان کے جسد کو منتقل کرتے وقت دیکھا تھا، مکمل طور پر تازہ تھا۔ یعنی ۱۳۰۰ سال کے بعد بھی بدن بوسیدہ نہیں ہوا تھا۔)

۱۷۔ حضرت اسماعیل بن جعفرؑ (امام جعفر صادقؑ کے فرزند)

۱۸۔ حضرت عثمان بن مظعون (وہ پہلے شخص جو جنت البقیع میں دفن ہوئے تھے اور پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے نیک اصحاب میں سے تھے۔)

۱۹۔ حضرت عثمان بن عفان (خلیفۂ سوم جو معاویہ کے دور میں کسی اور قبرستان سے جنت البقیع میں منتقل کئے گئے۔)

میں اذنِ دخول کی تلاوت کرتا ہوں اور جنت البقیع میں داخل ہو جاتا ہوں۔

جنت البقیع کے اندر سب زیارت میں مصروف ہیں۔ ہر کوئی کسی گوشے میں راز و نیاز کر رہا ہے۔ زیادہ تر ایرانی ہیں۔ اگرچہ دوسرے ممالک سے بھی ہیں۔ سعودی حکومت کی جانب سے چند افغانی جو فارسی جانتے ہیں، لائے گئے ہیں تاکہ زائرین کے ساتھ فارسی میں بات کریں۔ وہ لوگ مسلسل نصیحت کر رہے ہیں کہ دعا کی کتاب کو بند کریں، زیارت کی کتاب کو بند کریں، یہ امام مر چکے ہیں، مردہ پرستی نہ کریں، بت پرستی نہ کریں، صرف سلام کہیں اور چلے جائیں۔ کچھ لوگ انہیں بھی ٹوٹی پھوٹی توضیحات دیتے ہیں۔ کچھ یہ نصیحت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ بحث نہ کریں۔

جنت البقیع کے مأمورین کے درمیان ایک عربی بھی ہے کہ جسے فارسی نہیں آتی اور ظاہراً دوسروں کا مافوق ہے۔ وہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ یہ کام شرک ہیں، تم لوگ مشرک ہو اور مردہ سے حتیٰ وہ پیغمبرؐ ہی کیوں نہ ہو، متوسل نہیں ہونا چاہئے۔ پیغمبرؐ کی میت دوسروں سے کوئی فرق نہیں کرتی۔

پیغمبر اکرمؐ کا مردہ ہونا؟

میں آگے گیا اور اسے سلام کیا، پھر کہا کہ معاف کیجئے گا، میرا ایک سوال ہے۔ اس نے کہا پوچھیں۔ میں نے کہا آپ کے خیال میں اور آپ کے اعتقادات کے مطابق پیغمبر اکرمؐ کا مقام زیادہ اونچا ہے یا شہدا کا مقام؟ اس نے کہا کہ پیغمبر اکرمؐ کا۔ میں نے کہا لیکن اللہ تعالیٰ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۹ میں فرماتا ہے:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّـهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ"

"اور خبردار راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں"

اس آیت میں صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ شہدا کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ جب شہداء زندہ ہیں تو کیا آپ پیغمبر اکرمؐ کو مردہ سمجھتے ہیں۔ اس نے کہا وہ برزخی حیات رکھتے ہیں، میں نے کہا لیکن قرآن تو نہیں کہتا کہ برزخی حیات رکھتے ہیں، کہتا ہے کہ احیاء عند ربہم یرزقون۔ اللہ کے یہاں رزق پا رہے ہیں، یہ رزق جو اللہ تعالیٰ شہداء کو دے رہا ہے کیا پیغمبر اکرمؐ کو نہیں دیتا۔

اس نے کہا میں ان کا جواب نہیں جانتا۔ اگر آپ چاہیں تو چلیں جنت البقیع کی زیریں منزل (بیسمنٹ) میں چلتے ہیں وہاں ہمارے علماء سے بات کرلیں۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوں لیکن آپ کے پاس جب جواب نہیں ہے اور معلومات کم ہیں تو ان لوگوں کو جن معلومات تھوڑی سی ہیں غیر ضروری موعظہ نہ فرمائیں۔

میں اس اہلکار اور ایک افغانی کے ساتھ جنت البقیع کی زیریں منزل میں جاکر بیٹھ گیا۔ ہم نے تقریباً ایک گھنٹے تک گفتگو کی اور اپنی دلیلیں لاتے رہے لیکن وہ لوگ صرف اس شاخ سے اس شاخ پر پھلانگتے رہے اور غیر منطقی بلکہ یہاں تلکہ غیر عقلی باتیں کرتے رہے۔ لہٰذا میں نے کہا سوچا تھا کہ زیریں منزل میں علماء ہیں اور ان کے پاس کچھ جوابات ہوں گے، آپ لوگوں کے پاس تو قبروں پر مأمور اوپر والوں سے زیادہ کوئی بات ہی نہیں ہے۔

در نہایت اس عرب اہلکار نے کہا دیکھیں ہم نہیں جانتے کہ کیوں آپ لوگ زیارت نہ پڑھیں، ہم نہیں جانتے کہ کیوں کتاب دیکھ کر نہ پڑھیں، نہیں جانتے کہ کیوں آپ لوگ قبروں کے نزدیک نہ ہوں، نہیں جانتے کہ کیوں، نہیں جانتے کہ کیوں اور نہیں جانتے کہ کیوں، یہ حکومت کے احکامات ہیں۔ تمام تمام تمام۔

میں کہا تو یہ پہلے ہی کہہ دیتے اور ہمارا اتنا وقت نہ لیتے۔ ہم نے انہیں خدا حافظ کہا اور باہر نکل کر ناشتے کے لئے ہوٹل کی جانب چل پڑے۔

۲۱ ذی القعدہ کا دن

میں ۱۰ بجے مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ شیخ صاحب آچکے تھے۔

ڈ: السلام علیکم

ش: علیکم السلام۔ صبح بخیر

ڈ: واقعاً بڑی توفیق کی بات ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو پا رہے ہیں۔

ش: میرے لئے بھی بہت نیک وقت ہے لیکن میری ایک گزارش ہے۔

ڈ: فرمائیں۔

ش: میرے خیال میں روزانہ اور وہ بھی صبح کے وقت دو گھنٹے دینا تھوڑا مشکل ہو رہا ہے، اگر ہم ٹائم کو بدل دیں اور حتی المقدور ایک دن چھوڑ کر ملاقات کریں تو بہتر ہے۔

ڈ: مجھے قبول ہے، مثال کے طور پر کل کا پروگرام ظہر کی نماز کے بعد رکھ لیتے ہیں اور ہمارے ہوٹل چلتے ہیں۔ دوپہر کے کھانے پر آپ ہمارے مہمان بنیں، اس طرح آپ میرے ساتھیوں سے بھی مل لیں اور وہیں پر اپنی بحث کو بھی آگے بڑھا لیں گے۔ میری نظر میں ظہر کی نماز اور دوپہر کے کھانے کے بعد اجتماعی کاموں کی کوئی زیادہ فرصت نہیں ہوتی کیونکہ سب آرام کر رہے ہوتے ہیں۔

ش: قبول ہے، تو کل سے نماز ظہر کے بعد کا طے کر لیتے ہیں، وہ بھی ایک دن آپ کے ہوٹل میں اور ایک دن ہمارے ہوٹل میں۔

ڈ: ٹھیک ہے لیکن آج کچھ گفتگو کر لیں یا نماز ظہر کے بعد کے لئے چھوڑ دیں۔

ش: نہیں آج آچکے ہیں اچھا ہے کہ استفادہ کر لیں۔ چلیں بیٹھ جاتے ہیں۔

ہم کل والی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم ایک دوسرے کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اپنی گفتگو شروع کرنے سے پہلے ہم نے تھوڑا سا آب زمزم پیا۔ ہمیں دیکھ کر ایک سعودی شیخ نے یاددہانی کرائی کہ گلاس کو بائیں ہاتھ میں نہیں دائیں ہاتھ میں تھاموں۔ میں نے اس سے معذرت خواہی کی اور شیخ صاحب کو کہا کہ روایتوں کو محفوظ کرنا بہت اچھا ہے لیکن یہ شیخ جو اس چھوٹی سی بات کو پکڑا ہوا ہے، دنیا سے بے خبر ہے اور اسے کوئی سروکار نہیں کہ اس قت فلسطین، غزہ، لبنان، عراق اور افغانستان میں کیا گزر رہی ہے۔ یہ لوگ ایران میں شاہ کے زمانے میں حجتیہ نامی ایک گروہ کی طرح ہیں جو شاہ کے خلاف لڑنے کے بجائے پیپسی کولا کی مخالفت کیا کرتے تھے۔

ڈ: آپ فرمارہے تھے کہ صحابہ کے موضوع کو ہضم کرنے کی ضرورت ہے، اس کا کیا بنا؟

ش: میں نے بہت غور کیا لیکن نہ ہی میں خود آسانی کے ساتھ اپنے تیس سال پہلے کے اعتقادات کو خراب کر سکا اور نہ ہی آپ کی نپی تلی باتوں کے لئے کوئی جواب تلاش کر پایا۔

ڈ: لیکن ایک محقق اور ایک عام شخص میں فرق یہ ہے کہ جب بھی کسی حقیقت تک پہنچے اگرچہ وہ سخت اور تلخ ہی کیوں نہ ہو، اسے قبول کرلے۔

ش: نہیں نہیں میں نے نہیں کہا کہ میں نے قبول نہیں کیا بلکہ کہا کہ پہلے والے ان اعتقادات کو خراب کرنے میں تھوڑا وقت لگے گا۔

ڈ: مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ موضوع ہماری بہت سی ابحاث کی بنیاد ہے۔

ش: وہ کیسے؟

ڈ: کیونکہ اگر ہم مان لیں کہ تمام صحابہ ہدایت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور تمام صحابہ [اس حوالے سے] قابل اعتماد نہیں ہیں تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

ش: آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

صحاح ستہ کی تمام احادیث کا صحیح نہ ہونا

ڈ: آج میرا آپ سے ریاضی اور شماریات کا ایک سوال پوچھنے کا ارادہ ہے۔

ش: کیا مطلب ریاضی اور شماریات؟

ڈ: دینی مسائل کی ریاضی اور شماریات۔

ش: ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ ریاضی میں بات نہ کریں کیونکہ میں نے ریاضی نہیں پڑھی ہے۔

ڈ: ریاضی نہیں ہے صرف چند اعداد کا مقایسہ ہے۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: آپ کی نظر میں جو آپ کے یہاں موجود حدیث کی تمام کتابیں ہیں اور جن میں سے اہم کتابوں کی تعداد چھ ہے، کیا ان تمام کتابوں کی ساری احادیث صحیح ہیں جو آپ نے ان کا صحاح ستہ رکھ دیا ہے۔

ش: کل آپ نے صحابہ کو عدالت سے گرایا تھا اور آج کتابوں کی باری ہے۔

ڈ: میں نے تمام صحابہ کو عدالت سے نہیں گرایا بلکہ اس نتیجے تک پہنچا تھا کہ تمام صحابہ عادل نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ تمام صحابہ منافق ہیں۔ وہ بھی قرآن کریم کے فرمان کی وجہ سے تھا کہ جس کی بنا پر بعض صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے عدالت سے گرا دیا ہے، کیونکہ فرمایا ہے کہ کچھ صحابہ جنہیں پیغمبرؐ نہیں جانتے منافق ہیں۔

ش: میں نے مزاح کیا تھا۔ کل کی بحث سے مجھے حقیقتاً خوشی بھی ہوئی اور تکلیف بھی۔ خوشی ہوئی کہ آپ کے استدلال کے توسط سے ایک حقیقت تک پہنچا اور تکلیف ہوئی کہ ہم چالیس سال سے ان آیات کو پڑھ رہے ہیں لیکن کیوں اب تک ہماری توجہ ان نکات کی طرف نہیں گئی ہے۔

ڈ: اچھا تو آج میرا سوال حدیث کی کتابوں کے بارے میں ہے۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: میں اپنا سوال دوبارہ دھرا دیتا ہوں کہ کیا صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود تمام احادیث حقیقتاً صحیح ہیں؟

ش: البتہ زیادہ تر صحیح بخاری اور صحیح مسلم مد نظر ہیں اور خاص طور پر ان دو کتابوں میں جو کچھ ہے صحیح ہیں، اگرچہ ممکن ہے کہ تھوڑی مقدار میں ان کے اندر بھی ضعیف احادیث پائی جاتی ہوں۔

ڈ: مثال کے طور پر ضعیف کا صحیح کے ساتھ کتنا تناسب ہوگا؟

ش: میں نے گہرائی کے ساتھ تو جانچ پڑتال نہیں کی ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ ان کتابوں میں ضعیف حدیث بہت کم ہیں۔

ڈ: یعنی چھ صحیح کتابیں یا صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم؟

ش: نہیں معمولاً ان کی اکثریت میں، البتہ مسند احمد ابن حنبل بھی ایک نہایت معتبر کتاب ہے اور اس کی احادیث مکمل طور پر مستند ہیں۔

ڈ: معمولاً یہ احادیث کن سے روایت کی گئی ہیں؟ یعنی راوی (روایت کرنے والے) کون لوگ ہیں؟

ش: ان اسناد کو پیغمبر اکرمؐ تک پہنچنا چاہئے اور پیغمبر اکرمؐ کا قول یا فعل ہونا چاہئے۔

ڈ: کیا آپ کے ذہن میں ہے کہ آپ کے پاس حدیث کی چھ کتابوں (صحاح ستہ) میں کتنی احادیث ہیں؟

ش: نہیں مجھے یاد نہیں ہے، میں نے توجہ بھی نہیں کی ہے لیکن بہت سی احادیث تکراری ہیں، یعنی بہت سی احادیث مختلف صحیح کتابوں میں آئی ہیں۔

ڈ: پس تو مجھے اپنا ریاضی کا سوال پوچھنے کی اجازت دیں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: اگر ہو سکتا ہے تو یہ فرمائیں کہ صحاح ستہ میں خلفائے اربعہ کی احادیث کی مقدار کتنی ہے۔

ش: مجھے نہیں معلوم۔

ڈ: لیکن آپ جانتے ہیں کہ خلفاء میں سے ہر ایک پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ کتنے سال رہے تھے؟

ش: جی ہاں جہاں تک مشخص ہے حضرت ابو بکر ۲۳ سال، حضرت عمر ۱۸ سال، حضرت عثمان ۱۹ سال اور حضرت علی بھی ۲۳ سال۔

ڈ: بالکل ٹھیک ہے لیکن جناب ابوہریرہ کتنے سال پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے؟

ش: صحیح سے یاد نہیں لیکن ۴ سے ۵ سال تک سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

ڈ: آپ جانتے ہیں نا کہ ابوہریرہ نے ساتویں ہجری کے سال میں اسلام قبول کیا اور دسویں ہجری کے سال تک کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے انتقال فرمایا، یعنی مجموعی طور پر تین سال پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ رہے۔ ان تین سالوں میں بھی کچھ عرصہ آپؐ سفر میں رہے۔

ش: ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔

ڈ: میں نے خود حساب نہیں لگایا ہے لیکن ایک قابل اعتماد تحقیقی کتاب نے پیغمبر اکرمؐ کے قریبی صحابہ کرامؓ کی احادیث کو اکھٹا کیا تھا جو باعث بنا کہ میں اس سوال کو اور گہرائی سے دیکھوں۔

ش: خلفائے اربعہ کی احادیث کتنی ہیں؟

ڈ: حضرت ابو بکر کی ۱۴۲، حضرت عمر کی ۵۲۷، حضرت عثمان کی ۱۴۶ اور حضرت علی کی ۵۳۷۔

ش: عجیب ہے یہ کوئی زیادہ احادیث نہیں ہیں، البتہ مجھے بھی تقریباً اتنے ہی کی توقع تھی۔

ڈ: لیکن ابوہریرہ یعنی وہ صحابی جو پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ صرف تین سال تھا، کی پیغمبر اکرمؐ کی زبان سے ۵۳۷۴ احادیث ہیں۔ آپ فرمائیں ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی موجودگی میں پیغمبر اکرمؐ نے کیسے اتنی باتیں کیں کہ صرف ابوہریرہ نے سنیں اور خلفائے اربعہ نے نہیں سنی ہیں۔

ش: دوبارہ آپ نے درد کی جگہ پر انگلی رکھی دی ہے۔

ڈ: میں نے صرف سوال کیا ہے۔

ش: ٹھیک ہے لیکن بہت عرصہ ہے کہ یہ سوال میرے اور بہت سے علماء کے لئے پیش آیا ہوا تھا کہ حضرت ابوہریرہ سے اتنی زیادہ احادیث کیوں نقل ہوئی ہیں، حالانکہ ہمارے پاس دوسروں سے حتیٰ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے بھی جو یہاں تک کہ گھر اور اوڑھنے بچھونے میں بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھیں، اتنی مقدار میں احادیث نہیں ہیں۔

ڈ:-اچھا تو در نہایت آپ کو کیا جواب دیا گیا ہے؟

ش: میں نے کبھی بھی کوئی صحیح جواب نہیں سنا مگر یہ کہ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ کو سوال کرنے اور حدیث نقل کرنے کا بہت شوق تھا۔

ڈ: ان اعداد و شمار کو سامنے رکھتے ہوئے کیا آپ خود اس بات کو مانتے ہیں کہ اتنی ساری احادیث کو نقل کرنا ان کو شوق کی وجہ سے تھا۔

ش: غور طلب بحث ہے۔

ڈ: لیکن میری نظر میں اگر ہم ان اعداد و شمار میں حضرت ابوہریرہ کی احادیث کے صحیح ہونے کے بارے میں تأمل سے کام لیں تو شیعہ اور سنی کے بہت سارے اختلافی موضوعات حل ہو جائیں گے۔

ش: بعید نہیں ہے لیکن یہ جو بات سامنے آئی ہے، اگر ہم اسے مد نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوہریرہ کی احادیث کے صحیح ہونے کے بارے میں شک کریں تو صحاح ستہ میں کوئی زیادہ صحیح احادیث باقی نہیں بچیں گی۔

ڈ: اچھا تو ہمیں دو حقیقتوں کا سامنا ہے جو دونوں ہی صحیح ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ کی اتنی زیادہ تعداد میں احادیث کو خلفائے راشدینؓ کی احادیث سے مقایسہ کیا جائے تو ان کے صحیح ہونے کے حوالے سے سنجیدہ طور پر تأمل کا مقام پایا جاتا ہے۔

۲۔ صحاح ستہ کی زیادہ تر احادیث، حضرت ابوہریرہ کی احادیث ہیں۔

ش: لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے جسے قبول کرنا سخت ہے جبکہ اسے قبول نہ کرنا بھی علم اور عقل کے ساتھ میل نہیں رکھتا۔

ڈ: لیکن حضرت ابوہریرہ کی احادیث پر سرسری سی نگاہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان احادیث کی اکثریت کو خلافتوں کے زمانے اور خاص طور پر معاویہ کے زمانے کی ضرورتوں کے مد نظر گھڑا گیا ہے اور خود ابوہریرہ کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ در نتیجہ یہ اکثر احادیث پیغمبر اکرمؐ کی احادیث کے برخلاف ہیں۔

ش: افسوس کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کی احادیث کے مخالف بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: لیکن کہنا پڑے گا کہ ان گھڑی ہوئی احادیث نے اسلام کی تقدیر کو بدل کر کے رکھ دیا ہے۔

ش: ممکن ہے یہ ٹھیک ہو لیکن یہ کہ ہم حضرت ابوہریرہ کی صحیح احادیث کو ان کی غیر صحیح احادیث سے الگ کریں، بہت مشکل ہے۔

ڈ: لازم نہیں کہ ہم ان کے درپے رہیں، کیونکہ خلفائے راشدینؓ کے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ گزارے ہوئے زمانے کے مقابلے میں حضرت ابوہریرہ حضرت ابو بکرؓ کا تقریباً ۳،۲۳ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے۔ لہٰذا ان کی احادیث بھی حضرت ابو بکرؓ کی صحیح احادیث کا ۳،۲۳ ہونی چاہئیں، یعنی ۳: ۲۳×۱۴۲ لہٰذا ابوہریرہ کی صحیح احادیث تقریباً ۲۰ ہوتی ہیں جو لوگوں کے دین میں کوئی خاص تأثیر نہیں رکھتیں۔

ش: جی ہاں ۲۰ حدیثیں کوئی خاص کردار نہیں رکھتیں لیکن ہمارے جوان طالب علم اگر ان اعداد و شمار پر توجہ دیں تو صحاح ستہ کی تمام احادیث پر انگلی اٹھ جائے گی۔

ڈ: میرے خیال میں جس پر بھی انگلی اٹھے اہمیت نہیں رکھتا، اہم بات یہ ہے کہ اسلام، قرآن اور پیغمبر اکرمؐ پر انگلی نہ اٹھے۔ کیونکہ ابوہریرہ کی بہت ساری احادیث کا مضمون ہوشیار جوانوں اور طالب علموں کے لئے سوال بنا ہوا ہے۔

ش: میں مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔

ڈ: اب جبکہ ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں، برا نہیں کہ ابوہریرہ کی احادیث کے صحیح ہونے کے بارے میں آپ کی کتابوں پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

ش: البتہ میں نے کچھ چیزیں دیکھی ہوئی ہیں۔

ڈ: یہ نمونے کچھ چیزوں سے بڑھ کر ہیں۔ میرے پاکٹ کمپیوٹر میں بعض نمونوں پر توجہ فرمائیں:

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۳۳۵؛ سیر اعلام النبلائ، ج ۲، ص ۴۱۲؛ فتوح البلدان، ج ۱، س ۱۰۰؛ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۴۱۴ اور عقد الفرید، ج ۱، ص ۱۳ میں کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے بیت المال سے چوری کی تھی۔ حضرت عمر بن خطاب نے کہا: "یا عدو اللہ و عدو کتابہ، سرقت مال اللہ" "اے اللہ کے دشمن اور اس کی کتاب کے دشمن تم نے اللہ کے مال کو چوری کیا۔"

۲۔ سیر اعلام النبلائ، ج ۲، ص ۶۰۴ اور ۶۰۵ اور المستدرک، ج ۳، ص ۵۸۲، حدیث ۶۱۶۰ میں حاکم کہتے ہیں حضرت عائشہؓ ابوہریرہ سے کہتی ہیں:

''ما هذه الاحاديث التی تبلغنا، انّک تحدث بها عن النبی هل سمعت الا ما سمعنا؟ و ھل رأيت الا ما رأينا؟''

''یہ کیا حدیثیں ہیں جو تم ہمیں بتاتے ہو، انہیں تم پیغمبرؐ سے حدیث کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کے سوا جو ہم نے جو سنا ہے، کچھ اور سنا ہے؟ اور تم نے اس کے سوا جو ہم نے دیکھا ہے، کچھ اور دیکھا ہے؟۔''

۳۔ سیر اعلام النبلائ، ج ۲، ص ۶۰۴ اور ۶۰۵ میں ہے کہ مروان بن حکم، ابوہریرہ سے کہتا ہے:

'' انّ الناس قد قالوا : اكثر الحديث عن رسول الله و انّما قدم قبل وفاته بيسير''

''لوگ کہتے ہیں: یہ جو اتنی زیادہ احادیث رسول اللہ سے نقل کرتے ہو اتنے تھوڑے عرصے کے ساتھ جو تم وفات سے پہلے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے، تناسب نہیں رکھتا۔''

۴۔ المطالب العالیہ ج ۹، ص ۲۰۵ میں آیا ہے: بعض اوقات ابوہریرہ کہتا تھا: '' حَدَّثَنِی خَلِيلِی أَبُوالقَاسِمُ'' ''میرے دوست ابوالقاسم (پیغمبر اکرمؐ) نے میرے لئے حدیث بیان کی'' لیکن حضرت علیؑ نے اسے اس طرح کی بات کہنے سے منع کیا اور کہا: '' مَتی كَانَ (رَسُولُ اللّهِ) خَلِيلاً لَکَ'' ''کس وقت رسول اللہ تمہارے دوست تھے۔''

۵۔ المطالب العالیہ ج ۹، ص ۲۰۵ میں فخر رازی کہتے ہیں:

'' انّ كثيراً من الصحابة طعنوا فی ابی هريرة و بيناه من وجوه: احدها: انّ ابا هريرة روی انّ النبی ﷺ قال: من اصبح جنباً فلا صوم له- فرجعوا الی عائشة و ام سلمة، فقالتا: كان النبی يصبح ثمّ يصوم- فقال: ما اعلم بذالک- انبأنی بهذا الخبر الفضل بن عباس و اتّفق انّه كان ميّتاً فی ذالک الوقت''

صحابہ کی ایک بڑی تعداد ابوہریرہ پر طعن کیا کرتی تھی اور کئی جہات سے اسے (حدیث کے صحیح ہونے کے معاملے میں) رد کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ: ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی جنابت کی حالت میں صبح کرے تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ پس انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے رجوع کیا۔ ان دونوں نے کہا: نبی اکرمؐ (حالت جنابت میں) صبح کیا کرتے تھے اور پھر روزہ بھی رکھتے تھے۔ پس اس (ابوہریرہ) نے کہا: وہ دونوں (حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ) اس بات پر عالم تر ہیں۔ مجھے یہ خبر فضل بن عباس نے دی ہے اور اتفاق پایا جاتا ہے کہ اس وقت وہ (فضل بن عباس) مر چکا تھا۔''

۶۔ المطالب العالیہ ج ۹، ص ۲۰۵ میں ابراہیم نخعی کہتے ہیں: '' كان اصحابنا يدعون من حديث ابی هريرة'' ''ہمارے اصحاب ابوہریرہ کی حدیث کو چھوڑ دیتے تھے (اعتنا نہیں کرتے تھے)۔''

۷۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱۹، ص ۱۲۲ میں کہتے ہیں: ''ماکانوا یأخذون من حدیث ابی ھریرۃ الا ما کان من حدیث جنّۃ او نار'' ''ابوہریرہ کی حدیث میں سے سوائے جنت اور جہنم کی حدیثوں کے کچھ بھی نہیں لیتے تھے (قبول نہیں کرتے تھے)۔

ش: ڈاکٹر صاحب کافی ہے، یہ سب اہم ہیں اگرچہ حضرت ابوہریرہ کی احادیث کی صحت کو رد کرنے کے لئے وہی شماریاتی استدلال ہی کفایت کرتا تھا۔

ڈ: اچھا تو الحمد للہ کہ یہ موضوع ہمارے لئے واضح ہو گیا۔ میرے پاس ایک اور سوال کرنے کا وقت ہے؟

ش: وقت تو ہے لیکن سارے سوال آپ ہی کیوں کریں، اب مجھے ایک سوال پیش کرنے کی اجازت دیں۔

ڈ: مجھے خوشی ہو گی۔ فرمائیں لیکن توجہ رکھیں کہ میں ایک ٹیکنکل اور انجینئرنگ اسپشلسٹ ہوں، دینی و مذہبی امور کا ماہر نہیں ہوں جبکہ آپ ایک عالم دین ہیں۔

ش: میں آپ کو مذہبی امور میں مکمل طور پر ماہر سمجھتا ہوں اور خود کو اتنی اجازت دیتا ہوں کہ شیعہ کے بارے میں آپ سے سوال پوچھوں۔ ان شاء اللہ میرے لئے بھی موضوعات واضح ہوں۔

ڈ: حقیقت یہ ہے کہ میں مذہبی امور کا ماہر نہیں ہوں لیکن تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہوا ہے تاکہ اپنے عقائد کا دفاع کر سکوں۔

ش: یہ معلومات میرے لئے بہت دلچسپ ہیں۔ پس میں اپنا سوال پوچھوں؟

ڈ: فرمائیں۔

ش: آپ نے جو حضرت ابوہریرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لئے خلفائے راشدینؓ کی احادیث سے استناد کیا، کیا آپ واقعی طور انہیں پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ مانتے ہیں؟

ڈ: اگر آپ اتفاق کریں تو اس موضوع کو ایسے موقعے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جس میں ہمارے پاس بحث کرنے کے لئے تھوڑا زیادہ وقت ہو، کیونکہ نماز نزدیک ہو رہی ہے اور اس سے چھوٹی کسی دوسری بحث کو چھیڑا جا سکتا ہے۔

ش: چلیں ٹھیک ہے مگر آپ کو مناسب فرصت میں ضرور اس سوال کی وضاحت کرنا ہو گی۔

ڈ: بالکل ضرور، کیونکہ اس بارے میں میرے اپنے پاس بھی ایک مفصل بحث ہے۔

متعہ اور ازدواج موقّت

ش: اچھا تو ایک چھوٹا سا سوال پیش کرتا ہوں۔ وضاحت فرمائیں کہ کیوں آپ متعہ کو جو ایک طرح کا زنا ہے، جائز سمجھتے ہیں اور بڑی سختی سے اس کا دفاع کرتے ہیں؟

ڈ: اول یہ کہ متعہ زنا نہیں ہے۔

ش: کیوں زنا نہیں ہے ہم تو جانتے ہیں کہ ایک خاتون جو ہر روز کسی کے اختیار میں ہو، سوائے زنا کے اسے کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

ڈ: برا نہیں کہ میں متعہ کی وضاحت کردوں۔ شیخ صاحب کے علم ہے کہ ازدواج دائم میں کچھ جملوں کے ذریعے جنہیں صیغۂ عقد کہا جاتا ہے، دو انسان جو آپس میں حرام ہیں، حلال ہو جاتے ہیں۔

ش: ٹھیک ہے، ازدواج دائم میں ایسے ہی ہے اور اس پر کچھ شرائط بھی مترتب ہیں۔

ڈ: متعہ کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے یعنی ضروری ہے کہ دو افراد ایک صیغۂ عقد کے ذریعے آپس میں حلال ہوں۔ اگر دائمی عقد کا صیغہ زنا ہو اور تمام میاں بیویاں زنا کرتے ہیں تو متعہ بھی زنا بن جائے گا۔

ش: لیکن دائمی ازدواج اساسی طور متعہ سے فرق رکھتی ہے۔

ڈ: بتاسکتے ہیں کون سے فرق رکھتی ہے۔

ش: پہلا فرق یہ کہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ متعہ میں ایک خاتون ہر روز ایک نئے فرد کی بیوی بن سکتی ہے۔

ڈ: اسلام کی اجازت کے بارے میں بعد میں بحث کریں گے لیکن اس بارے میں کہ ہر روز ایک نئے فرد کی بیوی بن سکتی ہے، ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی خاتون کسی مرد کے ساتھ عقد موقّت کا صیغہ پڑھے تو اس کی مدت کے ختم ہونے کے بعد عورت کی ماہیانہ عدت کا کم از کم ایک دورہ گزرنا چاہئے تاکہ وہ دوبارہ شادی کرسکے۔ لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ وہ ہر رات کو ایک فرد کے نکاح میں آسکتی ہو۔

ش: مگر ہمیں اس سے ہٹ کر منتقل ہوا ہے۔

ڈ: اس سے ہٹ کر ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ہم بھی اسے زنا سمجھتے ہیں۔

ش: دوئم یہ کہ اس پر کوئی شرط مترتب نہیں ہوتی ہے۔

ڈ: اس پر بہت ساری شرائط مترتب ہوتی ہیں۔

ش: مثلاً

ڈ: اول یہ کہ حتماً متعہ کے لئے وقت معلوم ہونا چاہئے۔

دوئم، متعہ اور ازدواج یا متعہ مجدد کے لئے متعینہ وقت کا اختتام، ایک دن یا ایک مہینہ اور ایک سال نہیں ہے بلکہ متعینہ مدت کے اختتام کے بعد ازدواج کا اختتام ہو جاتا ہے اور عورت کو لازمی طور پر ایک ماہیانہ عادت تک صبر کرنا چاہئے تاکہ دوبارہ دائمی یا موقّت ازدواج کرسکے۔

سوئم، اس شادی سے عورت کو ارث نہیں ملتا لیکن اگر اس شادی سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے مرد کی بقیہ اولادوں کی طرح ارث کا حقدار ہوگا، حتیٰ کہ اگر بچہ متعہ کی مدت کے اختتام کے بعد پیدا ہو۔ البتہ عورت حمل کے دوران نفقہ کا تقاضا کرسکتی ہے کیونکہ حمل کے دوران کسی دوسرے شخص کے نکاح میں نہیں جاسکتی ہے۔

چہارم، عورت متعہ کے دوران مرد کی دائمی بیوی کی طرح ہوتی ہے، اس فرق کے ساتھ کہ حق مہر نقدی طور پر وصول کرلینے کی وجہ سے نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔

ش: ابھی اور بھی ہیں؟

ڈ: جی ہاں میرے خیال میں چار سے پانچ مورد بچ گئے ہیں لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ اس سادگی کے ساتھ جو آپ سمجھ رہے تھے، نہیں ہے۔

ش: ہم نے مان لیا کہ متعہ پر کچھ شرائط مترتب ہوتی ہیں۔

ڈ: اچھا تو اب پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ کیا متعہ شیعوں کی بدعت ہے یا یہ کہ متعہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے اسلام میں تھا؟ کہ جس کو صحابیت یا خلافت کے گرد گھومنے والے نظام نے حقیقی اسلام سے حذف کر دیا ہے۔

ش: ہماری فقہ کی بنیاد پر اسلام میں متعہ جائز نہیں ہے۔

ڈ: متعہ ایک اسلامی امر تھا جو پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں موجود تھا اور حضرت عمر کے زمانے میں ان کے حکم پر ممنوع ہو گیا۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں لوگ نعوذ باللہ زنا کرتے تھے۔

ش: پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں متعہ کا موضوع اتنی وضاحت کے ساتھ نہیں تھا جتنا آپ بیان کر رہے ہیں۔ اگر تھا بھی تو آپؐ کے زمانے میں یا آپؐ کے بعد اس سے نہی ہو گئی تھی اور اس بنا پر حرام ہو گیا تھا۔

ڈ: اتفاق سے متعہ زنا سے دوری کے لئے ہے کیونکہ اصولی طور پر جو متعہ کے پیچھے جاتا ہے اس کا ہدف یہ ہے کہ حرام میں نہ پڑے اور چونکہ دائمی ازدواج کی شرائط کا حامل نہیں ہے، حرام کی بجائے ایک حلال کی طرف بڑھتا ہے۔

ش: لیکن بہر حال یہ شیعہ کے علاوہ بقیہ مسلمانوں کے درمیان رائج نہیں ہے۔

ڈ: یہ کہ بقیہ مذاہب متعہ سے استفادہ نہیں کرتے، اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

ش: لیکن تمام مسلمانوں کی نظر میں یہ موضوع شرعی طور پر صحیح نہیں ہے۔

ڈ: کیا آپ مانتے ہیں کہ صحاح ستہ میں موجود احادیث کی رو سے ہر بدعت ظلالت و گمراہی ہے؟

ش: جی ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔

ڈ: کیا اچھی بدعت بھی ہوتی ہے؟

ش: جی ہاں وہی بدعت جو حضرت عمر نے کہا کہ میں نے دو اچھی بدعتوں کی بنیاد رکھی ہے۔

ڈ: کیا یہ بات پیغمبر اکرمؐ کی اصلی حدیث کہ فرمایا کل بدعۃ ضلالۃ یعنی تمام بدعتیں ظلالت و گمراہی ہیں، کے برخلاف نہیں ہے؟

ش: بالآخر حضرت عمر بھی پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ ہیں، ان کی باتیں لازم الاتباع ہیں۔

ڈ: حتیٰ اگر پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے خلاف ہوں۔

ش: نہیں، آنحضرتؐ کے برخلاف نہیں۔

ڈ: شیخ صاحب، کمپیوٹر میں دیکھیں۔ مسلم اپنی صحیح، کتاب الحج- باب جواز المتعۃ، ج ۲، ص ۸۹۷ میں کہتے ہیں حضرت عمر نے کہا ہے:

''متعتان كانتا على عهد رسول اللّه ، أنا أنهى عنهما و أعاقب عليهما متعة النساء ، متعة الحج''

"دو متعے جو رسول اللہؐ کے زمانے میں (رائج) تھے اور میں انہیں منع کرتا ہوں اور ان (کے انجام دینے) پر سزا دوں گا، (وہ دو متعے یہ ہیں) متعہ نساء اور متعہ حج۔"

یہی بات ذیل کی کتابوں میں بھی ہے۔ تفسیر رازی، ج۵، ص ۱۵۸؛ جامع الاحادیث، مسند عمر بن خطاب، ج ۲۶، ص ۳۵۸؛ کنز العمال، نمبر شمار ۴۵۷۲۲ اور ۳۱۴۳۳ میں بھی ہے۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۵۱، حدیث ۳۴۷؛ مسند احمد بن حنبل، ج ۳۹، ص ۴، حدیث ۱۳۹۵۵؛ تفسیر رازی، سورہ نسائ، ج ۱، ص ۹ ۱۴ اور سنن بیہقی، نمبر شمار ۱۳۹۸۴ اور ذیل کی لسٹ جو آپ دیکھ رہے ہیں، آپ کی کتابوں میں آیا ہے۔

ش: جی ہاں یہ حدیث مشہور ہے، متفق علیہ ہے۔

ڈ: آپ کے خیال میں کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ ایک خلیفہ کہے ایک چیز پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں حلال تھی میں نے اسے حرام کر دیا ہے۔

ش: حقیقت چاہتے ہیں تو نہیں، ٹھیک نہیں ہے۔

ڈ: بہت خوب، اب ایک دوسرا موضوع جسے بدعتوں میں سے بھی شمار نہیں کرتے ہیں۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۲۸ اور صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۳۹ اور بقیہ محدیثین کی کتابوں میں آیا ہے پیغمبر اکرمؐ ایک حجرے میں ماہ رمضان کی نافلہ نمازیں (تراویح) پڑھ رہے تھے۔ کچھ صحابہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرتؐ متوجہ ہوتے ہیں۔ حجرے سے باہر آتے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے تمہارے کاموں کے بارے میں سنا ہے۔ اے لوگو! اپنی غیر واجب نمازوں کو گھر میں پڑھو کہ "انّ افضل الصلواۃ ، صلواۃ المرء فی بیتہ" "بہترین نماز (مستحب)، مرد کی اپنے گھر میں نماز ہے۔"

ش: ہاں یہ ٹھیک ہے لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے کہا ہے کہ نماز تراویح کو باجماعت پڑھیں۔

ڈ: یعنی وہ پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے برخلاف بات کہیں تو کوئی مانع نہیں ہے؟

ش: البتہ اچھا تھا کہ باجماعت نہ پڑھیں۔

ڈ: اگر خلفاء میں سے دو افراد ایک دوسرے کے مخالف بات کریں تو ہم کس کو قبول کریں۔

ش: لیکن بقیہ خلفائے اربعہ نے بھی اس کے خلاف بات نہیں کی ہے۔

ڈ: بالفرض اگر کہی ہو تو۔

ش: ہر کوئی اپنے زمانے کے لئے لازم الاتباع ہے۔

ڈ: بہت بہتر، حضرت عمر نے کہا کہ نماز تراویح کو باجماعت پڑھیں اور سب نے پڑھی۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور کہا کہ باجماعت صحیح نہیں ہے لیکن آج تک کسی نے نہیں مانا ہے۔ جبکہ حدیث تھی کہ نافلہ نماز گھر میں اور طبعًا فرادیٰ حالت (اکیلے) میں افضل ہے۔

ش: شاید یہ امر (باجماعت نماز تراویح پڑھنا) حضرت عمر کے غیر معمولی احترام کی وجہ سے ہے۔

ڈ: یعنی احترام، مذہبی قانون کی جگہ لے لیتا ہے؟

ش: نہ، نہ، حضرت علی کے فرمان کی بھی پیروی ہونی چاہئے۔

ڈ: لیکن نہیں ہوئی۔

ش: کیونکہ حضرت علی نے کوئی اصرار نہیں کیا۔

ڈ: اچھا تو اب اگر کوئی نماز تراویح کو اکیلے پڑھے تو صحیح ہے۔

ش: جی ہاں صحیح ہے، جی ہاں صحیح ہے۔

ڈ: خلیفہ نے کہا ہے کہ باجماعت پڑھیں جبکہ آپ فرمارہے ہیں کہ کچھ لوگ اکیلے بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی خلیفہ حضرت عمر کی بات حجیّت نہیں رکھتی۔

ش: مستحبی نماز کے لئے حجّیت نہیں رکھتی۔

ڈ: تو متعہ کے بارے میں کس طرح اس کی حرمت سب پر واجب ہو گئی ہے۔

ش: یہ موضوع مختلف ہے۔

ڈ: کیا فرق ہے، اور تو اور نماز تراویح کے بارے میں ایک انفرادی امر ہے حالانکہ متعہ کے بارے میں ایک اجتماعی امر ہے اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؑ کے بقول اگر اسلام میں متعہ حرام نہ ہوا ہوتا تو عالم اسلام میں زنا واقع نہ ہوتا۔

ش: جی ہاں اگر متعہ ان شرائط کے ساتھ آزاد ہوتا تو زنا بہت کم ہوتا۔

ڈ: اچھا تو آپ مانتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں متعہ حلال تھا۔

ش: بعد میں حرام ہوا ہے کیونکہ حدیث ہے کہ "حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرام حمد حرام الی یوم القیامۃ۔"

"حلالِ محمدؐ قیامت کے دن تک حلال اور حرامِ محمد قیامت کے دن تک حرام ہے۔

ڈ: اچھا تو اب آپ کی کتابوں سے کچھ احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بتاتی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں متعہ جائز اور حلال تھا اور حضرت عمر کے زمانے میں حرام ہوا ہے۔

ش: آپ اتنے یقین سے کہہ رہے ہیں، اگر ہمارے یہاں اتنی اسناد ہوتیں تو ہمارے علماء اتنی سختی سے اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے۔

ڈ: اچھا چلیں کمپیوٹر کو دیکھتے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ۱۳، حدیث ۲، ۱۰۲۳ میں آیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ عمرے پر تھے، ہم (روای) ان کے گھر گئے۔ لوگوں نے کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کیا اور پھر متعہ کی بات چھیڑ دی۔ انہوں نے کہا ہم پیغمبر اکرمؐ اور ابو بکر کے زمانے میں مٹھی بھر کھجور اور آٹے سے متعہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن خطاب کے زمانے میں عمرو بن حریث کے عمل کی وجہ سے اس سے روک دیا گیا۔ یہ روایت مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۸۰، حدیث نمبر ۴۲۹، ۴۳۸ اور ۴۳۹ میں بھی آئی ہے۔

ش: یہ روایتیں صحیح ہیں۔

ڈ: پس اگر صحیح ہیں تو ہم کیوں اس چیز کے حرام ہونے پر اصرار کر رہے ہیں جسے اللہ اور رسولؐ نے حلال کیا ہوا ہے۔

ش: ہم کہتے ہیں کہ خلیفۂ رسول بھی رسولؐ کی طرح ہے، جب وہ کسی چیز کا فرمان دے تو اس پر عمل ہونا چاہئے۔

ڈ: ٹھیک ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ خلیفہ کی بات خود پیغمبر اکرمؐ اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف نہ ہو۔

ش: اللہ نے کہاں براہ راست فرمان دیا ہے، آپ نے ابھی کہا کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں جائز تھا۔

ڈ: سورۂ نساء، آیت ۲۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً یعنی پس جو بھی ان عورتوں سے تمتع کرے ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دے دے" جو واجب ہے۔ قرآن کی یہ آیت کہہ رہی ہے کہ قیمت ادا کرو اور بہرہ مند ہو جاؤ۔ احادیث میں بھی تھا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے کہا ہے کہ ہم ایک مٹھی کھجور اور آٹے سے متعہ کیا کرتے تھے۔

لیکن اہم نکتہ یہ ہے کہ ہم معتقد ہیں قرآن نے دوسری بہت سی آیات کی طرح حکم کا مقدمہ اور مؤخرہ بیان نہیں کیا کیونکہ اس کی ضرورت نہیں تھی، بالکل ویسے ہی جیسے عقد دائم کے لئے بھی صیغہ ذکر نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا عقد دائم کی طرح یہاں پر بھی عقد متعہ کا صیغہ پڑھنا ضروری ہے اور متعہ کے بعد ان لازمی شرائط کا خیال رکھنا چاہئے۔

ش: ظاہراً یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔

ڈ: نہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ہمیں کمپیوٹر میں نظر آرہا ہے کہ جامع البیان الطبری، نمبر شمار ۹۰۴۲ میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں آیا ہے کہ:

"محمد بن مثنی حدّثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۂ عن الحکم، سألته عن هذه الآیۂ، أ منسوخۂ هی قال لا- قال الحکم و قال علی: لولا انّ عمر (رضی الله عنه) نهی عن المتعۂ ما زنی الاّ الشقی-"

"محمد بن مثنی نے محمد بن جعفر سے، (اس نے) شعبہ سے (اس نے) حکم سے روایت کی ہے، میں نے اس سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ منسوخ ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ حکم نے کہا کہ علیؑ نے کہا ہے: اگر عمرؓ نے متعہ سے منع نہ کیا ہوتا تو سوائے شقی انسان کے کوئی بھی زنا نہیں کرتا۔

التحریر والتنویر میں ابن عاشور کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے: ولم ینزل بعدها تنسخها۔ "اس کے بعد اسے نسخ کرنے کے لئے کوئی شئے نہیں آئی"۔ تفسیر نیشاپوری اور المحرر الوجیز، باب ۲۴، ج ۲، ص ۱۰۴ میں ابن عطیہ نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عائشہؓ نے کہا:

"ولا زوجیّۂ مع الاجل و رفع الطلاق و العدۂ و المیراث و کانت ان یتزوّج الرجل المرأۂ بشاهدین و اذن الولی الی اجل مسمّی و علی ان لامیراث بینهما ،یعطیها ما اتفقا علیه فاذا نقضت المدۂ فلیس له علیها سبیل و تستبرئ رحمها لانّ الولد لاحق فیه بلاشک فان لم تحمل حلت لغیره-"

''زوجیت (ازدواج دائم) معینہ مدت کے ساتھ اور طلاق، عدت اور میراث کے اٹھالینے کے ساتھ نہیں ہوتی اور عورت، مرد کے ساتھ شادی کر سکتی ہے دو گواہوں اور ولی کی اجازت سے معینہ مدت کے لئے اور یہ کہ ان کے درمیان کوئی میراث نہ ہو اور جس (حق مہر) پر دونوں کا اتفاق ہوا ہو مرد اسے عورت کو دے گا پس جب مدت ختم ہو جائے تو مرد کے لئے عورت کے ذمے میں کوئی حق نہیں ہے اور وہ اپنے رحم کو پاک کرے گی (عدت رکھے گی) کیونکہ اس میں بچہ آئے گا پس اگر وہ حاملہ نہ ہو تو دوسرے مرد کے لئے حلال ہو گی۔''

ش: یہ وہی شرائط ہیں جو آپ نے کہی تھیں۔

ڈ: یہ شرائط آپ کی کتابوں سے ہیں۔ وہ بھی حضرت عائشہ کی زبان سے جو ایک خاتون ہیں اور جنہیں متعہ کی نسبت حساس ہونا چاہئے۔

ش: متعہ کا اتنا دفاع کر رہے ہیں آپ نے خود کتنے متعہ کیے ہیں۔

ڈ: میں شادی شدہ ہوں اور متعہ بھی نہیں کیا ہے کیونکہ میرے خیال میں متعہ ان افراد کی مشکل کو حل کرنے کے لئے ہے جو دائمی ازدواج نہیں کر سکتے ہیں اور مزید یہ کہ جائز ہونا، واجب ہونے سے مختلف ہے۔ اور تو اور حضرت عمر کے بعد والے خلیفہ کا فرمان بھی آپ کی کتابوں میں موجود ہے۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: ''لولا انّ عمر نہیٰ عن المتعۃ ما زنی الا الشقی''۔

یا جامع طبری، ص ۱۷۹ میں آیا ہے آیات کی بعض قرائتوں میں بھی تھا (منھن الای اجل مسمّٰی) حضرت ابن عباس اسی طرح قرائت کرتے تھے اور مجاہد کہتے ہیں کہ سب لوگ آیت کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷۹ میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نقل کرتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے، چونکہ ہماری بیویاں ہمارے ہمراہ نہیں تھیں ہم نے خود کو خنثیٰ کرنا چاہا تو پیغمبر اکرمؐ نے ہمیں اس کام سے منع کیا اور فرمایا کہ عورتوں سے معینہ مدت کے لئے شادی کر لو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا:

{ یاَأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن } (مائدہ ۸۷)

''ایمان والو جن چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں حرام نہ بناؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔''

ش: یہ باتیں ہیں لیکن جمہور (اکثریت) نے اس طرح عمل نہیں کیا ہے اور حتیٰ کہ جانتے بھی نہیں ہیں کہ اس بارے میں ام المؤمنین عائشہؓ نے حدیث بیان کی ہے اور اسے زنا بھی شمار نہیں کیا ہے۔

ڈ: لیکن جمہور کا عمل، زمینی حقائق (حقائق موجود) کی نفی نہیں کر سکتا، لہٰذا میں نے حضرت عائشہؓ سے سند پیش کی ہے۔

ش: اہم بات ہے کیونکہ اس بارے میں ام المؤمنین عائشہؓ سے حدیث کا نقل ہونا بہت بعید تھا۔

ڈ: ان شاء اللہ۔ آپ مانتے ہیں کہ اسلام ایسا دین ہے جس نے انسان کو مختلف حالات و شرائط میں پیش آنے والی مشکلات کو حل کرنے کے لئے راہ حل رکھے ہیں۔

ش: جی ہاں بالکل ''نَحْنُ نُرِیْدُ بِکُمُ الیُسْرَ وَ لاَ نُرِیْد بِکُمُ العُسْرَ'' ''ہم تم سب کے لئے آسانی چاہتے ہیں اور تم سب کے لئے سختی نہیں چاہتے ہیں''۔

ڈ: اچھا تو اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیونکر کچھ انسانوں کے لئے جو مشکلات کی وجہ سے ازدواج دائم کے متحمل نہیں ہیں، کوئی راہ حل نہ رکھا ہو۔ وہ اللہ کہ جس نے بھوکے انسان کو اضطرار و مجبوری کی صورت میں میتہ (مردے کا گوشت) کھانے کی اجازت دی ہوئی ہے، کیسے ممکن ہے کہ اس اہم اور انسانوں کے مورد توجہ غریزہ کے لئے کچھ نہ کیا ہو۔

ش: یہ آخری جملہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حالات و شرائط میں بندوں کے لئیکوئی نہ کوئی فکر کر رکھی ہے۔

ڈ: اس وقت اسلامی ممالک کے اکثر طالب علم جو مغربی ممالک جاتے ہیں، اپنے جنسیتقاضوں کو حل کرنے کے لئے زنا کی طرف بڑھنے یا عیسائیوں کے ساتھ دائمی شادی کرنے پر مجبور ہیں، حالآنکہ اس مسئلے کو آسانی کے ساتھ متعہ کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔

ش: بالکل ٹھیک ہے یہ موضوع عربی ممالک کے روشن خیالوں اور پڑھے لکھے لوگوں کے لئے پیش آیا ہوا ہے اور جن افراد کی بیویاں مغربی ہیں ان کی اکثریت کی زندگی بھی کوئی کامیاب نہیں ہے، حالت یہ ہے کہ مغربی بیویاں درنہایت اپنے شوہروں کو مغرب کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہیں۔

ڈ: کوئی بھی اللہ اور رسولؐ کی بندوں کی نسبت اس توجہ والتفات کا منکر نہیں ہے لیکن کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نہی کی ہے اور کہا ہے یہ ایک اچھی بدعت ہے، بنابرایں اگر یہ دلائل نہ بھی ہوتے تو تب بھی مذکورہ آیات و احادیث اور یہ بات کہ اس کا روکا جانا حضرت عمر کی بدعت ہے، کفایت کرتی کہ متعہ جائز ہے۔

ش: جی ہاں و من اصدق من اللّٰہ و رسولہ (اور اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے)، جب آیت صریح ہو اور ہمارے پاس اس کے نسخ میں بھی کوئی دوسری آیت نہ ہو تو ان باتوں کے ہوتے ہوئے اور یہ کہ کیا پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ، پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں جائز ہونے والے اعمال کے خلاف فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ قبول کرنا پڑے گا کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور علماء کا وہ گروہ جو متعہ کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، حق پر ہے۔

ڈ: الحمد للہ واضح ہو گیا کہ ہم آیاتِ قرآنی اور سنت رسولؐ کے پیروکار ہیں۔ بہر حال آپ کا شکر گزار ہوں کہ جب بھی آپ کسی حقیقت تک پہنچے ہیں، اسے قبول کر لیتے ہیں۔

ش: ہمیں حقیقت کو قبول کرنا چاہئے کیونکہ موضوع، انسان کی آخرت ہے۔ اگر ہم کسی حقیقت تک پہنچیں اور اسے قبول نہ کریں تو کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ اس لئے کہ درحقیقت آیۂ شریفہ ''ہدیً للمتقین'' میں متقین کے لفظ کی ایک تعریف اور تفسیر، حق کو قبول کرنا ہے، لہٰذا قرآن اس کے لئے ہدایت کرنے والا ہے جو حق کو قبول کرنے والا ہو۔

ڈ: بالکل صحیح ہے اور میں اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ آپ ان توضیحات کو قبول کر رہے ہیں۔

ش: اتنے سارے استدلال، احادیث اور آیات کے باوجود میں کس طرح اتنی واضح حقیقت کے سامنے مخالفت کر سکتا ہوں۔

ڈ: شکریہ، نماز بھی نزدیک ہے۔ ان شاء اللہ کل کا وعدہ، باب جبرئیل کے سامنے نماز ظہر کے بعد۔

ش: ان شاء اللہ خدا حافظ۔

سنہ ۱۹۸۷ میں مکہ کا واقعہ

نماز کے بعد میں ہوٹل آگیا، دوستوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور سنہ ۱۹۸۷ میں مکہ کے واقعے کے بارے میں مختصر سی بحث چھڑ گئی۔ حاج عباس اس سال مکہ میں تھے، وہ بتا رہے تھے کہ کس طرح ایرانی حجاج ایک پرامن ریلی میں مشرکین سے برائت کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ پروگرام مکہ میں ہر سال ۶ ذی الحجہ کو منعقد ہوتا تھا۔ میں خود سن ۸۱ اور ۸۲ کے سالوں میں اس کا گواہ تھا اور اس کا امریکہ اور اسرائیل کی مذمت میں بڑا کردار تھا۔ حاج عباس نے بتایا کہ سن ۸۷ء میں تقریر کے اختتام کے بعد ہر سال کی طرح ریلی شروع ہوئی۔ حجاج نے آخر کی صفوں سے مسجد الحرام کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔ میں درمیان کی صفوں میں تھا۔ جب مجمع حجون کے پل کے نیچے پہنچا تو پل کے اوپر سے سعودیہ کے کچھ سیکیورٹی اہلکاروں نے پتھروں، لکڑیوں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں تھا، کو ایرانی حجاج کے سروں پر برسانا شروع کر دیا جن کے درمیان کچھ غیر ایرانی حجاج بھی تھے۔ دوسری جانب پچھلا مجمع اگلی صفوں کی حالت سے بے خبر دباؤ لا رہا تھا۔ لہٰذا اگلی صفوں کے لوگ دو طرف سے دباؤ میں تھے، ایک سعودی اہلکاروں کی طرف سے برسائے جانے والے پتھر، لکڑیاں اور گولیاں اور دوسری طرف سے ان کے پیچھے والے حاجیوں کا دباؤ۔ جب گولیاں چلنے کی آواز زیادہ ہو گئی تو بھگدڑ مچ گئی۔ خواتین زیادہ تر پاؤں تلے رہ گئیں۔ ساری سڑکوں میں خون بھر گیا تھا۔ جنازوں کا ڈھیر لگا دیا گیا تھا۔ میں (حاج عباس) باوجود اس کے کہ فوجی تھا اور میرا بدن بھی قوی تھا، زمین پر گر گیا۔ کچھ دیر بے حال پڑا رہا۔ میرے آس پاس جنازے بھرے پڑے تھے جن میں سے بہت سے دم گھٹنے کی وجہ سے فوت ہوئے تھے۔ مجھ میں جتنی طاقت تھی اسے کام لاتے ہوئے اٹھ گیا۔ چند خواتین کو جو ابھی زندہ تھیں لیکن زخمی، میں نے بڑی مشقت سے کھڑا کیا اور ہوٹل کی جانب چل پڑا۔ راستے میں جنازوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ میری بہت بری حالت تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے خود کو قانع کروں۔ ہم جنگ کے دوران کم از کم شہداء کے جنازوں کو محاذ سے پیچھے لے آتے تھے لیکن وہاں پر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ واحد ردِّ عمل جو میں دکھا سکتا تھا، رونا تھا، ان لوگوں پر نہیں جو شہید ہو چکے ہیں بلکہ اپنے آپ پر کہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کیفیت میں، میں اللہ کو یاد رہا تھا کہ کیسے اس گروہ کے اعمال کی سزا دے گا، پھر مجھے یہ سوچ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے قاتلانِ کربلا کے اعمال کی سزا کا ایک مختصر سا مزہ انہیں سالوں بعد امیر مختار کے ہاتھوں چکھایا، سعودیوں کو کب تک ان کے اعمال کی سزا تک پہنچائے گا؟ اشکوں بھری آنکھوں کے ساتھ میں نے خود کو قانع کیا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں اور حقیقت میں بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے راستے میں یا زمین پر پڑے شہداء تھے یا وہ لوگ جن کے پیارے شہید ہو چکے تھے اور عزاداری اور سر و سینہ پیٹنے کی حالت میں تھے جبکہ بعض لوگ زخمیوں کو منتقل کرنے میں مصروف تھے۔ آخر کار ہوٹل پہنچ گیا۔ وہاں بھی سب نے صف ماتم بچھائی ہوئی تھی۔ اس واقعے میں سرزمینِ امنِ الٰہی یعنی مکہ میں اور حرام مہینے یعنی ذی الحجہ میں امریکہ اور اسرائیل کے آلہ کاروں کے حکم پر ۴۵۰ سے زائد بے گناہ ایرانی حجاج شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

وہ تفصیلات جو حاج عباس بیان کر رہے تھے، لکھنے کے قابل نہیں ہیں اور میں یہاں تک کہ ایک مرتبہ پھر انہیں سننے کی سکت بھی نہیں رکھتا چہ جائیکہ انہیں لکھنے کی۔

اسی اثنا میں کاروان کے سالار نے ایک ایسی عجیب روداد سنائی جو سعودیوں کی بے دینی سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اس نے کہا کہ سن ۹۳ء یعنی پانچ سال کے بعد جب حجاج دوبارہ مکہ مکرمہ میں مشرف ہوئے تو ایک ایرانی خاتون نے مکہ کے حج کیمپ میں رجوع کیا اور کہا تھا کہ میں سن ۸۷ء کے واقعے کے دوران مکہ میں تھی۔ میں زخمی ہو گئی تھی اور حجون پل کے ایک قریبی گھر میں پناہ لے لی تھی۔ لوگوں کے قتل عام کے واقعے کے بعد جب میں نے اس گھر سے نکلنا اور اپنے ہوٹل واپس جانا چاہا تو گھر کے مالک نے جو ایک شیخ تھا اور اس کی چند بیویاں بھی تھیں، مجھے قید کر لیا اور حج کے مراسم کے اختتام تک گھر سے باہر نکلنے نہیں دیا۔ حج کے مراسم کے بعد اس نے مجھے اپنی بیوی کے طور پر متعارف کروایا اور مجھے کہیں ٹیلی فون بھی کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے مجھے زبردستی اپنی بیوی بنایا تھا اور اس سے مجھے تین بچے ہوئے۔ لیکن اس سال کہ جب ایرانی حاجی آئے ہیں، میں اس کے گھر سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئی ہوں اور یہاں یہ بتانے آئی ہوں کہ مجھے نجات دیں کیونکہ ایران میں میرا شوہر، بچے اور گھر والے ہیں۔

ہمارے کاروان کے سالار نے کہا کہ ہم نے بھی بہت کوشش کے بعد اس خاتون کے لئے ایک پاسپورٹ کا انتظام کیا اور بقیہ ایرانی خواتین کے ساتھ اسے جدہ سے ایران روانہ کر دیا۔

اب یہ کہ ایران میں اس کے شوہر اور بچوں نے ان پانچ سالوں میں کیا کیا ہو گا، اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ وہ شہید ہو چکی ہے۔ یہ تو ایک نمونہ تھا جس کا ہمیں علم ہو گیا اور وہ خاتون بھی بہت ہوشیار تھی جو فرار کرنے کامیاب ہو گئی تھی۔ شاید اسی طرح کے اور بھی نمونے ہوں۔ بہر حال یہ امر واقعاً ایک انتہائی ناخوشگوار المیہ تھا جو سعودیوں کے نامہ اعمال میں ایک سیاہ دھبے کے طور پر ہمیشہ کے لئے لگا رہے گا۔

ان واقعات کو سننے کے بعد ہم میں کسی کام کا حوصلہ نہیں رہا مگر یہ زمین پر سر رکھیں اور اگر ہو سکے تو کچھ منٹ کے لئے سو جاؤں۔

نیند سے جاگے تو میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ اس وقت میں انگلستان میں تھا اور ہم نے وہاں کچھ اقدامات بھی کیے تھے۔ ہمارا سب سے اہم اقدام لندن میں ایک احتجاجی ریلی کا انعقاد تھا جس میں معمول کے مطابق لاؤڈ اسپیکر میرے ہاتھوں میں تھا اور ہم سعودیوں، امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔ ہمارے دوستوں میں اس ریلی کے لئے جو جذبہ تھا وہ ساری ریلیوں حتیٰ کہ جنگ کی سالانہ مارچ سے بھی زیادہ تھا۔

در نہایت اس تلخ واقعے کو سن کر ہم نے اس سے بھی زیادہ تلخ ایک قہوہ پیا اور غروب کے وقت نماز کے لئے حرم النبیؐ چلے گئے۔ پھر آ کر رات کا کھانا کھایا اور زوجہ کے ساتھ بازار چلے گئے۔

۲۲ ذی القعدہ کا دن

ہم نے نماز ظہر ادا کی اور کچھ دیر میں نے انتظار کیا تا کہ ملاقات کا وقت نزدیک ہو جائے۔ اسی دوران ایک شخص نے انگریزی میں سوال کیا کہ کیا میں ایرانی ہوں۔ میں نے کہا جی ہاں فرمائیں کیا کام ہے۔ اس نے کہا: میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے بہت فخر محسوس کرتا ہوں کہ ایران جو ایک مسلمان ملک ہے، امریکہ کے سامنے ڈٹا ہوا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)۔ میں مصر کا باشندہ ہوں اور یونیورسٹی پروفیسر ہوں۔ جوں ہی میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بات کو آگے بڑھانا چاہا تو شُرطوں (پلیس اہلکاروں) نے نمازیوں کو باہر نکالنا شروع کر دیا، چونکہ روضۂ رسول اکرمؐ کے نزدیک کے احاطے میں خواتین کو آنا تھا۔ افسوس کے ساتھ کہ اس کام کے لئے انہوں نے کوئی اچھی منصوبہ بندی نہیں کی ہوئی ہے۔ ان تمام خواتین زائرین کے لئیجو پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کی خواہاں ہیں، صرف ۱۵ر۵ گھنٹہ صبح کو اور ۱۵ر۵ گھنٹہ ظہر کے بعد وقت معین کیا ہے۔ مضاف برایں جب اندر داخل ہوتی ہیں تو وہاں بھی عجیب برتاؤ ہوتا ہے۔ میری زوجہ بتا رہی تھی خواتین کو ملکوں کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حرم کے نزدیک ہونے کے لئے ہر ملک کے لئے کہ جس کی ہزاروں خواتین ہیں، صرف دس منٹ وقت دیتے ہیں۔ البتہ نسلی امتیازات بھی برتتے ہیں۔ مثلاً مصریوں اور عربوں کو زیادہ وقت دیتے ہیں، افریقیوں کو کمتر اور ایرانیوں کو سب سے کم۔ ان مصری صاحب سے جو یونیورسٹی کے استاد تھے، مختصر سی گفتگو ہوئی پھر میں نے ان سے خدا حافظی کی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ دوبارہ ان سے ملاقات کروں جو افسوس کہ میسر نہ ہوئی۔ میں پلیس اہلکاروں سے جان چھڑانے کی غرض سے مسجد سے باہر چلا گیا، دیکھا کہ شیخ صاحب باب جبرئیل کے سامنے کھڑے تھے۔

ڈ: سلام علیکم و تَقَبَّلَ اللهُ اَعْمَالَکُمْ-

ش: علیکم السلام و مِنْکُمْ اِنْ شَاءَ اللهُ-

ڈ: ہمارا ہوٹل اس طرف سے ہے۔ تشریف لائیں ہوٹل چلتے ہیں۔

ش: ظاہراً آپ کا ہوٹل بقیع کے قبرستان کے بعد ہے۔آپ جانتے ہیں یہ قبرستان اسلام کے بعد بنایا گیا ہے۔

ڈ: صحیح ہے، ظاہراً اس جگہ کو جنت البقیع کہتے ہیں۔آپ کے خیال میں کیا یہاں عالم اسلام کا سب سے اہم قبرستان نہیں ہے۔

ش: جی ہاں یہاں عالم اسلام کا سب سے معروف قبرستان ہے۔

ڈ: سب سے معروف تو ہے لیکن میں نے عرض کیا تھا سب سے اہم، چونکہ معروف و مشہور ہونا لازمی طور پر بہترین اور سب سے اہم کے معنی میں نہیں ہے۔

ش: مدینہ منورہ کا شہر عالم اسلام کا معروف ترین شہر اور یہ قبرستان اس شہر کا معروف ترین قبرستان ہے۔

ڈ: لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اہمیت ان اکابر و اعاظم کی وجہ سے ہے جو اس قبرستان میں ہیں۔یہ اکابر جس کسی بھی قبرستان میں اور جس کسی بھی شہر اور ملک میں دفن ہوتے تو وہ قبرستان اہم ہو جاتا۔

ش: کوئی اہم انسان جب مر جائے تو ممکن ہے کہ اس کی روح اچھی جگہوں پر ہو لیکن اس کے بدن کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ جہاں کہیں بھی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پیغمبرؐ زندہ اور مردہ ہونے سے بالاتر ہیں

ڈ: یعنی حقیقتاً آپ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر روح کے تمام لوگوں کا بدن ایک جیسا ہے؟

ش: جی ہاں اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ پس پیغمبرؐ بھی دوسرے لوگوں کی طرح مر چکے ہیں۔

ڈ: لیکن قرآن کی بات آپ کی باتوں سے مختلف ہے۔

ش: وہ کیسے؟ میں نے قرآن مجید میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بھی دوسروں کی مانند مر جاؤ گے۔

ڈ: لیکن یہ قرآن کی ایک آیت ہے، دوسری آیات بھی تو ہیں۔ یہ آیت پیغمبر اکرمؐ کے فوت ہونے کی خبر دے رہی ہے اور کوئی آنحضرتؐ کے فوت ہونے کا منکر نہیں ہے لیکن دوسری آیات شہداء کی موت کے بعد والی زندگی کے تسلسل کے دوسروں سے مختلف ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

ش: کون سی آیت فرق کی قائل ہوئی ہے؟

ڈ: سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۹ فرماتی ہے:

{وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ}

"اور ہرگز گمان نہیں کرنا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق پاتے ہیں"

قرآن کی نظر میں شہداء زندہ ہیں اور خدا کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ش: جی ہاں یہ برزخی زندگی ہی جو شہداء کے لئے ہے۔

ڈ: ظاہراً حیاتِ برزخی کی بات نہیں ہے۔ برزخ میں رزق نہیں ہے، یہ لوگ مرزوق (رزق پانے والے) ہیں۔

ش: یعنی آپ معتقد ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔

ڈ: میری کیا وقعت ہے، میں نے تو قرآن مجید کی آیت اور اللہ کا کلام پڑھا ہے۔ آپ اگر اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے تو اپنی دلیل بیان کریں، مدعی میں نہیں ہوں کلام اللہ ہے۔

ش: شاید یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور تمثیل کی حالت رکھتی ہے یعنی شہداء زندوں کی مانند ہیں اور خدا کے ہاں روزی پاتے ہیں۔

ڈ: اگر آپ کی اسی بات کو مان لیں کہ شہداء زندوں کی مانند روزی پاتے ہیں یعنی کہ ان کی حالت بقیہ لوگوں سے مختلف ہے۔

ش: جی ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

ڈ: لیکن قرآن کے بقول شہداء اور بقیہ میں کم ترین فرق ان کا زندہ ہونا ہے، اگرچہ اس کی کیفیت زندوں کی مانند نہ ہو۔

ش: میں نے نہیں کہا کہ زندہ نہیں ہیں۔ کہا ہے کہ آیت شاید متشابہ ہو اور زندوں کی مانند ہوں۔

ڈ: نتیجہ یہ کہ چلیں آئیں قرآن مجید کے قول کو تسلیم کرتے ہیں اور مان لیتے ہیں کہ زندہ ہیں، اگرچہ ممکن ہے ان کے زندہ ہونے کی نوعیت ان افراد کے زندہ ہونے سے مختلف ہو جو ابھی نہیں مرے ہیں لیکن یقینی طور پر رزق پاتے ہیں۔

ش: مجھے قبول ہے کہ ہمارے احتمالات اور قرآن مجید کے قول کے درمیان، قرآن کی نظر اقوم (سب سے قوی) ہے۔

ڈ-: اچھا تو اب ایک سوال اور، وہ یہ کہ پیغمبر اکرمؐ کا مقام زیادہ بلند ہے یا شہیدوں کا؟

ش: حتماً پیغمبر اکرمؐ کا، کیونکہ سورہ نساء کی آیت ۶۹ میں فرمارہا ہے:

{اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ}

"ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے نعمت کی ہے، انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں سے"

ڈ: لہٰذا پیغمبر اکرمؐ بھی بطریق اولیٰ کم از کم یہی شہداء کے زندہ ہونے کی مانند حیات کے حامل ہیں کیونکہ آیت میں صدیقین حتیٰ کہ شہداء سے بھی پہلے ہیں۔

ش: جی ہاں جی ہاں۔

ڈ: اس قبرستان میں شہدائے احد، شہدائے حرہ اور۔۔۔۔ ہیں؟

ش: جی ہاں۔

ڈ: پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیتؑ بھی کہ جو ان شہداء سے زیادہ اہم ہیں، اس قبرستان میں ہیں؟

ش: جی ہاں پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیتؑ میں سے بھی ہیں۔

ڈ: تو قبرستان کی اہمیت ان شخصیات کی وجہ سے ہے، صرف مدینہ منورہ کے شہر کی وجہ سے نہیں، کیونکہ مدینہ منورہ میں اور بھی قبرستان ہیں۔

ش: ٹھیک ہے لیکن میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کا ان ایرانیوں کے بارے میں جو اس قبرستان میں گریہ کرتے ہیں اور اہل بیتؑ سے مدد مانگتے ہیں، کیا خیال ہے؟

ڈ: ابھی چونکہ ہم ہوٹل پہنچ چکے ہیں، اچھا ہوگا کہ اس موضوع پر کسی اور وقت میں گفتگو کریں اور فی الحال دوپہر کے کھانے کے لئے چلتے ہیں۔

ہم ڈائنگ ہال میں کھانے کے لئے چلے گئے۔ اگرچہ شیخ صاحب علماء کا لباس نہیں پہنے ہوئے تھے اور ایک عام عربی کے حلیے میں تھے لیکن پھر بھی سب ان سے سلام دعا کرنے میں دلچسپی لے رہے تھے۔ ہم نے کھانا کھایا اور میں نے شیخ صاحب سے معذرت چاہی کہ سب کے لئے صرف ایک ہی قسم کا کھانا تھا۔ البتہ ان لوگوں کے لئے جو مرغن اور بُھنے ہوئے کھانے پسند نہیں کرتے تھے، پرہیزی کھانا بھی مہیا کیا گیا تھا۔ لیکن لگ رہا تھا کہ شیخ صاحب ہمارے کھانوں سے راضی ہیں کیونکہ کھانا تناول کرنے کے بعد انہوں نے اس کی تعریف کی۔

ش: کھانے نہایت ہی لذیذ تھے، باورچی ایرانی ہیں؟

ڈ: جی ہاں، سب ایرانیوں کے لئے اکھٹا طور پر کھانا مہیا کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔

ش: یعنی سب ایرانیوں کے لئے ایک ہی جگہ پر کھانا تیار کیا جاتا ہے۔

ڈ: جی ہاں مدینہ منورہ میں ایک وقت کے لئے اوسطاً چالیس ہزار کھانے پکائے جاتے ہیں اور مکہ مکرمہ میں ہر وقت کے لئیایک لاکھ تک چلے جاتے ہیں۔

ش: ہم کیا یہیں (ڈائنگ ہال) پر بیٹھیں گے یا آپ کے کمرے میں جائیں گے؟

ڈ: نہیں کمرے میں جائیں گے۔ اس لئے کہ ابھی کھانے کے بعد میرے سارے روم میٹ کہیں کونے میں جا کر آرام کر رہے ہیں جبکہ دو افراد حرم النبیؐ جا چکے ہیں۔ (ضرغام صاحب اور کربلائی صاحب دوپہر کا کھانا کھا کر حرم النبیؐ چلے جاتے ہیں تاکہ ہم نیند پوری کر سکیں۔)

ش: بہت بہتر، چلیں۔

ہم کمرے میں چلے گئے اور ایک چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھ گئے پھر میں چائے اور تھوڑی مقدار میں ایرانی مٹھائیاں اور خشک میوے لے کر آگیا۔

ش: ابھی کھانا کھایا ہے، مٹھائیاں کس طرح کھا سکتے ہیں؟

ڈ: لیکن کہاوت ہے کہ پہلے نمکین اور پھر میٹھا۔

ش: جی جی لیکن میں تھوڑی احتیاط کرتا ہوں کیونکہ میرا ذیابیطس معمول سے بڑھ کر ہے، اگرچہ ان مٹھائیوں سے بھی نہیں گزرا جا سکتا ہے۔

ڈ: میں بھی آپ کی طرح ہی ہوں اور ذیابیطس کی گولیاں بھی کھاتا ہوں۔

ہم تھوڑی دیر ہوٹل، اپنے روم میٹ اور خاص طور پر ان دو صاحبان کے بارے میں جو خراٹے لیتے تھے، باتیں کرتے رہے اور ساتھ ہی ایرانی غذاؤں اور مٹھائیوں کی ترکیبات کے بارے میں بھی گفتگو ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر احمدی آگئے۔ انہوں نے شیخ صاحب کے ساتھ عربی میں تھوڑی احوال پرسی کی۔ شیخ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہی صاحب ہیں جو خراٹے لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں وہ حرم النبیؐ گئے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر احمدی سے کہا کہ آپ آرام کریں ہم آہستہ گفتگو کریں گے۔ ڈاکٹر احمدی بولے کہ میں ایک کونے میں بیٹھ جاتا ہوں اور آپ کی گفتگو میں شامل نہیں ہوں

گا، کیونکہ عربی بھی نہیں جانتا لیکن اگر میں مخل ہو رہا ہوں تو باہر چلا جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ ضرور تشریف رکھیں۔ البتہ میرے خیال میں آپ کو ہماری بہت ساری باتیں سمجھ میں آجائیں گی۔ پھر ہماری گفتگو شروع ہو گئی۔

ش: اچھا تو فرمائیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو میرے کل والے سوال کا جواب دیں کہ خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ڈ: گفتگو شروع کرنے سے پہلے کل والی بحث یعنی متعہ کے بارے میں کوئی اور سوال یا بات تو باقی نہیں بچی؟

ش: نہیں، میرے لئے بڑی دلچسپی کی بات ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے جو ایک خاتون ہیں، متعہ کو قبول کر لیا ہے تو ہماری ذمہ داری (تکلیف ما روشن است) واضح ہے۔

ڈ: ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ کے چالیس سال کے بعد فوت ہوئی ہیں اور انہیں حضرت عمر کی نہی اور ممنوعیت کا بھی پتہ تھا۔

ش: جی ہاں ہم تو مان چکے ہیں لیکن اپنے پچھلے سوال کی جانب پلٹتے ہیں۔

ڈ: آپ کو اس سوال کا جواب سننے کا بہت زیادہ اشتیاق ہے؟

ش: جی ہاں بہت اہم ہے کیونکہ میں ان کے بارے میں آپ جیسے ایک انسان کا خیال جاننا چاہتا ہوں۔

ڈ: سوال کو مشخص طور پر فرمائیں تو میں عرض کروں۔

ش: میرا سوال یہ ہے کہ خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، کیا آپ بھی ان کو خلفاء کے طور پر قبول کرتے ہیں؟

ڈ: میں پیغمبر اکرمؐ کے بعد کے موضوع کو ہمہ جانبہ اور جامع طور پر دیکھتا ہوں۔

ش: فرمائیں وہ کیسے؟

ڈ: شیخ صاحب اگر آپ اتفاق کریں تو اس بحث کو اس وقت انجام دیں کہ جب ہم دوسرے موضوعات کے متعلق گفتگو کر چکے ہوں، کیونکہ خلافت، امامت اور ولایت کی بحث بہت ہی ظریف و دقیق نکات کی حامل ہے، یہ نکات اگرچہ اہمیت رکھتے ہیں لیکن اگر ہم صحابہ کے عادل ہونے کی بحث کہ جسے ہم انجام دے چکے ہیں اور اس جیسی دوسری ابحاث کے بعد اس موضوع کو زیرِ بحث لائیں تو زیادہ آسان ہو گا۔

ش: ڈاکٹر صاحب آپ اس بنیادی سوال سے بھاگ رہے ہیں۔

ڈ: یقین کریں میں بھاگ نہیں رہا، میں پسند کرتا ہوں کہ پہلے ٹہنیوں اور پتوں کو اچھی طرح پہچان لوں اور درخت کے ستون اور تنے تک بعد میں پہنچوں۔

ش: بہت بہتر ہم آپ کے مہمان ہیں اور سراپا آپ کے تسلیم۔

ڈ: نہیں یہ تو نہ ہوا، طے نہیں ہے کہ آپ اس طرح فرمائیں، یہ آپ کا بھی گھر ہے جبکہ ہم نے مقرر کیا ہے کہ اپنی ابحاث کے بارے میں متفقہ طور پر بات کریں گے۔

ش: مان لیا، مان لیا، لہٰذا اگر اتفاق کریں تو وہی راستے والی بحث یعنی بقیع اور مردوں کے بارے میں نظریہ کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ڈ: ٹھیک ہے۔

ش: میں نے بارہا دیکھا ہے کہ شیعہ زیارت کرنے کی بجائے اہل بیتؑ کی قبروں کے پاس گریہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ہم شام میں تھے تو لوگوں کو مقامِ سیدہ رقیہ اور سیدہ زینبؑ میں گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ ہزار سال پہلے جو مر چکا ہے، اس پر گریہ کس لئے ہے؟ ایک سلام کہہ کر فاتحہ پڑھیں اور چلے جائیں۔

ڈ: اگر آپ اتفاق کریں تو یہاں پر ہم کچھ ابحاث کو اکھٹا طور پر انجام دیں۔

ش: کون سی ابحاث؟

اموات پر گریہ کرنا

ڈ: اموات پر گریہ کرنا، قبور کی زیارت، قبور کی تعمیر اور ان پر مقبرے بنانا، مقدس مقامات کو بوسہ دینا اور ان سے تبرک لینا، ان سے توسل کرنا اور۔۔۔۔

ش: بہت زیادہ ہوگئے۔ میرے خیال میں قبور کے بارے میں جو کچھ ہے اس کے متعلق ایک گفتگو ہو سکتی ہے لیکن غیر خدا سے توسل کی بحث کا قبور سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور یہ واضح غلطیوں میں سے ہے۔ لہٰذا اس کو الگ کرتے ہیں اور کسی دوسرے وقت میں صرف ان قبور سے متعلق امور کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

ڈ: مجھے قبول ہے۔ کس کو آگے بڑھائیں؟ (اس کے بعد میں کمپیوٹر کی بات کو تکرار نہیں کروں گا کیونکہ اس پاکٹ کمپیوٹر میں المکتبۃ الشاملۃ کا سافٹ ویئر بھی ہے اور ہر جگہ یہ میرے ساتھ ہے لہٰذا میں جس حدیث کی طرف بھی اشارہ کروں گا اسی پاکٹ کمپیوٹر سے ہوگی۔)

ش: اسی گریہ کرنے کو، کیونکہ صریح حدیث ہے کہ گریہ کرنا میت کی آزار واذیت کا باعث ہوتا ہے اور تمام راویوں نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

ڈ: صحیح ہے۔ وہ حدیث میرے کمپیوٹر میں ہے یہ دیکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض احادیث کو نقل کرنے والے کچھ راویانِ حدیث یا تو مجہول ہیں یا پھر غیر معتبر۔ مثلاً امام احمد بن حنبل تھذیب الکمال، ج ۱۶، ص ۷۰ میں کہتے ہیں کہ اسحاق بن سیار اس حدیث (فارجع الیہن فاسکتہن) (جاو انہیں جاکر خاموش کرو) کے راویوں میں سے ہے جو تدلیس کرنے والا (حقیقت کو چھپانے والا) ہے اور وہ ضعیف حدیثوں کو قوی ظاہر کرتا تھا۔ جبکہ مستدرک الصحیحین، ج ۱، ص ۳۸۱ اور اسی طرح مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۴۴۴ میں کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ ایک روز حضرت عمر کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے، عورتیں جنازے پر گریہ کر رہی تھیں، حضرت عمر نے انہیں رونے سے منع کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: يَا عُمَرُ دَعْهُنَّ فَإِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ ، وَالنَّفْسَ مُصَابَةٌ ، وَالْعَهْدَ قَرِيبٌ -

اے عمر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ آنکھ رونے والی اور نفس مصیبت دیدہ اور یہ فاصلہ اور جدایی ابھی ہی واقع ہوئی ہے۔

ش: مگر اس کے بعد بھی حضرت عبداللہ ابن عمر نے اس پہلے والی حدیث کو دھرایا ہے؟

ڈ: لیکن اگر حدیث کو کامل پڑھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کے سامنے حضرت عائشہ نے ان کی نظر کو در کیا ہے اور حدیث کو مکمل کیا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

ش: بالاخر اس حدیث اور دوسری احادیث کے بہت سے روایوں نے میت پر رونے کی ممانعت کے بارے میں حدیث نقل کی ہے۔

ڈ: ویسے بھی اگر یہ باتیں حضرت عمر کی اپنی باتیں ہوں تو حجیت نہ رکھیں گی۔ سب سے اہم دلیل ان حدیثوں میں حضرت عمر کا پیغمبر اکرمؐ سے وہی اختلاف نظر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا {انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو}۔

ش: البتہ یہ بات صحیح ہے کہ پیغمبر اکرم کی بہ نسبت خلیفہ کی بات حجیت نہیں رکھتی لیکن خلیفہ کی بات کو بقیہ صحابہ کی باتوں جیسا نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

ڈ: آپ اگر اسی ایک بات کو مان لیں تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ وہ یہ کہ صحابہ اور خلیفہ کی بات حجیت نہیں رکھتی ہے۔

ش: یہ کوئی اپنی طرف سے بات نہیں کرتے، اللہ اور رسولؐ کی بات کو منتقل کرتے ہیں۔

ڈ: لیکن اگر ان کی اپنی بات ہو اور اللہ اور رسولؐ کی بات کے برخلاف ہو تو کیا کریں؟

ش: ہم نہیں مانیں گے۔

ڈ: مگر آپ نے متعہ نساء، متعہ حج اور نماز تراویح کے بارے میں مان لیا، باوجود اس کے کہ خود حضرت عمر نے کہا ہے کہ یہ دو متعہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں حلال تھے، میں نے حرام کر دیے ہیں۔ اسی طرح نماز تراویح بھی پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں فرادیٰ تھی اور تاکید یہ تھی کہ مستحبی نماز کو گھر میں پڑھیں لیکن حضرت عمر نے اس کو تبدیل کر دیا۔

ش: ڈاکٹر صاحب دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ رہے ہیں (مچ گیری می کنید) ہم نے یہ بات مان لی ہے اور ختم ہو چکی ہے، دوبارہ نہ پلٹیں۔ میں متعہ کے بارے میں اقرار کر چکا ہوں کہ آپ کی نظر کو قبول کرتا ہوں۔

ڈ: میرا بالکل بھی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے (مچ گیری) کا ارادہ نہیں ہے کیونکہ بحث اساسی تھی، یاددہانی کرائی ہے۔ آپ برادران اہل سنت اور ہم مکتب اہل بیتؑ کے ماننے والوں کے درمیان سب سے اہم اختلاف یہی صحابہ اور خلفاء کے عمل والی بحث ہے۔

ش: آپ کے پاس کوئی ایک سند ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے میت پر گریہ کیا ہو؟

ڈ: اتفاق سے میرے پاس تین سندیں ہیں کہ خود پیغمبر اکرمؐ نے گریہ اور عزاداری کی ہے۔

ش: اچھا تو فرمائیں وہ تو ان احادیث سے زیادہ اہم ہے۔

ڈ: اول: مسند الطیالیسی، ج ۴، ص ۲۸۹ حدیث ۱۵۱۵ اور ۱۵۳۱ اور مستدرک الصحیحین، ج۱، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۳۴ میں آیا ہے: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جب عثمان بن مظعون فوت ہوئے تو پیغمبر اکرمؐ نے ان کا چہرہ کھولا اور پھر اس قدر گریہ کیا کہ آپؐ کے رخساروں پر آنسو جاری

ہوگئے اور حدیث ۱۵۳۱ میں عمر بن حمید کہتے ہیں آنحضرتؐ نے پہلے عثمان بن مظعون کے چہرے کا بوسہ لیا اور اس قدر گریہ کیا کہ آپؐ کے رخساروں پر آنسو جاری ہوگئے۔

ش: میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی ہے۔

ڈ: یہ لیجئے المکتبۃ الشاملۃ میں ہے۔

ش: یہ حدیث نہایت ہی اہم ہے۔

ڈ: دوم: آنحضرتؐ کا اپنے فرزند حضرت ابراہیمؑ پر گریہ فرمانا بہت سی کتابوں میں آیا ہے، من جملہ:

سنن ابن ماجہ، ج ۵، ص ۶۹، حدیث ۱۵۷۸؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۷۲ اور ۱۷۳؛ صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۸۰۷ اور ج ۵، ص ۱۸۰۸ میں: کہ جب حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو پیغمبر اکرمؐ نے: قَبَّلَهُ وَشَمَّهُ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ ۔"پس آپؐ نے ان (ابراہیم) کو بوسہ دیا اور بُو کیا اور ابراہیم دنیا سے جا چکے تھے۔" پھر آپؐ پر اعتراض کرتے ہیں تو آنحضرتؐ فرماتے ہیں: "إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ، وَالْقَلْبَ يَخْشَعُ ، وَلاَ نَقُولُ إِلاَّ مَا يَرْضَى رَبُّنَا ، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُون". »آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور قلب خشوع کر رہا ہے (محزون ہو رہا ہے) اور ہم کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے جس پر ہمارا رب راضی ہو اور بے شک اے ابراہیم ہم تمہارے فراق میں محزون و غمگیں ہیں«۔ آپؐ پر پھر اعتراض کیا کہ آپؐ نے خود میت پر گریہ کرنے سے منع فرمایا ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا: »اِنِّی لَمْ اَنْہ عَنِ البُکَاءَ و لکِنْ نَھَیْتُ عنْ صَوتَینِ احْمَقَیْنِ فاجرین صوتٌ عند نعمۂ لھو و لعب مزامیر شیطان و صوت عند المصیبۂ و لطم وجوہ و شق جیوب«۔» میں نے تمہیں گریہ کرنے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ دو احمق و فاجر آوازوں سے منع کیا ہے، ایک وہ آواز جو خوشی و نعمت کی حالت اور لہو و لعب کی حالت میں کہ جو شیطان کی آوازوں میں سے ہے اور وہ آواز جو مصیبت میں ہو اور چہرہ پیٹنا اور گریبان چاک کرنا۔«

ش: میں نے اسے بہت سنا ہے لیکن آخری حصہ نہیں دیکھا تھا۔

ڈ: الحمد للہ۔ البتہ آخری حصہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور صحیح مسلم میں بھی۔

ش: اگلا نمونہ جو آپ کہہ رہے تھے، اسے بھی پیش کریں۔

ڈ: اگلا نمونہ حضرت حمزہؓ کی شہادت میں ہے کہ:

سبل الھدی والرشاد، ج ۴، ص ۲۲۲ اور طبرانی میں آیا ہے: »فلما رأی جثته بکی شھق - وخاف علی صفیۂ بنت عبد المطلب، فوضع صدره علی صدرھا فاسترجعت، وبکت«۔ »جب آپؐ نے ان کا جنازہ دیکھا تو بلند آواز میں گریہ کیا اور صفیہ بنت عبدالمطلب (حضرت حمزہ کی بہن) کا سامنا کرنے سے مخوف ہوگئے۔ پس اپنا سینہ حضرت حمزہ کے سینے پر رکھا اور آیہ استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون) پڑھی اور گریہ کیا۔

ش: جی ہاں جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے۔

ڈ: اور بھی ہیں۔

ش: اور بھی ہیں؟

ڈ: بہت زیادہ۔ مثلاً حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت کے موقع پر آنحضرتؐ نے گریہ بھی کیا اور یہ بھی فرمایا کہ شہادت کے قصے کو بیان کرو تاکہ بقیہ گریہ کریں (یعنی ذکرِ مصائب)۔ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت زیدؓ کی شہادت کے موقع آنحضرتؐ نے گریہ کیا اور فرمایا میرے بھائی اور میرے مونس اور میرے ہم سخن۔

تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۲۹ میں حضرت سعد بن معاذ کے بیٹے سے روایت کرتے ہوئے حضرت انس ابن مالک کے رونے کے بارے میں کہتے ہیں: میں انس ابن مالک کے پاس گیا اور انہوں پوچھا کہ تم کون ہو۔

میں نے کہا واقد بن عمر بن سعد بن معاذ ہوں۔ انہوں نے کہا تم ان کے ہم شکل ہو، پھر بہت زیادہ روئے اور کہا خدا رحمت کرے سعد پر کہ عظیم لوگوں میں سے اور بلند مرتبہ تھے۔

ش: بڑی دلچسپ بات ہے، اتنے سارے نمونے۔

ڈ: ایک نمونہ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بھی بیان کروں۔

ش: فرمایئے۔

ڈ: تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۸۰؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶۲؛ اور صحیح بخاری، ج ۴، ص ۴۶۳ اور ۲۲۵۶ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے:

جب پیغمبر اکرمؐ نے انتقال فرمایا تو ابو بکر باہر سے مسجد میں آئے، عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ »فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِه ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ وَقَبَّلَهُ وَبَكَى «۔ »انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کا چہرہ کھولا اور اس پر گر پڑے پھر اسے بوسہ دیا اور روئے۔«

ش: اچھا ہم نے مان لیا کہ شہادت اور انتقال کے وقت گریہ کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن مرنے اور دفن کرنے کے بعد اور قبر پر جا کر گریہ کرنے کا کیا قصہ کیا ہے؟

ڈ: ہمارے پاس اس کی بھی سند ہے، خود پیغمبر اکرمؐ سے۔

ش: لگتا ہے آپ نے اسناد کو جمع کیا ہوا ہے۔

ڈ: میں نے جمع نہیں کیا ہے لیکن اس سافٹ ویئر میں زیرِ بحث لفظ کو ٹائپ کرتا ہوں تو احادیث آجاتی ہیں۔

ش: بیان کیجئے۔ بہت اچھا ہے۔

ڈ: اسناد قرآنی ہیں مانند حضرت یعقوبؑ یا پیغمبر اکرمؐ سے مستند ہیں جو کتب صحاح سے ہیں۔

ش: ٹھیک ہے لیکن مرنے کے بعد گریہ کرنے کے بارے میں کچھ ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ کا رونا حضرت یوسفؑ سے دوری کی وجہ سے تھا۔

ڈ: سنن ابن ماجہ، حدیث ۱۶۲۰اور مستدرک الصحیحین، حدیث ۳۲۵۰ میں حاکم حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں: رسول اللہؐ قبروں کو دیکھ رہے تھے اور ہم ان کے ہمراہ تھے پس آنحضرتؐ نے ہمیں دستور فرمایا ہم بیٹھ گئے پھر آنحضرتؐ قبروں کے درمیان سے گزرے یہاں تک ایک قبر تک پہنچ گئے پس آپؐ نے وہاں بہت دیر تک نجوا کیا پھر آپؐ کے رونے کی آواز بلند ہوگئی اور ہم بھی آپؐ کے رونے پر رونے لگے۔ اس کے بعد ہماری طرف پلٹ گئے۔ حضرت عمر نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کس چیز نے آپ کو رولایا اور ہمیں بھی رولایا اور غمگیں کر دیا۔ آپؐ آکر ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا کیا میرے رونے نے تم لوگوں کو غمگیں کر دیا۔ ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہؐ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ قبر جس پر تم لوگوں نے مجھے نجوا کرتے ہوئے دیکھا میری والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر ہے۔

ش: حیرت ہے، یہ المستدرک میں ہے۔

ڈ: جی ہاں یہ لیجئے دیکھیں۔ آپ ملاحظہ فرمارہیں کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے تقریباً پچاس سال کے بعد ان کے لئے گریہ کر رہے ہیں۔

ش: صحیح ہے لیکن یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے کہ علماء نہیں آئے کہ ان احادیث کو ایک دوسرے کے کنارے رکھیں اور لوگوں کو ایک ہی بات بتائیں۔

ڈ: البتہ حال ہی میں یہ کام ہوا ہے مثلاً اسی سافٹ ویئر میں دیکھیں۔

مالک ابن انس نے خلیفہ ابو جعفر منصور سے کہا: » لاترفعوا صوتکم فوق صوت النبی فانّ حرمته میتاً کحرمته حیاً«۔ »اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ کرو کیونکہ آپؐ کی حرمت جبکہ آپؐ فوت کر چکے ہیں آپؐ کے زندہ ہونے کی حالت میں حرمت کی طرح ہے«۔ ابو جعفر نے سوال کیا: »یا ابا عبدالله (مالک) استقبل قبله ام استتقبل (قبر) رسول الله ، قال : لم تصرف وجهک عنه و هو وسیلتک و سیلة ابیک آدم الی الله یوم القیامة بل استقبله و فاستشفع به فیستشفعه الله«-»اے اباعبداللہ (مالک) زیارت کے لئے قبلہ کی طرف رخ کروں یا رسول اللہؐ کی قبر کی طرف۔ کہا کہ اپنا چہرہ آپؐ کی قبر سے مت ہٹا کیونکہ آپؐ قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا وسیلہ ہیں اور تمہارے بابا آدم کا وسیلہ ہیں بلکہ قبر کی طرف رخ کرو اور آپؐ سے شفاعت طلب کرو کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو تمہارا شفیع بنائے گا۔

ش: یہ عجیب حدیث ہے۔ اس کی اسناد کیا تھیں؟

ڈ: دیکھیں کمپیوٹر میں ہیں، کتابوں میں اس کی تقریباً ۱۳۰ اسناد ہیں۔

ش: مالک نے بہت ہی اہم بات کہی ہے۔

ڈ: مالک نے اسلام کی بات کہی ہے اور ہم بھی اسلام کی ہی بات کہتے ہیں۔

ش: لیکن دوسرے مذاہب نہیں کہتے کہ قبر کی طرف رخ کرو۔

ڈ: اتفاق سے ایسا ہی ہے یعنی دوسرے مذاہب بھی کہتے ہیں۔ کمپیوٹر میں ملاحظہ فرمائیں۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۱، ص ۱۲ میں آیا ہے:

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں زیارت کے وقت حجرے کی طرف رخ کریں لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں حجرے کی طرف رخ نہ کریں بلکہ قبلہ کی طرف رخ کریں۔ البتہ فتاویٰ الازہر، ج ۸، ص ۱۰۸ میں یہی بات ابن تیمیہ کے قول سے بیان ہوئی ہے۔

ش: لیکن عملی طور پر سب قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔

ڈ: کیونکہ حرم النبیؐ کے مامورین اجازت نہیں دیتے ورنہ پیغمبر اکرمؐ کے سر مبارک کے بالائی حصے میں ہم دیکھتے ہیں کہ تمام زائرین روبہ حجرہ اور پشت بہ قبلہ کھڑے ہوتے ہیں۔ بنابرایں تمام لوگوں کو سوچ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے فتاویٰ کی عکاسی کرتی ہے۔ البتہ یہ عقل سے بھی نزدیک ہے کیونکہ مثال کے طور پر اگر کوئی بالائے سر سے آپؐ کو سلام دینا چاہے اور پھر حجرے کی طرف پشت کرے اور قبلہ رخ ہو جائے تو مکمل طور پر عقل سے دور ہے۔

ش: ڈاکٹر صاحب مان لیا کہ میت پر گریہ کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور زیارت کے وقت بھی ہمیں حجرے کی طرف رخ کرنا چاہئے۔

ڈ: یہ میں نے نہیں کہا ہے، خود آپ کی کتابوں کی اسناد کہتی ہیں۔ میری عرض یہ ہے کہ آپ اپنی کتابوں سے ان اخبار و احادیث پر جو قرآن سے مغایرت نہیں رکھتیں، عمل کریں۔

ش: ہم نے بھی کہا کہ قبول ہے۔

ڈ: لیکن ذرا حدیث کے تسلسل پر غور فرمائیں، مالک، ابو جعفر سے کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی قبر کے پاس استغفار کے لئے جاؤ یعنی میت سے پناہ مانگو۔

ش: جی ہاں جی ہاں۔ یہ بات بھی بہت اہم تھی۔ بہت اہم باتیں تھی، سچ پوچھیں تو ہم نے ان کتابوں سے رجوع ہی نہیں کیا ہے اور ہماری توجہ بھی نہیں تھی۔ تحاریر و نوشتہ جات کی طرف رجوع کرنے کی بجائے ہم نے زیادہ تر کہی ہوئی باتوں پر ہی عمل کیا ہے۔

ڈ: اچھا تو ہم نے آپ کے کام کو کم کر دیا۔

ش: جی جی، بہت اچھا ہے، اللہ آپ کو اجر دے۔

ڈ: دیکھیں وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۳۶۱ میں سمہودی کہتے ہیں:

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان ایک سند سے جو حضرت علی ابن ابی طالبؑ تک پہنچتی ہے، نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے دفن کو تین گزرے تھے کہ مدینہ منورہ کے باہر سے ایک عرب شخص آیا، اس نے اپنے سر کے اوپر پیغمبر اکرمؐ کی قبر کی خاک ڈالی اور کہا:

»یا رسول اللہ، قلت فسمعنا قولک، و وعیت عن اللہ سبحانہ و ما وعینا عنک، و کان فیما أنزل علیک وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ و قد ظلمت و جئتک تستغفر لی«

»اے رسول اللہؐ آپ نے کہا اور ہم نے آپ کا قول سنا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا وہ جو ہم نے آپ سے اخذ کیا، آپ پر نازل ہونے آیات میں سے ایک آیت یہ ہے» اگر وہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آئیں اور خدا سے مغفرت چاہیں اور آپ بھی ان

کے بارے میں مغفرت طلب کریں تو خدا کو مغفرت کرنے والا پائیں گے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ میرے لئے مغفرت طلب کریں۔«

وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ کے مصنف نے کتاب کے باب ہشتم کے خاتمے میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں اور یہ تمام واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ سے استغاثہ اور حاجت کی درخواست کرنا مسلمانوں میں دائمی طور پر رائج سنت تھی۔ وہ یہاں تک کہ لکھتا ہے امام محمد بن موسیٰ بن نعمان نے اس موضوع کے بارے میں مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

ش: دلچسپ بات ہے کہ استغاثہ اور حاجت کی درخواست آپؐ کے انتقال کے بعد بھی جاری ہے۔

ڈ: جی ہاں یہ لیں یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ میت سے مدد نہ مانگیں۔

اسی دوران تھوڑے ایرانی پستے اور گَز (ایک قسم کی مٹھائی) جو میز پر پڑے تھے شیخ صاحب کو پیش کئے گئے، انہوں نے کچھ مقدار میں تناول کئے اور گَز کو دکھایا۔

ش: یہ بہت ہی لذیذ ہے۔

ڈ: مجھے کا مصر کا تو نہیں پتہ لیکن شام کی مٹھائیوں کی برابری نہیں کرتی۔

ش: مصر کی بھی بہت عمدہ مٹھائیاں ہیں لیکن شام کی مٹھائیوں کی برابری نہیں کرتیں۔

ڈ: شام اور لبنان کی مٹھائیاں حقیقتاً کھانے کے قابل ہیں۔

ش: لیکن اس کا نام کیا تھا (جز = گز) بہت ہی ذائقے دار ہے۔ شام کی مٹھائیوں کی برابری کرتی ہے اور میٹھی بھی کم ہے۔ میرے جیسے بوڑھے لوگوں کے لئے اچھی ہے۔ شام کی مٹھائیاں بہت میٹھی ہیں۔

صالح اموات سے تبرک اور توسل

ڈ: آپ کے پیش نظر پیغمبر اکرمؐ کی قبر سے توسل کے بارے میں بھی کوئی بات ہے۔

ش: ہم تو مرنے کے بعد تبرک اور توسل کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

ڈ: زندہ ہونے میں تو قرآن مجید کی آیت بھی جائز سمجھتی ہے اور حضرت یوسفؑ کی قمیص بہترین مثال ہے۔

ش: جی ہاں پیغمبر اکرمؐ کی حیات میں بھی صحابہ آپؐ کے وضوء کے پانی سے تبرک لیتے تھے لیکن وفات کے بعد نہیں ملتا۔

ڈ: وفات کے بعد کے لئے بھی ہیں۔

ش: کہاں؟

ڈ: ایک واضح نمونہ سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱۲، ص ۳۴۷، باب ھشتم؛ سنن الدارمی، ج ۱، ص ۵۶ اور سنن ابن جوزی، ج ۱۲، ص ۳۵۷ میں ابو الجوزاء سے بارش کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی قبر سے توسل کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

٩٢»- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ : أَوْسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطاً شَدِيداً ، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ : انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لاَ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ. قَالَ : فَفَعَلُوا فَمُطِرْنَا مَطَراً حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّىَ عَامَ الْفَتْقِ.

قال حسين سليم أسد : رجاله ثقات «

»اوس بن عبد اللہ نے کہا مدینہ میں قحط آیا ہوا تھا اور اہلِ مدینہ شدید قحط میں تھے پس وہ حضرت عائشہؓ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ (حضرت عائشہ) نے کہا نبی اکرمؐ کی قبر کی طرف جاؤ اور چھت میں ایک سوراخ بنا دو یہاں تک کہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چھت نہ رہے۔ (اوس بن عبد اللہ نے) کہا کہ پس انہوں نے یہ کام کیا پھر نہایت ہی شدید بارش برسی یہاں تک کہ زمین سبز ہو گئی اور اونٹ پھول گئے (صحتمند ہو گئے) یہاں تک کہ چربی سے لد گئے اور اس سال کو عام الفتق (چربی سے لدنے کا سال) کا نام دیا گیا۔ حسین سلیم اسد کہتے ہیں: اس حدیث کے رجال (راوی) ثقہ اور مطمئن ہیں۔«

ش: بہت ہی دلچسپ ہے یہ توسل تو پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کی باتوں کی تصدیق کے لئے ایک اچھا مصداق اور نمونہ ہے۔

ڈ: پھر دیکھیں۔ کتاب فتح الباری، ج ۲، س ۴۹۵ میں حافظ ابن حجر اور مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۳۲ نقل کرتے ہیں:

»روى ا بن أبى شيبة بإسناد صحيح من رواية أبى صَالِحٍ السمان عَنْ مَالِكٍ الدَّارِ , قَالَ : وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ , قَالَ : أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِى زَمَنِ عُمَرَ , فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم , فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ , اسْتَسْقِ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا , فَأَتَى الرَّجُلَ فِى الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ : ائْتِ عُمَرَ الحديث-- -وَقَدْ رَوَى سَيْف فِى الْفُتُوح أَنَّ الَّذِى رَأَى الْمَنَام الْمَذْكُور هُوَ بِلَال بْن الْحَارِث الْمُزَنِيُّ أَحَد الصَّحَابَة «

»ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابن ابی صالح السمان کی مالک الدار سے روایت کو نقل کیا ہے اور وہ (مالک الدار) حضرت عمر کے خازن تھے۔ وہ کہتے ہیں حضرت عمر کے زمانے میں قحط نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک شخص پیغمبر اکرمؐ کی قبر پر آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اپنی امت کو سیراب کریں کہ وہ ہلاک ہو گئے ہیں۔ پھر آنحضرتؐ اس شخص کے خواب میں آئے اور اس سے کہا گیا کہ حضرت عمر کے پاس جاؤ۔۔۔۔«

ش: یہ بھی دلچسپ ہے۔

ڈ: جی ہاں لہٰذا توسل وفات کے بعد حتیٰ خلفاء کے زمانے میں بھی تھا۔ اگرچہ ہم پیغمبر اکرمؐ کی حیثیت کے حیات اور ممات میں یکساں ہونے کے معتقد ہیں۔

ش: صحیح ہے۔ البتہ الازہر میں معمولاً سب وفات کے بعد توسل کے معتقد ہیں لیکن میں نے چونکہ سعودی عرب میں تعلیم حاصل کی ہے، ان باتوں کو دیر سے قبول کرتا ہوں۔ جبکہ مصر میں یہ موضوع مکمل طور پر قابل قبول ہے۔

ڈ: البتہ قرآن مجید میں ہمارے پاس سورہ مائدہ ہے»وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الوَسِيْلَهَ «خدا کے نزدیک وسیلہ تلاش کرو کہ توسل یہی ہے۔

امام بخاری کی قبر سے توسل

ش: قبول ہے البتہ مجھے اس توسل کے ساتھ کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔

ڈ: شیخ صاحب یہ تو پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک کے بارے میں تھا۔ آپ سمرقند میں ابن تیمیہ اور اس کے اس جیسے خیالات سے پہلے کے سالوں میں اہل تسنن مسلمانوں کی خبر کو دیکھیں، اگرچہ یہ امر بہت سی دوسری جگہوں پر بھی رائج تھا۔

ش: فرمایئے۔

ڈ: سمرقند میں خرتنک کے مقام پر امام بخاری کی قبر سے توسل۔

ش: یہ بڑی دلچسپ بات ہونی چاہئے۔

ڈ: یہ دیکھیں سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۴۶۹؛ تاریخ الاسلام للامام الذھبی، ج ۱۹، ص ۲۷۳ اور طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۳۴ میں نقل کرتے ہیں:

»وَقَالَ أَبُو عَلِيٍّ الغَسَّانِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو الفَتْحِ نَصْرُ بنُ الحَسَنِ السَّكتِيُّ السَّمرقندِيُّ، قَدِمَ عَلَيْنَا بَلَنْسِيَةَ عَامَ أَرْبَعَةَ وَسِتِّيْنَ وَأَرْبَعِ مائَةٍ-

قَالَ: قَحطَ المَطَرُ عِنْدنَا بِسَمَرْقَنْدَ فِي بَعْضِ الأَعْوَامِ، فَاسْتسقَى النَّاسُ مِرَاراً، فَلَمْ يُسْقَوا-

فَأَتَى رَجُلٌ صَالِحٌ مَعْرُوْفٌ بِالصَّلاَحِ إِلَى قَاضِي سَمَرْقَنْدَ فَقَالَ لَهُ: إِنِّي رَأَيْتُ رأْياً أَعرضُهُ عَلَيْكَ.

قَالَ: وَمَا هُوَ؟

قَالَ: أَرَى أَنْ تخرجَ وَيخرجَ النَّاسُ مَعَكَ إِلَى قَبْرِ الإِمَامِ مُحَمَّدِ بنِ إِسْمَاعِيْلَ البُخَارِيِّ، وَقبرُهُ بخَرْتَنْك، وَنستسقِي عِنْدَهُ، فعسَى اللهُ أَنْ يَسْقِينَا.

قَالَ: فَقَالَ القَاضِي: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ.

فَخَرَجَ القَاضِي وَالنَّاسُ مَعَهُ، وَاسْتسقَى القَاضِي بِالنَّاسِ، وَبَكَى النَّاسُ عِنْدَ القَبْرِ، وَتشفَّعُوا بصَاحبِه، فَأَرسلَ اللهُ – تَعَالَى – السَّمَاءَ بِمَاءٍ عَظِيْمٍ غَزِيْرٍ أَقَامَ النَّاسُ مِنْ أَجلِه بِخَرْتَنْک سَبْعَةَ أَيَّامٍ أَوْ نحوَهَا، لاَ يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ الوُصُوْلَ إِلَى سَمَرْقَنْدَ مِنْ كَثْرَةِ المَطَرِ وَغزَارتِه، وَبَيْنَ خرتنک وَسَمَرْقَنْد نَحْوَ ثَلاَثَةَ أَمْيَالٍ«

»ابو علی غسانی کہتا ہے ابو الفتح نصر بن حسن سکتی سمرقندی نے ہمیں خبر دی ہے جو ہم سے پہلے ۴۶۴ کے سال میں تھا۔

اس نے کہا: کچھ سالوں میں سمرقند میں بارش کی قحطی پڑ گئی پس لوگوں نے کئی بار (خدا سے) بارش طلب کی لیکن بارش نہیں ہوئی۔

ایک صالح شخص جو معروف تھا، سمرقند کے قاضی کے پاس آیا اور اس سے کہا میرے پاس ایک تجویز ہے جو آپ کو پیش کرتا ہوں۔

قاضی نے کہا: وہ تجویز کیا ہے؟

اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ شہر سے باہر نکلیں اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلیں، امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر کی طرف چلتے ہیں اور ان کی قبر خرتنک میں ہے اور ان کی قبر کے پاس (اللہ سے) بارش طلب کرتے ہیں پس امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کرے (بارش برسائے)۔

قاضی نے کہا: تم نے بہت اچھی تجویز دی ہے۔

پس قاضی باہر نکل گیا جبکہ لوگ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ قاضی نے لوگوں کے ساتھ بارش کے لئے دعا کی اور لوگوں نے قبر کے پاس گریہ کیا اور صاحب قبر سے شفاعت طلب کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بہت ہی زیادہ پانی نازل کیا۔ لوگ بارش کی شدت کی وجہ سے سات دن یا اس کے لگ بھگ خرتنک ہی میں قیام پذیر رہے، (کیونکہ) بارش کی شدت اور اس کے بے سابقہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی سمرقند تک جانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا جبکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔«

ش: یہ بہت دلچسپ ہے کہ امام بخاری کی قبر سے توسل کیا ہے اور صراحت کے ساتھ شفاعت کا کلمہ لے کر آئے ہیں۔

ڈ: آپ اگر اپنی کتابوں میں غور کریں تو ایسی باتیں بہت ہیں۔

ش: میرے خیال میں کافی ہے، دوسری بحث کی طرف چلتے ہیں۔

اچانک شیخ صاحب کی نظر میز پر رکھی ہوئی دو کتابوں پر پڑ گئی اور انہوں نے پوچھا:

تشیع میں دعا

ش: یہ کتاب مفاتیح الجنان کیا ہے؟

ڈ: ہمارے ایک عالم نے جو ایک مدت ہوئی فوت کر چکے ہیں، رسول اکرمؐ اور اہل بیتؑ کی جانب سے سفارش کی گئی تمام دعاؤں کو جمع کر کے اس کا نام مفاتیح الجنان رکھا ہے۔

ش: جی میں نے اس کا نام سنا ہے لیکن دیکھا نہیں تھا۔ ظاہراً آپ بھی اس کے لئے بہت زیادہ احترام کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی حد تک یا اس سے بھی زیادہ ہے۔

ڈ: جی ہاں ہم احترام کے قائل ہیں لیکن قرآن مجید کی حد تک نہیں۔ کیونکہ ہم قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں، ہم کہتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بات کرے تو قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اگر آپ اللہ تعالیٰ سے بات کرنا چاہتے ہیں تو دعا پڑھیں۔

ش: ہمارے یہاں بھی دعا ہے لیکن اتنی وسعت کے ساتھ نہیں کہ جو اس کتاب میں ہے۔

ڈ: یہ ہماری ان دعاؤں کا ایک حصہ ہے جو ہم سال کے ایام میں پڑھتے ہیں، ہمارے یہاں دوسری کتابیں بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اور کتاب، صحیفہ سجادیہ ہے جس میں نہایت دلچسپ دعائیں ہیں۔

ش: یعنی لوگ ہر روز ان تمام دعاؤں کو پڑھتے ہیں۔

ڈ: ہر روز نہیں لیکن کچھ کو روزانہ پڑھتے ہیں اور کچھ کو نہیں۔ ان میں زیادہ تر مخصوص ایام اور حالات کی دعائیں ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ دعائیں یومیہ نمازوں کے بعد ہیں۔ کچھ دعائیں جمعرات کے لئے، کچھ جمعے کے دن، کچھ مختلف مہینوں کے دنوں اور راتوں کے لئے جیسے ماہ رجب، شعبان اور رمضان المبارک یا مخصوص دنوں کے لئے ہیں جیسے عرفہ کا دن۔

ش: آپ ذاتاً کون سی دعا پڑھتے ہیں۔

ڈ: میں بھی ان میں سے کچھ دعاؤں کو پڑھتا ہوں لیکن بعض دعائیں ہیں کہ جن کے کچھ حصے انتہائی جھنجوڑ دینے والے ہیں۔

ش: مجھے دکھائیں گے۔ ان حصوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

ڈ: جی ہاں یہ لیجئے، مثال کے طور پر دعائے کمیل نامی ایک دعا کے کچھ فقرے جو حضرت علیؑ نے کمیل بن زیادؓ کو تعلیم دی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی الذُّنُوبَ الَّتِی تَھْتِکُ الْعِصَم

اے معبود میرے ان گناہوں کو معاف کر دے جو پردہ فاش کرتے ہیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُنْزِلُ النِّقَمَ

خدایا! میرے وہ گناہ معاف کر دے جن سے عذاب نازل ہوتا ہے

اَللّٰھُمَّ ھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُغَیِّرُ النِّعَمَ

خدایا میرے وہ گناہ بخش دے جن سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَحْبِسُ الدُّعَاءَ

اے معبود! میرے وہ گناہ معاف فرما جو دعا کو روک لیتے ہیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُنْزِلُ الْبَلاَءَ -

اے اللہ میرے وہ گناہ بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہے
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی کُلَّ ذَ نْبٍ أَذْ نَبْتُہٗ وَکُلَّ خَطِیءَۃٍ اَخْطَأْتُہٗ

اے خدا میرا ہر وہ گناہ معاف فرما جو میں نے کیا ہے اور ہر لغزش سے در گزر کر جو مجھ سے ہوئی ہے
اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَتَقَرَّبُ إِلَیْکَ بِذِکْرِکَ، وَاَسْتَشْفِعُ بِکَ إِلَی نَفْسِک

اے اللہ میں تیرے ذکر کے ذریعے تیرا تقرب چاہتا ہوں اور تیری ذات کو تیرے حضور اپنا سفارشی بناتا ہوں
وَأَسْئَلُکَ بِجُودِکَ أَنْ تُدْنِیَنِی مِنْ قُرْبِکَ، وَاَنْ تُوزِعَنِی شُکْرَوَاَنْ تُلْھِمَنِی ذِکْرَک

تیرے جود کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنا قرب عطا فرما اور توفیق دے کہ تیرا شکر ادا کروں اور میری زبان پر اپنا ذکر جاری فرما
اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْئَلُکَ سُؤَالَ خَاضِعٍ مُتَذَلِّلٍ خَاشِعٍ

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں جھکے ہوئے گرے ہوئے ڈرے ہوئے کی طرح
اَنْ تُسامِحَنِی وَتَرْحَمَنِی وَتَجْعَلَنِی بِقِسْمِکَ رَاضِیاً قانِعاً، وَفِی جَمِیعِ الْاَحْوَالِ مُتَواضِعاً

کہ مجھ سے چشم پوشی فرما اور مجھ پر رحمت کر اور مجھے اپنی تقدیر پر راضی و قانع اور ہر قسم کے حالات میں نرم خو رہنے والا بنا دے
ش: بہت دلچسپ ہے، بہت دلچسپ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ گناہوں کی کیا اقسام ہیں۔
ڈ: جی ہاں، اسے بھی دیکھیں۔ مناجات شعبانیہ نامی ایک دعا ہے جو زیادہ تر شعبان المعظم کے مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔
وَاسْمَعْ دُعائِی إذا دَعَوْتُکَ، وَاسْمَعْ نِدائِی إذانادَیْتُکَ

اور جب میں تجھ سے دعا کروں تو میری دعا سن جب میں تجھے پکاروں تو میری پکار کو سن
وَأَقْبِلْ عَلَیَّ إذا ناجَیْتُکَ فَقَدْ ھَرَبْتُ إِلَیْکَ وَوَقَفْتُ بَیْنَ یَدَیْکَ مُسْتَکِیناً لَکَ مُتَضَرِّعاً إِلَیْکَ

جب میں تجھ سے مناجات کروں تو مجھ پر توجہ فرما کہ تیرے ہاں تیزی سے آیا ہوں میں تیری بارگاہ میں کھڑا ہوں اپنی بے چارگی تجھ پر ظاہر کر رہا ہوں تیرے سامنے نالہ و فریاد کرتا ہوں
راجِیاً لِما لَدَیْکَ ثَوابِی وَتَعْلَمُ مَا فِی نَفْسِی وَتَخْبُرُحاجَتِی وَتَعْرِفُ ضَمِیرِی

اپنے اس ثواب کی امید میں جو تیرے ہاں ہے اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے تو میری حاجت سے آگاہ ہے اور تو میرے باطن سے باخبر ہے
وَلاَ یَخْفَی عَلَیْکَ اَمْرُ مُنْقَلَبِی وَمَثْوایَ

دنیااور آخرت میں میری حالت تجھ پر مخفی نہیں
وَما اُرِيدُ اَنْ اُبْدِيَ بِهِ مِنْ مَنْطِقِي، وَاَ تَفَوَّهَ بِهِ مِنْ طَلِبَتِي، وَاَرْجُوهُ لِعاقِبَتِيْ

اور جس کا میں ارادہ کرتا ہوں کہ زبان پر لاؤں اور اسے بیان کروں اور اپنی حاجت ظاہر کروں اور اپنی عافیت میں اس کی امید رکھوں تو
وَقَدجَرَتْ مَقادِيرُکَ عَلَيَّ يَا سَيِّدِي فِيما يَكُونُ مِنِّي إلى آخِرِ عُمْرِي

یقیناً تیرے مقدرات مجھ پر جاری ہوئے اے میرے سردار جو میں آخر عمر تک عمل کروں گا
مِنْ سَرِيرَتِي وَعَلانِيَتِي وَبِيَدِکَ لاَ بِيَدِ غَيْرِکَ زِيادَتِي وَنَقْصِي وَنَفْعِي وَضَرِّي

میرے پوشیدہ اور ظاہری کاموں میں سے اور میری کمی بیشی اور نفع و نقصان تیرے ہاتھ میں ہے نہ کہ تیرے غیر کے ہاتھ میں

ش: یہ تو کامل ترین توحید ہے۔

ڈ: بالکل ایسا ہی ہے۔

ش: پس کہتے ہیں کہ آپ لوگ معتقد ہیں تمام چیزیں امام کے پاس ہیں۔

ڈ: ہم ان دعاؤں کو خود امامؑ سے نقل کرتے ہیں۔ ہم آئمہؑ کو فیضانِ الٰہی کا واسطہ سمجھتے ہیں۔

ش: اس کے علاوہ جو دعائیں آپ خود پڑھتے ہیں کون سی ہیں۔

ڈ: دعائے صباح ہے جو مستحب ہے کہ صبح کے وقت نماز کے بعد پڑھیں، ان جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔
إلهِي إنْ لَم تَبْتَدِيْنِي الرَّحْمَةُ مِنْکَ بِحُسْنِ التَّوْفِيقِ فَمَنِ السَّالِکُ بِي إلَيْکَ فِي واضِحِ الطَّرِيق

میرے اللہ اگر تو نے اپنی نیکی کی توفیق نہ دی تو کون مجھے تیری طرف کشادہ راہ پر لے چلے گا
وَإنْ اَسْلَمَتْنِي اَناتُکَ لِقائِدِ الْاَمَلِ وَالْمُنَى فَمَنِ الْمُقِيلُ عَثَراتِي مِنْ كَبَواتِ الْهَوى

اور تیری دی ہوئی ڈھیل سے میں خواہش کے پیچھے چل پڑا تو کون مجھے ہوس کی ٹھوکروں سے بچائے گا
وَ إنْ خَذَلَنِي نَصْرُکَ عِنْدَ مُحارَبَةِ النَّفْسِ وَالشَّيْطانِ فَقَدْ وَكَلَنِي خِذْلانُکَ الى حَيْثُ النَّصَبِ وَالْحِرْمانِ،

اور اگر میرے نفس اور شیطان کی جنگ میں تیری نصرت میرے شامل حال نہ ہوتی تو گویا تیری دوری نے مجھے رنج و غم کے حوالے کر دیا ہوتا
إلهِي اَ تَرانِي مَااَتَيْتُکَ إلاَّ مِنْ حَيْثُ الآمالِ، اَمْ عَلِقْتُ بِاَطْرافِ حِبالِکَ إلاَّ حِينَ باعَدَتْنِي ذُنُوبِي عَنْ دارِ الْوِصالِ

میرے مالک کیا تیری نظر سے تیرے پاس اپنی خواہشوں کیلئے آیا ہوں یا میں نے تجھ سے اس وقت تعلق قائم کیا کہ جب میرے گناہوں نے مجھے تیرے وصال سے دور کر دیا

فَبِئْسَ الْمَطِيَّةُ الَّتِی امْتَطَتْ نَفْسِی مِنْ هَوَاها فَوَاهاً لَهَا لِمَا سَوَّلَتْ لَهَا ظُنُونُها وَمُنَاها

پس میرے دل نے خواہشوں کو اپنی بری سواری بنایا پس اس پر اور اسکی خیالی تمنائوں پر نفرین ہے

ا وَتَبّاً لَها لِجُرْاَتِها عَلَی سَیِّدِها وَمَوْلاها

اور تباہی ہو اس کی جو اس نے اپنے آقا اور مولا پر یہ جرات کی ہے

إلهِی قَرَعْتُ بَابَ رَحْمَتِکَ بِیَدِ رَجَائِی، وَهَرَبْتُ إلَیْکَ لاَجِئاًمِنْ فَرْطِ اَهْوَائِی، وَعَلَّقْتُ بِاَطْرَافِ حِبَالِکَ اَنَامِلَ وَلاَئِی

میرے اللہ میں نے اپنی امید کے ہاتھوں تیرے بابِ رحمت پر دستک دی ہے اور اپنی حد سے زیادہ تمنائوں سے ڈر کے تیرے پاس بھاگ آیا ہوں اور محبت کی انگلیوں سے تیرے دامانِ رحمت کو تھام لیا ہے۔

ش: یہ دعا بھی حضرت علیؑ کی جانب سے سفارش شدہ ہے۔

ڈ: جی ہاں۔

ش: کیسے یہ دعائیں ہماری کتابوں میں نہیں ہیں۔

ڈ: افسوس کے ساتھ آپ کی کتابوں میں دعائیں بہت کم ہیں۔ اس دعا کے کچھ جملوں پر توجہ فرمائیں جو حضرت امام علی بن حسینؑ نے ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم فرمائی ہے۔

بِکَ عَرَفْتُکَ وَاَ نْتَ دَلَلْتَنِی عَلَیْکَ وَدَعَوْتَنِی إلَیْکَ ، وَلَوْلاَ نْتَ لَمْ اَدْرِ مَااَنْتَ

میں نے تیرے ہی ذریعے تجھے پہچانا تو نے اپنی طرف میری راہنمائی کی اور مجھے اپنی طرف بلایا ہے اور اگر تو مجھے نہ بلاتا تو میں سمجھ ہی نہ سکتا کہ تو کون ہے

اَلْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِی اَدْعُوهُ فَیُجِیبُنِی وَ إنْ کُنْتُ بَطِیئاً حِینَ یَدْعُونِی

حمد ہے اس خدا کے لئے جسے پکارتا ہوں تو جواب دیتا ہے اگرچہ جب وہ مجھے پکارے تو میں سستی کرتا ہوں

وَاَلْحَمْدُلِلّهِ الَّذِی اَسْئَلُهُ فَیُعْطِینِی وَ إنْ کُنْتُ بَخِیلاً حِینَ یَسْتَقْرِضُنِی

حمد ہے اس اللہ کے لئے کہ جس سے مانگتا ہوں تو مجھے عطا کرتا ہے اگرچہ وہ مجھ سے قرض کا طالب ہو تو کنجوسی کرتا ہوں

وَاَلْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِی اُنادِیهِ کُلَّما شِئْتُ لِحاجَتِی وَاَخْلُو بِهِ حَیْثُ شِئْتُ لِسِرِّی بِغَیْرِ شَفِیعٍ فَیَقْضِی لِی حاجَتِی

حمد ہے اس اللہ کے لئے کہ جب چاہوں اسے اپنی حاجت کے لئے پکارتا ہوں اور جب چاہوں تنہائی میں بغیر کسی سفارشی کے اس سے راز و نیاز کرتا ہوں تو وہ میری حاجت پوری کرتا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی لاَ اَدْعُو غَیْرَہُ وَلَوْ دَعَوْتُ غَیْرَہُ لَمْ یَسْتَجِبْ لِی دُعائِی

حمد ہے اس اللہ کے لئے کہ جس کے سوا میں کسی کو نہیں پکارتا اور اگر اس کے غیر سے دعا کروں تو وہ میری دعا قبول نہیں کرے گا

ش: یہ دعائیں بھی کامل توحید کو بیان کرتی ہیں۔

ڈ: لیکن مسجد النبیؐ اور مسجد الحرام میں آپ کے احباب ہمیں کہ جو ان دعاؤں سے خدا کو پکارتے ہیں، مشرک پکارتے ہیں۔

ش: نعوذ باللہ۔ یہ تو شہاد تین سے بڑھ کر ہیں۔

د: جی ہاں لیکن افسوس کے ساتھ مسجد النبیؐ اور مسجد الحرام کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہلکار ان دعاؤں کو دیکھے بغیر ان کے پڑھنے والوں کو مشرک اور کافر کی نسبت دیتے ہیں۔

ش: ان جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا أَ نَا یَارَبِّ وَمَا خَطَرِی ھَبْنِی بِفَضْلِکَ، وَتَصَدَّقْ عَلَیَّ بِعَفْوِک

اور اے میرے پروردگار! میں کیا اور میری اوقات کیا تو ہی اپنے فضل سے مجھے بخش دے اور اپنے عفو سے مجھ پر عنایت فرما

اَیْ رَبِّ جَلِّلْنِی بِسِتْرِکَ،وَاعْفُ عَنْ تَوْبِیخِی بِکَرَمِ وَجْھِکَ

اے میرے رب! مجھے اپنی پردہ پوشی سے ڈھانپ اور اپنے خاص کرم سے میری سرزنش ٹال دے

فَلَوِ اطَّلَعَ الْیَوْمَ عَلَی ذَ نْبِی غَیْرُکَ مَا فَعَلْتُہ،وَلَوْ خِفْتُ تَعْجِیلَ الْعُقُوبَۂ لاَجْتَنَبْتُہُ

اگر آج تیرے سوا کوئی دوسرا میرے گناہ کو جان لیتا تو یہیں یہ کبھی نہ کرتا اور اگر مجھے جلد سزا ملنے کا خوف ہوتا تو ضرور گناہ سے دور رہتا

لاَ لِاَ نَّکَ اَھْوَنُ النَّاظِرِینَ إِلَیَّ وَاَخَفُّ الْمُطَّلِعِینَ عَلَیَّ

لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ تو دیکھنے والوں میں کمتر اور جاننے والوں میں کم رتبہ ہے

بَلْ لاِ نَّکَ یَا رَبِّ خَیْرُ السَّاتِرِینَ، وَاَحْکَمُ الْحاکِمِینَ، وَ اَکْرَ مُ الْاَکْرَمِینَ

بلکہ اس وجہ یہ ہے اے پروردگار کہ تو بہترین پردہ پوش سب سے بڑا حاکم اور سب سے زیادہ کرم کرنے والا

سَتَّارُ الْعُیُوبِ، غَفَّارُ الذُّنُوبِ، عَلاَّمُ الْغُیُوبِ، تَسْتُرُ الذَّنْبَ بِکَرَمِکَ،وَتُؤَخِّرُ الْعُقُوبَۂ بِحِلْمِکَ

عیبوں کو ڈھانپنے والا گناہوں کا معاف کرنے والا چھپی باتوں کا جاننے والا ہے تو اپنے کرم سے گناہ کو ڈھانپتا اور اپنی نرم خوئی سے سزا میں تاخیر کرتا ہے

ش: اللہ تعالیٰ کے لئے کیا تعجب آمیز دلیل لے کر آئے ہیں۔اس دعا نے میرا چالیس سالہ سوال حل کر دیا کہ کیوں ہم ایک پانچ سالہ بچے کے سامنے تو گناہ نہیں کرتے لیکن اگر کوئی نہ ہو تو خدا کو نظروں میں نہیں رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ دعا کہتی ہے کہ اگر میں تیرے حضور میں گناہ کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے تو ستار العیوب (عیبوں کو چھپانے والا) ہے۔

ڈ: دعا کے اس ٹکڑے کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی کُلَّما قُلْتُ قَدْ تَھَیَّاْتُ وَتَعَبَّاْتُ وَقُمْتُ لِلصَّلاۃِ بَیْنَ یَدَیْکَ

اے معبود! جب بھی میں کہتا ہوں کہ میں آمادہ و تیار ہوں اور تیرے حضور نماز گزارنے کو کھڑا ہوتا ہوں

وَناجَیْتُکَ اَ لْقَیْتَ عَلَیَّ نُعاساً إذااَنَا صَلَّیْتُ، وَسَلَبْتَنِی مُناجاتَکَ إذااَ نَا ناجَیْتُ

اور تجھ سے مناجات کرتا ہوں تو مجھے اونگھ آلیتی ہے جب کہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور جب میں تجھ سے راز و نیاز کرنے لگوں تو اس حال میں بر قرار نہیں رہتا

مالِی کُلَّما قُلْتُ قَدْ صَلُحَتْ سَرِیرَتِی وَقَرُبَ مِنْ مَجالِسِ التَّوَّابِینَ مَجْلِسِی

مجھے کیا ہو گیا میں کہتا ہوں کہ میرا باطن صاف ہے میں توبہ کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھتا ہوں

عَرَضَتْ لِی بَلِیَّۃٌ زالَتْ قَدَمِی وَحالَتْ بَیْنِی وَبَیْنَ خِدْمَتِکَ

ایسے میں کوئی آفت آپڑتی ہے جس سے میرے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور میرے اور تیری حضوری کے درمیان کوئی چیز آڑ بن جاتی ہے

سَیِّدِی لَعَلَّکَ عَنْ بابِکَ طَرَدْتَنِی، وَعَنْ خِدْمَتِکَ نَحَّیْتَنِی،اَوْ لَعَلَّکَ رَاَیْتَنِی مُسْتَخِفّاً بِحَقِّکَ فَاَ قْصَیْتَنِی

میرے سردار! شاید کہ تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے ہٹا دیا ہے اور اپنی خدمت سے دور کر دیا ہے یا شاید تو دیکھتا ہے کہ میں تیرے حق کو سبک سمجھتا ہوں پس مجھے ایک طرف کر دیا

اَوْ لَعَلَّکَ رَاَیْتَنِی مُعْرِضاً عَنْکَ فَقَلَیْتَنِی اَوْ لَعَلَّکَ وَجَدْتَنِی فِی مَقامِ الْکاذِبِینَ فَرَفَضْتَنِی

یا شاید تو نے دیکھا کہ میں تجھ سے روگرداں ہوں تو مجھے برا سمجھ لیا یا شاید تو نے دیکھا کہ میں جھوٹوں میں سے ہوں تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا

اَوْ لَعَلَّکَ رَاَیْتَنِی غَیْرَ شاکِرٍ لِنَعْمائِکَ فَحَرَمْتَنِی، اَوْ لَعَلَّکَ فَقَدْتَنِی مِنْ مَجالِسِ الْعُلَماءِ فَخَذَلْتَنِی

یا شاید تو دیکھتا ہے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا تو مجھے محروم کر دیا یا شاید کہ تو نے مجھے علماء کی مجالس میں نہیں پایا تو اس بنا پر مجھے ذلیل کر دیا ہے

أَوْ لَعَلَّکَ رَأَیْتَنِی فِی الْغافِلِینَ فَمِنْ رَحْمَتِکَ آیَسْتَنِی

یا شاید تو نے مجھے غافل دیکھا تو اس پر مجھے اپنی رحمت سے مایوس کر دیا ہے
اَوْ لَعَلَّکَ رَأَیْتَنِی آلِفَ مَجالِسِ الْبَطَّالِینَ فَبَیْنِی وَبَیْنَهُمْ خَلَّیْتَنِی،اَوْ لَعَلَّکَ لَمْ تُحِبَّ اَنْ تَسْمَعَ دُعائِی فَباعَدْتَنِی

یا شاید تو نے مجھے بے کار باتیں کرنے والوں میں دیکھا تو مجھے انہی میں رہنے دیا یا شاید تو نے میری دعا کو سننا پسند نہیں کیا تو مجھے دور کر دیا
اَوْ لَعَلَّکَ بِجُرْمِی وَجَرِیرَتِی کافَیْتَنِی،اَوْ لَعَلَّکَ بِقِلَّةِ حَیائِی مِنْکَ جازَیْتَنِی

یا شاید تو نے مجھے میرے جرم اور گناہ کا بدلہ دیا ہے یا شاید میں نے تجھ سے حیا کرنے میں کمی کی تو مجھے یہ سزا ملی ہے
فَإِنْ عَفَوْتَ یَا رَبِّ فَطالَمَا عَفَوْتَ عَنِ الْمُذْنِبِینَ قَبْلِی لِاَنَّ کَرَمَکَ اَأَیْ رَبِّ یَجِلُّ عَنْ مُکافاةِ الْمُقَصِّرِینَ

پس اے پروردگار! مجھے معاف کر دے کہ مجھ سے پہلے تو نے بہت سے گناہگاروں کو معاف فرمایا ہے اس لئے کہ اے پالنے والے تیری بخشش کوتاہی کرنے والوں کی سزا سے بزرگتر ہے

ش: یہ گناہ شناسی کا درس ہے۔ وہ بھی ایسے گناہ جن کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ دعا عرب ممالک کے لئے بہت بہتر ہے کہ جہاں لوگ علمائے سے دور بھاگتے ہیں تاکہ جان لیں کہ یہ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی درگاہ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ واقعاً بہت محظوظ ہوا ہوں۔ دعا کا کوئی اور ٹکڑا بھی جو آپ کو پسند ہو، دکھائیں۔

د: یہ لیجئے ایک دوسرے استدلال کو ملاحظہ فرمائیں۔
وَ إِنْ کُنْتَ لاَ تُکْرِمُ إِلاَّ اَهْلَ الْوَفاءِ بِکَ فَبِمَنْ یَسْتَغِیثُ الْمُسِیئُونَ

اور اگر تو صرف اپنے وفاداروں کو عزت عطا فرمائے گا تو پھر خطاکار لوگ کس سے داد وفریاد کریں گے
إِلهِی إِنْ اَأَدْخَلْتَنِی النَّارَ فَفِی ذلِکَ سُرُورُ عَدُوِّکَ، وَ إِنْ اَأَدْخَلْتَنِی الْجَنَّةَ فَفِی ذلِکَ سُرُورُ نَبِیِّکَ

میرے معبود! اگر تو مجھے جہنم میں ڈالے گا تو اس میں تیرے دشمنوں ہی کو خوشی ہو گی اور اگر تو نے مجھے جنت میں داخل کیا تو اس میں تیرے نبی (ص) کو مسرت ہو گی
وَأَنَا وَاللهِ اَأَعْلَمُ اَأَنَّ سُرُورَ نَبِیِّکَ اَحَبُّ إِلَیْکَ مِنْ سُرُورِ عَدُوِّکَ

اور قسم بخدا کہ میں یہ جانتا ہوں کہ تجھے اپنے دشمنکی خوشی کی نسبت اپنے نبی (ص) کی خوشی منظور ہے۔

مفاتیح الجنان میں خلفاء پر لعن نہیں ہے

ش: یہ جو دعائیں آپ نے دکھائیں ہیں، خدا کے ساتھ ہمکلام ہونے میں معجزہ تھیں لیکن میں نے سنا ہے کہ کتاب مفاتیح الجنان میں خلفاء کی توہین اور ان پر لعن ہے۔

ڈ: تو آپ اسی لئے اسے لے کر جانا چاہ رہے ہیں؟

ش: نہیں، نہیں، لیکن اس بارے میں آپ کے پاس کوئی وضاحت ہے۔

ڈ: جی ہاں۔ پہلے تو یہ کہ اس کتاب میں افراد پر صراحت کے ساتھ لعن نہیں ہے سوائے ان کے جنہوں نے خود ہی لعنِ خلفاء کی بنیاد ڈالی ہو۔

ش: اور حتماً وہ معاویہ ہے کہ جس نے لعنِ علیؑ کی بنیاد ڈالی تھی۔

ڈ: جی ہاں اور افسوس کے ساتھ یہ عمل اتنا رائج ہو گیا تھا کہ تاریخ کے بیان کے مطابق ایک پیش امام جو حضرت علیؑ پر لعن کرنا بھول گیا تھا، راستے میں رکا اور اس کا ازالہ کرنے کے لئے سو بار لعن کی اور اسی جگہ پر مسجدِ لعن بنائی گئی۔ اس بنا پر معاویہ پر لعن صراحت کے ساتھ (نام لے کر) پائی جاتی ہے کیونکہ اس نے خود خلیفہ پر لعن کو واجب کیا تھا۔ ہم نے بھی معاویہ کی تمام باتوں میں سے اس کی صرف ایک اِسی بات کو خود اُسی کے متعلق مانا ہے۔ یعنی یہ کہ ہم خود اُسی کو لعن کریں۔ البتہ ان پر بھی کہ جنہوں نے دختر رسولؐ کے فرزند گرامیؑ کو شہید کیا اور ان کے اہل بیتؑ کو اسیر کیا، لعن ہوئی ہے۔

ش: لیکن کہا گیا ہے کہ آپ لوگوں نے خلفائے راشدین پر بھی لعن کی ہے۔

ڈ: ایک ٹکڑا ہے ممکن ہے کہا جائے کہ وہ لوگ مقصود ہیں، اگرچہ ان کے نام نہیں ہیں۔ وہ زیارتِ عاشورا میں ہے کہ جہاں کہتے ہیں: »اللھمّ العن اوّل ظالمٍ ظلم حقَّ محمّد و آل محمّد« اور پھر دوم، سوم، چہارم اور یزید کا ذکر کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے والے تین افراد، پہلے تین خلیفہ ہیں جبکہ چوتھا معاویہ ہے۔

ش: اچھا یہ تو بہت ہی برا ہے کہ مسلمانوں کے موردِ احترام خلیفہ کی توہین ہو۔

ڈ: اس توہینِ خلیفہ کی بنیاد معاویہ نے ڈالی تھی، ہم نے نہیں۔

ش: اس کو سب لوگ غلط سمجھتے ہیں۔ کوئی اپنے بچے کا نام بھی معاویہ نہیں رکھتا۔

ڈ: بالکل صحیح ہے لہٰذا ہم بھی خلفاء کی توہین نہیں کرتے ہیں۔

ش: تو اس اولی، دومی اور سومی سے کون مراد ہے۔

ڈ: ہم بھی نہیں جانتے کہ مشخص طور پر کون مراد ہے، اگرچہ بعض علمائے حدیث کے مطابق زیارت کا یہ ٹکڑا اور حتیٰ کہ اس سے پہلے والا سلام بھی شروع شروع میں سفارش کی گئی زیارت کا حصہ نہیں تھا۔

ش: تو یہ کس طرح اس کتاب میں آ گئے ہیں۔

ڈ: کیونکہ دعا کے نسخے مختلف ہیں، کتاب مفاتیح الجنان آخری نسخوں کو لے کر آئی ہے۔

ش: تو کیوں آپ لوگ اسے لکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔

ڈ: کیونکہ کوئی صراحت نہیں ہے کہ کس کا نام ہے۔ ہم کیوں کہیں کہ اول من ظلم ، خلیفہ اول ہیں اور چہارم معاویہ ہے۔ معاویہ کو تو ہم صراحتاً لعن کرتے ہیں لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ کنایے میں کہیں۔ جبکہ یہ اضافہ کئے گئے جملے در حقیقت ان اصلی افراد کو لعن کرتے ہیں جنہوں نے اہل بیتؑ پر ظلم کیا ہے۔

ش: لیکن بہتر ہے کہ حساسیت کو ختم کرنے کے لئے ان کو بھی دعا سے حذف کر دیں۔

ڈ: میں کوئی ملک کے مطبوعات کا ذمہ دار تھوڑی ہوں۔ لیکن کیونکر معاویہ کے زمانے میں حضرت علیؑ پر لعن حذف نہ ہوئی در حالیکہ وہ لعن صراحت کے ساتھ ، اعلانیہ طور پر اور منبروں کے اوپر سے تھی۔

ش: میں نے کہا کہ حتماً معاویہ غلط کرتا تھا اور وہ گزشتہ سے متعلق ہے۔

ڈ: بہت بہتر، آئیں اور حال کو سدھاریئے۔ آپ پیغمبر اکرمؐ کے حرم اور مسجد الحرام کے اطراف کے ان مامورین اور اہلکاروں کو سنبھالیئے کہ بقیہ مسلمانوں اور خاص طور پر شیعوں کو مشرک اور کافر نہ کہیں۔ جب بھی ان لوگوں نے ہمیں کھلے عام مشرک کہنا بند کر دیا تو ہم بھی یہ تاکید کریں گے کہ ان حصوں کو اونچی آواز میں نہ پڑھیں۔

ش: یہ سب میرے اختیار میں تھوڑی ہے۔

ڈ: تو کیا پرنٹنگ پریس میرے اختیار میں ہیں کہ کہوں زیارت کے اس حصے کو چونکہ معلوم نہیں کہ معصومؑ سے ہو یا زیارت کا حصہ، نہ لکھیں، یا لوگ میرے اختیار میں ہیں کہ کہوں نہ پڑھیں۔

ش: پس لوگوں کو روکنے سے ناتوانی میں ہم دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

ڈ: جی ہاں لیکن ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ آپ ایک مسلمہ حرام امر اور وہ مسلمانوں کو مشرک کہنے سے روکنے میں ناتوان ہیں جبکہ میں ایک نامعلوم ارشادی (عقلی) امر میں۔

ش: لیکن میں ایک یاد دہانی کراوں کہ عالم اسلام میں وہابیوں کا یہ کام عمومیت نہیں رکھتا کہ شیعوں یا بقیہ مسلمانوں کو مشرک سمجھیں۔ اور ساتھ ہی مجھے دیر بھی ہونے لگی ہے۔ مجھے جانا چاہئے۔ بلآخر کون سی کتاب لے کر جاؤں؟

ڈ: صحیفہ سجادیہ اور منتخب مفاتیح الجنان کہ جس میں انتخاب شدہ دعائیں ہیں کو لے جائیں تاکہ آپ کے ہوٹل میں حساسیت ایجاد نہ ہو۔ لیکن اگر آپ کے ہوٹل میں حساسیت ایجاد نہیں نہ کرے تو کامل مفاتیح الجنان کو بھی لے جا سکتے ہیں۔

ش: بہت بہتر پس ان شاء اللہ کل نماز ظہر کے بعد ہمارے ہوٹل میں چلیں گے۔

ڈ: آپ کے خیال میں یہاں زیادہ پر سکون نہ ہوگا، کیونکہ میرا پاکٹ کمپیوٹر بھی ہے اور آپ کے بقیہ ہمفسروں کی حساسیت بھی نہیں بڑھکے گی۔ اس لئے کہ اگر ہم وہاں آجائیں تو ہو سکتا ہے وہ سب مداخلت کرنا چاہیں چونکہ وہ عربی بولنے والے ہیں، نتیجتاً وہ ہماری بحث میں داخل ہو جائیں گے۔

ش: لیکن اس طرح بھی تو میں روزانہ آپ کے ہاں مخل ہو رہا ہوں۔

ڈ: ہمارے یہاں فارسی میں ایک کہاوت ہے کہ آپ خلل انداز نہیں بلکہ باعث رحمت ہیں۔

ش: پس ہمارا کل کا وعدہ، ظہر کی نماز کے بعد باب جبرائیل کے سامنے۔

شیخ صاحب کچھ مقدار میں پستے، گز اور دو کتابوں کے ساتھ رخصت ہوئے جبکہ ہم نے نمازِ مغرب تک مختصر سی آنکھیں جھپکنے کی تیاری کی۔ البتہ اگر کربلائی صاحب اور ضرغام صاحب اجازت دیں تو، کیونکہ دونوں حرم النبیؐ سے واپس آچکے ہیں اور سونا چاہ رہے ہیں۔

تھوڑا آرام کرنے کے بعد ہم نے مغرب کی نماز کے لئے تیاری کی اور پھر مسجد النبیؐ چلے گئے۔ شیخ صاحب بھی ہم سے کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے۔ میں کھڑا ہوا تاکہ حجرے کی جانب رخ کر کے پیغمبر اکرمؐ کی زیارت پڑھوں، اتنے میں مسجد کا ایک اہلکار آیا اور مجھ سے کہا: کتاب بند کرو اور قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو، حجرے کی طرف رخ نہیں کرو۔ میں نے کہا: لیکن میں نے تو امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی کے فتویٰ کے مطابق حجرے کی طرف رخ کیا ہے۔ اہلکار نے کہا: وہ یہ نہیں کہتے ہیں۔ میں نے کہا: کیوں نہیں، کہتے ہیں حتیٰ کہ مجموع فتاوائے ابن تیمیہ میں بھی ہے۔ اس نے کہا: جھوٹ بولتے ہو، نہیں ہے۔ میں نے کہا: لیکن آپ غلطی کر رہے ہیں کیونکہ میرے پاس یہ سند ہے۔ اس نے کہا: نہیں ہے۔ پھر شرک و کفر کہنا شروع کر دیا۔ اس مقام پر شیخ ابراہیم اٹھے اور بولے: یہ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اہلکار نے کہا: آپ کا تعلق کہاں سے ہے۔ شیخ صاحب نے کہا: مصر سے۔ اہلکار نے کہا: آپ نے خود دیکھا ہے کہ زیارت کے لئے حجرے کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ شیخ صاحب نے کہا: ہاں میں نے خود دیکھا ہے۔ اہلکار نے کہا: لیکن ہم سے تو کہا گیا ہے کہ یہ کام نہ کریں۔ یہ ایک حکومتی فرمان ہے۔ شیخ صاحب نے کہا: لیکن آپ مسجد النبیؐ کے اندر لوگوں پر جھوٹ کی تہمت نہ لگائیں، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی زیارت میں آپؐ کے حجرے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن دعا کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ میں نے شیخ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور پھر ہم نے نمازِ مغرب کے لئے تیاری کی۔

نماز کے بعد میری ایک عمانی طالب علم سے ملاقات ہوئی اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔ طالب علم مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، اس نے کہا: کیا پڑھ رہے ہیں؟ میں نے کہا: نماز کے بعد کی دعائیں۔ اس نے کہا: کیا ہے؟ میں نے کہا: پہلے تسبیحات ہیں اور پھر نماز کے بعد کی دعائیں۔ اس نے کہا: آپ نماز کے بعد کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: پہلے تسبیحات یعنی ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ہے، اس کے بعد مختلف دعائیں ہیں۔ مثال کے طور پر صبح کی نماز کے بعد یہ پڑھنا مستحب ہے:

بِسْمِ اللهِ وَ صَلَّى اللهُ عَلى مُحَمَّدٍ وآلِهِ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللهِ إِنَّ اللهَ بَصِيرٌ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ خدا رحمت فرمائے محمد (ص) و آل محمد (ص) پر اور میں اپنا معاملہ سپرد خدا کرتا ہوں بے شک خدا بندوں کو دیکھتا ہے

بِالْعِبادِ فَوَقَاهُ اللهُ سَيِّئاتِ مَا مَكَرُوا لاَ إِلهَ إِلاَّ أَنْتَ سُبْحانَكَ إِنِّي

پس خدا اس شخص کو ان برائیوں سے بچائے جو لوگوں نے پیدا کیں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاک ہے تیری ذات۔ بیشک

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذَلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِينَ حَسْبُنَااللهُ

میں ظالموں میں سے تھا تو ہم (خدا) نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں ہمارے لیے خدا کافی ہے

وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ مَا شَا ءَ اللهُ لاَ حَوْلَ وَلَا

اور بہترین سرپرست ہے پس (مجاہد) خدا کے فضل وکرم سے اسطرح آئے کہ انہیں تکلیف نہ پہنچی تھی جو اللہ چاہے وہ ہو گا نہیں کوئی طاقت وقوت مگر وہ

قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ، مَا شَاءَ اللهُ لاَ مَا شَاءَ النَّاسُ مَا شَاءَ اللهُ وَ إِنْ كَرِهَ النَّاسُ، حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ

جو اللہ سے ملتی ہے جو اللہ چاہے وہ ہو گا نہ وہ جو لوگ چاہیں اور جو اللہ چاہے وہ ہو گا اگرچہ لوگوں پر گراں ہو میرے لئے پلنے والوں کے بجائے پالنے والا

الْمَرْبُوبِينَ حَسْبِیَ الْخالِقُ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ حَسْبِیَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوقِينَ حَسْبِیَ اللهُ رَبُّ

کافی ہے میرے لئے خلق ہونے والوں کی بجائے خلق کرنے والا کافی ہے میرے لیے رزق پانے والوں کی بجائے رزق دینے والا کافی ہے۔ جہانوں کا

الْعالَمِينَ حَسْبِی مَنْ هُوَ حَسْبِی حَسْبِی مَنْ لَمْ يَزَلْ حَسْبِی حَسْبِی مَنْ كَانَ مُذْ

پالنے والا ؛اللہ؛ میرے لیے کافی ہے۔ وہ جو میرے لیے کافی ہے وہی میرے لیے کافی ہے وہ جو ہمیشہ سے کافی ہے میرے لیے کافی ہے۔ وہ جو کافی

كُنْتُ لَمْ يَزَلْ حَسْبِی حَسْبِیَ اللهُ لاَ إِلهَ إِلاَّ هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ -

ہے میں جب سے ہوں اور کافی رہے گا، میرے لیے کافی ہے وہ اللہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

عمانی طالب علم بولا: کہتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو حضرت علیؑ سے چھوٹا سمجھتے ہیں، اس دعا میں تو حضرت علی کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

میں نے کہا: بہت کچھ کہا گیا ہے (کہی ہوئی باتیں بہت زیادہ ہیں)۔

اس طالب نے کہ جواب حیرت زدہ نظر آرہا تھا، کہا: یہ دعا کی کتاب مجھے دے سکتے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس یہی ایک نسخہ ہے اور حج کے اختتام تک مجھے اس کی ضرورت بھی ہے لیکن میں آپ کے لئے اس کے کچھ حصوں کی فوٹو کاپی نکلوا کر لا سکتا ہوں۔ اس نے میرا شکریہ کیا اور عشاء کی نماز شروع ہو گئی۔ افسوس کہ اس کے بعد مجھے وہ طالب علم نظر نہیں آیا۔

۲۳ ذی القعدہ کا دن

معمول کے مطابق ہم فجر کی نماز کے بعد جنت البقیع سے ہوتے ہوئے ہوٹل آ گئے اور پھر ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ ظہر کی نماز کے لئے مسجد النبیؐ گئے۔ میں نے ظہر کی نماز پڑھی، حاج عباس بھی میرے ہمراہ ہیں۔ ہم مسجد سے باہر آتے ہیں اور شیخ صاحب کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ سکیورٹی اہلکار کہتے ہیں یہاں سے چلے جاؤ، بھیڑ لگ جائے گی۔ آخر کار ہم اتنا ادھر اُدھر ہوتے رہتے ہیں کہ شیخ صاحب آ جاتے ہیں اور ہم مل کر ہوٹل کی طرف چل پڑتے ہیں۔

ش: موسم بہت اچھا ہے، اتنا گرم نہیں ہے اور ان شاء اللہ عرفات اور منیٰ میں بھی موسم اچھا ہی رہے۔

ڈ: ان شاء اللہ اچھا ہی رہے گا۔

ش: اچھا یاد آیا کہ کل رات کو آپ کے ساتھ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟

ڈ: آپ کی حمایت کے بدولت کوئی مشکل ہی نہیں رہی لیکن اگر آپ نہ ہوتے تو ہم تو چلے گئے تھے مسجد النبیؐ کے سکیورٹی آفس میں۔

ش: میرے خیال میں صرف تنبیہ و نصیحت کرتے ہیں لیکن ان کے پاس کوئی جگہ ہی نہیں کہ جہاں لے جائیں۔

ڈ: ایسا نہیں ہے۔ کل رات کو ہمارا ایک ساتھی حرم النبیؐ کے باہر اپنے گھر والوں کی تصویریں بنا رہا تھا۔ تصویریں بنانے کے دوران ایک خاتون کیمرے کے سامنے سے گزری تو ان صاحب کی تصویر میں اس کی بھی تصویر بن گئی۔ بچارے کیمرہ مین کو لے گئے اور اس کے بال کاٹنا چاہ رہے تھے۔ میں نے جا کر مصالحت کی تو در نہایت حلفیہ لکھوا کر لیا کہ آئندہ کسی نامحرم کی تصویر نہیں بنائے گا۔ ہم تقریباً چار گھنٹے تک پھنسے رہے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ خود وہ اہلکار جو واقعہ کا عینی شاہد تھا اور اسی نے رپورٹ کی تھی، کوشش کر رہا تھا کہ اسے چھوڑ دیں (کیونکہ میں نے قسم دی تھی کہ جھوٹ نہیں بولے گا) لیکن مافوق اہلکار اس کی بات نہیں مان رہے تھے۔

ش: کیمرہ مین کا قصور نہیں تھا، تو کیا اس خاتون نے جس کی تصویر بن گئی تھی، رپورٹ درج کرا دی تھی؟

ڈ: نہیں اس نے رپورٹ درج نہیں کرائی تھی لیکن سکیورٹی اہلکاروں کو اعتراض تھا۔

ش: انہیں کس بہانے کی بناء پر اعتراض تھااور اسے پکڑا ہوا تھا؟

ڈ: یہ کہ اس نے نامحرم کی تصویر بنائی ہے۔

ش: ان شدت پسندیوں کے ہوتے ہوئے خدا ہی ہم پر رحم کرے۔

ڈ: یہ تو بہتر ہے۔ یہ لوگ تو سب کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں۔

ش: نعوذ باللہ اگر ابن تیمیہ بھی ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔

ڈ: لیکن میرے خیال میں یہ اس کے شاگرد ہیں، کیونکہ یہ باتیں اس کی کتابوں میں درج ہیں۔

ش: مگر عمل کرنا اور کافر اور مشرک کہنا صحیح نہیں ہے۔

ڈ: عام طور پر نادان مرید خود مرادوں سے زیادہ بدتر عمل کرتے ہیں۔

ش: جی ہاں یہ ٹھیک ہے۔

ڈ: مثال کے طور پر خود ابن تیمیہ جو اپنے آپ کو امام احمد بن حنبل کا پیروکار سمجھتا ہے، امام احمد بن حنبل کے فتاویٰ کی ایک بڑی مقدار کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ اس کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس کے زمانے کے بہت سے علماء اور خاص طور پر اس کے بھائی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے کہ اس کے زیادہ تر فتوے تمام آئمہ اربعہ یعنی امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کی نظر کے برخلاف ہیں۔

ش: جی ہاں ان کی کچھ مخالفتیں ہوئی ہیں لیکن انہوں نے بہت سی نئی باتیں بھی کی ہیں۔

ڈ: دین میں نئی باتیں دین کے استحکام کا باعث ہونے کی بجائے زیادہ تر بدعت ہو جاتی ہیں۔

اتنے میں ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ ہم ڈائنگ ہال میں چلے گئے۔ آج ڈائنگ ہال میں میرے شہر کے کچھ لوگ (جسرم کے رہنے والے) مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور شیخ صاحب سے درخواست کی کہ ہم کھانا میرے شہر والوں کی میز پر کھائیں۔ شیخ صاحب مان گئے اور کھانے کے دوران مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ خوش قسمتی سے ہمارے شہر والوں نے بچپن اور اسکول کے زمانے کی بعض یادوں کو تازہ کیا۔ خاص طور پر ہمارے محلّہ کی قدیمی مسجد میں منعقد ہونے والے پروگراموں اور قرآن مجید کے استاد کی جن کے ساتھ روزانہ رات کو کیا خوب قرآن مجید کی کلاسیں ہوتی تھیں۔ کھانے کے کچھ دیر کے بعد وہ ہم سے رخصت ہوگئے اور میں شیخ صاحب کے ساتھ کمرے میں چلا گیا تاکہ گفتگو کا آغاز کریں۔ ہم نے پہلے چائے اور تھوڑی سی مٹھائی کھائی اور پھر گفتگو شروع کر دی۔

تشیع میں دعا کا تسلسل

ش: کل رات کو میں نے ان دعاؤں کو دیکھا۔ نہایت عجیب ہیں۔ میں نے صفحات کے درمیان علامت رکھ ہوئی ہے۔ کتاب میرے ہمراہ ہے ان حصوں کو دیکھیں۔ نہیں معلوم آپ نے بھی ان دعاؤں کی طرح جو مجھے کل دکھائی تھیں، غور کیا ہے یا نہیں، مثال کے طور پر یہ دعا جو اتوار کے دن کی دعا ہے۔

ڈ: جی ہاں بہت ہی دلچسپ ہے۔

ش: ہاں یہ تو بتائیں کہ آپ کے علماء ان دعاؤں کے نام کس طرح انتخاب کرتے ہیں۔

ڈ: دعاؤں کے نام کی کوئی اتنی اہم بنیاد نہیں ہے۔ بعض اوقات ان اشخاص کے نام پر ہیں جنہیں یہ دعائیں تعلیم کی گئی ہیں، مانند کمیل یا ابو حمزہ ثمالی۔ کچھ نام وقت کی مناسبت سے ہیں، مانند دعائے صباح جو صبح کے وقت کے لئے ہے یا دعائے عرفہ جو عرفہ کے دن کے لئے ہے۔ کچھ نام دعا میں پائے جانے والے مضامین کی مناسبت سے ہیں، مانند دعائے مکارم الاخلاق اور عالیۃ المضامین۔ کچھ دعاؤں کے نام ان کے ابتدائی کلمات کو مد نظر رکھ کر رکھے گئے ہیں، مانند دعائے افتتاح یا وہی دعائے صباح جو ہم دیکھی تھی، اس کا نام ممکن ہے اس وجہ سے بھی ہو۔ البتہ دعاؤں کی اچھی خاصی تعداد کا نام رسمی طور پر متعارف ہوا ہے۔ لیکن دعا کا نام ان وجوہات یا اور کسی بھی وجہ سے ہو، کوئی اہم بات نہیں ہے، اہمیت ان کے مضامین کی ہے۔

ش: آپ نے بجا کہا لیکن میں چاہ رہا ہوں کہ ہماری آج کی اصلی بحث ان دعاؤں کے بارے میں ہو، کیونکہ خدا اور انسان کے تعلق کو واضح کرتی ہیں۔ ان دعاؤں سے انسان ایک طرف سے خائف اور دوسری طرف سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کی امیدیں بڑھ جاتی ہیں۔

ڈ: مجھے بھی آپ کی بات سے اتفاق ہے۔ فرمائیں شروع کرتے ہیں۔

ش: پہلے ان ایام ہفتہ، مخصوصاً اتوار اور منگل کی دعاؤں کو دیکھتے ہیں۔ یہ اتوار کے دن کی دعا،

دعا کے پہلے حصہ کو دیکھیں:

بِسْمِ اللهِ الَّذِی لاَ أَرْجُو إلاَّ فَضْلَهُ، وَلاَ أَخْشیه إلاَّ عَدْلَهُ، وَلاَ أَعْتَمِدُ

اس اللہ کے نام سے جسکے فضل و کرم ہی کا امید وار ہوں اور اس کے عدل ہی سے ڈرتا ہوں اور اسی کے قول پر بھروسہ رکھتا ہوں

إلاَّ قَوْلَهُ، وَلاَ أُمْسِکُ إلاَّ بِحَبْلِهِ، بِکَ أَسْتَجِیرُ یَا ذَا الْعَفْوِ وَالرِّضْوانِ مِنَ الظُّلْمِ

اور اسی کی رسی پکڑے ہوئے ہوں اور در گزر کرنے اور راضی ہو جانے والے (خداوند) میں ظلم

وَالْعُدْوانِ، وَمِنْ غِیَرِ الزَّمانِ، وَتَواتُرِ الْاَحْزانِ، وَطَوارِقِ الْحَدَثانِ، وَمِنِ انْقِضَاءِ

و دشمنی سے۔ اور زمانے کے تغیرات سے اور پے در پے غموں سے اور پیش آنے والے حادثوں سے اور آخرت کیلئے خیر و نیکی کے

الْمُدَّةِ قَبْلَ التَّأَهُّبِ وَالْعُدَّةِ، وَ إیَّاکَ أَسْتَرْشِدُ لِمَا فِیهِ الصَّلاَحُ وَالْاِصْلاحُ، وَبِکَ

ذخیرہ کی فراہمی سے قبل زندگی ختم ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جس چیز میں بہتری و درستی ہے اس میں تیری

أَسْتَعِینُ فِیما یَقْتَرِنُ بِهِ النَّجَاحُ وَالاِنْجَاحُ، وَ إیَّاکَ أَرْغَبُ فِی لِبَاسِ الْعافِیَةِ

رہبری چاہتا ہوں اور اس چیز میں تیری مدد چاہتا ہوں جس میں کامیابی و سہولت ہو اور میں تجھ سے مکمل صحت و تندرستی کی تمنا رکھتا

وَتَمامِها وَشُمُولِ السَّلاَمَةِ وَدَوامِهَا، وَأَعُوذُ بِکَ یَا رَبِّ مِنْ هَمَزاتِ الشَّیَاطِینِ،

ہوں کہ جس میں ہمیشہ کی سلامتی بھی شامل ہو

ش: اگر انسان ہفتے میں ایک بار دعا کو پڑھے تو حقیقتاً اس کی روح مصفّا ہو جاتی ہے، وہ بھی چند زاویوں سے: پہلے یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا پشت پناہ سمجھتا ہے۔ پھر تمام بدیوں، ظلموں اور شیطان سے خدا کی پناہ مانگتا ہے۔ اس کے بعد عبادتوں کی قبولیت کی درخواست کرتا ہے اور اسی طرح خدا کی طرف سے تمام لوگوں کے مابین عزت کی درخواست کرتا ہے جبکہ آخر میں عاقبت بخیر ہونے اور اپنے انجام کے نیک ہونے کی درخواست کرتا ہے۔

ڈ: ہم تک جو دعائیں پہنچی ہیں سب کی سب نہایت ہی بلند مضامین کی حامل ہیں۔

ش: منگل کے دن کی دعا کو بھی دیکھتے ہیں۔ اس پہلے حصے کو دیکھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّهِ وَالْحَمْدُ حَقُّهُ کَمَا یَسْتَحِقُّهُ حَمْداً کَثِیراً، وَأَعُوذُ بِهِ مِنْ شَرِّ نَفْسِی إِنَّ

حمد خدا کے لیے ہے اور حمد اسی کا حق ہے جیسا کہ حمد کثیر اسی کے شایاں شان ہے اور میں اپنے نفس کے شر سے اس کی پناہ چاہتا ہوں

النَّفْسَ لاَمَّارَةٌ بِالسُّوئِ إِلاَّ مَا رَحِمَ رَبِّی، وَأَعُوذُ بِهِ مِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ الَّذِی

بے شک نفس برائی پر اکسانے والا ہے مگر یہ کہ میرا رب رحم کردے اور اسی کی پناہ لیتا ہوں شیطان کے شر سے

یَزِیدُنِی ذَنْباً إِلَی ذَنْبِی، وَأَحْتَرِزُ بِهِ مِنْ کُلِّ جَبَّارٍ فَاجِرٍ، وَسُلْطَانٍ جَائِرٍ، وَعَدُوٍّ

جو میرے لیے ایک گناہ پر دوسرے کا اضافہ کرتا رہتا ہے میں ہر جابر بدکار اور ظالم حکمران اور قوی دشمن کے مقابل خدا سے

قَاهِرٍ اَللّهُمَّ اجْعَلْنِی مِنْ جُنْدِکَ فَإِنَّ جُنْدَکَ هُمُ الْغَالِبُونَ وَاجْعَلْنِی مِنْ حِزْبِکَ فَإِنَّ

تحفظ چاہتا ہوں۔ اے معبود مجھے اپنے لشکر میں قرار دے کیونکہ تیرا لشکر ہی غالب رہنے

حِزْبَکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَاجْعَلْنِی مِنْ أَوْلِیائِکَ فَإِنَّ أَوْلِیائَکَ لاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ

والا ہے اور مجھے اپنے گروہ میں قرار دے کیونکہ تیرا ہی گروہ کامیاب ہونے والا ہے اور مجھے اپنے دوستوں میں شامل فرما کہ

هُمْ یَحْزَنُونَ، اَللّهُمَّ أَصْلِحْ لِی دِینِی فَإِنَّهُ عِصْمَةُ أَمْرِی، وَأَصْلِحْ لِی آخِرَتِی

تیرے دوستوں کو کچھ بھی خوف اور حزن و رنج نہ ہوگا۔ اے معبود میرے دین میں بہتری فرمادے کیونکہ یہ میری ذات کا نگہبان ہے

فَإِنَّها دَارُ مَقَرِّی، وَإِلَیْهَا مِنْ مُجاوَرَةِ اللِّئَامِ مَفَرِّی، وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیادَةً لِی فِی

اور میری آخرت کو سنوار دے کہ وہ میرا پکا ٹھکانہ ہے اور وہ پست لوگوں سے فرار کر جانے کی جگہ ہے اور میری زندگی میں ہر خیر و نیکی

كُلِّ خَيْرٍ، و اَلْوَ فَاةَ رَاحَةً لِی مِنْ كُلِّ شَرٍّ، اَللّٰهمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ خاتَمِ النَّبِيِّينَ،

کو بڑھادے اور میری موت کو ہر برائی سے بچ جانے کا ذریعہ بنا۔اے معبود محمد (ص) پر رحمت فرما جو نبیوں کے خاتم ہیں

وَتَمامِ عِدَّةِ الْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ، وَاَصْحَابِهِ الْمُنْتَجَبِينَ،

اور جن پر آکر رسولوں کی تعداد پوری ہوئی اور ان کی پاک و پاکیزہ آل پر اور ان کے صاحب عزت اصحاب پر رحمت فرما

ش: آپ کیوں کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے منتخب شدہ اصحاب پر سلام۔

ڈ: انہی دلائل کی بناپر جن سے ہم ابتداء میں اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ تمام صحابہ سلام کے قابل نہیں ہیں۔لہٰذا ہم اچھے صحابہ پر سلام بھیجتے ہیں۔

ش: دلچسپ ہے البتہ اب میں بھی اصحابِ منتخبین (منتخب شدہ اصحاب) پر سلام بھیجوں گا۔

ڈ: جیسے کہ میں نے کل کہا تھا انقلاب سے پہلے امام خمینیؒ نے تاکید کی تھی کہ اس دعا کو روزانہ پڑھیں۔

ش: خدا ان پر رحمت کرے، وہ حق بجانب تھے، کیونکہ اس دعا میں انسان پہلے اللہ تعالیٰ کے لئے شاندار حمد کرتا ہے، پھر اپنے نفس سے خدا کی پناہ مانگتا ہے اور اس کے بعد درخواست کرتا ہے اس کی حزب کا ایک سپاہی ہو اور اس کے اولیاء میں سے ہو، اس لئے کہ وہ کامیاب، نجات یافتہ اور بغیر خوف وحزن ہیں۔یہ دعا مجاہدینِ راہ خدا کے لئے بہتر ہے۔

ڈ: میں جب بھی کمزوری اور سستی کا احساس کرتا ہوں تو اس دعا کو پڑھتا ہوں۔

ش: یہ بھی نہایت ہی دلچسپ دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنا تَوْفِيقَ الطّاعَةِ، وَبُعْدَ الْمَعْصِيَةِ، وَصِدْقَ النِّيَّةِ، وَعِرْفانَ الْحُرْمَةِ،

اے معبود توفیق دے ہمیں اطاعت کرنے، نافرمانی سے دور رہنے، نیت صاف رکھنے اور حرمتوں کو پہچاننے کی

وَأَكْرِمْنا بِالْهُدى وَالاسْتِقامَةِ، وَسَدِّدْ أَلْسِنَتَنا بِالصَّوابِ وَالْحِكْمَةِ، وَامْلَأْ قُلُوبَنا

اور ہمیں راہ راست اور ثابت قدمی سے سرفراز فرما اور ہماری زبانوں کو خوبی و دانائی سے بولنے کی توفیق دے ہمارے دلوں

بِالْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ، وَطَهِّرْ بُطُونَنا مِنَ الْحَرامِ وَالشُّبْهَةِ، وَاكْفُفْ أَيْدِيَنا عَنِ الظُّلْمِ

کو علم و معرفت سے بھر دے اور ہمارے شکموں کو حرام اور مشکوک غذا سے پاک رکھ ہمارے ہاتھوں کو ستم

وَالسَّرِقَةِ، وَاغْضُضْ أَبْصارَنا عَنِ الْفُجُورِ وَالْخِيانَةِ، وَاسْدُدْ أَسْماعَنا عَنِ اللَّغْوِ

اور چوری کرنے سے بچائے رکھ اور ہماری آنکھوں کو بدی اور خیانت سے باز رکھ اور ہمارے کانوں کو چغلی اور بے فائدہ باتیں

وَالْغِيبَةِ وَتَفَضَّلْ عَلى عُلَمائِنا بِالزُّهْدِ وَالنَّصِيحَةِ وَعَلَى الْمُتَعَلِّمِينَ بِالْجُهْدِ وَالرَّغْبَةِ

سننے سے محفوظ فرما ہمارے علمائے دین پر زہد و نصیحت کی ارزانی فرما اور ہمارے طالب علموں کو محنت اور رغبت عطا کر

وَعَلَى الْمُسْتَمِعِينَ بِالاتِّباعِ وَالْمَوْعِظَةِ وَعَلى مَرْضَى الْمُسْلِمِينَ بِالشِّفائِ وَالرَّاحَةِ

وعظ سننے والوں کو نصیحت حاصل کرتے اور پیروی کرنے کی توفیق دے اور بیمار مسلمانوں کو شفایاب فرما

وَعَلى مَوْتاهُمْ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ وَعَلى مَشائِخِنا بِالْوَقارِ وَالسَّكِينَةِ وَعَلَى الشَّبابِ

اور آرام دے ان کے مرحومین پر مہربانی فرما ہمارے بوڑھوں کو وقار اور سکون عطا کر اور ہمارے جوانوں کو

بِالْانابَةِ وَالتَّوْبَةِ وَعَلَى النِّسائِ بِالْحَيائِ وَالْعِفَّةِ وَعَلَى الْاَغْنِيائِ بِالتَّواضُعِ وَالسَّعَةِ

توبہ و استغفار کی توفیق دے اور عورتوں کو حیا اور پاکدامنی عنایت فرما ہمارے تونگروں کی فروتنی اور سخاوت عطا کر دے

وَعَلَى الْفُقَرائِ بِالصَّبْرِ وَالْقَناعَةِ، وَعَلَى الْغُزاةِ بِالنَّصْرِ وَالْغَلَبَةِ، وَعَلَى الاْسَرائِ

اور مفلسوں کو صبر و قناعت بخش دے غازیوں کو مدد اور غلبہ دے قیدیوں کو

بِالْخَلاصِ وَالرَّاحَةِ، وَعَلَى الاْمَرائِ بِالْعَدْلِ وَالشَّفَقَةِ ، وَعَلَى الرَّعِيَّةِ بِالْانْصافِ

رہائی اور آرام دے حاکموں کو انصاف اور نرمی کی توفیق دے اور عوام کو حق شناسی اور نیک کردار بنا دے

وَحُسْنِ السِّيرَةِ، وَبارِكْ لِلْحُجَّاجِ وَالزُّوَّارِ فِي الزَّادِ وَالنَّفَقَةِ، وَاقْضِ ما أَوْجَبْتَ

حاجیوں اور زائروں کے زاد راہ اور خرچ میں برکت دے اور ان پر جو حج اور عمرہ تو نے

عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ -

واجب کیا ہے وہ اچھی طرح ادا کر دے اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

ڈ: یہ دعا حضرت امام مہدی منتظر (عج) سے منسوب ہے۔

ش: لیکن بہت ہی بنیادی دعا ہے۔ تمام لوگوں کی ذمہ داری کو ان کی شان و منزلت کے مطابق بیان کرتی ہے۔ جبکہ ماہ رجب کی دعا بھی دلچسپ تھی۔

یا یہ دعا

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ

شروع خدا کے نام سے کرتا ہوں جو رحمان اور رحیم ہے

يَا مَنْ أَرْجُوهُ لِكُلِّ خَيْرٍ، وَآمَنُ سَخَطَهُ عِنْدَ كُلِّ شَرٍّ، يَا مَنْ يُعْطِي الْكَثِيرَ

اے وہ جس سے ہر بھلائی کی امید رکھتا ہوں اور ہر برائی کے وقت اس کے غضب سے امان چاہتا ہوں اے وہ جو تھوڑے عمل پر زیادہ
بِالْقَلِيلِ، يَا مَنْ يُعْطِي مَنْ سَأَلَهُ، يَا مَنْ يُعْطِي مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ تَحَنُّناً

اجر دیتا ہے اے وہ جو ہر سوال کرنے والے کو دیتا ہے اے وہ جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا اور اسے بھی دیتا ہے جو اسے نہیں
مِنْهُ وَرَحْمَةً أَعْطِنِي بِمَسْأَلَتِي إِيَّاكَ جَمِيعَ خَيْرِ الدُّنْيا وَجَمِيعَ خَيْرِ الْآخِرَةِ

پہچانتا احسان و رحمت کے طور پر تو مجھے بھی میرے سوال پر دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اور نیکیاں عطا فرمادے اور میری طلبگاری پر
وَاصْرِفْ عَنِّي بِمَسْأَلَتِي إِيَّاكَ جَمِيعَ شَرِّ الدُّنْيا وَشَرِّ الْآخِرَةِ، فَإِنَّهُ غَيْرُ مَنْقُوصٍ

دنیا و آخرت کی تمام تکلیفیں اور مشکلیں دور کر کے مجھے محفوظ فرمادے کیونکہ تو جتنا عطا کرے تیرے ہاں کمی
مَا أَعْطَيْتَ، وَزِدْنِي مِنْ فَضْلِكَ يَا كَرِيمُ -

نہیں پڑتی اے کریم تو مجھ پر اپنے فضل میں اضافہ فرما۔
یا مناجات شعبانیہ کا یہ حصہ جو شعبان المعظم کے مہینے کے لئے ہے۔
إِلهِي هَبْ لِي قَلْباً يُدْنِيهِ مِنْكَ شَوْقُهُ، وَ لِساناً يُرْفَعُ إِلَيْكَ صِدْقُهُ، وَنَظَراً

میرے خدا! مجھے وہ دل دے جس میں تیرے قرب کا شوق ہو۔ وہ زبان عطا فرما جو تیرے حضور سچی رہے اور وہ نظر دے
يُقَرِّبُهُ مِنْكَ حَقُّهُ- إِلهِي إِنَّ مَنْ تَعَرَّفَ بِكَ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَمَنْ لاذَ بِكَ غَيْرُ مَخْذُولٍ

جس کی حق بینی مجھے تیرے قریب کرے، میرے خدا! بے شک جسے تو جان لے وہ نامعلوم نہیں رہتا جو تیری محبت میں آجائے وہ بے
وَمَنْ أَقْبَلْتَ عَلَيْهِ غَيْرُ مَمْلُولٍ - إِلهِي إِنَّ مَنِ انْتَهَجَ بِكَ لَمُسْتَنِيرٌ، وَ إِنَّ مَنِ

کس نہیں ہوتا اور جس پر تیری نگاہ کرم ہو وہ کسی کا غلام نہیں ہوتا، میرے خدا! بے شک جو تیری طرف بڑھے اسے نور ملتا ہے اور جو تجھ
اعْتَصَمَ بِكَ لَمُسْتَجِيرٌ، وَقَدْ لُذْتُ بِكَ يَا إِلهِي فَلا تُخَيِّبْ ظَنِّي مِنْ رَحْمَتِكَ،

سے وابستہ ہو وہ پناہ یافتہ ہے، ہاں میں تیری پناہ لیتا ہوں اے خدا؛ مجھے اپنے دوستوں میں قرار دے جن کا مقام یہ ہے
وَلاَ تَحْجُبْنِي عَنْ رُؤْيَتِكَ - إِلهِي أَقِمْنِي فِي أَهْلِ وِلايَتِكَ مُقامَ مَنْ رَجَا

کہ وہ تیری محبت کی بہت امید رکھتے ہیں، میرے خدا! مجھے اپنے ذکر کے ذریعے اپنے ذکر کا
الزِّيادَةَ مِنْ مَحَبَّتِكَ - إِلهِي وَأَلْهِمْنِي وَلَهاً بِذِكْرِكَ إِلى ذِكْرِكَ، وَهِمَّتِي فِي رَوْحِ

شوق اور ذوق دے اور مجھے اپنے اسمائ حسنیٰ سے مسرور ہونے اور اپنے پاکیزہ مقام سے دلی سکون حاصل کر
نَجاحِ أَسْمائِکَ وَمَحَلِّ قُدْسِکَ إلهِی بِکَ عَلَیْکَ إلاَّ أَلْحَقْتَنِی بِمَحَلِّ أَهْلِ طاعَتِکَ

نیکی ہمت دے میرے خدا تجھے تیری ذات کا واسطہ ہے کہ مجھے اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل کرلے
وَالْمَثْوَی الصَّالِحِ مِنْ مَرْضاتِکَ، فَإنِّی لاَ أَقْدِرُ لِنَفْسِی دَفْعاً، وَلا أَمْلِکُ لَها نَفْعاً -

اور اپنی خوشنودی کے مقام تک پہنچادے کیونکہ میں نہ اپنا بچاؤ کرسکتا ہوں اور نہ اپنے آپ کو کچھ فائدہ پہنچاسکتا ہوں،
إلهِی أَنَا عَبْدُکَ الضَّعِیفُ الْمُذْنِبُ، وَمَمْلُوکُکَ الْمُنِیبُ فَلا تَجْعَلْنِی مِمَّنْ صَرَفْتَ

میرے خدا؛ میں تیرا ایک کمزور و گنہگار بندہ اور تجھ سے معافی کا طلب گار غلام ہوں پس مجھے ان لوگوں میں نہ رکھ جن سے تو نے توجہ
عَنْهُ وَجْهَکَ وَحَجَبَهُ سَهْوُهُ عَنْ عَفْوِکَ - إلهِی هَبْ لی کَمالَ الانْقِطاعِ إلَیْکَ، وَأَنِرْ

ہٹالی اور جن کی بھول نے انہیں تیرے عفو سے غافل کر رکھا ہے میرے خدا مجھے توفیق دے کہ میں تیری بارگاہ کا ہو جاؤں اور ہمارے
أَبْصارَ قُلُوبِنا بِضِیاءِ نَظَرِها إلَیْکَ، حَتَّی تَخْرِقَ أَبْصارُ الْقُلُوبِ حُجُبَ النُّورِ

اور ہمارے دلوں کی آنکھیں جب تیری طرف نظر کریں تو انہیں نورانی بنادے تاکہ یہ دیدہ ہائے دل حجابات نور کو پار کرکے تیری
فَتَصِلَ إلی مَعْدِنِ الْعَظَمَةِ، وَتَصِیرَ أَرْواحُنا مُعَلَّقَةً بِعِزِّ قُدْسِکَ - إلهِی وَاجْعَلْنِی

عظمت و بزرگی کے مرکز سے جاملیں اور ہماری روحیں تیری پاکیزہ بلندیوں پر آویزاں ہو جائیں میرے خدا؛ مجھے ان لوگوں میں رکھ
مِمَّنْ نادَیْتَهُ فَأَجابَکَ، وَلاحَظْتَهُ فَصَعِقَ لِجَلالِکَ، فَناجَیْتَهُ سِرّاً

جن کو تو نے پکارا تو انہوں نے جواب دیا تو نے ان پر توجہ فرمائی تو انہوں نے تیرے جلال کا نعرہ لگایا ہاں تو نے انہیں باطن میں پکارا
وَعَمِلَ لَکَ جَهْراً

اور انہوں نے تیرے لیے ظاہر میں عمل کیا

ڈ: شیخ صاحب آپ بھی جواہر شناس ہیں۔

ش: وہ کیسے؟

ڈ: امام خمینیؒ نے بارہا مناجات شعبانیہ کے اس حصے کی طرف بعنوان ایسے مفاہیم کے اشارہ کیا ہے کہ جنہیں حتیٰ کہ درک کرنا ہے۔ مثال کے طور پر معلقۃ بعز قدسک الہی کے کیا معنی ہیں؟

ش: اتفاق سے میں ان مفاہیم میں سے کچھ کو پوچھنا چاہ رہا تھا۔

ڈ: وہ تو ہمیں آپ سے پوچھنا چاہئے۔

ش: جب امام خمینیؒ کے لئے غور کرنے کا مقام ہو تو میں کیسے جواب دوں۔

ڈ: پس مجھ مکینکل فیلڈ والے (من رشتہ مکانیک) کا تو حساب ہی صاف ہے۔

ش: یہ دعائے افتتاح بھی اور خاص طور پر اس کے ابتدائی جملے بہت دلچسپ تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَفْتَتِحُ الثَّنائَ بِحَمْدِکَ وَأَنْتَ مُسَدِّدٌ لِلصَّوابِ بِمَنِّکَ وَأَیْقَنْتُ أَنَّکَ أَنْتَ

اے معبود! تیری حمد کے ذریعے تیری تعریف کا آغاز کرتا ہوں اور تو اپنے احسان سے راہ راست دکھانے والا ہے اور مجھے یقین ہے

أَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ فِی مَوْضِعِ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ وَأَشَدُّ الْمُعاقِبِینَ فِی مَوْضِعِ النَّکالِ

کہ تو معافی دینے مہربانی کرنے کے مقام پر سب سے بڑھ کر رحم و کرم کرنے والا ہے اور شکنجہ و عذاب کے موقع پر سب سے سخت

وَالنَّقِمَةِ، وَأَعْظَمُ الْمُتَجَبِّرِینَ فِی مَوْضِعِ الْکِبْرِیائِ وَالْعَظَمَةِ - اَللّٰهُمَّ أَذِنْتَ لِی فِی

عذاب دینے والا ہے اور بڑائی اور بزرگی کے مقام پر تو تمام قاہروں اور جابروں سے بڑھا ہوا ہے اے اللہ! تو نے مجھے اجازت

دُعائِکَ وَمَسْأَلَتِکَ فَاسْمَعْ یَا سَمِیعُ مِدْحَتِی وَأَجِبْ یَا رَحِیمُ دَعْوَتِی وَأَقِلْ یَا غَفُورُ

دے رکھی ہے کہ تجھ سے دعا و سوال کروں پس اے سننے والے اپنی یہ تعریف سن اور اے مہربان میری دعا قبول فرما اے بخشنے والے

عَثْرَتِی، فَکَمْ یَا إِلٰهِی مِنْ کُرْبَةٍ قَدْ فَرَّجْتَهَا، وَهُمُومٍ قَدْ کَشَفْتَهَا، وَعَثْرَةٍ قَدْ أَقَلْتَهَا

میری خطا معاف کر پس اے میرے معبود! کتنی ہی مصیبتوں کو تو نے دور کیا اور کتنے ہی اندیشوں کو ہٹایا اور خطاؤں سے در گزر کی

وَرَحْمَةٍ قَدْ نَشَرْتَهَا وَحَلْقَةِ بَلائٍ قَدْ فَکَکْتَهَا؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ صاحِبَةً وَلاَ

رحمت کو عام کیا اور بلاؤں کے گھیرے کو توڑا اور رہائی دی حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے نہ کسی کو اپنی زوجہ بنایا اور نہ کسی کو

وَلَداً وَلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیراً

اپنا بیٹا بنایا نہ ہی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا سرپرست ہو اس کی بڑائی بیان کرو بہت بڑائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِجَمِیعِ مَحامِدِهِ کُلِّهَا عَلَی جَمِیعِ نِعَمِهِ کُلِّهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لاَ مُضادَّ لَهُ

حمد اللہ ہی کیلئے ہے اس کی تمام خوبیوں اور اس کی ساری نعمتوں کے ساتھ حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی حکومت میں

فِی مُلْکِهِ، وَلاَ مُنازِعَ لَهُ فِی أَمْرِهِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لاَ شَرِیکَ لَهُ فِی خَلْقِهِ، وَلاَ

اس کا کوئی مخالف نہیں نہ اس کے حکم میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا ہے حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی آفرینش میں کوئی اس کا شریک نہیں

شَبِيهَ لَهُ فِی عَظَمَتِهِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفاشِی فِی الْخَلْقِ أَمْرُہُ وَحَمْدُہُ، الظَّاهِرِ بِالْكَرَمِ

اور اسکی بڑائی میں کوئی اس جیسا نہیں حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جسکا حکم اور حمد خلق میں آشکار ہے اس کی شان اس کی بخشش کے ساتھ

مَجْدُہُ،

ظاہر ہے

ڈ: بہت اچھا ہوا کہ واضح ہو گیا مکتب اہل بیتؑ میں دعا ایک انتہائی بلند و رفیع مقام کی حامل ہے۔ تعلیم بھی ہے اور درخواست و شکر بھی۔ مثال کے طور پر اسی دعائے کمیل میں پہلے اللہ تعالیٰ کا تعارف ہوتا ہے تاکہ ہم جالیں کہ کس کے دروازے پر گئے ہیں۔ رحمت الٰہی، قدرتِ الٰہی اور۔۔۔۔ پھر انسان شکر کرتا کہ کون کون سی نعمتیں ہمیں دی ہیں۔ اس کے بعد اپنا تعارف کراتے ہیں کہ کس طرح گناہوں نے اسے زمین پر ڈھیر کر دیا ہے۔ پھر ان گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتا ہے اور آخر میں اس دعا کی بدولت گویا اس کے گناہ پاک ہو گئے ہیں۔ لہٰذا خدا سے چاہتا ہے کہ اسے بہترین بندوں اور ان کے درمیان خود سے نزدیک ترین میں سے قرار دے۔

ش: بہت دلچسپ ہے میں نے ان نکات پر توجہ نہیں کی تھی۔

ش: میرے خیال میں اس دعا میں وہ تعلیم جو آپ نے کہی تھی، دے رہے ہیں یعنی پہلے دعا میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے پھر ان نعمتوں پر جو اسے دی ہیں، شکر کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی درخواستوں کو پیش کرتا ہے۔

ڈ: ہماری تقریباً تمام دعائیں اسی طرح ہیں۔

ش: دعائے مجیر کے یہ فقرے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ہیں۔ نہایت ہی خوبصورت انداز میں صفاتِ الٰہی کو بیان کرتے ہیں لیکن ان صفات کو دعا میں کہنا بہت ہی دلچسپ ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ

خدا کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحانَکَ یَا اللهُ، تَعالَیْتَ یَا رَحْمنُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیرُ - سُبْحانَکَ یَا رَحِیمُ

تو پاک ہے اے اللہ تو بلند تر ہے اے رحم کرنے والے ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے مہربان

تَعالَیْتَ یَا کَرِیمُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیر - سُبْحانَکَ یَا مَلِکُ، تَعالَیْتَ یَا مالِکُ

تو بلند تر ہے اے کریم ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے بادشاہ تو بلند تر ہے اے آقا

أَجِرْنا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیرُ، سُبْحانَکَ یَا قُدُّوسُ، تَعالَیْتَ یَا سَلامُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ

ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے پاک ترین تو بلند تر ہے اے سلامتی دینے والے ہمیں آگ سے پناہ دے

يَا مُجِيرُ سُبْحانَکَ يَا مُومِنُ، تَعالَيْتَ يَا مُهَيْمِنُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ، سُبْحانَکَ

اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے امن دینے والے تو بلند تر ہے اے نگہبان ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے

يَا عَزِيزُ، تَعالَيْتَ يَا جَبَّارُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ- سُبْحانَکَ يَا مُتَکَبِّرُ، تَعالَيْتَ

اے صاحب عزت تو بلند تر ہے اے زبردست ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے بڑائی والے تو بلند تر ہے

يَا مُتَجَبِّرُ، أَجِرْنا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ- سُبْحانَکَ يَا خالِقُ، تَعالَيْتَ يَا بارِئُ

اے بڑائی کے مالک ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے تو پاک ہے اے پیدا کرنیوالے تو بلند تر ہے اے بنانے والے

أَجِرْنا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ

ہمیں آگ سے پناہ دے اے پناہ دینے والے

ڈ: دعا کے آخر تک ایسے ہی ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم ہے (صفاتِ الٰہی کی تمام اقسام ہیں) اور یہ کہ ہمیں آگ (آتش جہنم) سے نجات دے۔

ش: یہ دعائیں خدا شناسی کا سمندر ہیں۔ جوانوں کے لئے بہتر ہے کہ بے حیائی کے اس غیر مناسب تمدن کے دور میں خدا کو پہچانیں اور ایک ایسی قدرت کو اپنا پشت پناہ سمجھیں جسے زوال نہیں ہے۔ لیکن اگر اہل تسنن یہ دعائیں دیکھیں تو تعجب کریں گے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کس قدر بڑا اور عظیم سمجھتے ہیں۔ تشیع میں اللہ تعالیٰ کا مقام و منزلت شیعہ اماموں کے ساتھ قابل قیاس نہیں ہے۔

ڈ: دعائے جوشن کبیر بھی ایسے ہی ہے۔

ش: جی ہاں جی ہاں میں نے علامت رکھی ہوئی ہے، یہ دیکھیں۔

ڈ: اس دعا کا ایک دلچسپ مقدمہ بھی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ امام زین العابدینؑ نے اپنے والد گرامیؑ سے اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے اس دعا کو جبرائیلؑ ایک جنگ کے دوران آنحضرتؐ کے لئے اس وقت لائے جب آپؐ کے جسم پر ایک بھاری زرہ (جوشن) تھی جس کے بوجھ نے آپؐ کے جسم کو تکلیف دے رکھی تھی۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ یا محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس بھاری زرہ کو اتار دو اور یہ دعا پڑھو کہ یہ تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے حفظ و امان ہے۔ دعا کے ابتدائی فقرے یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ يَا اللهُ، يَا رَحْمنُ، يَا رَحِيمُ، يَا کَرِيمُ، يَا مُقِيمُ

اے معبود میں تجھ سے تیرے نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اے بخشنے والے اے مہربان اے کرم کرنے والے اے ٹھہرنے والے

يَا عَظِيمُ يَا قَدِيمُ يَا عَلِيمُ يَا حَلِيمُ يَا حَکِيمُ سُبْحانَکَ يَا لاَ إِلهَ إِلاَّ أَنْتَ، الْغَوْثَ الْغَوْثَ

اے بڑائی والے اے سب سے پہلے اے علم والے اے بردبار اے حکمت والے۔ تو پاک ہے اے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں فریاد سن فریاد سن

خَلِّصْنا مِنَ النَّارِ يَا رَبِّ يَا سَيِّدَ السَّاداتِ يَا مُجِيبَ الدَّعَواتِ، يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ

ہمیں آگ سے نجات دے اے پروردگار اے سرداروں کے سردار اے دعائیں قبول کرنے والے اے درجات بلند کرنے والے

يَا وَلِيَّ الْحَسَنَاتِ، يَا غَافِرَ الْخَطِيئَاتِ، يَا مُعْطِيَ الْمَسْأَلَاتِ، يَا قَابِلَ التَّوْبَاتِ، يَا سَامِعَ

اے نیکیوں میں مدد دینے والے اے گناہوں کے بخشنے والے اے حاجات پوری کرنے والے اے توبہ قبول کرنے والے اے آوازوں کے

الْأَصْوَاتِ، يَا عَالِمَ الْخَفِيَّاتِ، يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ يَا خَيْرَ الْغَافِرِينَ، يَا خَيْرَ الْفَاتِحِينَ،

سننے والے اے چھپی چیزوں کے جاننے والے اے بلائیں دور کرنے والے اے بخشنے والوں میں بہتر اے فتح کرنے والوں میں بہتر

يَا خَيْرَ النَّاصِرِينَ يَا خَيْرَ الْحَاكِمِينَ يَا خَيْرَ الرَّازِقِينَ يَا خَيْرَ الْوَارِثِينَ يَا خَيْرَ الْحَامِدِينَ،

اے مدد کرنے والوں میں بہتر اے حاکموں میں بہتر اے رزق دینے والوں میں بہتر اے وارثوں میں بہتر اے تعریف کرنے والوں میں بہتر

يَا خَيْرَ الذَّاكِرِينَ يَا خَيْرَ الْمُنْزِلِينَ، يَا خَيْرَ الْمُحْسِنِينَ، يَا مَنْ لَهُ الْعِزَّةُ وَالْجَمَالُ،

اے ذکر کرنے والوں میں بہتر اے میزبانوں میں بہتر اے احسان کرنے والوں میں بہتر۔ اے وہ جس کیلئے عزت اور جمال ہے

يَا مَنْ لَهُ الْقُدْرَةُ وَالْكَمَالُ، يَا مَنْ لَهُ الْمُلْكُ وَالْجَلَالُ، يَا مَنْ هُوَ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ، يَا

اے وہ جس کے لیے قدرت اور کمال ہے اے وہ جسکے لیے ملک اور جلال ہے اے وہ جو بڑائی والا بلند تر ہے اے

مُنْشِئَ السَّحَابِ الثِّقَالِ، يَا مَنْ هُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ، يَا مَنْ هُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ، يَا مَنْ هُوَ

بھرے بادلوں کے پیدا کرنے والے اے وہ جو بہت زیادہ قوت والا ہے اے وہ جو تیز تر حساب کرنے والا ہے اے وہ جو

شَدِيدُ الْعِقَابِ، يَا مَنْ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ، يَا مَنْ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي

سخت عذاب دینے والا ہے اے وہ جسکے ہاں بہترین ثواب ہے اے وہ جسکے پاس لوح محفوظ ہے۔ اے معبود! تجھ سے

أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ يَا حَنَّانُ، يَا مَنَّانُ، يَا دَيَّانُ، يَا بُرْهَانُ، يَا سُلْطَانُ، يَا رِضْوَانُ،

سوال کرتا ہوں تیرے نام کے واسطے سے اے محبت والے اے احسان کرنیوالے اے بدلہ دینے والے اے دلیل روشن اے صاحب سلطنت اے راضی ہونے والے

يَا غُفْرَانُ، يَا سُبْحَانُ، يَا مُسْتَعَانُ، يَا ذَا الْمَنِّ وَالْبَيَانِ -

اے بخشنے والے اے پاکیزگی والے اے مدد کرنے والے اے صاحب احسان وبیان

ش: دعائے جوشن کے یہ سو بند اور ہر بند کے بعد سبحانک یالا الہ الا اللہ انت الغوث الغوث خلصنا من النار یارب کی تکرار۔ ہر بند کے بعد ہر دعا پڑھنے والے شخص کی روح جو اس کے معنی کی طرف توجہ دے، اللہ تعالیٰ کے تمام اسامی و صفات سے آشنا ہو جاتی ہے اور اسے یہ موقع مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو کہ سب سے بڑا اور عظیم ہے، پلٹ جائے تاکہ دنیا میں مہلک اور تباہ و برباد کر دینے والی آگ سے اور آخرت میں اعمال کی آگ سے امان میں رہے۔

ڈ: آپ نے پوری دعائے جوشن کبیر کو پڑھ لیا ہے؟

ش: پوری دعا کو دھرا چکا ہوں۔

ڈ: بقیہ دعاؤں کو بھی دیکھا؟

ش: سچ کہوں تو میں نے کل کی رات کو ان دعاؤں کے ساتھ صبح کی ہے اور فجر کی نماز کے بعد سویا تھا۔ پھر ظہر کی نماز کے نزدیک تک سویا رہا۔

ڈ: کاش میں نے اس سے پہلے آپ کو یہ دعائیں دی ہوتیں۔

ش: اتفاق سے اہل بیتؑ اور حقیقی تشیع کو متعارف کروانے کے لئے یہ دعائیں بہت ہی اہم ہیں۔

ڈ: میرے خیال میں آپ نے ان دعاؤں سے اللہ تعالیٰ، پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ اور بقیہ اہل بیتؑ کے مقام و منزلت کو سمجھ لیا ہو گا۔

ش: سچ پوچھیں تو آپ کا خدا ہمارے خدا سے خدا ترس ہے، کیونکہ کتبِ صحاح میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہمارے پاس کوئی توجیہہ نہیں ہے مگر یہ کہ بولیں ان کی سند صحیح نہیں ہے۔

ڈ: جی ہاں، میں نے بھی دیکھی ہیں۔ مثال کے طور پر اس خدا کو جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کشتی لڑتا ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ مقایسہ کریں جو دعائے جوشن کبیر یا دعائے مجیر میں ہیں۔

ش: صحیح ہے، صحیح ہے لیکن آپ اگر اتفاق کریں تو عصر کی نماز یہیں پر ہی پڑھتے ہیں تاکہ ان دعاؤں کو مل کر دھرا سکیں۔

ڈ: ہمیں خوشی ہو گی کہ آپ کی خدمت میں ہوں۔

ش: اچھا تو اس دعائے خمس عشر کو دیکھیں، خاص طور پر اس کو دیکھیں۔ یہ مناجات مطیعین للہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنا طَاعَتَکَ وَجَنِّبْنا مَعْصِیَتَکَ وَیَسِّرْ لَنا بُلُوغَ مَا نَتَمَنّٰی مِنِ ابْتِغَائِ رِضْوانِکَ

اے معبود ہمیں اپنی فرمانبرداری کی تعلیم دے اور اپنی نافرمانی سے بچائے رکھ ہمارے لیے ان تمناؤں تک پہنچنا آسان فرما

وَاَخْلِنا بُحْبُوحَۃَ جِنانِکَ، وَاقْشَعْ عَنْ بَصائِرِنا سَحابَ الارْتِیابِ، وَاکْشِفْ عَنْ

جو تیری رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہوں ہمیں اپنی جنت کے وسط میں جگہ دے ہماری آنکھوں سے شک کے بادل دور کر دے

قُلُوبِنا اَغْشِیَۃَ الْمِرْیَۃِ وَالْحِجابِ وَاَرْھِقِ الْباطِلَ عَنْ ضَمائِرِنا، وَاَثْبِتِ الْحَقَّ فِی

ہمارے دلوں سے شبہ و حجاب کے پردے ہٹادے اور ہمارے ضمیروں سے باطل کو مٹادے ہمارے باطن میں حق
سَرائِرِنا، فَإِنَّ الشُّکوکَ وَالظُّنُونَ لَوائِحُ الْفِتَنِ، وَمُکَدِّرَةٌ لِصَفْوِ الْمَنائِحِ وَالْمِنَنِ۔
کو قائم کردے کیونکہ شکوک اور گمان فتنہ پیدا کرتے ہیں اور بخششوں اور احسانوں کی چمک پر داغ دار کرتے ہیں
اَللّٰھُمَّ احْمِلْنا فِی سُفُنِ نَجاتِکَ، وَمَتِّعْنا بِلَذِیذِ مُناجاتِکَ، وَأَوْرِدْنا حِیاضَ حُبِّکَ،
اے معبود ہمیں نجات کی کشتیوں میں جگہ دے اپنے حضور مناجات کی لذت نصیب فرما ہمیں اپنی محبت کے حوضوں میں داخل کر
وَأَذِقْنا حَلاوَةَ وُدِّکَ وَقُرْبِکَ، وَاجْعَلْ جِدَّنا فِیکَ، وَھَمَّنا فِی طاعَتِکَ، وَأَخْلِصْ
اور اپنی محبت اور قرب کی مٹھاس چکھادے ہماری کوشش اپنی راہ میں قرار دے اور اپنی اطاعت کی ہمت عطا کر اپنے ساتھ معاملے
نِیّاتِنا فِی مُعامَلَتِکَ، فَإِنَّا بِکَ وَلَکَ وَلا وَسِیلَةَ لَنا إِلَیْکَ إِلّا أَنْتَ۔ إِلٰھِی اجْعَلْنِی مِنَ
میں ہماری نیتوں کو خالص فرما کہ ہم تیرے ساتھ اور تیرے لیے ہیں تیرے بارگاہ میں ہمارا وسیلہ کوئی نہیں مگر خود تو ہی ہے میرے
الْمُصْطَفَیْنَ الْأَخْیارِ، وَأَلْحِقْنِی بِالصّالِحِینَ الْأَبْرارِ، السّابِقِینَ إِلَی الْمَکْرُماتِ،
معبود مجھے چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے قرار دے اور مجھے نیکوکار پاک دل لوگوں میں شامل فرما جو خوبیوں میں آگے بڑھنے اور
الْمُسارِعِینَ إِلَی الْخَیْراتِ، الْعامِلِینَ لِلْباقِیاتِ الصّالِحاتِ، السّاعِینَ إِلَی رَفِیعِ
نیکیوں میں جلدی کرنے والے ہیں جو اچھے آثار پر عمل کرنے والے اونچے درجوں کی طرف جانے میں
الدَّرَجاتِ إِنَّکَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ وَبِالْإِجابَةِ جَدِیرٌ بِرَحْمَتِکَ یا أَرْحَمَ الرّاحِمِینَ
کوشاں ہیں بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور قبول کرنے کا اہل ہے تیری رحمت کا واسطہ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

ش: اور یہ مناجات راجیین ہے۔

ڈ: جی جی آپ نے اس کا انتخاب کیوں کیا ہے۔

ش: کیونکہ میں نے دیکھا کہ انتہائی دلچسپ مضامین کی حامل تھی۔

ڈ: جی فرمائیں۔

ش: یہ مناجات محبین ہے۔

ڈ: کچھ مہلت دیں ان کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

ش: آپ اجازت دیں ہم تو ان مناجات کے آخر میں بات کریں۔

ڈ: البتہ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ آپ اگر کوئی بات ہے تو بیان فرمائیں۔

ش: سچ کہوں تو میرے پاس کچھ کہنے کے لئے نہیں ہے، میرے جذبات برانگیختہ ہو کر رہ گئے ہیں اور ان دعاؤں کے بعض حصے دکھا کر آپ کو اپنی جانب سے ان کی تحسین و تمجید دکھانا چاہ رہا ہوں۔

ڈ: بہت بہتر دکھائیں۔

ش: یہ مناجات محبین ہے۔

إِلٰهِي مَنْ ذَاالَّذِي ذَاقَ حَلَاوَةَ مَحَبَّتِكَ فَرَامَ مِنْكَ بَدَلًا وَمَنْ ذَاالَّذِي أَنِسَ

میرے معبود کون ہے جو تیری صحبت کی شیرینی کا مزہ چکھے اور پھر اس میں تبدیلی کی خواہش کرے اور کون ہے جو تیری نزدیکی سے

بِقُرْبِكَ فَابْتَغَى عَنْكَ حِوَلًا؟ إِلٰهِي فَاجْعَلْنَا مِمَّنِ اصْطَفَيْتَهُ لِقُرْبِكَ وَوِلَايَتِكَ،

مانوس ہو اور پھر اس سے دوری چاہے میرے معبود مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کو تو نے قرب و دوستی کے لیے پسند فرمایا

وَأَخْلَصْتَهُ لِوُدِّكَ وَمَحَبَّتِكَ، وَشَوَّقْتَهُ إِلَى لِقَائِكَ، وَرَضَّيْتَهُ بِقَضَائِكَ، وَمَنَحْتَهُ

اور جن کے لیے اپنی چاہت اور محبت کو خالص کیا ہے جنہیں اپنی ملاقات کا شوق دلایا ہے اور جن کو اپنی قضا پر راضی کیا اور اپنی ذات

بِالنَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ، وَحَبَوْتَهُ بِرِضَاكَ، وَأَعَذْتَهُ مِنْ هَجْرِكَ وَقِلَاكَ، وَبَوَّأْتَهُ مَقْعَدَ

کا نظارہ کرنے کا شرف بخشا ہے جنہیں اپنی رضا سے نوازا ہے خود سے دوری اور علیحدگی سے پناہ میں رکھا ہے اور اپنی خوشنودی

الصِّدْقِ فِي جِوَارِكَ وَخَصَصْتَهُ بِمَعْرِفَتِكَ وَأَهَّلْتَهُ لِعِبَادَتِكَ وَهَيَّمْتَ قَلْبَهُ لِإِرَادَتِكَ

کے مقام کے قریب رکھا ہے اور انہیں اپنی معرفت کے لیے خاص کیا اپنی عبادت کا اہل بنایا ان کے دلوں میں اپنی ارادت پیدا کی

وَاجْتَبَيْتَهُ لِمُشَاهَدَتِكَ، وَأَخْلَيْتَ وَجْهَهُ لَكَ، وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّكَ، وَرَغَّبْتَهُ فِيمَا

اور ان کو اپنے جلووں کے مشاہدے کے لیے چن لیا ان کے چہروں کو اپنے حضور جھکایا ان کے دلوں کو اپنی محبت کیلئے فارغ کیا اور جو

عِنْدَكَ، وَأَلْهَمْتَهُ ذِكْرَكَ، وَأَوْزَعْتَهُ شُكْرَكَ، وَشَغَلْتَهُ بِطَاعَتِكَ، وَصَيَّرْتَهُ مِنْ

کچھ تیرے پاس ہے اس کی چاہت دی انہیں اپنا ذکر تعلیم کیا ان کو اپنے شکر کی توفیق دی اور اپنی اطاعت میں مشغول کیا انہیں اپنی

صَالِحِي بَرِيَّتِكَ، وَاخْتَرْتَهُ لِمُنَاجَاتِكَ، وَقَطَعْتَ عَنْهُ كُلَّ شَيْءٍ يَقْطَعُهُ عَنْكَ۔ اَللّٰهُمَّ

نیک مخلوق میں سے قرار دیا اور انہیں اپنی مناجات کے لیے چنا تو نے ان سے وہ تمام چیزیں الگ کر دیں جو انہیں تجھ سے جدا کر سکتی

اجْعَلْنَا مِمَّنْ دَأْبُهُمُ الِارْتِيَاحُ إِلَيْكَ وَالْحَنِينُ، وَدَهْرُهُمُ الزَّفْرَةُ وَالْأَنِينُ، جِبَاهُهُمْ

تھیں اے معبود ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جو تیری بارگاہ کا شوق و خوشدلی رکھتے ہیں جن کی زندگی آہ و زاری سے عبارت ہے ان

سَاجِدَةٌ لِعَظَمَتِكَ، وَعُيُونُهُمْ سَاهِرَةٌ فِي خِدْمَتِكَ، وَدُمُوعُهُمْ سَائِلَةٌ مِنْ

کی پیشانیاں تیری بڑائی کے آگے جھکی ہوئی ہیں ان کی آنکھیں تیرے حضور بیدار رہتی ہیں تیرے خوف میں ان کے آنسو رواں ہیں

خَشْيَتِكَ وَقُلُوبُهُمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِمَحَبَّتِكَ وَأَفْئِدَتُهُمْ مُنْخَلِعَةٌ مِنْ مَهَابَتِكَ يَا مَنْ أَنْوَارُ

انکے دل تیری محبت میں لگے بندھے ہیں ان کے باطن تیرے رعب سے پگھلے ہوئے ہیں اے وہ جس کی پاکیزگی کے انوار محبوں

قُدْسِهِ لِأَبْصَارِ مُحِبِّيهِ رَائِقَةٌ، وَسُبُحَاتُ وَجْهِهِ لِقُلُوبِ عَارِفِيهِ شَائِقَةٌ، يَا مُنْتَهَى

کو بھلے لگتے ہیں اور اس کی ذات کے جلوے سے عارفوں کے دلوں کو کھولنے والے ہیں اے شوق رکھنے

قُلُوبِ الْمُشْتَاقِينَ وَيَاغَايَةَ آمَالِ الْمُحِبِّينَ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ

والے دلوں کی آرزو اے محبوں کے ارمانوں کی انتہا میں تجھ سے تیری محبت اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت مانگتا ہوں

كُلِّ عَمَلٍ يُوصِلُنِي إِلَى قُرْبِكَ، وَأَنْ تَجْعَلَكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا سِوَاكَ، وَأَنْ تَجْعَلَ

اور ہر اس عمل کی محبت جو مجھے تیرے نزدیک کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ دوسروں سے زیادہ اپنی ذات کو میرا محبوب بنا اور یہ کہ

حُبِّي إِيَّاكَ قَائِداً إِلَى رِضْوَانِكَ، وَشَوْقِي إِلَيْكَ ذَائِداً عَنْ عِصْيَانِكَ، وَامْنُنْ

میں تجھ سے جو محبت کرتا ہوں اسے میرے لیے دخول جنت کا ذریعہ بنا اور تیرے لیے میرا جو شوق ہے اسے نافرمانیوں سے مانع بنا

بِالنَّظَرِ إِلَيْكَ عَلَيَّ، وَانْظُرْ بِعَيْنِ الْوُدِّ وَالْعَطْفِ إِلَيَّ، وَلَا تَصْرِفْ عَنِّي وَجْهَكَ،

اور اپنی نظر عنایت کر کے مجھ پر احسان فرما مجھ کو نرمی اور محبت کی نظروں سے دیکھ اور مجھ سے اپنی توجہ نہ ہٹا مجھے اپنے

وَاجْعَلْنِي مِنْ أَهْلِ الِاسْعَادِ وَالْحُظْوَةِ عِنْدَكَ، يَا مُجِيبُ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

نزدیک اہل سعادت اور بہرہ مندوں میں قرار دے اے دعا قبول کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

ڈ: بنیادی طور پر تمام دعائیں ایسی ہی ہیں۔ دعائے صباح جو ہم نے کل دیکھی تھی، ایسی ہی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کا تعارف کیا جاتا ہے پھر اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذکر کرتے ہیں۔ یا من ارقدنی فی مہادامنہ وامانہ۔۔۔۔۔ وکف اکف اسوء عنی بیدہ و سلطانہ۔

اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ پر کہ جنہوں نے ہماری خدا تک ہدایت کی ہے، درود بھیجتے ہیں۔ پھر یہاں پر بھی دعا کے شروع میں اپنا تعارف کیا جاتا ہے۔ اگر خدا نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ میرا نفس مجھ پر کیا کیا بلائیں ڈھاتا۔ الٰہی قرعت باب رحمتک بید رجائی۔ یعنی میرے ہاتھ خالی ہیں لیکن امید کے ساتھ آیا ہوں۔

ش: کیا عجیب ترتیب ہے دعا کے لئے، ظاہراً یہ ترتیب تمام دعاؤں میں پائی جاتی ہے۔

ڈ: جی ہاں اصولاً سب میں ایسا ہی ہے اور ہم اس ترتیب سے ہی دعا کے مستند ہونے کا پتہ لگاتے ہیں۔

ش: افسوس کے ساتھ ہم ان دعاؤں سے بے خبر ہیں۔ ہماری دعاؤں کا حجم بہت ہی کم ہے۔ ہماری اکثر دعائیں وہی دعائیں ہیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں اور ربّ یا یاربّنا سے شروع ہوتی ہیں۔

ڈ: لیکن الحمد للہ ہم اس حوالے سے غنی ہیں۔

ش: آپ کے یہاں مفاتیح کی جیسی کتنی کتابیں ہیں۔

ڈ: دعا کی کتابیں بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہمارے بہت سے قدیم علما نے اپنی کتابوں میں اہل بیتؑ سے کئی دعائیں نقل کی ہوئی ہیں۔

ش: یعنی اس کے علاوہ بھی آپ کے یہاں دعائیں ہیں۔

ڈ: ہمارے یہاں دعائیں اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر ہمیں پورے حج کے زمانے کو ان سے مختص کرنے کی فرصت مل جائے تو بھی کم ہے۔

ش: یہ ایامِ ہفتہ کی دعائیں بھی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا، نہایت ہی خوبصورت ہیں، خاص طور پر اتوار اور منگل کے دن کی دعائیں۔

ڈ: بالکل ٹھیک ہے۔

ش: تعقیبات نماز کی دعائیں بھی اچھی تھیں، ہر نماز کے لئے ایک مخصوص دعا۔

ڈ: صحیح ہے لیکن کچھ مشترکہ تعقیبات بھی ہیں کہ اگر انسان کے پاس وقت ہو تو تمام نمازوں کے لئے ان کی سفارش کی گئی ہے۔

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکھٹا پڑھنا

ش: لیکن آپ تو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکھٹا پڑھتے ہیں، ان کی تعقیبات کا کیا کرتے ہیں۔

ڈ: ظہر کی نماز کی تعقیبات کو ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان میں اور عصر کی نماز کی تعقیبات کو عصر کی نماز کے بعد۔ البتہ مشترکہ تعقیبات بھی ہیں۔

ش: آپ کے خیال میں کیا ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ہی وقت میں پڑھنے میں اشکال نہیں ہے۔ تمام مسلمان ان نمازوں کو علیحدہ پڑھتے ہیں۔

ڈ: مجھے اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلے میں ہمارے برادرانِ اہل سنت بہتر عمل کرتے ہیں۔ یعنی ہر نماز کو اسی کے وقت میں پڑھتے ہیں۔

ش: الحمد للہ آپ نے ہمارے ایک کام کی تو تائید کی۔

ڈ: شیخ صاحب میں نے گفتگو کے آغاز میں مشترکات کے بارے میں بات کی تھی اور کہا تھا کہ ان حوالوں سے کوئی خاص اختلاف نہیں ہے۔ ان جملہ چیزوں میں سے ایک نماز تھی۔

ش: خود نماز جی ہاں لیکن یہ کہ ہم علیحدہ پڑھتے ہیں یہ بہتر ہے، اسے تاکید کے ساتھ کہا تھا۔

ڈ: البتہ نمازوں کو اکھٹا پڑھنا جائز ہے لیکن جائز ہونا افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے ہمارے بہت سے علماء ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کے درمیان اگرچہ مختصر ہی کیوں نہ ہو، حتی المقدور فاصلہ ڈالتے ہیں تاکہ کچھ مقدار میں فاصلہ آجائے۔

ش: نمازوں کے اکھٹا پڑھنے پر آپ کے پاس کوئی دلیل بھی ہے۔

ڈ: جی ہاں کمپیوٹر میں دیکھیں۔

سنن ترمذی، ج۱، ص ۳۲۲ میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

»جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ قَالَ فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا أَرَادَ بِذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ «-

»رسول اللہؐ نے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے درمیان جمع کیا (انہیں اکھٹا پڑھا) درحالیکہ نہ کوئی خوف تھا اور نہ ہی بارش تھی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا: آنحضرتؐ کی اس کام سے کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: آنحضرت چاہتے تھے کہ ان کی امت حرج (زحمت و مشقت) میں نہ پڑے (یعنی ان مواقع پر کہ جہاں علیحدہ پڑھنا زحمت و مشقت کا باعث بنے وہاں پر اس رخصت (چھوٹ) سے استفادہ کریں)۔

ش: اس وقت مصر میں بھی اس کے درپے ہیں کہ اگر ہو سکے تو کوئی ایسا فتوا حاصل کریں جس کے مطابق ظہر اور عصر کی نمازوں کو اکھٹا پڑھیں۔

ڈ: بہر حال بہتر ہے کہ علیحدہ پڑھی جائیں لیکن جمع اور اکھٹا پڑھنا بھی بلامانع ہے۔

ش: چلیں دعاؤں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

ڈ: بہتر ہے دعاؤں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

ش: ہاں یاد آیا کہ دعائے جوشن کبیر اور دعائے مجیر جیسی ان دعاؤں نے بھی آپ کی باتوں کے بارے میں کہ آپ اللہ تعالیٰ کو پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے برابر نہیں سمجھتے، میرے یقین کو اور بھی پختہ کر دیا۔

ڈ: جی ہاں پوری دعائے مجیر اللہ تعالیٰ کی صفات کو ذکر کرتی ہے اور ہم دعا کے ہر بند کے بعد کہتے ہیں اے پناہ دینے والے ہمیں پناہ دے۔

ش: دعائے جوشن کبیر بھی ایسے ہی تھی۔

ڈ: صحیح ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ۱۰۰۰ نام اور صفات ہیں اور ہم ہر ۱۰ نام اور صفات کے ذکر کے بعد کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دے۔ لیکن نہیں معلوم آپ نے دعائے جوشن صغیر بھی دیکھی؟

ش: جی ہاں دیکھی لیکن وہ ایک بنیادی فرق رکھتی ہے۔

ڈ: کون سا فرق؟

ش: لگتا ہے وہ دعا جنگ میں کامیابی کے لئے ہے۔

ڈ: جی ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ اتفاق سے اسرائیل کے ساتھ حزب اللہ لبنان کی ۳۳ روزہ جنگ کے دوران جس میں حزب اللہ کو فتح ملی، حزب اللہ نے تاکید کی تھی کہ کامیابی کے لئے سب دعائے جوشن صغیر پڑھیں۔

ش: دوبارہ صحیفہ سجادیہ کی طرف پلٹتے ہیں۔

توبہ کے لئے دعا

اَللّٰھُمَّ یا مَنْ لایَصِفُہٗ نَعْتُ الْواصِفینَ

اے معبود! اے وہ جس کی توصیف سے وصف کرنے والوں کے توصیفی الفاظ قاصر ہیں۔

وَیا مَنْ لایُجاوِزُہٗ رَجآءُ الرّاجینَ

اے وہ جو امیدواروں کی امیدوں کا مرکز ہے۔

وَیا مَنْ لایَضیعُ لَدَیہِ اَجْرُ الْمُحْسِنینَ

اے وہ جس کے ہاں نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔

وَیا مَنْ ہُوَ مُنْتَہیٰ خَوْفِ الْعابِدینَ

اے وہ جو عبادت گزاروں کے خوف کی منزل منتہا ہے۔

وَیا مَنْ ہُوَ غایَۃُ خَشْیَۃِ الْمُتَّقینَ

اے وہ جو پرہیزگاروں کے بیم وہراس کی حدّ آخر ہے

ہٰذا مَقامُ مَنْ تَداوَلَتْہُ اَیْدِی الذُّنُوبِ، وَقادَتْہُ اَزِمَّۃُ الْخَطایا، وَاسْتَحْوَذَ عَلَیْہِ الشَّیْطانُ

یہ اس شخص کا موقف ہے جو گناہوں کے ہاتھوں میں کھیلتا ہے اور خطاؤں کی باگوں نے جسے کھینچ لیا ہے اور جس پر شیطان غالب آگیا ہے۔

فَقَصَّرَ عَمّا اُمِرْتَ بِہِ تَفْریطاً، وَتَعاطَی مانُہِیْتَ عَنْہُ تَغْریراً

اس لئے تیرے حکم سے لاپرواہی کرتے ہوئے اس نے (ادائے فرض) میں کوتاہی کی اور فریب خوردگی کی وجہ سے تیرے منہیات کا مرتکب ہوتا ہے۔

کَالْجاہِلِ بِقُدْرَتِکَ عَلَیْہِ، اَوْ کَالْمُنْکِرِ فَضْلَ اِحْسانِکَ اِلَیْہِ حَتّٰی اِذَا انْفَتَحَ لَہُ بَصَرُ الْہُدیٰ، وَتَقَشَّعَتْ عَنْہُ سَحائِبُ الْعَمیٰ

گویا وہ اپنے کو تیرے قبضہ قدرت میں سمجھتا ہی نہیں ہے اور تیرے فضل واحسان کو جو تو نے اس پر کئے ہیں مانتا ہی نہیں ہے۔ مگر جب اس کی چشم بصیرت وا ہوئی اور اس کوری وبے بصری کے بادل اس کے سامنے سے چھٹے تو

اَحْصیٰ ما ظَلَمَ بِہِ نَفْسَہُ، وَفَکَّرَ فیمَا خالَفَ بِہِ رَبَّہُ، فَرَاٰی کَبیرَ عِصْیانِہِ کَبیراً وَجَلیلَ مُخالَفَتِہِ جَلیلاً

اس نے اپنے نفس پر کئے ہوئے ظلموں کا جائزہ لیا اور جن جن موارد پر اپنے پروردگار کی مخالفتیں کی تھیں ان پر نظر دوڑائی تو اپنے بڑے گناہوں کو (واقعاً) بڑا اور اپنی عظیم مخالفتوں کو (حقیقتاً) عظیم پایا

فَاَقْبَلَ نَحْوَکَ مُؤَمِّلاً لَکَ مُسْتَحْیِیاً مِنْکَ، وَوَجَّہَ رَغْبَتَہُ اِلَیْکَ ثِقَۃً بِکَ، فَاَنَّکَ بِطَمَعٍ یَقیناً، وَقَصَدَکَ بِخَوْفٍ اِخْلاصاً

تو وہ اس حالت میں کہ تجھ سے امیدوار بھی ہے اور شرمسار بھی، تیری جانب متوجہ ہوا اور تجھ پر اعتماد کرتے ہوئے تیری طرف راغب ہوا اور یقین واطمینان کے ساتھ اپنی خواہش وآرزو کو لے کر تیرا قصد کیا اور (دل میں) تیرا خوف لئے ہوئے خلوص کے ساتھ تیری بارگاہ کا ارادہ کیا

قَدْ خَلَعَ طَمَعُہُ مِنْ کُلِّ مَطْمُوعٍ فیہِ غَیْرَکَ، وَاَفْرَخَ رَوْعُہُ مِنْ کُلِّ مَخُوفٍ مِنْہُ سِواکَ

اس حالت میں کہ تیرے علاوہ اسے کسی سے غرض نہ تھی اور تیرے سواء اسے کسی کا خوف نہ تھا۔

فَمَثَلَ بَیْنَ یَدَیْکَ مُتَضَرِّعاً، وَغَضَّ بَصَرَہُ اِلَی الْاَرْضِ مُتَخَشِّعاً، وَطَأْطَاَ رَاْسَہُ لِعِزَّتِکَ مُتَذَلِّلاً

چنانچہ وہ عاجزانہ صورت میں تیرے سامنے آ کھڑا ہوااور فروتنی سے اپنی آنکھیں زمین میں گاڑ لیں اور تذلّل وانکسار سے تیری عظمت کے آگے سر جھکالیا

ڈ: آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس دعا کو پوراپڑھیں۔

ش: نہیں میں صرف انہیں دکھارہاہوں، آپ تو پہلے ان کو پڑھ چکے ہیں۔

ش: لیکن میں اس دعائے توسل سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ دعائے مجیر، جوشن کبیر اور بقیہ دعاؤں کے برخلاف اللہ تعالیٰ سے توسل کرنے کی بجائے پیغمبر اکرمؐ اور اماموںؑ سے توسل ہو رہاہے۔

ڈ: توسل کی بحث کو ہم اس سے پہلے انجام دے چکے ہیں۔اس دعامیں وہی شفاعت کی درخواست ہے جس کو سمرقند کے اہل سنت علماء نے امام بخاری کی قبر کیا تھااور ہم پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے کرتے ہیں۔

ش: قبول، قبول ، لیکن شعبان المعظم کے مہینے کی دعائیں کم تر تھیں جبکہ اس کے مقابلے میں رمضان المبارک کے مہینے کی دعائیں زیادہ تھیں۔

ڈ: کیونکہ ہم اپنی طرف سے (سر خود) دعانہیں کرتے، ضروری ہے کہ آئمہ معصومینؑ ہیں سے کسی نے اس دعا کا دستور دیا ہو۔ اگرچہ یہ کہ ماہ شعبان المعظم کی دعائیں کم ہیں، صحیح ہے۔

ش: ماہ رمضان المبارک کی دعائیں بھی دلچسپ ہیں لیکن ان میں اہم نکتہ یہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی اکثر دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے حج کی توفیق طلب کرتے ہیں۔

ڈ: صحیح ہے اور کچھ تو معتقد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیغمبر اکرمؐ کی زیارت اور حج کا پروانہ ماہ مبارک رمضان میں ہی تیار ہوتا ہے۔

ش: جبکہ دعائے ابو حمزہ ثمالی بھی ماہ رمضان المبارک کے لئے ہے۔

ڈ: جی ہاں اس کی ماہ رمضان المبارک کے سحر کے اوقات کے لئے سفارش کی گئی ہے۔

ش: یہ کہ پوری رات بیدار رہیں تاکہ یہ دعا ختم ہو۔

ڈ: جی ہاں دعا طویل ہے اگرچہ ممکن ہے کچھ لوگ ہر رات میں اس دعا کو پڑھیں لیکن معمولاًہر رات میں اس دعا کے ایک یا دو صفحے پڑھے جاتے ہیں۔

ش: اس دعا کی اہم بات، کچھ عذابوں کی وجوہات کا بیان کیا جانا ہے ، مثال کے طور پر ہم نے دعائے ابو حمزہ کے اس حصے میں دیکھا تھا کہ » لعلک فقد قنی من مجالس العلماء فخذلتنی«- » او لعلک رأیتنی فی الغافلین فمن رحمتک آیستنی-----«

ڈ: میں عرض کیا تھا کہ ہماری دعائیں شکر بھی ہیں، تعلیم بھی اور درخواست بھی۔ اور اس باب یعنی تعلیم میں بہت سے نکات ہیں، مثال کے طور پر اسی ماہ رمضان المبارک کی دعا میں : »اللھم ادخل علیٰ اہل القبور السرور«اہل قبور اور مردوں کے لئے دعا سے آغاز ہوتا ہے تاکہ بقیہ مانند مسکین، فقیر، مریض، مسافر اور۔۔۔۔۔ یہ درس یعنی صرف اپنی فکر میں نہ رہنا، لیں۔

ش: جی ہاں، جی ہاں، بہت ہی دلچسپ نکتہ ہے لیکن یہ دعائے عہد کیا ہے؟

ڈ: یہ بھی وہ موضوع ہے کہ جس کے بارے میں مجھے آپ سے علیحدہ طور پر گفتگو کرنا پڑے گی۔

ش: مستقل اور علیحدہ طور پر گفتگو والے موضوعات زیادہ ہوگئے ہیں۔

ڈ: آخر میں نے ریاضی پڑھی ہوئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام ابحاث کو ایک ایک کر کے آگے بڑھاؤں یعنی ۲،۱، ۳ لگاتا ہوں۔

تشیع میں زیات اور اہل سنت کی زیارت کے لئے جواز کی سند

ش: قبول لیکن کتاب میں یہ بہت سی زیارتیں بھی تھیں۔

ڈ: ہماری زیارتیں بھی آپ سے بہت زیادہ مختلف ہیں۔

ش: ہم زیارت میں کہتے ہیں السلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ڈ: البتہ آپ کی زیارت کو بھی اتنا مختصر نہیں ہونا چاہئے لیکن چونکہ ایک غیر صحیح حدیث پر استناد کیا گیا ہے لہٰذا اس قدر چھوٹی ہوگئی ہے۔

ش: نہ ہماری زیارت جتنی مختصر اور نہ آپ کی زیارت کی طرح لمبی۔ ایک صفحے سے لے کر ۱۰ تک ہیں، اگرچہ میں نے ان کو نہیں پڑھا ہے۔ ان کا کیا قصہ ہے؟

ڈ: مکتب اہل بیتؑ میں دعا کی طرح زیارت بھی برادران اہل سنت کی زیارت سے مختلف ہے۔

ش: آپ صرف خود کو ہی کیوں مکتب اہل بیتؑ کا پیروکار سمجھتے ہیں، کیا ہم اہل بیتؑ کے پیروکار نہیں ہیں۔

ڈ: نہیں آپ اہل بیتؑ کے پیروکار نہیں ہیں۔ آپ اہل بیتؑ کا احترام کرتے ہیں۔ ان سے محبت بھی کرتے ہیں لیکن ان کے پیروکار نہیں ہیں۔ ہم انہیں رہنماؤں کی حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ جو معاشرے کی ہدایت اور باگ ڈور کو سنبھالے ہوئے تھے اور ہیں۔ جبکہ آپ انہیں پیغمبر اکرمؐ کی اولاد کے عنوان دیکھتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں، البتہ وہ بھی آپ ورنہ وہابی تو انہیں ایک عام مسلمان کی حد تک سمجھتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی کتابوں کو دیکھیں، بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حال ہی میں ابن تیمیہ کے خلاف دسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔

ش: آپس کی بات ہے ابن تیمیہ سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔

ڈ: بہت بہتر۔

ش: لیکن آپ کے اس طریقے سے زیارت کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

ڈ: کمپیوٹر پر نظر ڈالتے ہیں، دیکھتے ہیں اہل قبور کی زیارت کس طرح ہے۔

ش: ہمارے پاس زیارت کی اجازت ہے، کمپیوٹر کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈ: ٹھیک ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ زیارتِ قبور پہلے ممنوع تھی پھر بعد میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

ش: ہمارے پاس بہت حدیثیں ہیں، بہت ہی زیادہ۔

ڈ: آپ کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں ہیں جو کہتی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے تین چیزوں کو ممنوع قرار دیا تھا، ایک قبور کی زیارت کہ جس کی بعد میں اجازت دے دی اور فرمایا کہ آخرت کی یاد، عبرت اور دنیا سے زہد کی باعث بنتی ہے۔

ش: جی ہاں کتب صحاح میں اس حدیث کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے۔

ڈ: جی ہاں صحاح ستہ کی اکثریت کا متن یہی ہے اور کمپیوٹر میں ۱۵۰ سے زائد دوسری کتابیں ہیں۔

»انّی کنت نهیکم عن زیارۀ القبور فزوروها فانّ فیها عبرۀ«۔ صرف ان کا آخر فرق کرتا ہے، مثال کے طور پر »تزهد فی الدنیا و تذکر الآخرۀ۔«

ش: صحیح ہے یہ متن اکثر کتابوں میں ہے۔

ڈ: میں کوئی ماہر حدیث نہیں ہوں لیکن میری دین، قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں شناخت کہتی ہے کہ یہ حدیث غلط اور جعلی ہے۔

ش: غلط کیوں ہے؟ جعلی کیوں ہے؟

ڈ: قرآن کی رو سے میرا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ »وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی« ہیں۔ لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی طرف سے کچھ کہیں پھر اس کی اصلاح ہو، وہ بھی ایک موضوع نہیں بلکہ تین موضوعات۔

ش: کیوں نہیں ہو سکتا؟

ڈ: اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں تا کہ اس کے مخالف ایک مسلمہ مورد واضح ہو جائے۔

ذیل کی اسناد میں بھی آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ خود اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے تھے:

زاد المسیر، ابن جوزی، ج ۳، س ۲۳۷؛ الدر المنثور، ج۵، ص۱۷۷؛ تفسیر القرطبی، ج ۹، س ۱۵۹؛ تفسیر الخازن، ج ۳، ص ۳۵۰؛ التذکرۃ للقرطبی، ج۱، ص ۱۱۲ اور السیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص۔

»أن النبی صلی الله علیه وسلم مر بقبر أمه آمنۀ فتوضأ وصلی رکعتین ثم بکی فبکی الناس لبکائه ثم انصرف إلیهم فقالوا ما الذی أبکاک فقال مررت بقبر امی فصلیت رکعتین ثم استأذنت ربی أن أستغفر لها«

» نبی اکرمؐ اپنی والدہ ماجدہ آمنہ کی قبر پر آئے پس آپؐ نے وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آپؐ نے گریہ کیا پس لوگ آپؐ کے گریہ کرنے سے رونے لگے پھر آپؐ ان کی طرف آئے تو انہوں نے کہا آپؐ کو کس نے رولایا تھا پس آپؐ نے فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا تھا پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے رب سے اجازت مانگی کہ ان کے لئے استغفار کروں۔«

ش: جی ہاں یہ بھی درست ہے۔

ڈ: اور تو اور یہ حدیث، قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت پر بھی سوالیہ نشان لگاتی ہے کہ جس کے آپ معتقد ہیں۔

ش: البتہ آہستہ آہستہ ہماری تمام چیزوں پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

ڈ: میں آپ کی کتابوں سے سند لے کر آرہا ہوں۔

ش: اس حدیث کا کیا جواب دیں گے جو زیارت کو ممنوع اور پھر بعد میں جائز قرار دیتی ہے۔

ڈ: ہمارے درمیان طے تھا کہ پہلے قرآن مجید معیار ہو پھر حدیث۔

ش: ٹھیک ہے لیکن اس حدیث کا کون سا حصہ قرآن مجید کے ساتھ مغایرت رکھتا ہے؟

ڈ: اس سے بڑھ کر اور کیا مغایرت ہوگی کہ یہ قرآن مجید کے سو فیصد مخالف ہے۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی پوری حیات میں اپنی کوئی بات تبدیل نہیں کی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض مواقع پر تدریجی طور پر احکام سخت تر ہوئے ہوں (جیسے کہ شراب) لیکن تبدیل نہیں ہوئے ہیں۔ کوئی حلال حرام نہیں ہوا۔ اور تو اور ان موارد کے جن کا حکم سخت ہوا ہے یا جیسے اہل کتاب کا کھانا جس کا حکم آسان ہوا ہے، ان سب کے متعلق قرآن کی آیت موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن کی ایک آیت یا کسی حکم کا نسخ کسی دوسری آیت کے ذریعے ہے۔

ش: اچھا آپ کو کسی اور حدیث کا علم ہے جو اس کے برعکس ہو۔

ڈ: ہماری اپنی کتابوں میں بہت زیادہ ہیں لیکن کیونکہ قرار یہ ہے کہ ہم آپ کی کتابوں سے شواہد لے کر آئیں لہٰذا سنن ابن ماجہ، ج۵، ص ۴۴ کی حدیث نمبر۱۵۵۹ سے رجوع کر سکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: » رَخَّصَ فِی زِیَارَۃِ الْقُبُورِفَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْآخِرَۃَ« ۔ یہ حدیث ابتدائی نہی (ممنوعیت) کے بغیر ہے۔

ش: ممکن ہے یہ رخصت (جواز) نہی (ممنوعیت) کے بعد ہو۔

ڈ: لیکن میں سمجھتا ہوں حضرت عائشہؓ نے جب دیکھا کہ لوگ زیارت سے نہی کی بات کر رہے ہیں تو اس حدیث کو جو انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنی تھی، نقل کر دیا۔

ش: البتہ یہ بھی ایک احتمال ہے۔

ڈ: لیکن یہ احتمال پیغمبر اکرمؐ کی رائے میں تغیر اور تبدیلی کو بھی منتفی کر دیتا ہے۔

ش: اگر ہم اس (پیغمبر اکرمؐ کی رائے میں تغیر اور تبدیلی) کو اشکال سمجھیں تو جی ہاں منتفی کر دیتا ہے۔

ڈ: یعنی آپ کے خیال میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے حکم کو کہ جس پر قرآن مجید نے کوئی رائے نہیں دی ہے، تبدیل کر دیں؟

ش: اگر میں کہوں نہیں ہے تو آپ دوبارہ قرآن مجید کی بات اور ماینطق عن الھویٰ کو لے کر آئیں گے۔

ڈ: کیا یہ بات معقول اور منطقی نہیں ہے؟

ش: کیوں نہیں، منطقی ہے۔

ڈ: یہ دیکھیں مدراک التنزیل البیھقی، ج ۲، ص ۸۴ میں کہ جس کی طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے، آیا ہے:

»لَقَدْ بَکَی رَسُولُ اللہ ؐ عَلی اَبْرَاهَیْمِ وَ قَالَ اِنَّ الْقَلْبَ یَحْزَنُ ، وَالْعَیْنَ تَدْمَعُ ، وَلاَ نَقُولُ مَا اَسْخَطَ الرَبَّ ، وَإِنَّاعَلَیْکَ یَا إِبْرَاهِیمُ لَمَحْزُونُون«-

»رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم (اپنے فرزند) پر گریہ کیااور فرمایا کہ قلب محزون ہو رہا ہے اور آنکھ آنسو بہارہی ہے اور ہم وہ نہیں کہتے جو رب کو خشمگین (غضبناک) کردے اور بے شک اے ابراہیم ہم تمہارے لئے محزون و غمگیں ہیں«۔

ش: جی ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔

ڈ: ایک اور جھوٹی خبر، عورتوں کے لئے قبرستان کی زیارت کا ممنوع ہونے کے بارے میں ایک حدیث ہے۔

ش: لیکن اس مسئلے میں بہت ساری احادیث ہیں جو قابل انکار نہیں ہیں۔

ڈ: ان حدیثوں کی اکثریت وہ احادیث ہیں جو مختلف صحیح کتابوں میں حضرت ابوہریرہ سے نقل ہوئی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: »لعن زوارات القبور«۔» قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت«۔

ش: تو کیا صرف حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث نقل کیا ہے؟

ڈ: دوسروں نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس طرح کی بہت ساری احادیث کے تانے بانے حضرت ابوہریرہ سے ملتے ہیں۔

ش: لیکن بقیہ نے بھی تو نقل کیا ہے، ساری کتب صحاح میں ہے۔

ڈ: جی ہاں ہے لیکن ترمذی اپنی سنن، ج ۴، ص ۹۷۴ میں چونکہ اسے منطقی نہیں سمجھتے ہیں، کہتے ہیں بعض علماء کی نظر یہ ہے کہ یہ قبور کی زیارت کے لئے اجازت ملنے سے پہلے سے تعلق رکھتی ہے اور جب زیارتِ قبور جائز قرار پائی تو عورتوں کے لئے بھی زیارت جائز ہو گئی۔

ش: آپ نے تو کہا تھا کہ وہ نہی ہونے (ممنوع ہونے) اور اجازت ملنے کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: خود یہی حدیث بعض علماء جیسے کہ ترمذی کے کچھ احایث کو قبول نہ کرنے پر دلیل ہے۔ من جملہ یہی حدیث کہ اس کے لئے کوئی توجیہ پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔

ش: لیکن مجھے یاد نہیں آرہا کہ کسی حدیث میں عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی اجازت دی گئی ہو۔

ڈ: کمپیوٹر کو دیکھتے ہیں، دیکھیں مسند ابی یعلی الموصلی، ج ۱۰، ص ۱۳۱ میں ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں:

»أَنَّ عَائِشَةَ أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ ، فَقُلْتُ لَهَا : مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ؟ قَالَتْ : مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، فَقُلْتُ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ، يَنْهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، كَانَ نَهَى عَنْ زِيَارَتِهَا فَأَجَازَهُ---«

»ایک دن حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ قبرستان کی طرف سے آرہی تھیں۔ میں نے پوچھا اے ام المؤمنینؓ آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ انہوں نے کہا: اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر سے۔ میں نے ان سے کہا: اے ام المؤمنینؓ کیا رسول اللہؐ نے زیارتِ قبور سے منع (نہی) نہیں کیا ہے، انہوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے قبور کی زیارت سے منع کیا تھا پھر اس کی اجازت دے دی تھی۔۔۔۔«

ش: یہ تو پہلے والی حدیث کو ثابت کر رہی ہے۔

ڈ: لیکن عورتوں کے لئے زیارت کی ممنوعیت کو رد کر رہی ہے یعنی جناب ترمذی کی بات کی تائید کر رہی ہے۔

ش: جی ہاں اسے جائز قرار دے رہی ہے۔

ڈ: پس اگر ایسا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ سرے سے ایسی کوئی حدیث تھی ہی نہیں، بالکل ویسے ہی جیسے پہلے والی حدیث بھی نہیں تھی۔

ش: لیکن آپ نے آیاتِ قرآنی کی بنیاد پر کہا تھا کہ پہلے والی حدیث صحیح نہیں ہے لہٰذا یہاں پر بھی عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی ممانعت کی حدیث کے قرآن مجید کے مقابلے میں کذب و جھوٹ ہونے کے لئے وہی استدلال ہی جاری ہوگا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کی حدیث اور ترمذی کا نظریہ اس کے مؤید ہوں گے۔

ڈ: چلیں اچھا ہوا کہ آپ نے حقیقت کو خلفائی احادیث پر ترجیح دی۔

ش: خلفاء کے لئے کیا فائدہ حاصل ہوتا تھا کہ اس قسم کی احادیث گھڑیں؟

ڈ: مشخص طور پر تو نہیں جانتا لیکن میں سمجھتا ہوں کیونکہ خلفاء دیکھ رہے تھے کہ لوگ اور خاص طور پر عورتیں حضرت حمزہؓ جیسے شہداء کی قبروں پر کہ معاویہ کی ماں نے جن کا جگر چبایا تھا یا شہدائے کربلا اور واقعہ حرہ کے شہیدوں کی قبروں پر حاضر ہو رہی ہیں کہ جن میں ملوث افراد کو لوگ انتقام کی نظروں سے دیکھتے تھے، لہٰذا انہوں نے سوچا کہ کچھ ایسا کیا جائے کہ لوگ ان کی قبروں پر نہ جائیں اور زیارت نہ کریں۔ بنابرایں ایسی حدیثیں گھڑیں کہ لوگ اور خاص طور پر عورتیں زیارت کے لئے نہ جائیں تاکہ ان کی جھوٹی آبرو محفوظ رہے۔

ش: دلچسپ (قابل غور) احتمال ہے۔

ڈ: اب آتے ہیں اس بحث کی طرف کہ زیارت میں کیا کہیں۔ بقیع کے قبرستان پر ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے صرف یہ کہیں السلام علیکم و نحن انشاء اللہ بکم لاحقون۔

ش: صحیح ہے، البتہ مختلف ممالک اور مذاہب میں یہ بات فرق رکھتی ہے۔

ڈ: صحیح ہے میں نے پاکستان، انڈونیشا اور ملائشیا جیسے ممالک کے مسلمانوں کے زیارتناموں کو دیکھا ہے، وہ بہت ہی زیادہ مفصل ہیں لیکن سعودی عرب میں اور وہابی صرف اسی سلام کو کہتے ہیں اور اس کی روزانہ جنت البقیع میں تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

ش: اسناد میں ہمارے پاس اسے بڑھ کر نہیں ہے۔

ڈ: کیوں نہیں ہے، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۴، ص ۵۸ میں ہے۔

حضرت زید بن وہبؓ کہتے ہیں: حضرت علیؑ جب صفین سے پلٹ رہے تھے تو کوفہ کے دروازے پر موجود کچھ قبروں کی زیارت کی اور فرمایا:

»السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ فَارِطٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ عَمَّا قَلِيلٍ لَاحِقٌ، اللهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ، وَتَجَاوَزْ بِعَفْوِكَ عَنَّا وَعَنْهُمْ، طُوبَى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ وَقَنَعَ بِالْكَفَافِ وَرَضِيَ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ«

»اے اہل دیار مؤمنین و مسلمین تم پر سلام ہو۔ تم ہمارے سلف ہو اور ہم عنقریب تم سے مل جائیں گے۔ اے اللہ ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور اپنے عفو سے ہم سے اور ان سے درگزر فرما۔ مبارک ہو اسے جو آخرت کو یاد کرے اور حساب کے لئے عمل کرے اور کفایت شعاری سے قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے راضی ہو«۔

ش: میں نے نہیں دیکھا ہے لیکن ممکن ہے۔
ڈ: یہ لیجئے کمپیوٹر میں ہے۔
ش: جی ہاں لیکن میں نے کہا تھا زیارت کی دعا صرف وہ جملہ ہی نہیں ہے جو قبرستانِ بقیع کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔
ڈ: میں نے بھی نمونہ پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر اس نمونے پر بھی توجہ فرمائیں۔
ش: کون سا نمونہ؟

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب، الازہر مصر کی نظر سے

ڈ: مجموعہ فتاوی الازہر، باب حج، ج ا، ص ۱۹۸ میں آیا ہے۔
زيارة المدينة المنورة .

إذا لم تكن أيها الحاج قد بدأت هذه الرحلة المباركة بزيارة الرسول صلى الله عليه وسلم، فمن السنة وقد فرغت من مناسك الحج أن تقوم بها فإنه من أعظم الطاعات وأفضل القربات وفى فضلها أحاديث شريفة كثيرة، ولتقصد من الزيارة الصلاة فى حرمه الآمن تحصيلا للثواب فقد ورد فى الحديث الشريف عن صاحب هذا الحرم صلى الله عليه وسلم (صلاة فى مسجدى خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام) رواه أحمد فى مسنده عن عبدالله بن الزبير .

خطة هذه الزيارة وآدبها .

يسن للزائر – بعد أن يطمئن على أمتعته ومحل إقامته – أن يغتسل يلبس أحسن ثيابه ويتطيب وإذا لم يتيسر الاغتسال اكتفى بالوضوء .

ثم يتوجه إلى الحرم النبوى متواضعا فى سكينة ووقار فإذا دخل من باب المسجد قصد إلى الروضة الشريفة وهى بين القبر الشريف والمنبر النبوى، وصلى فيها ركعتين تحية المسجد – ويدعو الله مجتهدا فى الدعاء لأنه فى روضة من رياض الجنة وفى مهبط الرحمة وموطن الإجابة إن شاء الله .

فإذا انتهى الزائر من تحية المسجد والجلوس فى الروضة الشريفة ، توجه إلى قبر الرسول عليه الصلاة والسلام، ووقف قبالة موضع الرأس الشريف فى أدب واحترام، ويسلم على الرسول فى صوت خفيض ، ويقول السلام عليک يا

رسول الله ورحمة الله وبركاته، السلام عليک يا نبی السلام عليک يا خيرة الله من خلقه، السلام عليک يا سيد المرسلين وإمام المتقين، أشهد أنک بلغت الرسالة – وأديت الأمانة ونصحت الأمة، وجاهدت فی الله حق جهاده .

ثم يصلی الزائر علی رسول الله صلی الله عليه وسلم ويبلغ إليه سلامنا وسلام من أوصوه .

زیارت مدینہ منورہ:

اگر اے حاجی تمہارے لئے اس مبارک سفر کو رسول اللہؐ کی زیارت سے شروع کرنا ممکن نہ ہوا ہو تو سنت ہے کہ حج سے فراغت کے بعد رسول اللہؐ کی زیارت کرو، کیونکہ یہ سب سے عظیم ترین طاعتوں (عبادتوں) میں سے اور تقرب کے افضل ترین طریقوں میں سے ہے اور اس کی فضیلت میں بہت ساری احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں۔ تمہیں اس امن وسلامتی سے معمور حرم ہیں ثواب حاصل کرنے کے لئے زیارت سے نماز کا قصد کرنا چاہئے کہ ان صاحبِ حرمؐ سے مروی حدیث شریف میں آیا ہے» میری مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے«۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔

اس زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب:

زائر کے لئے سنت ہے (اس کے بعد کہ وہ اپنے کھانے پینے اور محل سکونت سے مطمئن ہو جائے) کہ وہ غسل کرے، اپنا بہترین لباس پہنے اور خوشبو لگائے اور اگر غسل میسر نہ ہو تو وضوء پر اکتفا کرے۔

پھر تواضع و مسکنت اور وقار کی حالت میں حرم النبویؐ کی طرف چل پڑے پس جب مسجد میں داخل ہو تو روضہ شریفہ کا قصد کرے جو قبر شریف اور منبر نبویؐ کے درمیان ہے اور اس میں تحیت مسجد کے لئے دو رکعت نماز پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو دعا میں کوشش کے ساتھ پکارے، کیونکہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور رحمت کے نازل ہونے کے مقام اور دعا کی اجابت کے موطن و مکان میں ہے ان شاء اللہ۔

جب زائر تحیت مسجد اور روضہ شریفہ میں بیٹھنے کو تمام کردے تو رسول اللہؐ کی قبر کی طرف جائے اور سر مبارک کی جگہ کے سامنے ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور نیچی آواز میں رسول اللہؐ پر سلام بھیجے اور کہے: اے رسول اللہؐ آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں، اے نبیؐ آپ پر سلام ہو، اے اللہ کی مخلوقات میں سے برگزیدہ ترینؐ آپ پر سلام ہو، اے مرسلین کے سردار اور متقین کے امامؐ آپ پر سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے رسالت کی تبلیغ کی اور امانت کو ادا کیا اور امت کو نصیحت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔

پھر زائر رسول اللہؐ پر درود بھیجے اور ان کو ہمارا اسلام پہنچائے اور ان لوگوں کا سلام جنہوں نے اس سے سفارش کی تھے۔

ش: یہ تو آپ کی زیارت کی طرح ہو گئی۔

ڈ: یہ الازہر مصر کا فتویٰ ہے، البتہ اسی نقل کے ساتھ مجموع فتاوای المصر میں بھی آیا ہے۔

ش: صحیح ہے مصر میں بعینہٖ یہی عقیدہ پایا جاتا ہے۔

ڈ: پس تو ہمیں تنگ کرتے ہیں کہ اتنی وضاحت پیش کریں۔

ش: میں نے یہ چیزیں مصر میں دیکھی ہیں لیکن حقیقت یہ کہ ہے مصر میں مجھے یہاں تک کہ ان اسناد کو دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی اور یہ کہ آپ نے ایسے کام کو انجام دیا ہوا ہے، میرے لئے انتہائی دلچسپ ہے۔

ش: آپ نے شروع میں تو کہا تھا کہ زیارت کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ڈ: جی ہاں کیونکہ عام طور پر شیعہ آئمہ کرامؑ اور خاندان اہل بیتؑ کی اولادیں امویوں اور عباسیوں کی جانب سے دباؤ اور طرح طرح کی تہمتوں کا شکار تھیں، لہٰذا اس کے پیش نظر کہ یہ تہمتیں ایک عقیدے میں تبدیل نہ جائیں اور اسی طرح ان کے پیروکاروں کے ذریعے ان کے ساتھ مقابلے کی راہ آگے بڑھتی رہے، زیارت میں بہت ہی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ بنابراین زیارت کے مضامین و مطالب کچھ خوبصورت نکات کے حامل ہیں۔

ش: جی ہاں میں نے کل رات کو بعض زیارتوں جیسے کہ زیارت عاشورا کو دیکھا تھا لیکن میں ان تعلیمی مفاہیم کو علیحدہ نہیں کر سکا۔

ڈ: معمولاً زیارات سلام سے شروع ہوتی ہیں۔ لیکن معمولا یاد دہانی ہے مبدء سے یعنی حضرت آدمؑ سے شروع کرتے ہوئے یہاں تک کہ مربوطہ امامؑ تک پہنچ جائے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہمیں پر واضح کرے کہ صراط مستقیم ایک ہی ہے اور یہ وہی ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع اور حضرت ختمی مرتبتؐ پر ختم ہوئی ہے اور یہ کہ آپ اس راہ پر ہیں۔

ش: بہت ہی ظریف نکتہ ہے۔

ڈ: جبکہ دوسرا موضوع ان ہستیوںؑ کے اسلام، ایمان اور عمل پر شہادت و گواہی ہے، مخصوصاً یہ شہادتیں کہ »اشهد انّکَ اقمتَ الصلوۀ وآتیتَ الزکوۀ وامرتَ بالمعروف ونَهَیْتَ عن المنکر ---« یہ حصہ اس وجہ سے ہے کہ اموی اور عباسی ہمارے آئمہ کرامؑ پر دین سے خروج کی تہمت لگاتے تھے۔

ش: جی ہاں جی ہاں لیکن وہ سب مثلاً حضرت علیؑ کو تو مانتے ہیں۔

ڈ: مگر معاویہ نے اسی علیؑ کی لعن کو واجب بھی تو کر دیا تھا اور شام کے لوگوں کی اکثریت اس پر عمل بھی کرتی تھی۔

ش: لیکن اس مدت مختصر سی تھی اور بعد میں ختم بھی ہو گئی تھی۔

ڈ: لیکن جب حضرت علیؑ شہید ہوئے اور کہا گیا کہ مسجد میں شہید کئے گئے ہیں، شامیوں نے کہا کہ مگر علیؑ نماز پڑھتا تھا کہ جو مسجد میں مارا گیا ہے۔

ش: جی لیکن یہ بھی معاویہ کے زمانے میں ہی تھا۔

ڈ: مگر یہ اعمال عمر بن عبد العزیز کے زمانے تک چلتے نہیں رہے تھے؟

ش: جی ہاں اس وقت تک چلتے رہے تھے۔

ڈ: مگر یزید نے یہ نہیں کہا تھا کہ حسین ابن علیؑ دین سے خارج ہو گئے ہیں اور کوفیوں نے انہیں شہید کر کے ان کے اہل بیتؑ کو اسیر کر لیا تھا، اس بناء پر کہ یہ دین سے خارج ہو گئے ہیں۔ مگر انہوں نے نہیں کہا تھا کہ یہ خارجی ہیں۔

ش: جی ہاں ٹھیک ہے۔

ڈ: عباسیوں کی حالت بھی اس سے کوئی بہتر نہیں تھی، اگرچہ وہ لوگ آئمہ کرامؑ کو اعلانیہ طور پر شہید نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ہم نے ان شہادتوں کو تاریخ میں شہادت کے لئے محفوظ کیا ہوا ہے۔

ش: لیکن تمام مردوں کے لئے شہادت نہیں کہی جاتی ہے۔

ڈ: قطعاً نہیں کہتے ہیں۔ ہم صرف آئمہ کرامؑ اور ان کی اولادوں کے لئے کہتے ہیں، عام مردوں کے لئے صرف قرآنی سورتیں اور حمد پڑھتے ہیں۔

ش: لیکن زیارات ان باتوں سے بڑھ کر اور بہت طولانی ہیں۔

ڈ: جی ہاں بعض زیارات میں اہل بیتؑ میں سے اس ہستی کو دی جانے والی اذیتوں اور آزاروں کی کیفیت کا بھی ذکر ہوتا ہے اور یہاں تک کہ بعض میں تو شہادت کی کیفیت کو بھی پیش کیا جاتا ہے، مثلاً زیارت عاشورا میں بہت سے نکات کا ذکر کیا گیا ہے۔

ش: جبکہ اس میں لعن بھی بہت زیادہ ہے۔

ڈ: جی ہاں ان پر کہ جن کی میں نے وضاحت کی تھی، کیونکہ یہ لعن خود بھی ایک طرح کی تعلیم ہے۔ اس بات کی تعلیم کہ ان لوگوں کے پیچھے نہ جائیں جنہوں نے فرزندِ رسولؐ کو شہید کیا تھا۔

ش: البتہ یہ ایک صحیح استدلال ہے۔

بات یہاں پہنچی تو کربلائی صاحب چائے اور تھوڑی مقدار میں مٹھائیاں اور خشک میوے لے کر آگئے۔ معمول کے مطابق میرے کمرے کے ساتھی خاموشی سے بیٹھے ہوئے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ وہ جو عربی نہیں جانتے تھے، تھک جاتے اور ایک ایک کر کے کمرے سے باہر چلے جاتے تھے۔

دراین اثنا اتفاقی طور پر ہمارے کاروان کے روحانی (عالم دین) جو تھوڑی بہت عربی بھی جانتے تھے، کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ جوان تھے میں ڈر رہا تھا کہ کام خراب نہ کر دیں اور کہیں کوئی تُند بات نہ کہہ دیں کہ جو ہمارے سارے کئے دھرے پر پانی پھیر دے۔ لہٰذا میں نے استاد کا تعارف کرنا شروع کر دیا اور یہ کہ الازہر یونیورسٹی کے اساتید میں سے ہیں۔ انہوں نے بھی بڑائی کا مظاہرہ کیا اور جزئی ابحاث کو نہیں چھیڑا بلکہ زیادہ تر الازہر کے بارے میں پوچھا جبکہ میں ان کی باتوں کا ترجمہ کرتا رہا۔ البتہ کچھ ایسے بھی سوالات کئے جن کے متعلق میں نے ان سے خواہش کی کہ ترجمہ نہ کروں، الازہر میں مکتب تشیع کی تدریس کیوں نہیں ہوتی ہے؟ المختصر کہ کچھ ایسے سوالات جو ان کی تبلیغی امور اور خارجہ تعلقات میں کسی حد تک کم تجربگی سے حکایت کر رہے تھے۔ کیونکہ الازہر مصر میں تشیع کی تدریس ہوتی ہے۔

محمد ابن عبدالوہاب کے اعترافات

ڈ: شیخ صاحب! کیا آپ نے ''مفاھیم یجب ان تصحح''، ''وہ مفاہیم جن کی تصحیح واجب ولازم ہے'' نامی کتاب دیکھی ہے؟

ش: سنا ہے لیکن پڑھی نہیں ہے۔

ڈ: یہ کتاب سید محمد علوی المالکی الحسنی نے لکھی ہے جو مکہ کے رہنے والے ہیں۔

ش: جی ہاں ان کا نام سنا ہے، اس کتاب کے مندرجات کو دلچسپ ہونا چاہئے۔ یہ کہ کن مفاہیم کی اصلاح ہونی چاہئے۔

ڈ: میرے پاس ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے اہل سنت کے بہت سے اعتقادات کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی تصحیح ہونی چاہئے۔ محمد ابن عبد الوہاب سے ایک مطلب بیان کرتے ہیں کہ جنت البقیع کی نگرانی کرنے والے وہابی اہلکار جس کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔

ش: کون سا فتویٰ؟

ڈ: اس کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱۰ میں الدور السنیۃ، ج ۱، ص ۵۲ سے لے کر آئے ہیں۔

محمد ابن عبد الوہاب نے بارہ چیزوں کا اعلان کیا ہے کہ جن کو اس نے جھوٹ اور تہمت شمار کیا ہے، من جملہ:

۱۔ میں کتب مذاہب کو باطل کر دیا ہے۔

۲۔ لوگوں کے پاس چھ سو سال پہلے سے کوئی چیز ہی نہیں تھی۔

۳۔ میں نے اجتہاد کا دعویٰ کیا ہے۔

۴۔ میں تقلید کا مخالف ہوں۔

۵۔ علماء کی رفت وآمد نقمت ہے۔

۶۔ میں اسے کافر سمجھتا ہوں جو صالحین سے توسل کرے۔

۷۔ اگر میں حرم پیغمبر اکرمؐ کو مسمار کرنے کی قدرت رکھتا تو اسے مسمار کر دیتا۔

۸۔ میں پیغمبر اکرمؐ کی قبر کی زیارت کا انکار کرتا ہوں۔

۹۔ میں والدین کی قبر کی زیارت کا انکار کرتا ہوں۔

۱۰۔ میں اسے کافر سمجھتا ہوں جو غیرِ خدا کی قسم اٹھاتا ہے۔

اور۔۔۔۔[1]

ڈ: کمپیوٹر کے اسی سافٹ ویئر میں کتاب دعوۃ الشیخ محمد عبد الوہاب، ج ۱، ص ۱۵ میں کہتا ہے:

ولكن التقليد عند الشيخ قد يكون ممنوعا، وقد يكون مباحا مأذونا فيه: فالتقليد ممنوع على الشخص الذى يستطيع معرفة الأدلة التفصيلية واستنباطاتها إلا لضرورة ملحة، أما الذى لا يستطيع معرفة ذلک فى جميع أموره فالتقليد له مباح مأذون فيه، ولذلک كذّب الشيخ محمد بن عبد الوهاب من اتهمه بإبطال التقليد كلية

[1] - یہ ایسے میں ہے کہ بقیع میں تعینات اہلکار انہی تکذیب شدہ باتوں پر اصرار کرتے ہیں جو محمد بن عبد الوہاب کی نہیں ہیں لہٰذا بقیع میں تعینات اہلکاروں کا عمل محمد بن عبد الوہاب کے نظریے کے برخلاف ہے۔

شیخ محمد نے ان لوگوں کے لئے تقلید کو ممنوع سمجھا ہے جو توانائی اور شرعی دلائل سے واقفیت رکھتے ہیں لیکن وہ انسان جو تمام امور سے واقفیت حاصل کرنے کی توانائی نہیں رکھتا ہے، اس کے لئے تقلید مباح اور جائز ہے۔ اسی لئے شیخ محمد تقلید کے باطل ہونے کی رسمی طور تکذیب کرتے ہیں۔

تشیع میں مرجعیت اور تقلید کا تحرک

ش: ٹھیک ہے کیونکہ یہ بات بعض کتابوں میں آئی ہے اور کلی طور پر کوئی بھی تقلید کا مخالف نہیں ہے۔

ڈ: لیکن جب شیعہ مذہب کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم کیوں تقلید کرتے ہیں، ایک فرد کی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔

ش: جی ہاں عوام کا ایک طبقہ کہتا ہے لیکن علماء اس موضوع کو کم تر اٹھاتے ہیں۔

ڈ: اتفاق سے یہی علماء اس مسئلے کے معتقد ہونے کے باوجود اسے عوام کے لئے برا بنا کر پیش کرتے ہیں۔

ش: لیکن ظاہراً آپ لوگ تمام احکام میں ان افراد کی تقلید کرتے ہیں جو زندہ ہیں جبکہ ہم ان احکام کی بناء پر عمل کرتے ہیں جنہیں آئمہ اربعہ نے ہر عبادی موضوعات کے لئے متعین کیا ہے اور ان کے بارے میں ہمارے یہاں فتویٰ نہیں دیا جاتا مگر یہ کہ کوئی جدید مسئلہ پیش آجائے۔

ڈ: اتفاق سے تشیع میں تقلید کا موضوع اصول دین میں تقلید نہیں بلکہ فروع دین میں ہے۔ یعنی کوئی بھی تقلید کی بناء پر اللہ تعالیٰ، پیغمبر اکرمؐ، قرآن مجید اور قیامت کی معرفت اور ان پر اعتقاد کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کرے تو اس صورت میں اس کا عقیدہ مردود اور غیر قابل قبول ہے۔ تقلید صرف فروع دین میں ہے۔

ش: آپ کی مراد نماز، روزہ اور حج وغیرہ ہیں۔

ڈ: جی ہاں لیکن یہ تقلید بھی دو شرائط کے ساتھ ہے۔ ایک یہ کہ انسان خود محقق اور در حقیقت مجتہد نہ ہو، لہٰذا مجتہد کے لئے کسی بھی سطح میں تقلید جائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ علمائے دین میں سے اعلم (سب سے زیادہ عالم) کی تقلید کرے کہ جن کو کچھ مخصوص شرائط کا حامل ہونا ضروری ہے۔

ش: پہلی شرط ہمارے یہاں بھی پائی جاتی ہے لیکن دوسری شرط ہمارے یہاں نہیں ہے یعنی ہم جن علماء کی تقلید کرتے ہیں وہ نوعاً حکومتی اور ریاستی علماء ہوتے ہیں۔

ڈ: صحیح ہے آپ کے مکتب میں بھی اگر انسان محقق ہو تو تقلید نہیں کرتا لیکن ایک فرق پایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے آئمہ اربعہ کے کچھ نظریات لازمی طور پر نافذ ہیں اور تبدیلی کے قابل نہیں ہیں، جبکہ ہمارا مجتہد تمام موضوعات میں بذات خود تحقیق کر سکتا ہے اور یوں کہوں کہ اجتہاد کر سکتا ہے اور نیا نظریہ پیش کر سکتا ہے۔

ش: یعنی امام جعفرؑ کی بات کے مخالف بات کر سکتا ہے؟

ڈ: اگر قدر مسلم ہو کہ یہ بات ان کی ہے تو ان کی نظر کے مخالف بات نہیں کرتے لیکن ان کے گفتار کی تفسیر میں آزاد ہیں اور اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

ش: کیا مطلب؟ بات کچھ پیچیدہ ہو گئی۔

ڈ: پیچیدہ نہیں ہے۔ ایک محقق جو مختلف مطلوبہ علوم سے واقفیت رکھتا ہے، فروع دین کے لئے قرآن مجید کی آیات، مستند احادیث اور اپنی عقل سے استفادہ کرتے ہوئے ضروری احکام وضع کر سکتا ہے۔

ش: یہ تو فروع کو بہت ہی مختلف بنا دیتا ہے یعنی ممکن ہے کہ ہر کوئی ایک مخصوص طرز کی نماز پڑھے۔

ڈ: ایسا نہیں ہے کیونکہ فروع کی اشکال میں سے ۹۹ فیصد یکساں اور ثابت ہیں۔[مجتہدین اس حوالے سے] آپس میں کوئی خاص اختلاف بھی نہیں رکھتے جبکہ اجتہادی اختلافات انتہائی فرعی موضوعات میں ہیں۔

ش: لیکن ہم مختلف مذاہب میں نماز، روزہ، حج اور زکات کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

ڈ: اختلاف تو رکھتے ہیں لیکن کم ہے، مثال کے طور پر کچھ سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند پڑھتے ہیں تو کچھ آہستہ پڑھتے ہیں، کچھ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں تو کچھ ہاتھوں کو کھلا چھوڑتے ہیں۔

ش: جی ہاں یہ موارد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔

ڈ: لیکن ہمارا اختلاف تمام کے تمام مجتہدین میں بھی اتنی حد تک نہیں ہے۔ یعنی قرائت میں ہماری تمام حرکات اور کلمات ایک جیسے ہیں، صرف ممکن ہے کہ سجدہ وغیرہ کے اذکار کی تعداد فرق ہو، وہ بھی ندرت کے ساتھ ورنہ عبادات میں[مجتہدین کے] نظریات مشترک ہیں۔

ش: پس اگر اس قدر مشترک ہیں تو کیوں آپ لوگ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہونے کی بات کو اٹھاتے ہیں؟

ڈ: انتخاب کا حق رکھنا اور اختلاف نہ ہونا دو چیزیں ہیں۔ فقہاء، مراجع اور مجتہدین اپنے سلیقے اور پسندیدگی کی بناء پر عمل نہیں کر سکتے بلکہ قرآن مجید یا کتب احادیث سے ایک حکم کے استخراج کے لئے ضروری ہے کہ مستدل طور پر عمل کریں۔ یعنی علم الدارية، علم الرجال، عربی زبان پر مہارت اور پہلے صادر ہونے والے احکام پر عبور رکھنا جیسے علوم کے حامل ہوں تاکہ کسی حکم کو صادر کر سکیں۔

ش: لیکن ہم صرف جدید مسائل کے لئے فتویٰ صادر کرتے ہیں اور عام قدیمی مسائل میں آئمہ اربعہ کی نظر کے مطابق جو ان کتابوں میں بیان کی گئی ہے، عمل پیرا ہوتے ہیں۔

ڈ: ہمارے علماء کے اعتقادات اور فتویٰ کے مطابق ایک مردہ شخص کی تقلید نہیں کی جاسکتی لیکن اگر ایک زندہ مجتہد اجازت دے کہ انسان اس شخص کے دستوارت کے مطابق جس کی وہ اس کی حالت حیات میں تقلید کر رہا تھا، اسے جاری رکھ سکتا ہے تو یہ میت کی تقلید، زندہ مجتہد کی اجازت کی بنیاد پر جائز ہے۔ جبکہ اس انسان کے لئے جو پہلے کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا تھا اور اب وہ مجتہد فوت ہو چکا ہے تو وہ کسی بھی صورت میں اس مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتا۔

ش: پس سب لوگ زندہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں؟

ڈ: ایسا ہی ہے کیونکہ در حقیقت وہ مرجع اور مجتہد جس کی تقلید کی جاتی ہے، امام کی حیثیت رکھتا ہے اور مردہ امام کی تقلید نہیں کی جاسکتی ہے یا اگر کوئی سوال پیش آجائے تو اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ش: ہم بھی سوال کا جواب دے سکتے ہیں لیکن نماز کے اعمال اور اذکار میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

ڈ: صرف نماز ہی نہیں ہے، مثال کے طور پر اسی حج میں سعی، صفا و مروہ کی جگہ، قربانی کی جگہ، رمی جمرات اور ان جیسے دوسرے اعمال کی جگہ میں مسلسل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ پیروکاروں کے لئے ان جدید مسائل کو کسی نہ کسی طور پر حل کیا جانا چاہئے۔

ش: ان کو تو جب تک انتظامیہ کے لوگ سوال نہ کریں تو کوئی تبدیل نہیں کرتا ہے۔

ڈ: لیکن ظاہر ہوتا ہے کہ انتظامیہ کے لوگ امور کو ضرورت کے مطابق انجام دیتے ہیں اور بعید ہے کہ مفتیوں سے سوال کرتے ہوں۔

ش: ان کی رضامندی حاصل کرتے ہیں؟

ڈ: جی ہاں رضامندی حاصل کرتے ہیں لیکن آپ اگر غور کریں تو یہ رضامندیاں مسلسل تبدیلی ہوتی رہتی ہیں اور زیادہ تر ریاستی فرمان ہی موثر رہا ہے۔

ش: ریاستی فرمان جی ہاں لیکن کبار العلماء (بڑے علماء) کی نظر بھی بیچ میں ہوتی ہے۔

ڈ: کیا اب تک ایسا ہوا ہے کہ جامعۃ الازہر سے سوال کیا جائے کہ موجودہ شرائط میں ہم حج کے اعمال میں سے کسی ایک عمل میں تبدیلی لانا چاہ رہے ہیں، مثال کے طور پر رمی جمرات میں کہ جس میں مسلسل تبدیلی بھی ہوتی رہی ہے۔

ش: نہیں وہ سعودی عرب کے شیوخ اور اکابرین سے سوال کرتے ہیں۔

ڈ: دوسرے ممالک کے شیوخ اور مفتیوں کی بھی پیروی کرتے ہیں؟

ش: ان کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہے کیونکہ یہ وہ تبدیلیاں جو انجام دی جاچکی ہیں۔

ڈ: لیکن ہمارے علماء تبدیلیوں کے بارے میں اعلانِ نظر کرتے رہتے ہیں۔

ش: مثلاً ایک نمونے کی مثال پیش کریں۔

ڈ: مثلاً یہ کہ اگر مذبح (قربانی کرنے کی جگہ) وادی منیٰ سے باہر ہو تو قربانی قبول نہیں ہے اور اس وقت کچھ مذبح منیٰ سے باہر ہیں۔

ش: پس تو آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟

ڈ: ایران کا ادارہ حج قربانی کی ان جگہوں کا انتخاب کرتا ہے جو منیٰ کے اندر ہوں۔

ش: یہ کام کو مشکل کر دیتا ہے۔

ڈ: میں نے صرف مثال کے طور پر کہا تھا، البتہ تمام مراجع کی نظر بھی یہ نہیں ہے لیکن میں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اس قسم کے اجتہاد اور مرجعیت میں تحرک اور فعال و زندہ ہونا پایا جاتا ہے۔ مفتی در پیش صورت حال کے آگے منفعل اور غیر متحرک نہیں ہوتا کہ جو پیش آئے اسی کے پیچھے چل پڑے۔

ش: لیکن اسلام تو آسانی برتنے والا ہے۔

ڈ: آسانی برتنے اور متحرک ہونے میں فرق ہے۔

ش: لیکن معمولاً متحرک ہونا مسائل کو مشکل تر کر دیتا ہے۔

ڈ: ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ تیس سال پہلے جب میں حج پر آیا تھا تو آپ کے علماء عرفات میں بیت الخلاء بنانے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور حجاج اس حوالے سے کس قدر عذاب اور اذیت میں تھے۔ ہر سال ایک بڑی تعداد نجاست کی بیرلوں (Barrels) میں دم گھٹ کر مر جاتی تھی۔ لیکن جو کوششیں کی گئی ان کے سبب نہ صرف بیت الخلاء تعمیر ہوگئے بلکہ درختکاری کی اجازت بھی دے دی اور اب حجاج نسبتاً سکون اور سہولت میں ہیں۔

ش: جی ہاں جی ہاں اس وقت بہت ہی بری حالت تھی۔

ڈ: متحرک ہونے سے مراد یہ ہے کہ مراجع اور مفتی حالاتِ زمانہ کے متناسب نظر دیں سکیں۔ اتفاق سے ہمارے مراجع کے فتاویٰ کی اکثریت سہولت اور آسانی بہم پہنچانے کی سمت میں ہیں۔

ش: جی ہاں جی ہاں فتویٰ کو سہولت اور آسانی بہم پہنچانے کی سمت میں ہونا چاہئے۔

ڈ: ہم نہیں کہتے کہ سہل یا سخت، ہم کہتے ہیں کہ دستوارت، جیسے کہ وہ ہیں۔ لیکن اصل میں دستورات آسان ہیں ہم نے قطعاً فلاں صحابی کے قول پر اسے سخت یا آسان نہیں کیا ہے۔

ش: جی ہاں یہ صحیح ہے لیکن پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ دین سمحۃ سھلۃ (آسائش بخش اور آسان) ہے۔

ڈ: دین اعمال میں آسان ہے لیکن انتظام و انصرام میں تدبیر اور ڈھنگ کا طور طریقہ بھی ضروری ہے، مثلاً آپ کو یاد ہے کہ بیس لاکھ قربانی کے جانوروں خاک تلے دبا دیتے تھے جبکہ اسلامی ممالک میں ایک بڑی تعداد غربت اور پروٹین کی کمی مبتلا ہوتی تھی۔

ش: اب ٹھیک ہو چکا ہے۔

ڈ: جی ہاں ترقی یافتہ اسلامی ممالک اور خاص طور پر ایران کی مکرر کوششوں سے کہ جس کے مراجع کے اس بارے میں فتاویٰ واضح تھے، در نتیجہ یہ سب باعث ہوئے کہ سارے گوشت کی پیکنگ کے بعد غریب اسلامی ممالک کو بھیج دیے جائیں۔

ش: الحمد للہ بہت اچھا ہو گیا ہے۔

ڈ: اب بھی بہت زیادہ مشکلات ہیں۔ موسم حج میں ہر سال مختلف دلائل جیسے کہ آتش سوزی، پل گر جانے اور۔۔۔ کی بناء پر حجاج کی ایک تعداد فوت کر جاتی ہے۔

ش: لیکن یہ روک تھام اور تدارک کے قابل نہیں ہیں۔

ڈ: روک تھام کے قابل ہے مگر مضبوط انتظام و انصرام (Strong management) کی ضرورت ہے۔

ش: لیکن سیلاب کا انتظام و انصرام سے کوئی تعلق نہیں ہے، پل کے گرنے کا انتظام و انصرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ڈ: مثلاً سیلاب کے بارے میں باقاعدگی سے کچرا جمع کرنے سے سیلاب کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں کہ افسوس کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ یعنی مثال کے طور پر رمی جمرات کے راستے میں بہت زیادہ مقدار میں خالی سیل، چپلیں، جوتے اور کھانا وغیرہ پڑے رہتے ہیں اور سب سے بدتر یہ کہ بہت سے لوگ راستے کے کنارے سو رہے ہوتے ہیں۔

جبکہ پل کے گرنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ پل کے لئے استحکام کا ٹھیک اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ان احکامات کی رعایت کرنا جو واجب نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں، باعث بنتا ہے کہ لوگوں کا سارا ہجوم ایک مخصوص وقت میں مثال کے طور پر رمی جمرات یا طواف کے لئے جانا چاہتا ہے۔ در نتیجہ اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اگر مفتی صاحبان اپنی نظر کا اعلان کر دیتے کہ موسم حج میں ضروری نہیں ہے کہ حجاج فرعی مستحبات پر عمل کریں تو ایسے واقعات رونما نہ ہوتے۔

ش: البتہ ٹھیک ہے اور اکثر شیوخ اور علماء خود بھی ان مستحبات پر عمل نہیں کرتے لیکن عوام ان کو بجالانے پر زیادہ مصر ہوتے ہیں۔

ڈ: لیکن متحرک ہونے کی بات ان ہی جگہوں پر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے۔

ش: آپ اگر اتفاق کریں تو آج کی گفتگو کو یہیں پر خاتمہ دے دیتے ہیں۔ کل بھی مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہے جس کی وجہ سے ظہر کے لئے نہیں آسکتا کیونکہ مدینہ یونیورسٹی کے اپنے ایک سابقہ دوست کے گھر پر مہمان ہوں۔

ڈ: کوئی بات نہیں ہے، اتفاق سے میرے کمرے والوں نے بھی ظہر کے دورانیے میں کہ کھانے کا وقت ہے اور ان کے پاس کچھ زیادہ فراغت بھی ہوتی ہے، مجھ سے آپس میں مل بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے کا تقاضا کیا ہے۔ اس لئے کہ معمولاً رات کو بیگمات کے ساتھ خریداری کے لئے بازار جاتے ہیں۔

ش: اگر موافق ہیں تو بقیہ بحث کو پرسوں پر چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ کل میں کہیں مہمان ہوں۔

ڈ: میں آپ کے تابع ہوں آپ جب فرمائیں گے میں حاضر ہوں۔

ش: پس پرسوں تک کے لئے خدا حافظ۔

ہم نے خدا حافظی کی اور وہ چلے گئے۔

رات کو ہم دوستوں اور بیگمات کے ساتھ تحفے تحائف خریدنے کے لئے بازار چلے گئے، لیکن ہم نے حقیقتاً تحائف کی حد تک ہی خریداری کی۔ گزشتہ سال کے حجاج کے ساتھ مقابلے کی کوشش نہیں کی۔ افسوس کے ساتھ نماز اور اعمالِ حج کے بعد یہ تحائف کی خریداری حجاج کی سب سے اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حجاج کی اس خریداری نے ایران کے وقار اور ساکھ کو آنچ لگادی ہے۔ بقیہ ممالک کے لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ایرانی حجاج چینی اور غیر چینی اجناس کی خریداری کے اس انداز میں بازاروں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں۔

ہم بھی خریداری کے لئے گئے لیکن مختصر تحائف لئے، اس حد تک کہ کہہ سکیں ہمیں آپ کی یاد تھی۔ وہ بھی صرف رشتہ داروں اور انتہائی قریب کے دوستوں کے لئے اور استحباب (سنت) کی رعایت کی حد تک خریداری کی۔

بیگمات انتخاب کرتی تھیں اور ہم بھی کچھ مداخلت کرتے تھے اور پھر قیمت کی ادائیگی ہمارا فریضہ ہوتا تھا۔

پھر ہوٹل لوٹ گئے اور معمول کے شیڈول کی تکرار۔ یعنی مسجد النبیؐ میں فجر کی نماز اور پھر جنت البقیع اور اس کے بعد ہوٹل اور ناشتہ اور ظہر تک نیند اور مسجد النبیؐ میں ظہر کی نماز کے لئے تیاری۔

۲۴ ذی القعدہ کا دن

میں جب ظہر کی نماز کے لئے مسجد النبیؐ گیا ہوا تھا تو وہاں شیخ صاحب ایک شخص کے ساتھ نظر آئے جو بعد میں پتہ چلا کہ ان کے میزبان تھے۔ میں نے اس شخص کو سلام کیا، شیخ صاحب نے میرا تعارف کروایا کہ یہ ایران میں ایک یونیورسٹی کے استاد ہیں اور اپنے میزبان کا بھی تعارف کروایا کہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے استاد شیخ حمید النجدی ہیں۔

شیخ حمید النجدی سے تعارف

ڈ: شیخ صاحب آپ کا شیخ محمد عبدالوہاب کے شہر سے تعلق ہے۔

ش حمید: جی ہاں آپ کو کیسے جانتے ہیں کہ نجد شیخ محمد عبدالوہاب کا شہر ہے۔

ڈ: ان تمام کتابوں میں جہاں ان کا زندگی نامہ بیان ہوا ہے، اس شہر کی بات آئی ہے۔

میں نے اپنا وزیٹنگ کارڈ پیش کر دیا۔

ش حمید: آپ آٹو موبائل کے شعبے میں مشغول ہیں؟

ڈ: جی ہاں۔

ش: یہ صرف آٹو موبائل والے ہی نہیں شیخ بھی ہیں۔

ڈ: نہیں میں نے آٹو موبائل پر کام کیا ہے۔

ش حمید: آپ نے کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے؟

ڈ: گریجویشن ایران سے جبکہ پوسٹ گریجویشن اور پی ایچ ڈی انگلستان سے کی ہے۔

ش حمید: عربی کہاں سے سیکھی ہے؟

ڈ: مجھے خود شوق تھا اور دین کے اصلی متون سے واقفیت بڑھانے کے لئے میں نے سیکھ لیا۔

ش حمید: لیکن میں نے بہت سے ایرانی علماء دیکھے ہیں جو عربی میں بات نہیں کرتے ہیں۔

ڈ: پہلے تو یہ کہ کیونکہ میں عالم نہیں ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ پرانے علماء تھے، اس وقت ہمارے اکثر علماء خاص طور پر جوان طالب علم عربی سے واقف ہیں اور اچھی بولتے ہیں۔

مؤذن نے پہلی اذان دینا شروع کر دی۔ پھر دوسری اذان کے بعد نماز کا آغاز ہو گیا۔ نماز ختم ہوئی تو۔۔۔۔

ش حمید: میں اور شیخ ابراہیم اکیلے ہیں، آپ چاہیں تو میرے مہمان ہو سکتے ہیں۔

ڈ: نہیں ، شکریہ آپ کو زحمت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

ش: اچھا ہے اگر آپ کی کوئی مصروفیت نہیں ہے تو آجائیں۔ سمجھیں کہ ہماری روزانہ کی نشست ہے۔ کچھ ابحاث کو شیخ ابراہیم کے ہوتے ہوئے بھی انجام دے سکتے ہیں۔

ش حمید: تکلف نہ کریں۔ میرے اہل و عیال گھر پر نہیں ہیں ، صرف میں اور شیخ ابراہیم ہیں۔ ہماری محفل میں ایک ٹیکنکل کے شعبے والے کو بھی شامل ہونے دیجئے۔

ڈ: میں آجاتا ہوں لیکن امید کرتا ہوں کہ آپ کے لئے زحمت کا باعث نہیں ہوں گا۔

ش حمید: نہیں، آپ رحمت کے باعث ہیں۔

ڈ: لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ چلتے ہوئے میرے ہوٹل سے ہوتے ہوئے چلیں تا کہ میں اپنا پاکٹ کمپیوٹر اٹھالوں۔

ش حمید: کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

ہم باہر آگئے اور شیخ حمید کی گاڑی میں ہوٹل چلے گئے، میں نے کمپیوٹر اور تھوڑی مقدار میں ایرانی میٹھائیاں اور خشک میوے اٹھالئے۔ اپنے ساتھیں کو خبر کر دی کہ دوپہر پر شیخ صاحب کے ساتھ شیخ حمید کے گھر پر مہمان ہوں۔ پھر ہم مسجد قبا کے نزدیک تک چلے گئے جہاں شیخ کا بہت ہی

اچھا بنگلہ تھا۔ ہم دوپہر پر ان کے مہمان ہوگئے۔ گھر باہر سے روایتی عربی معماری اور اندر سے صوفوں اور چکور شکل کے عربی تکیوں سے سجا ہوا تھا۔ چائے کا تھرماس، کافی، شربت، اور کھانا بھی تیار تھا۔

شیخ حمید کے گھر پر گفتگو

شیخ حمید کے گھر پر صرف ایک مرد کام کرنے والا تھا جو لگ رہا تھا کہ ہماری خاطر مدارات کے لئے تیاری کئے ہوئے ہے جبکہ شیخ حمید کے اہل خانہ اپنے میکے گئے ہوئے تھے تاکہ دعوت بے تکلف ہو۔

دستر خوان لگا گیا اور کھانا بھی البیک (سعودی عرب کے زنجیری ریسٹورنٹ) کی مختلف غذائیں تھیں۔ شیخ حمید کھانوں کا تعارف کروا رہے تھے کہ یہ کیا ہیں۔ شیخ ابراہیم بھی کم و بیش پہچانتے تھے، میں نے بھی کہا کہ جہاں ان کھانوں کو یہیں بھی پہچانتا ہوں حتیٰ کہ البیک کے مالک کو بھی جو ایک فلسطینی ہے، جانتا ہوں تو وہ تعجب کرنے لگے۔

ش حمید: آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں، سعودی عرب کتنی مرتبہ سفر کر چکے ہیں؟

ڈ: یہ میرا پندرہواں سفر ہے۔

ش حمید: (تعجب کے ساتھ) پندرہ سفر! کیا سارے تمتع تھے؟

ڈ: جی نہیں سات حج تمتع کے سفر اور آٹھ عمرے کے سفر تھے۔

ش حمید: لگتا ہے آپ کو سفر کرنے کا بہت شوق ہے۔

ڈ: سفر کا جی ہاں لیکن حرمین شریفین اور مکہ و مدینہ کے سفر کا زیادہ شوقین ہوں۔ کیونکہ اسلام کی تاریخی یہاں مجسم ہے۔

ش حمید: سعودی عرب سے تاریخ اپنا بستر باندھ رہی ہے کیونکہ تمام تاریخی آثار و مقامات تقریباً نابود ہو چکے ہیں۔

ڈ: آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔

ش حمید: میں مکمل طور پر مخالف ہوں کیونکہ دنیا اپنے تمدنی اور ثقافتی آثار کی کہ جو کلی طور پر نہ کوئی اخلاقی اثر رکھتے ہیں اور حتیٰ کہ اخلاق اور انسانیت کے خلاف ہوتے ہیں، حفاظت کرتی ہے بلکہ ان کے لئے سیاحوں کو بھی جذب کرتی ہے جبکہ یہاں پر بڑی آسانی سے ان کی تخریب کر دیتے ہیں۔

ڈ: شیخ صاحب میں تیس سال پہلے مدینہ منورہ آیا تھا۔ مسجد النبیؐ کے اطراف کے اکثر تاریخی آثار موجود تھے، بنی ہاشم کا کوچہ، مسجد قباء، مسجد مائۃ (سو) اور کچھ بزرگانِ اسلام کا گھر ابھی باقی تھا لیکن اس وقت ان سب کو تخریب کر دیا گیا ہے اور مسجد کو توسیع دے دی گئی ہے۔

ش حمید: مسجد کو دوسرے جوانب سے توسیع دے سکتے تھے۔

ڈ: شیخ حمید صاحب معاف کیجئے گا آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟

ش حمید: فرمائیں۔

ڈ: آپ کس طرح مدینہ یونیورسٹی کے اساتید میں سے ہوتے ہوئے حکومت کے کاموں کی مخالفت کر رہے ہیں؟

ش حمید: تو کیا جو کوئی بھی مدینہ یونیورسٹی میں کام کرتا ہے اسے لازمی طور پر حکومت کے کاموں اور خاص طور پر غیر ثقافتی امور سے موافق ہونا چاہئے۔

ڈ: ہیں نہیں سمجھتا تھا کہ مخالفت بھی کی جاسکتی ہے۔

ش حمید: البتہ اگر ہمیں کوئی مخالفت ہو تو ہم اعلان نہیں کرتے لیکن یونیورسٹی کے اندر یا باہر دوستانہ محفلوں میں بول دیتے ہیں۔

ڈ: سوال کو زیادہ سنجیدہ کرتا ہوں، کیا آپ وہابی ہیں یا نہیں؟

ش: وہابیوں کے دو گروہ ہیں۔ کچھ جو شیخ محمد عبد الوہاب کے پیروکار تو ہیں لیکن حکومت کے دینی کاموں سے موافق نہیں ہیں کیونکہ بقیہ مذاہب کے مسلمانوں پر برے اثرات

ڈالتے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ شدت پسند ہیں جو حکومت میں ہیں اور اکثر دینی کام ان کے ہاتھوں میں ہیں۔

ڈ: کیا یہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ش حمید: جی ہاں پہلا گروہ شیخ محمد عبد الوہاب کو باقی علماء کی طرح ایک عالم سمجھتا ہے جو ان آراء کے حامل تھے جو سات سو سال پہلے ابن تیمیہ کی تھیں۔ ابن تیمیہ کے زمانے میں ان کی بہت مخالفت ہوئی اور وہ زندان میں فوت کر گئے۔ لیکن شیخ محمد عبد الوہاب کا نصیب اچھا تھا کہ ان کا اپنے نظریات کو پیش کرنا ایک مخصوص سیاسی دوران سے جاملا تھا کہ نہ فقط مخالفتیں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں بلکہ ان کے نظریات کے ارتقاء اور توسیع کی بھی باعث بنیں۔

ڈ: شیخ ابراہیم صاحب آپ کی کیا رائے ہے؟

ش: پہلے ہم بھی یہی شیخ حمید کے نظریے کا قائل تھے لیکن سعودی عرب میں غیر ملکیوں کے لئے کچھ زیادہ محدودیتیں ہیں، مثلاً شیخ حمید سعودی ہیں اور میں سوری (شامی) ہوں۔ میرے پاس مذہبی سسٹم کی مخالفت کرنے کی کوئی خاص طاقت نہیں تھی کیونکہ میں سوری تھا۔ شاید میرا مصر اور الازہر کی طرف مہاجرت کا قبول کرنا بھی اسی وجہ سے ہی تھا۔

ڈ: لیکن شیخ ابراہیم صاحب آپ وہابیت کے عقائد سے دفاع کرتے تھے۔

ش: جی ہاں میں ان کی اکثر باتوں کے ساتھ موافق تھا اور یہاں تک کہ ان کے لئے تبلیغ بھی کرتا تھا لیکن مصر چلے جانے کے بعد میرے خیالات بدل گئے اور خاص طور پر آپ سے ملاقات کے بعد یہ عقائد سست ہو گئے۔

ش حمید: آپ دونوں کو آپس میں ملے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟

ش: کچھ دن پہلے مسجد النبیؐ میں ہم ایک دوسرے سے اتفاقی طور پر ملے تھے اور آپس میں کچھ ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ میرے پاس ڈاکٹر صاحب کی دلیلوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ معمولاً یا قرآن مجید سے دلیل لاتے تھے یا اہل تسنن کی کتابوں سے اور مجھے بغیر کسی تکلف کے کہنا چاہئے کہ ان کے استدلالات کے لئے میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

ش حمید: مبارک ہے جناب شیخ ابراہیم صاحب۔ کس طرح آپ کے پاس ڈاکٹر صاحب کہ جو آٹو موبائل انجینئرنگ سے تعلق رکھتے ہیں، کے استدلالات کا کوئی جواب نہیں تھا؟

ش: [مسکراتے ہوئے] میرے پاس جواب نہیں تھا، اگر آپ کے پاس ہے تو امتحان کر سکتے ہیں۔

ڈ: نہ یہ بزرگوار ہیں، ہم آپس میں دو معلموں کی طرح گفتگو کرتے ہیں، صرف یہ کہ یہ استاد ہیں اور میں شاگرد۔

ش حمید: کن کن موضوعات پر آپ لوگوں نے گفتگو کی ہے؟

ڈ: زیادہ ہیں، آپ اتفاق کریں تو کھانا کھالیتے ہیں اور پھر اس کے بعد میں اپنے سوالات پوچھوں، البتہ اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا تو کہ عصر کی نماز گھر پر ہی پڑھیں گے۔

ش حمید: نماز گھر میں پڑھ لیں گے۔ پس کھانا ختم ہونے دیں۔

کھانا ختم ہو گیا اور دستر خوان سمیٹ لیا گیا۔ کچھ مقدار میں مٹھائیاں بھی تھیں البتہ عربی قہوے کے ساتھ۔ کھانے کے دوران شیخ حمید نے ایران اور سیاسی حالات کے بارے میں بھی تھوڑی گفتگو کی کہ جو ایک گفتگو ہوئی۔ عصر کی نماز کا وقت نزدیک آ گیا۔

ش حمید: وضوء کر لیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ہماری اقتداء کریں گے یا نماز دوبارہ پڑھیں گے۔

ڈ: کچھ معتقد ہیں کہ نماز جماعت کے بعد دوبارہ نماز پڑھی جائے کیونکہ نماز کے تمام آداب منطبق نہیں ہوتے ہیں لیکن اکثر مراجع مساجد میں ادا کی گئی جماعت کے ساتھ نماز کے دوبارہ دھرانے کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔

ش حمید: آپ خود کیا کرتے ہیں؟

ڈ: میرا مرجع تقلید دوبارہ نماز دھرانے کو ضروری نہیں سمجھتا۔

ش حمید: آپ اقتداء کریں گے؟

ڈ: جی ہاں میں نے مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد عصر بھی پڑھ لی تھی لیکن جماعت کی وجہ سے دوبارہ پڑھوں گا مگر گزشتہ کی قضاء کے عنوان سے۔

پھر ہم نے شیخ حمید کی امامت میں نماز پڑھی۔

نماز کے بعد:

ش: ڈاکٹر صاحب نمازِ عصر کے بعد کی کیا دعا ہے؟ اسے پڑھیں۔

ڈ: اس کا موقع نہیں ہے۔

ش: کیوں نہیں، موقع ہے۔ شیخ حمید، ان کے یہاں ہر نماز کے لئے کچھ دعائیں ہیں۔ دلچسپ ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے کہیں کہ پڑھیں۔

ش حمید: پڑھیں اچھا ہے۔

ڈ: کوئی ضروری نہیں ہے۔

ش حمید: نماز کے بعد دعا اچھی ہوتی ہے۔آپ پڑھیں۔

ڈ: بہت بہتر۔

''اللھم انّی اعوذبکَ من نفسٍ لا تشبع و من قلبٍ لا یخشع و من علمٍ لا ینفع و من صلاۃٍ لاترفع و من دعاءٍلا یسمع اللھم انّی اسألکَ الیسر بعد العسر و الفرج بعد الکرب و الرخاء بعد الشدۃ اللھم ما بنا من نعمۃٍ فمنکَ لا الہ الّا انت استغفرک و اتوب الیک''۔

''اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس نفس سے جو سیر نہیں ہوتی اور اس دل سے جو جس میں خشوع نہیں ہوتا اور اس علم سے جس میں نفع نہیں ہوتا اور اس نماز سے جو [آسمان کی جانب] بلند نہیں ہوتی اور اس دعا سے جس کی شنوائی نہیں ہوتی۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں سختی کے بعد آسانی کا اور کرب و گرفتاری کے بعد گشائش کا اور تنگی و شدت کے بعد فراوانی کا۔ اے اللہ نعمتوں میں سے جو بھی ہمارے پاس ہے، تیری جانب سے ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور تیری جانب پلٹتا ہوں''۔

ش حمید: دلچسپ تھی۔

ش: میں نے بھی یہی کہا تھا۔

ش حمید: اچھا تو فرمائیں کیا سوالات تھے؟

ڈ: میرے کئی موضوعات کے بارے میں سوالات ہیں۔

ش حمید: کون سے موضوعات؟

ڈ: وضوء، قیام، قرائت، سجدہ اور تشہد کے بارے میں سوال ہیں۔

ش: آپ پوچھیں شیخ حمید صاحب آپ ڈاکٹر صاحب کے سوالات کا جواب دیں۔ میں خاموش رہوں اور صرف سنوں گا۔

ڈ: گفتگو میں آپ بھی رہیں نا۔

ش: میں کافی حد تک رہا ہوں۔ شیخ حمید کو ہی مخاطب رہنے دیجئے۔

ڈ: بہر حال میں سوال پیش کرتا ہوں آپ دونوں بزرگواروں میں سے جو کوئی بھی جواب دے اچھا ہے۔

ش حمید: مسلمین کے مابین وضوء اور نماز کے بارے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہابی اور غیر وہابی کی تفریق بھی نہیں ہے۔

ڈ: اتفاق سے میں نے اسی وجہ سے ہی تو سوال کیا ہے لیکن آپ نے وہابیوں کی بات کی ہے تو ایک اور سوال پوچھنے کی اجازت دیں۔

ش حمید: فرمائیں۔

ڈ: کیا آپ زبردستی جماعت کے ساتھ نماز کی تائید کرتے ہیں۔

ش حمید: جماعت کے ساتھ نماز میں زبردستی نہیں ہے۔

ڈ: پچھلے سال مکہ مکرمہ میری ایک سوڈانی معلم سے ملاقات ہوئی تھی جو کہہ رہا تھا کہ ان آدھے سعودیوں کا جو نمازِ جماعت میں شرکت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء بھی نہیں ہے، ممکن ہے وہ بعد میں خود نماز پڑھیں لیکن رسمی انداز میں اور دکھاوے کے لئے جماعت میں شرکت کرتے ہیں۔

ش حمید: البتہ اکثریت نہیں، لیکن کچھ لوگ ممکن ہے اس طرح کے ہوں۔

ڈ: اخلاقی فساد اور بے راہ روی کی بھی بات کر رہا تھا کہ سعودی عرب میں اخلاقی بگاڑ اور بے راہ روی بہت زیادہ ہے اور وہابیوں کی اس حکومت کا دباؤ بھی کسی طرح کی اثر پذیری میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔

ش حمید: ممکن ہے بگاڑ ہو لیکن مخفی ہے آشکار نہیں ہے۔

ڈ: تمام شہروں میں بگاڑ مخفی ہے۔

ش حمید: البتہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شہروں میں بگاڑ کم ہے لیکن ممکن ہے دوسرے شہروں میں غیر مسلمانوں کی موجودگی کے امکان کی وجہ سے زیادہ ہو۔

ڈ: جیسے کہ میں نے سنا ہے زیادہ بگاڑ، سعودی خاندانوں میں ہے، مثال کے طور پر ایک یورپین اعداد و شمار کے مطابق سعودی عورتوں میں اخلاقی بگاڑ والی ویب سائٹس کا استعمال پوری دنیا سے زیادہ ہے۔

ش حمید: تو کیا سعودی عورتیں اس قدر انٹرنیٹ کا استعمال کرتی ہیں؟

ڈ: جی ہاں اتفاق سے آبادی کے لحاظ سے دنیا میں پہلا رتبہ حاصل کیا ہوا ہے۔

ش حمید: انٹرنیٹ کے استعمال میں پہلا رتبہ کس طرح؟

ڈ: یورپ اور صنعتی ممالک میں مرد اور عورتیں کام کرتی ہیں اور ان کے پاس انٹرنیٹ کے استعمال کی فرصت نہیں ہوتی ہے جبکہ افریقی ممالک اور بہت سے ایشیائی ممالک میں مالی مشکلات کی وجہ سے انٹرنیٹ کا استعمال کوئی خاص میسر نہیں ہے لیکن سعودی عرب میں پیسے، کمپیوٹر اور بے کاری ہے لہذا سہولیات زیادہ اور عورتیں بے کار بھی ہیں اور ان کا کوئی مشغلہ بھی نہیں ہے لہذا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال کرتی ہیں۔

ش حمید: ان مغرب والوں سے نعوذ باللہ کہ کس طرح یہ لوگ ہمارے گھروں میں اخلاقی بگاڑ کو داخل کر رہے ہیں۔

ڈ: مشرق والوں اور اسلامی ممالک میں خاندان سب سے زیادہ اہم رکن تھا۔ سامراجیت (ایمپریالزم) اور کمیونزم دست بدست ہو کر یورپ، صنعتی اور مشرقی ممالک میں خاندانی نظام کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ لوگ خاندانی پس منظر کے حامل نہیں ہیں، ان سے بہت ہی سستے داموں میں کام لیا جاتا ہے اور ثقافتی لحاظ سے وہ جو بھی چاہتے ہیں ان کے ذہنوں میں ڈال دیتے ہیں۔

ش حمید: آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ کمیونزم اور ایمپریالزم دست بدست ہو گئے، یہ تو ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ہمیشہ آپس میں سرد کی جنگ کی حالت میں تھے۔

ڈ: میرے خیال میں ایک بات میں ان میں اتفاق تھا اور وہ خاندانوں کا شیرازہ بکھیرنا تھا۔ کمیونسٹ لوگوں کو بے دین کرنے پر مصر تھے تاکہ خاندان کی معنوی قدر و قیمت پاش پاش ہو جائے۔ ایمپریالسٹوں نے اخلاقی بگاڑ اور بے راہ روی کو فروغ دے کر خاندانوں کو ایک دوسرے پر اگندہ کر دیا۔

ش حمید: آپ نے یورپ میں تعلیم حاصل کی ہے۔ وہاں آپ نے کیسا پایا؟

ڈ: یورپین انتہائی تنہا لوگ ہیں۔ سب اسی فکر میں ہیں کہ کس طرح صرف اپنی ذات کا ہی بندوبست کریں اور اسے مختلف گردابوں سے نجات دیں۔

ش حمید: خاندان کی صورت حال کیا ہے؟

ڈ: کچھ ہی فیصد خاندان کے پابند اور اس سے مخلص ہیں جبکہ اکثریت کا کوئی خاندان یا گھر بار نہیں ہوتا ہے۔

ش حمید: یہ لوگ تو حضرت عیسیٰؑ سے حاصل ہونے والی محبت کی بات کرتے ہیں تو پھر کیوں خاندانوں کے درمیان محبت نہیں پائی جاتی ہے؟!

ڈ: لیکن ان کے سرکردگان نے ان زبانی باتوں کو بھی تہ و بالا کر دیا ہے، یورپ میں آج وہ میاں بیویاں جو ایک ہی خاندان کے رکن ہیں، ایک دوسرے سے علیحدہ زندگی گزارتے ہیں۔ یعنی ہر ایک کا علیحدہ بینک اکاونٹ ہے اور اپنی ذاتی درآمد سے خرچ کرتے ہیں، اسی لئے کچھ ہی عرصے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ یورپ میں ایک مرد کی جو مختلف گرل فرینڈز ہوتی ہیں، ان کے علاوہ تین سے پانچ بار کے درمیان شادیاں کرتا ہے، عورتیں بھی اپنے مختلف بوائے فرینڈز کے علاوہ پانچ سے آٹھ بار کے درمیان شادیاں کرتی ہیں۔ کیا وہ عورت جو آٹھ بار شادی کرتی ہے اس میں کوئی محبت باقی بچتی ہے؟

ش حمید: خدا کرے یہ بحران اسلامی ممالک میں سرایت نہ کرے۔

ڈ: اگر ہم محتاط نہ رہیں تو آجائے گا جیسے کہ بعض اسلامی ممالک میں یہ بحران داخل ہو چکا ہے۔

ش حمید: مثلاً کہاں؟!

ڈ: مراکش، الجزیرہ اور وسطی ایشیاء کے مسلمان ممالک۔

ش حمید: لیکن سعودی عرب میں اس حد تک نہیں ہے۔ ابھی تک خاندان کی بنیادیں استوار ہیں۔

ڈ: لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ خاندان خاص طور پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے باہر ان اینٹوں کی صورت میں ہیں جو سیمنٹ کے مسالے کے بغیر ایک دوسرے کے اوپر رکھی ہوئی ہیں اور انتہائی معمولی سا جھٹکا انہیں ڈھیر کر دے گا۔

ش حمید: البتہ حکومت نے آغاز کر دیا ہے اور بہت سنجیدہ طور پر خاندانوں پر کام کر رہی ہے۔ اکثر مذہبی خطابات اور نماز جمعہ کے خطبوں میں خاندان کا مسئلہ سر فہرست ہے۔

ڈ: لیکن بات اس سے بڑھ کر ہے۔ افسوس کے ساتھ بہت سے اسلامی ممالک اور خاص طور پر سعودی عرب میں محدودیتوں کی بہتات کی وجہ سے خواتین کا اسلام پر اعتقاد بہت کمزور ہے۔ اسی لئے پہلے خواتین کے لئے شکوک پیدا کئے جاتے ہیں پھر خاندان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ آپ

مغرب کی سینما اور ٹی وی پر چلنے والی فلموں کو دیکھیں۔ ان کی اکثریت خاندان کی بساط سمیٹنے کی سمت میں ہے۔ کہتے ہیں یہ کہ ہر عورت صرف اپنے ہی مرد کے ساتھ جنسی تعلق رکھے، کوئی معنی نہیں رکھتا اور فلموں میں اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں۔ محارم کے ساتھ جنسی تعلقات کی تشہیر کرتے ہیں۔ لہٰذا پورے عالم اسلام میں دانشوروں کو یکجا ہو کر اس شوم اور منحوس امر سے جو مغرب کی اسلامی ممالک کے لئے سوغات ہے، مقابلہ کرنا چاہئے۔

اسلام میں وضوء

ش: چلیں سوالوں کی طرف پلٹتے ہیں۔

ڈ: جی ہاں سب سے پہلے میرا وضوء کے بارے میں ایک سوال ہے۔

ش: کیا سوال ہے آپ کا؟ فرمائیں۔

ڈ: میرا سوال وضوء کے بارے میں ہے کہ آپ لوگ پیروں کا مسح کرنے کی بجائے انہیں کیوں دھوتے ہیں؟

ش حمید: اس سوال کا جواب واضح اور سادہ سا ہے۔ ہم سر اور پیر دھونے کی بابت قرآن مجید کی آیت مبارکہ پر عمل کرتے ہیں۔

ڈ: لیکن ظاہراً وضوء کے متعلق آیت مبارکہ یہ نہیں کہتی ہے۔ کیونکہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ واضح طور پر فرماتی ہے:

''یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلاَةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُئُوسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَی الْکَعْبَیْنِ ---''

''اے ایمان والو جب بھی نماز کے لئے اٹھو تو دھوؤ، اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو اور مسح کرو اپنے سر اور گٹّے تک پیروں کا۔''

ش حمید: لیکن یہ بات قرآن مجید میں بھی ہے اور سنت میں بھی۔

ڈ: میرے خیال میں آپ اتنی صریح آیت مبارکہ کا غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ سنت بھی اس کے برخلاف ہے۔

ش حمید: کیسے قرآن مجید کا غلط ترجمہ ہوتا ہے؟

ڈ: بہت ہی واضح ہے۔ آیت مبارکہ پہلے کہتی ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو دھوؤ اور پھر کہتی ہے کہ سر اور پیروں کا مسح کرو۔

ش: لیکن قرائت کی نوعیت معنی کو تبدیل کر دیتی ہے۔

ڈ: چلیں خود آپ کی ہی کتابوں کی مدد سے یہ بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ش حمید: فرمائیں۔

ڈ: آپ کی کتابوں میں پیروں کو دھونے کی دلیل کے لئے اس مطلب کو بیان کیا جاتا ہے کہ: مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں ارجلکم کے لفظ کی بازگشت بھی فاغسلوا کی طرف ہوتی ہے یعنی پیروں کو بھی دھوؤ۔

ش حمید: جی ہاں ٹھیک ہے۔

ڈ: سورہ مائدہ کی آیت مبارکہ نمبر ۶ میں لفظ ارجلکم کے تلفظ کی نوعیت کی بناء پر کہ جسے تین طریقوں سے پڑھتے ہیں، تین طرح سے عمل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ارجلکم کا ''لام'' رفع (پیش) کے ساتھ ہو تو پیروں کو دھونا چاہئے۔ اگر خفض (زیر) کے ساتھ ہو تو مسح کرنا پڑے گا اور اگر نصب (زبر) ہو تو اس صورت میں بھی دھونا پڑے گا۔

ش حمید: یہ صحیح ہے لیکن اکثر قرّاء کی قرائت نصب (زبر) کے ساتھ ہے۔ لہٰذا پیروں کو دھونا چاہئے۔

ڈ: اچھا تو اگر قرّاء نے خفض (زیر) کے ساتھ قرائت کی ہو تو مسح کرنا چاہئے۔

ش حمید: صحیح ہے لیکن کسی نے اس طرح قرائت نہیں کی ہے۔

ڈ: نافع ابن عامر اور حفص نے خفض (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے اگرچہ یہ اصل بات ہی غیر علمی اور غیر معقول ہے۔

ش حمید: لیکن بقیہ نے یا نصب (زبر) یا رفع (پیش) پڑھا ہے، غیر علمی اور غیر معقول کیوں ہے۔

ڈ: کیونکہ اس موضوع میں ارجلکم کے ''لام'' کے اعراب کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

ش حمید: لیکن سارے علماء اس طرح ہی کہتے ہیں۔

ڈ: سارے اس طرح نہیں کہتے ہیں۔

ش حمید: وہ کیسے؟

ڈ: یہ بحث بذات خود تقاربِ فعلین سے آئی ہے یعنی دو فعلوں (فاغسلوا اور وامسحوا) کا ایک دوسرے کے نزدیک ہونا۔

ش حمید: ٹھیک ہے۔

ڈ: جبکہ یہاں پر تقاربِ فعلین کی بحث قطعاً نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا فعل اور دوسرا فعل مکمل طور پر استقلال رکھتے ہیں (ایک دوسرے سے الگ اور آپس میں غیر وابستہ ہیں)۔ بنیادی طور پر پیروں کے مسح کی بات سر کے مسح کی بات کے بعد ہے، تقاربِ فعلین سے اس کا کیا تعلق ہے۔

ش حمید: لیکن سب نے اس کو قبول کیا ہے۔

ڈ: سب سے آپ کی مراد کون ہیں؟

ش حمید: ہمارے مختلف مذاہب کے تمام علماء۔

ڈ: اچھا تو اب خود آپ کی کتابوں اور علماء کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا رائے رکھتے ہیں۔

ش حمید: فرمائیں۔

ڈ: الدر المنثور، باب ۶، ج ۳، ص ۳۳۱ اور اسی طرح تفسیر قرطبیؒ (ج ۶، ص ۹۲) میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہوئی ہے کہ:

''وَرُوِیَ أَنَّ الْحَجَّاجَ خَطَبَ بِالْأَهْوَازِ فَذَکَرَ الْوُضُوءَ فَقَالَ: اغْسِلُوا وُجُوهَکُمْ وأیدیکم وامسحوا برءوسکم وأرجلکم، فإنه لیس شی مِنِ ابْنِ آدَمَ أَقْرَبَ مِنْ خَبَثِهِ مِنْ قَدَمَیْهِ، فَاغْسِلُوا بُطُونَهُمَا وَظُهُورَهُمَا وَعَرَاقِیبَهُمَا. فَسَمِعَ ذَلِکَ أَنَسُ بْنُ مَالِکٍ فَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَکَذَبَ الحجاج-''

''حجاج نے اہواز میں خطبہ دیا کہ وضوء میں پیروں کو دھوؤ۔۔۔ پس انس ابن مالک جب یہ سنا تو کہا: اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے (کہ فرمایا پیروں کا مسح کرو) اور حجاج جھوٹ بولنے والا ہے۔''

ش حمید: یہ ایک نمونہ ہے۔

ڈ: یہ لیجئے التحریر والتنویر، باب سورہ مائدہ(٦)، ج ٥، ص ٥٢ میں انس ابن مالک کا یہی قصہ بیان ہوا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں:

''نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ وَالسُّنَّةُ بِالْغَسْلِ'' قرآن مجید مسح کے ساتھ آیا ہے اور سنت پیروں کو دھونے کے ساتھ۔ اس کے بعد کہتے ہیں ''وقد أجمع الفقهاء بعد عصر التّابعین علی وجوب غسل الرجلین فی الوضوء '' فقہاء نے عصر تابعین کے بعد وضوء میں پیروں کے دھونے کے واجب ہونے پر اجماع کیا، یعنی تابعین کے زمانے تک صرف پیروں کو دھونا نہیں تھا بلکہ مسح بھی تھا اور پیروں کو دھونا بھی۔

ش حمید: بہت بہتر اچھا تو ہم نے بھی مان لیا کہ غسل بھی صحیح ہے اور مسح بھی، اگرچہ مسح قرآنی مبنیٰ رکھتا ہے لیکن اسناد صرف مذکورہ بالا کتابوں میں ہی ہیں۔

ڈ: جی نہیں ایسا نہیں ہے جامع البیان طبری، ج ١٠، ص ٥٨ و ٥٩؛ اور تفسیر ابن کثیر، ج ٣، ص ٥٢:

حدیث نمبر ١١٤٦٧: '' نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ وَالسُّنَّةُ بِالْغَسْلِ .''

'' قرآن مجید مسح کے ساتھ آیا ہے اور سنت پیروں کو دھونے کے ساتھ''۔

حدیث نمبر ١١٤٧٧، انس ابن مالک: '' صَدَقَ اللَّهُ وَکَذَبَ الحجاج'' -

''اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے اور حجاج جھوٹ بولنے والا ہے''۔

حدیث نمبر ١١٤٧٨: ''لیس علی الرجلین غسل، انّما نزل فیها المسح''-

''پیروں پر غسل نہیں ہے، اس کے بارے میں جو نازل ہوا ہے وہ صرف مسح ہے''۔

حدیث نمبر ١١٤٧٩: جابر عن ابی جعفر قال : '' امسح علی رأسک و قدمیک«-

''اپنے سر اور پیروں پر مسح کرو''۔

حدیث نمبر ۱۱۴۸۰: نزل جبرئیل بالمسح ثم قال : ''الم تر ان التیمم ان یمسح ما کان غسلاً و یلقی ماکان مسحاً''۔

''جبرائیل (پیروں کے لئے) مسح کو لے کر آئے، پھر کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیمّم نے ان جگہوں کا مسح کرتے ہیں جو (وضوء میں) دھوئی جاتی ہیں اور وہ جگہیں جو (وضوء میں) دھوئی جاتی ہیں، چھوڑ دی گئی ہیں''۔

فتح الغدیر، ج ۲، ص ۲۷۷ میں شوکانی کہتے ہیں: غسل اور مسح دونوں چیزیں جائز ہیں۔

روح المعانی، ج ۴، ص ۳۹۶ میں آلوسی کہتے ہیں:

'' فعل الخلفاء لا یدلّ علی اکثر من الندب و الاستحباب''۔

''خلفاء کا عمل استحباب سے زیادہ کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا ہے''۔

تفسیر نیشابوری، ج ۳، ص ۱۳۳ میں کہتے ہیں:

'' اختلاف الناس فی مسح الرجلین و فی غسلها''۔

''لوگ پیروں کے مسح اور غسل میں اختلاف رکھتے ہیں''۔

ابن عباس، انس ابن مالک، عکرمہ، الشعبی اور ابی جعفر محمد باقر کہتے ہیں:

'' انّ الواجب فیها المسح''۔

''اس میں مسح کرنا واجب ہے''۔

حسن بصری اور جریر طبری معتقد ہیں: ''المکلف مخیّر بین المسح و الغسل''۔ ''انسان مسح کرنے اور غسل میں مخیّر ہے''۔

ش حمید: اسناد بہت زیادہ ہو گئیں۔ میں کس کا جواب دوں۔

ڈ: جو بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

ش حمید: یہ کہ علماء اختلاف رکھتے ہیں، اتنی اسناد کے ہوتے ہوئے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ڈ: کم از کم یہ کہ ہم مان لیں کہ یہ اختلاف صدر اسلام سے شروع ہوا ہے۔

ش حمید: لیکن وضوء میں غسل کی جانے والی جگہوں کے بارے میں کہ جن پر تیمّم میں مسح کیا جاتا ہے، میں یہ کہوں گا کہ تو پھر ہم تیمّم میں کہنی تک مسح کیوں نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا میرے خیال میں تیمّم اور وضوء کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

ڈ: یہ کہ تیمّم اور وضوء کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، عجیب بات ہے کیونکہ تیمّم وضوء کی جگہ ہے پس ان کا آپس میں تعلق ہے۔ لیکن کہنی کا مسح نہ کرنے کے بارے میں مجھے کہنا پڑے گا پہلے تو یہ کہ میں نے یہ موضوع آپ کی کتابوں سے نقل کیا ہے، دوسرے یہ کہ مگر چہرے کا مکمل

طور پر مسح کیا جاتا ہے کہ جو کہنی کا بھی مسح کیا جائے۔ آپ کو توجہ رکھنی چاہئے کہ تیمّم کام کو آسان کرنے کے لئے ہے، ایسا نہیں ہے کہ ہم بعینہٖ وضوء کے کاموں کو ایک اور طرح سے دھرائیں۔ بہت سی احادیث میں مشخص ہے کہ وضوء مکمل طور پر واضح تھا اور اس کی جانچ پڑتال اور مزید وضاحت کی ضرورت نہیں تھی کہ جو نقل کی جاتی۔ مالک ابن انس کا حجاج کو جواب دینا اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

ش حمید: اسی طریقے سے کہ جس کے مطابق ہم وضوء کرتے ہیں، پیغمبر اکرمؐ بھی وضوء کیا کرتے تھے۔

ڈ: اتفاقاً یہ طریقہ نہیں تھا کیونکہ اگر یہ طریقہ ہوتا تو حدیث نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

ش حمید: تو پھر کس طرح تھا؟

ڈ: چہرے اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پیروں کا مسح۔

ش حمید: لیکن احادیث میں پیروں کا غسل اور دھونا بھی ہے۔

ڈ: ان احادیث میں جو یہ کہتی ہیں کہ پیروں کا دھونا واجب ہے، انتہائی زیادہ تناقض پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے اثبات کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

ش حمید: لیکن شیعوں کے علاوہ تمام مسلمان ایک ہی جیسا وضوء کرتے ہیں۔

ڈ: تمام مسلمان حضرت عثمان کے زمانے شیعوں کی طرح ہی وضوء کرتے تھے یعنی دو غسل (چہرہ اور ہاتھ) اور دو مسح (سر اور پیر)۔

ش حمید: لیکن ہمارے پاس اتنی زیادہ احادیث ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ پیروں کو دھویا کرتے تھے۔

ڈ: اتفاقاً جب وضوء کی احادیث کو سرسری سا دیکھا جائے تو معلوم جاتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے تمام صحابہ اور راویوں میں سے صرف دو تین افراد نے ہی وضوء کے بارے میں بات کی ہے۔

ش حمید: نہیں بہت زیادہ بیان ہوا ہے، سب نے نقل کیا ہے۔

ڈ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی وضوء کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

ش حمید: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؑ کی احادیث ہیں۔ جی ہاں صحیح ہے۔

ڈ: چلیں حضرت عائشہؓ کی حدیث کو ہی دیکھ لیتے ہیں۔ شرح ابن ماجہ، ج۱، ص ۶۲۴ (مسلم اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے) میں شریح بن ہانی کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ سے وضوء میں مسح کرنے کے بارے میں پوچھا، حضرت عائشہ نے کہا: جاؤ علیؑ سے پوچھ لو۔ وہ اس بات کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی رائے تو مشخص ہے، سر اور دونوں پیروں کا مسح۔

ش حمید: لیکن پیروں کو دھونے کے بارے میں بھی حضرت علیؑ کی حدیث ہے۔

ڈ: جی ہاں اگر آپ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی بات مانی ہوتی اور حضرت علیؑ کی پیروی کی ہوتی تو پیغمبر اکرمؐ کی طرح وضوء کرتے۔ ان کی دسیوں احادیث پیروں کے مسح کے لئے ہیں البتہ ان کی ایک ضعیف حدیث پیروں کے دھونے کے بارے میں بھی ہے۔

ش حمید: لیکن آپ نے خود کہا تھا کہ قرآن کی ایک طرح کی تفہیم میں پیروں کا غسل ہے۔

ڈ: پچھلی باتوں کی طرف نہ پلٹیں۔ ہم نے کہا تھا کہ اگر ارجلکم کے ''لام'' پر رفع (پیش) یا نصب (زبر) ہو تو غسل اور دھونے کے معنی میں ہے۔ اگر خفض (زیر) ہو تو مسح کرنا پڑے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا کوئی بھی فصیح اور وہ بھی قرآن مجید کے جیسا کہ لازم ہے ہر عام انسان بھی اس سے حکم کو سمجھے، اس طرح بات نہیں کرتا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن مجید میں احکام، متشابہات میں سے بھی شمار نہیں ہوتے ہیں، لہٰذا کیسے ممکن ہے قرآن مجید کی صریح نص کہے کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سر اور پیروں کا مسح کرو، یعنی ''واو'' عطف ہو لیکن اس سے مراد یہ ہو کہ اپنے سروں کا مسح کرو اپنے پیروں کو دھوؤ۔

ش حمید: لیکن تمام علماء پیروں کو دھوتے ہیں۔

ڈ: لوگ زیادہ تر قدیم حکومتی علماء، جعلی احادیث اور قرآن مجید کی تحریفات کی پیروی کرتے ہیں۔

ش حمید: یعنی تمام علماء غلطی کرتے ہیں؟

ڈ: آپ فرمائیں، کیا غلطی کرتے ہیں یا نہیں، انس ابن مالک کہتے ہیں کہ غلطی کرتے ہیں، حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ غلطی کرتے ہیں، امام شافعی کہتے ہیں کہ غلطی کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ غلطی کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ پیروں کے مسح اور دھونے میں مخیر ہیں۔

ش حمید: اچھا تو فرق کیا پڑتا ہے کہ جو آپ اس قدر حساسیت دکھا رہے ہیں۔

ڈ: بہت فرق پڑتا ہے۔ میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ ہم پیغمبر اکرمؐ کی سنت کے پیروکار یعنی حقیقی سنی ہیں اور آپ خلفاء کے پیروکار ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، باب ۶، ج ۳، ص ۵۲ میں حجاج اور انس ابن مالک کے قصے کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے لہٰذا آپ مان لیں کہ ہم حقیقی سنی ہیں۔

ش حمید: اگر آپ سنی ہوں تو ہمارا آپس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

ڈ: جی ہاں ہم سنی ہیں لیکن سنی یعنی پیغمبر اکرمؐ کی سنت کی پیروی جبکہ آپ خلفاء اور صحابہ کے سنی ہیں۔

ش حمید: لیکن خلفاء، پیغمبر اکرمؐ نے خلیفہ ہیں۔ لہٰذا ہم بھی پیغمبر اکرمؐ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

ڈ: چھوڑیں اس بحث میں وارد نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ فرمائیں کہ کیا آپ نے قبول کر لیا ہے کہ مسح صحیح ہے اور آیت مبارکہ صراحت رکھتی ہے۔

ش: ڈاکٹر صاحب ہم جب بھی خلفاء کی بحث پر آئے ہیں آپ نے کہتے ہیں بعد میں بات ہو گی۔ اچھا ہے کہ شیخ حمید کے ہوتے ہوئے اس موضوع پر بحث کریں۔ شیخ حمید برا نہیں ہے آپ بھی جان لیں کہ ڈاکٹر صاحب خلافت کے بارے میں ایک اہم رائے رکھتے ہیں۔

ڈ: طے پایا تھا کہ شیخ حمید کے ساتھ ہم وضوء اور نماز کی بات کریں۔

ش حمید: اچھا ہے، اگر آپ کے پاس مسح کے بارے میں اور ابھی اسناد ہیں تو بیان کریں۔

ڈ: عقل کہتی ہے کہ قرآن مجید مستند ترین سند ہے۔ جب قرآن مجید نے کوئی بات کہہ دی ہے تو ہمیں اس سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔

ش حمید: ٹھیک ہے۔ احکام کے بارے میں تمام لوگوں کو سمجھ میں آنا چاہئے لیکن اکثر موارد میں ہم جزئیات کو سنت سے سمجھتے ہیں۔

ڈ: اتفاق سے وضوء کے بارے میں جزئیات کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ یعنی قرآن مجید میں نماز کی رکعات کی تعداد اور رکوع، سجود اور قرائت کی کیفیت کے بارے میں کوئی بات نہیں آئی ہے۔ روزے کے بارے میں جزئیات قرآن مجید میں نہیں آئی ہیں، یہاں تک کہ حج کے بارے میں بھی نہیں آئی ہیں، بنابر ایں ان جزئیات کا تعین سنت کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ وضوء کے بارے میں کامل آیا ہے۔ یعنی قرآن مجید سورہ مائدہ میں مشخص طور پر کہتا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو دھوؤ اور پھر سر اور پیروں کا مسح کرو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس مسلّمہ حکم کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف، روزہ، حج ۔۔۔۔۔ سے زیادہ ہے۔ بنیادی طور پر قرآن مجید سورہ شوریٰ کی آیت ۱۰ میں فرماتا ہے : '' وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّـهِ ''۔ ''اور جس چیز کے بارے میں تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے''۔

ش حمید: لیکن وضوء کے بارے میں بھی تو سنت موجود ہے۔

ڈ: احایث مسح کی بات بھی تو کرتی ہیں لیکن آپ نے مسلمانو ں کے عمل کو معیار بنایا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر سنن البیہقی الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۴ میں آیا ہے:

''عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ : أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فِى صَلاَةِ الرَّجُلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- :« إِنَّهَا لاَ تَتِمُّ صَلاَةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ بِهِ ، يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ، وَيَمْسَحُ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ''

''رفاعہ بن رافع سے روایت ہے: میں رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کی بھی نماز تمام نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ وضوء کو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، انجام دے، اپنے چہرے کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے سر اور پیروں کو کعبین (گٹّوں) تک مسح کرے''۔

ش حمید: شیخ ابراہیم آپ کوئی بات کہیں۔ آپ کی رائے کیا ہے؟

ش: آپ فرمائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وضوء کے لئے ہماری باتوں کی کوئی مستحکم اور مضبوط سند نہیں ہے۔

ڈ: شیخ صاحب بخاری کی اس حدیث پر بھی توجہ فرمائیں۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۱۸۵، ج ۱۷، ص ۳۳۲ میں کہتے ہیں:

''حضرت علیؑ نے کوفہ میں وضوء کرنے کو اس طرح سے انجام دیا۔ حضرت علیؑ نے نماز ظہر پڑھی اور پھر لوگوں کی ضرورتوں کو نمٹانے میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آپہنچا۔ آپؑ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر اور پیروں کا مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوگئے اور پانی پیا اس حال میں کہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے میں کراہت محسوس کرتے ہیں جبکہ نبی اکرمؐ اس طرح عمل کیا کرتے تھے جیسے کہ میں نے عمل کیا ہے (کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے۔)''

کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروں کے غسل کے بارے میں احادیث غلط ہیں، کیونکہ یہ حدیث آپؑ کے دورانِ خلافت سے تعلق رکھتی ہے۔

ش حمید: البتہ یہ بھی ایک غور طلب بات ہے۔

ڈ: اب اچھا ہے اس حدیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۲۷۶۵۹ اور احادیث المختارۃ، ج ۱، ص ۶۳ میں ہے:

''حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن عن أبى حازم أنه رأى سهل بن سعد توضأ ومسح على الخفين فقلت : ألا تنزع خفيك ؟ قال : لا قد رأيت خيرا منى ومنك ويمسح عليهما ''

''یعقوب بن عبد الرحمٰن نے ابی حازم سے روایت کی ہے کہ: اس (ابی حازم) نے سہل بن سعد کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ اس نے پیروں کا مسح کیا۔ میں نے کہا: تم نے اپنے پیروں کو نہیں دھویا؟ اس نے کہا: نہیں میں نے اپنے اور تم سے بھی بہتر انسان دیکھا ہے کہ جو ان پر مسح کرتا تھا''۔

ش حمید: دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس قرآن مجید سے بھی اسناد ہیں اور احادیث سے بھی۔

ڈ: بنابرایں آپ وضوء کے بارے میں قبول کرلیں کہ پیروں کا مسح صحیح ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو نماز سے متعلق کچھ امور کی جانب چلتے ہیں۔

ش حمید: ان استدلالات اور خاص طور قرآن مجید کے سامنے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کہا جاسکتا ہے کہ لوگوں کو اختیار حاصل ہے کہ غسل کریں یا مسح۔

ڈ: لیکن یہ نصِ قرآن کے برخلاف ہے، وہ بھی کچھ ضعیف احادیث پر استناد کرتے ہوئے مخالفت کرنا۔ البتہ ہم نے شیخ ابراہیم صاحب کے ساتھ ایک بات طے کی ہوئی تھی کہ اگر کسی مسئلے میں قرآن صریح ہو تو کسی حدیث کو قبول نہیں کریں گے۔

ش: صحیح ہے ہم نے آپس میں یہ اتفاق کیا تھا۔

ڈ: شیخ ابراہیم صاحب بالآخر آپ کی رائے کیا ہے؟

ش: میں مانتا ہوں کہ نصِ قرآن مجید کے مقابلے میں ہم سنت اور حدیث پر توجہ نہ دیں۔

ش حمید: البتہ یہ نکتہ صحیح ہے اور میں مانتا ہوں کہ ہم حتیٰ پیروں کے غسل اور مسح کے مابین مخیّر بھی ہوں تو بھی مسح کی اسناد مستحکم تر اور زیادہ قوی ہیں۔ کیونکہ پیروں کو دھونے سے متعلق اسناد پیغمبر اکرمؐ کے بعد سے مربوط ہیں۔

ڈ: پس اگر اجازت دیں تو دوسرے موضوع کی طرف چلتے ہیں کہ جو اذان ہے۔

اسلام میں اذان

ش حمید: ٹھیک ہے۔ ہاں تو آپ اذان یا اقامت میں کیوں کہتے ہیں کہ اشہد انّ علیّاً ولیُّ اللہ یا حجۃ اللہ؟

ڈ: ہم اذان کے اس فقرے کو اذان کے ایک جزء کے طور پر نہیں مانتے ہیں بلکہ اسے ایک مستحب حصے کے طور پر پڑھتے ہیں اور اگر کوئی اسے واجب اور اذان کا جزء سمجھے تو اس کی اذان باطل ہے۔

ش حمید: تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں؟

ڈ: عبادات کے تمام حصوں میں کچھ مستحبات ہوتے ہیں اور کم ہی عبادات ہیں جن کے کچھ مستحب حصے نہ ہوں۔ اذان کے بھی کچھ مستحبات ہیں اور ہمارے مطابق یہ شہادت ان ہی میں سے ایک ہے۔

ش حمید: اس مستحب کا پیغمبر اکرمؐ نے حکم نہیں دیا ہے۔

ڈ: ویسے ہی کہ جس طرح معاویہ کی جانب سے لعنِ علیؑ کو واجب کرنے کا حکم پیغمبر اکرمؐ نے نہیں دیا تھا لیکن دمشق اور شام کے تمام علماء بڑی شدت وحدت کے اس پر عمل کرتے تھے۔

ش حمید: لیکن اس وقت نہیں کہتے ہیں۔

ڈ: اسی لئے تو ہم استحباب کی نیت سے اذان میں کہتے ہیں تاکہ کوئی دوبارہ حضرت علیؑ کی لعن یا توہین کا مسئلہ اٹھانے کی جرات نہ کر سکے۔ ابن تیمیہ کی کتابوں پر سرسری نگاہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تحریروں میں شدت کے ساتھ لعنِ علیؑ میں معاویہ کے جذبات کی عکاسی ہوتی ہے جو اس سے سات سو سال کے بعد تھا۔

ش حمید: لیکن ابن تیمیہ تمام مسلمانوں کا نمائندہ نہیں ہے۔ تمام مسلمان حضرت علیؑ کو چوتھے خلیفہ کے طور پر مانتے ہیں اور لعن بھی نہیں کرتے ہیں۔

ڈ: آپ جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو حتیٰ کہ خلفاء میں سے بھی نہیں مانتے تھے، مدتوں بعد قبول کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ بھی خلفائے راشدین میں سے ہیں۔

ش حمید: لیکن ابھی ہیں لہٰذا اب کوئی بحث ہی نہیں ہے۔

ڈ: البتہ ہم تو انہیں پہلا امام مانتے ہیں۔ لیکن یہی مسلمان جن کا آپ فرمارہے ہیں، ابن تیمیہ کے زمانے میں تھے اور انہوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ وہابیوں کے ہاتھوں حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کی قبروں کی تخریب کے وقت تھے اور کچھ بھی نہ کیا۔ بنابرایں ہم تدارک اور حفظ ماتقدم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ش حمید: البتہ اگر اشھد انّ علیاً ولیُّ اللہ اذان کا جزء نہ ہو اس شرط کے ساتھ کہ آپ حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرمؐ کے ردیف میں نہ سمجھیں تو اس کا کہنا بلامانع ہے۔

ڈ: اچھا تو میرا بھی ایک سوال ہے۔

ش حمید: فرمائیں۔

ڈ: اب آپ لوگ فجر کی اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کی بجائے الصلوٰۃ خیر من النوم کیوں کہتے ہیں۔

ش حمید: تمام نمازوں میں نہیں کہتے ہیں، صرف فجر کی نماز میں کہتے ہیں۔

ڈ: اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

ش حمید: لیکن یہ خلیفہ دوم کا فرمان ہے۔

ڈ: کیا خلیفہ پیغمبر اکرمؐ کی سنت کو تبدیل کر سکتا ہے؟

ش حمید: لیکن آپ نے بھی تو تبدیل کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اشہد انّ علیاً ولیّ اللہ۔

ڈ: لیکن ہم نے اضافہ کیا ہے، یہ نہیں کہا ہے کہ واجب ہے۔ اس کو حذف بھی کر سکتے ہیں اور در نہایت یہ ایک مستحبی عمل ہے جبکہ آپ نے حیّ علیٰ خیر العمل کو حذف کر دیا ہے اور اس کی بجائے کوئی اور مطلب بیان کرتے ہیں، وہ یہ کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔

ش حمید: اس بارے میں مجھے کہنا پڑے گا کہ خلیفہ نے چونکہ مشاہدہ کیا کہ لوگ جہاد کے لئے نہیں جا رہے ہیں لیکن نماز کے لئے جاتے ہیں اور کہتے تھے کہ نماز، بہترین عمل ہے اور جہاد کو بہترین نہیں سمجھتے تھے، لہٰذا خلیفہ نے کہا کہ اسے تبدیل کر دیں اور کہیں کہ نماز نیند سے بہتر ہے، جبکہ جہاد سے بہتر نہیں ہے۔

ڈ: شیخ صاحب یہ کوئی صحیح توجیہ نہیں ہے۔ پیغمبر اکرمؐ حتیٰ کہ جنگ اور جہاد میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ نماز، بہترین عمل ہے اور اسی موقع پر لوگ جہاد پر بھی جایا کرتے تھے اور بہت سی غیر مساوی (نا منصفانہ) جنگیں بھی لڑیں اور فتح بھی حاصل کی، لہٰذا یہ تبدیلی ایک غیر قابل قبول بدعت ہے۔

ش حمید: خلیفہ دوم کے زمانے میں یقینی طور پر حتیٰ نیند کو بھی نماز پر ترجیح دیتے تھے۔

ڈ: البتہ خلیفہ دوم کے زمانے میں سرحدوں سے باہر لڑی جانے والی جنگوں کی حالت بھی بری نہیں تھی۔ ایران اور روم کو شکست دی تھی۔

ش حمید: جی ہاں جی ہاں صحیح ہے۔

ڈ: پس معلوم نہیں تھا کہ کیا مشکل تھی۔

ش حمید: حقیقتاً یہ جو دلائل کہے جاتے ہیں، قانع کنندہ نہیں ہیں۔

ڈ: مضاف یہ کہ اگر قانع کنندہ ہوتے تو بھی مثال کے طور پر ایک تقریر یا خطبے کے لئے اہمیت رکھتے۔ یہ کہتے کہ جہاد کی دعوت اہم نہیں تھی، نہ یہ کہ چونکہ خلیفہ دوم نے کہا ہے لہٰذا وہ اذان میں سنتِ پیغمبر اکرمؐ کو ہی تبدیل کر دیں۔

ش حمید: احادیث میں اکثراً یہی ہے۔ البتہ جیسے کہ میں نے کہا صرف صبح کی نماز میں ہی کہتے ہیں۔

ڈ: کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون سی نماز میں کہیں۔ کیونکہ اگر دوسری اذانوں میں بھی کہتے کہ نماز رات کے کھانے سے بہتر ہے یا نماز ناشتے سے بہتر ہے تو لوگ بھی اسی کو دھراتے رہتے۔

ش حمید: اگر ہم واقعیت پسند ہونا چاہیں تو ہمیں قبول کرنا پڑے گا کہ یہ موضوع پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں نہیں تھا اور اذان کا جزء بھی نہیں ہے۔ بنابرایں اس چیز کو پڑھنا جو پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں تھی یعنی حیّ علیٰ خیر العمل حتیٰ کہ صبح کی نماز کے لئے بھی صحیح تر ہے۔

ڈ: شیخ ابراہیم صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟

ش: میں نے بحث کی ابتداء میں ہی قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کا قول اور فعل حجت ہے در حالیکہ خلفاء کا قول اور فعل اس وقت حجت ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ کے قول اور فعل کے مخالف نہ ہو۔

ڈ: الحمد للہ واضح ہو گیا کہ حیّ علیٰ خیر العمل صحیح ہے، اب ایک اور سوال۔

ش حمید: فرمائیں۔

آمین اور تکتف (ہاتھوں کو باندھنا)

ڈ: اگر صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی کتب حدیث کو تلاش کریں تو الضآلین کے بعد آمین کہنے کے بارے میں ابوہریرہ سے مروی صرف ایک حدیث ہے۔ بخاری، حدیث نمبر ۷۴۰، ج ۲، صفحہ ۲۴۸ اور حدیث نمبر ۴۱/۵، ج ۱۳، صفحہ ۳۱۸ اور کسی دوسرے نے کوئی مطلب ذکر نہیں کیا ہے، یہ ایسے میں ہے کہ جب ایک دوسرے مقام پر ہے کہ سورہ حمد قرائت ہے، دعا نہیں ہے کہ آمین کہیں، آپ کی کیا رائے ہے۔ البتہ شیخ ابراہیم جانتے ہیں کہ ان حدیثوں کی جو صرف ابوہریرہ نے نقل کی ہیں، کیا صورتحال ہے۔

ش حمید: بالآخر سنت ہے۔

ڈ: لیکن ظاہراً سنت نہیں ہے کیونکہ تعلیمِ نماز میں جو حضرت جبرائیلؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے لئے انجام دی ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے، آمین نہیں ہے۔ اسی تعلیم میں تکتف یعنی ہاتھوں کو باندھنا بھی نہیں ہے۔

ش حمید: البتہ تکتف کے بارے میں اختلاف زیادہ ہے اور کچھ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ اس کی کوئی مضبوط سند نہیں ہے جبکہ آمین کے بارے میں اہل تسنن کے تمام مذاہب متفق ہیں۔

ڈ: آپ کے خیال میں اگر یہ ذکر نماز کا جزء تھا تو ظہر اور عصر کی نمازوں میں یہ ذکر کیسے نہیں پایا جاتے ہے۔

ش حمید: امام جماعت کہہ دیتا ہے اور یہ کفایت کرتا ہے۔

ڈ: کیا آپ کے پاس اس سے مشابہ کوئی نمونہ ہے کہ ایک نماز میں سنت ہو اور دوسری نماز میں نہ ہو، اگر ہے تو فرمائیں۔

ش حمید: آپ اجازت دیں تو ان سے گزر جاتے ہیں کیونکہ آمین اور تکتف (ہاتھ باندھنا) کوئی اتنے اہم نہیں ہیں۔

ڈ: پس تو آپ قبول فرمائیں کہ نماز کا جزء نہیں ہیں۔

ش حمید: میں نے کہا نہ کہ اہم نہیں ہیں، گزر جاتے ہیں۔

ڈ: پس تکتف اور آمین نماز کا جزء نہیں ہیں۔

ش حمید: اگلہ مسئلہ کیا ہے؟

ڈ: البتہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ بدعت کے معتقد ہیں تو یہ عمل نماز کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ آمین عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبری ہے اور عربی میں آمین کا لفظ نہیں پایا جاتا ہے۔

ش حمید: اس سے پہلے کہ آپ ہماری نماز کو مکمل طور پر باطل نہ کر دیں اگلی بحث پر چلتے ہیں۔

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی آواز میں پڑھنا

ڈ: نمازِ جماعت میں امام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو کیوں آہستہ پڑھتا ہے یا بالکل ہی نہیں پڑھتا ہے؟

ش حمید: بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

ڈ: کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ آخر یہ کیا حدیث ہے کہ کہتے ہیں سورہ کے ایک حصے کو آہستہ اور بقیہ کو اونچی آواز میں پڑھیں۔

ش حمید: البتہ اہل تسنن کے بعض مذاہب میں اونچی بسم اللہ کہنا معمول (رائج) ہے۔

ڈ: تاریخ میں ہے کہ جب معاویہ مدینہ منورہ آیا تو اس نے نمازِ جماعت میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا۔ صحابہ نے نماز کے بعد اس پر اعتراض کیا تو دوسری نماز میں اس نے بسم اللہ کو اونچی آواز میں پڑھا۔

ش: دلچسپ ہے۔

ڈ: بنابرایں اگر کچھ لوگ اونچی آواز میں پڑھتے ہیں اور کچھ آہستہ، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے پاس بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ اب اگر ہم سنت کو معیار بنائیں تو کچھ معتقد ہیں کہ اونچا کہنا سنت ہے اور کچھ دوسرے معتقد ہیں کہ آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس قسم کی اختلافی بحث میں اگر عقل کی طرف رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ کا نام کہنا اور وہ بھی نماز کہ جو انسان کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنا ہے، اونچی آواز میں کہنا ہی اولویت رکھتا ہے۔

ش حمید: البتہ بسم اللہ کو اونچی آواز میں پڑھنا ہمارے درمیان بھی کوئی اتنی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا ہے، صرف متعصب لوگ آہستہ پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس بحث کو زیادہ نہ بڑھائیں، اگلی بحث پر چلتے ہیں۔

ڈ: جبکہ مختصر تاریخ دمشق، ج۷، ص ۳۳ میں آیا ہے: ''عن ابن عباس انّ النبی جهر بسم الله الرحمن الرحيم، ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی آواز میں پڑھتے تھے''۔

یہ مطلب طبقات المحدیثین، باب ابو جعفر منصور، ج۱، ص ۲۴۰ اور تاریخ الاسلام ذہبی، ج۱۰، ص ۴۳۵ میں بھی آیا ہے۔

جبکہ تفسیر ثعلبی، ج۱، ص ۱۰؛ سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۴۹؛ مستدرک الصحیحین للحاکم، ج۱، ص ۳۵۷؛ مسند شافعی، ج۱، ص ۳۶ اور ج۹، ص ۴۸؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۶۱ اور الکشف والبیان، ج۱، ص ۱۰۵ میں ابا بکر بن حفص بن عاصم سے نقل کرتے ہیں: معاویہ نے مسجد مدینہ میں لوگوں کے لئے نماز پڑھائی۔ اس نے سورہ حمد کی بسم اللہ کو اونچی آواز میں پڑھا اور دوسری سورہ کی بسم اللہ کو نہیں پڑھا۔ نماز کے بعد انس ابن مالکؓ

نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: ''أسرقت الصلاۃ أم نَسیت، تم نے نماز چرالی یا بھول گئے'' کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف بسم اللہ کو اونچی آواز میں پڑھتے تھے بلکہ سورہ حمد کے بعد ایک مکمل سورہ کو بھی پڑھتے تھے۔

ش حمید: البتہ یہ بھی قابل توجہ موارد ہیں۔ میں تو اس کے بعد بسم اللہ کو اونچی آواز میں پڑھوں گا۔

نماز میں ایک مکمل سورہ پڑھنا

ڈ: اگلا سوال، سورہ حمد کے بعد کچھ آیات پڑھنے کی بجائے ایک مکمل سورہ پڑھنے کے بارے میں ہے کہ جو میری نظر میں صحیح نہیں ہے۔

ش حمید: لیکن کسی نے یہ اعتراض اور اشکال نہیں اٹھایا ہے اور یہ مسئلہ اختلافی نہیں رہا ہے۔

ڈ: ٹھیک ہے لیکن عقلی اعتبار سے ایک مکمل پیغام ایک مکمل سورہ میں ہوتا ہے جبکہ اکیلی ایک آیت ایک مکمل پیغام کی حامل نہیں ہو سکتی ہے لہٰذا ایک پوری اور مکمل سورہ بہتر طور پر ایک مکمل پیغام کو پہنچا سکتی ہے۔

ش حمید: لیکن ایک یا کچھ آیات اپنا پیغام پہنچا سکتی ہیں۔

ڈ: تو پھر ہم یہ کام نمازِ جمعہ میں کیوں نہیں کرتے ہیں۔ دو مکمل سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مکمل سورہ کو پڑھنا ایک آیت یا کچھ آیات کو پڑھنے سے صحیح تر ہے۔ یا آپ جمعہ کے دن کی فجر کی نماز میں بھی دو مکمل سورتیں پڑھتے ہیں۔

ش حمید: جی ہاں میں بھی مانتا ہوں کہ ایک مکمل سورہ کو پڑھنا ہی بہتر ہے۔

ڈ: بہتر نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ ایک پوری سورہ ہو، کیونکہ نماز کی ہر رکعت کے پیغام کو مکمل ہونا چاہئے۔

ش حمید: البتہ کچھ آیات کو پڑھنے کے بارے میں بھی ہمارے پاس سند موجود ہے۔

ڈ: جی ہاں، مثال کے طور پر تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۱۸ میں ہے کہ ''ما تَیَسَّرَ مِنَ القُرآن'' یعنی اگر حمد بھی نہ پڑھو تو کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ تعین نہیں کیا گیا ہے کہ کون سی سورہ، جبکہ بقیہ نے بحث کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: اگر نماز میں حمد نہ ہو تو وہ ناقص (خداج) ہے۔ فتاوی الازہر، ج ۱، ص ۸۲ میں ابن ماجہ سے منقول ہے کہ ''لا صلوۃ لمن لم یقرأ فی کلِّ رکعۃٍ بالحمد و سورۃٍ فی فریضۃٍ او غیرِھا، اس شخص کی نماز نہیں ہے جو فریضہ (واجب) یا غیر فریضہ (غیر واجب) نماز کی ہر رکعت میں حمد اور سورہ نہ پڑھے''۔

ش حمید: حقیقت یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کون صحیح عمل کرتا ہے۔

ڈ: مسئلے کی مشکل یہاں سے ہے کہ برادران اہل سنت کے مابین افسوس کے ساتھ قولِ صحابہ کو پیغمبر اکرمؐ کے قول اور فعل کی طرح سمجھتے ہیں جبکہ ایک مسلمان کے لئے پیغمبر اکرمؐ کے قول اور فعل کو اصل واساس ہونا چاہئے۔

ش حمید: ہم کہتے ہیں کہ صحابی کا قول اور فعل، اس لئے کہ ہم معتقد ہیں صحابی، پیغمبر اکرمؐ کی مانند عمل کرتے ہیں۔

ڈ: دیکھیں سنن ابن ماجہ، ج ۹، ص ۲۰۰، حدیث ۳۰۶۵ میں ہے:

''حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ سَأَلَ عَنْ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَقُلْتُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ---- [إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]ثُمَّ قَامَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ{ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى }

فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ''

''حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ حج پر تھے یہاں تک کہ مسجد الحرام میں نماز کی نوبت آ پہنچی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ پھر آپؐ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان قرار دے دیا۔ میرے والد کہتے تھے اور میں نہیں جانتا تھا مگر وہ کہ جس کی نبی اکرم تعلیم فرماتے تھے۔ بے شک آپؐ دو رکعتوں میں قل یا ایہاالکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے''۔

پس دیکھیں پیغمبر اکرمؐ نے ہر رکعت میں ایک سورہ پڑھی ہے۔ ہمارے پاس نماز جمعہ کے لئے بھی حدیث ہے کہ پیغمبر اکرمؐ دونوں رکعتوں میں ایک مکمل سورہ پڑھتے تھے۔

ش حمید: ہماری کتابوں میں اس کے علاوہ کوئی اور مطلب بھی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ہر رکعت میں ایک پوری سورہ پڑھی ہو؟

ڈ: جی ہاں یہ دیکھیں۔

مسند احمد بن حنبل، ج۲۰، ص۲۹۷(۱۹۷)، حدیث ۹۶۵۴:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَبَهْزٌ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ بَهْزٌ فِي حَدِيثِهِ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْرَأُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ وَ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا''

''۔۔۔ ایک شخص نے ابوہریرہ سے کہا کہ حضرت علیؑ نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور اذا جاءک المنافقون (سورہ منافقون) پڑھتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا: رسول اللہؐ بھی انہی دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔''

ش: ڈاکٹر صاحب آپ نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث کو قبول کر لیا؟

ڈ: پہلے تو یہ کہ میں یہ حدیث شیخ حمید کے لئے لے کر آیا ہوں جو حضرت ابوہریرہ کو مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر حضرت ابوہریرہ کی احادیث میں سے انہی تیس عدد کو جو ہم نے کہیں تھیں کہ صحیح ہوں تو ان میں سے ایک یہی ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں بھی بعینہ یہی حدیث ہے لیکن حضرت ابوہریرہ سے منقول نہیں ہے۔

ش: لیکن شیخ حمید یہ پیغمبر اکرمؐ کا قول اور فعل ہے۔

ش حمید: مسلمانوں کے درمیان عملی یکجہتی پیغمبر اکرمؐ کے اسی قول اور فعل سے ہے۔

ڈ: پس اگر اس طرح ہو تو وضوء یا نماز میں اونچی بسم اللہ کے بارے میں اختلاف کس طرح سے ہو گیا ہے، یا مثلاً حضرت عثمان بقیہ کو وضوء کرنے کے طریقے کی وضاحت کرتے ہیں، تو کیا حضرت عثمان کے اطراف میں موجود صحابہ نے پیغمبر اکرمؐ کے وضوء اور نماز کو نہیں دیکھا تھا۔

ش حمید: کچھ لوگ جوان تھے کہ جو پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

ڈ: اس صورت میں تو ان جوانوں نے اپنے والد یا دوسرے اصحاب سے سیکھا ہو گا کہ کیسے وضوء کریں، یا بسم اللہ کو اونچا کہیں یا نہیں۔

ش حمید: حضرت عثمانؓ بھی تو ایک باپ یا ایک صحابی کی طرح توضیح دے رہے ہیں۔

ڈ: لیکن میرا عقیدہ ہے کہ یا تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے یعنی حضرت عثمان نے اس طرح کی بات نہیں کہی ہے، کیونکہ ایک جگہ پر یہی بات حضرت علیؑ سے بھی منسوب کی گئی ہے یعنی دونوں ہی غلط ہیں۔ یا تو اس اختلاف کے پیش نظر جو صحابہ اور حضرت عثمان کے درمیان شکل پکڑ رہا تھا، حضرت عثمان نے بعنوان خلیفہ اپنی محوریت کو نافذ کرنا چاہ رہے تھے، لہٰذا انہوں نے اس قسم کی بات کی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے بھی کہا تھا کہ میں نے دو اچھی بدعتوں کی بنیاد رکھی ہے۔

ش حمید: تو لوگوں نے بھی تو اعتراض نہیں کیا۔

ڈ: آپ کہاں سے جانتے ہیں؟ شاید اعتراض ثبت نہیں ہوئے ہیں۔ البتہ بسم اللہ کے بارے میں جب مدینہ منورہ میں معاویہ نے آہستہ کہی تو لوگوں نے اعتراض کیا تھا اور اس نے دوسری نماز میں اونچی آواز میں پڑھی تھی۔ یہ بات تاریخ میں ثبت ہوئی ہے کیونکہ معاویہ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان جتنی قدرت نہیں رکھتا تھا۔

ش حمید: لیکن بحمد اللہ اصول نماز (نماز کے بنیادی ارکان) کو ہمارے تمام مذاہب اور آپ ایک جیسے ہی پڑھتے ہیں۔

ڈ: البتہ ہمیں پیغمبر اکرمؐ کی طرح نماز پڑھنی چاہئے اور میں معتقد ہوں کہ ہم پیغمبر اکرمؐ کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ مثال کے طور پر قنوت نماز میں تھا لیکن آپ کے یہاں قنوت نہیں ہے۔ آپ ہاتھوں کو باندھ کر نماز پڑھتے ہیں جبکہ پیغمبر اکرمؐ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

ش حمید: لیکن معلوم نہیں ہے کہ اختلافات میں سنت پیغمبر اکرمؐ سے کون نزدیک تر ہے۔

ڈ: معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ش حمید: وہ کس طرح؟

ڈ: مثال کے طور پر ہر اس چیز کو جن کے بارے میں خلفاء نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں نہیں تھیں، سنت نہ سمجھیں؟

ش حمید: لیکن پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے جس کسی کی بھی اقتداء اور پیروی کرو گے، تمہیں ہدایت کریں گے۔ یہ ستاروں کی مانند ہیں۔

ڈ: آپ اجازت دیں تو اس موضوع اور اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں بحث نہیں کرتے کیونکہ شیخ ابراہیم کے ساتھ ہم پہلے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ بنابرایں صحابہ کے اعمال اور افعال معیار قرار نہیں پا سکتے اور اگر ہم انہیں کنارے پر رکھ دیں تو سنت پیغمبر اکرمؐ اپنے آپ کو ظاہر کر دیتی ہے۔

ش حمید: شیخ ابراہیم، صحیح ہے کہ آپ نے قبول کر لیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے؟

ش: جی ہاں حقیقتاً ڈاکٹر صاحب کے دلائل کافی و وافی تھے۔

ش حمید: کون سی چیزوں کو کنارے پر رکھیں تا کہ سنت پیغمبر اکرمؐ اپنے آپ کو ظاہر کرے؟

ڈ: انہی چیزوں کو جو میں نے کہی تھیں۔

ش حمید: کون سی چیزیں؟

ڈ: وضوء میں پیروں کے مسح کرنے، نماز میں بسم اللہ کو آہستہ کہنے، سورہ کو مکمل نہ پڑھنے، قنوت نہ پڑھنے اور تشہد میں صحابہ کی بات اور عمل۔

ش حمید: ڈاکٹر صاحب، اب تشہد میں کیا مسئلہ اور مشکل ہے۔

ڈ: اگر آپ نے مان لیا ہے کہ سورہ کو مکمل اور پورا پڑھنا چاہئے اور دوسرے موارد میں کوئی بحث نہیں ہے تو تشہد کی بحث کی طرف چلتے ہیں۔

ش حمید: مجھے کوئی بحث نہیں ہے کیونکہ وہ اس قدر اہمیت کے حامل نہیں تھے۔

ڈ: اہم یا غیر اہم آپ نے مان لیا یا نہیں؟

ش حمید: جی ہاں مان لیا۔

نماز میں تشہد

ڈ: اچھا تو اب تشہد کی بحث ہے۔

ش حمید: بحث کیا ہے؟

ڈ: آپ کی کتابوں میں ہے کہ نماز تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور سلام سے ختم ہوتی ہے، صحیح ہے نا۔

ش حمید: جی ہاں صحیح ہے۔

ڈ: سند بھی موجود ہے۔

ش حمید: صحیح ہے۔

ڈ: تو آپ کے تشہد کے متن پر نظر ڈالتے ہیں۔

''التحیات للہ و الصلوات الطیبات السلام علیک ایّہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین، اشہد ان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد انّ محمداً عبدہ و رسولہ''

''اللہم صلِّ علیٰ محمد و آل محمد کما صلّیت علیٰ ابراہیم و آل ابراہیم''

ش حمید: جی ہاں صحیح ہے۔

ڈ: پس آپ لوگ تشہد سے پہلے کہ جو نماز کا ایک حصہ ہے، اسے سلام سے ختم کر دیتے ہیں؟

ش حمید: کون سا سلام؟

ڈ: آپ تشہد سے پہلے پیغمبر اکرمؐ پر سلام دیتے ہیں اور یہ سلام نماز کو ختم کر دیتا ہے۔
التحیات للہ و الصلوات الطیبات

السلام علیک ایّھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین

اور ان سلاموں کے بعد آپ کہتے ہیں:
اشھد ان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ

و اشھد انّ محمداً عبدہ و رسولہ

ش حمید: لیکن نماز تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے ختم ہوتی ہے۔
ڈ: لیکن سلام تو سلام ہے۔ فرق نہیں پڑتا کہ پیغمبر اکرمؐ پر ہو یا لوگوں پر۔
ش حمید: یہ بات آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا کوئی حدیث ہے؟
ڈ: پیغمبر اکرمؐ سے منقول حدیث ہے۔
ش حمید: کہاں پر آئی ہے؟
ڈ: سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۴۰ میں ایک باب ہے بعنوان تقدم تشہد بر سلام کہ جس میں بہت سے صحابہ من جملہ حضرت عائشہ نقل ہوا ہے کہ شہادتین کو پہلے ہونا چاہئے، پھر پیغمبر اکرمؐ اور آل پیغمبرؑ پر صلوات، پھر پیغمبر اکرمؐ اور عباد صالح پر سلام اور اس کے بعد السلام علیکم سے نماز ختم ہوتی ہے۔
ش حمید: ہم دو سلاموں کو پہلے لے کر آتے ہیں اور اصلی سلام آخر میں ہے۔
ڈ: یہ تو واضح ہے کیونکہ بہت سی احادیث کے مطابق کہ جن کو سنن بیہقی نے بھی ج ۲، ص ۱۴۰ سے ۱۵۰ تک، میں جمع کیا ہے پیغمبر اکرمؐ سے من جملہ حضرت عائشہ نقل کرتی ہیں:
'' مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ الطُّهُورُ ، وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ ، وَإِحْلاَلُهَا التَّسْلِيمُ ''-

''نماز کا آغاز طہارت سے ہے اور اس کا احرام تکبیر سے ہے اور حلال ہونا (احرام سے باہر آنا) سلام سے ہے''۔
اسی سلسلہ میں ابن حنفیّہ سے حضرت علیؑ کی ایک روایت ہے اور آخر میں کہتے ہیں: ''و انقضائھا التسلیم، اور اس کا اختتام سلام ہے''۔
بنابراین آپ کی نماز تشہد اور پیغمبر اکرمؐ اور ان کی آلؑ پر صلوات کے بغیر ختم ہو جاتی ہے۔ امام شافعی نے بھی یہی بات شعر میں کہی ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی فرمایا ہے:

وہ نماز جو مجھ پر سلام کے بغیر ہو، نماز نہیں ہے۔

یعنی آپ نماز کے ختم ہو جانے کے بعد صلوات بھیجتے ہیں کہ جو نماز کے بطلان کا باعث ہوتا ہے۔

ش حمید: ڈاکٹر صاحب آج آپ نے ہمارے تمام اعتقادات پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ سب چیزیں باطل ہیں۔

ڈ: میں نے سوالیہ نشان نہیں لگایا ہے، پیغمبر اکرمؐ کی احادیث جو کہ خود آپ کی کتابوں میں ہیں، یہ کہہ رہی ہیں۔ اگر میں شیعہ کتابوں سے نقل کرتا تو آپ کی بات ٹھیک تھی۔

ش حمید: مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں ضد و نقیض احادیث بہت زیادہ ہیں اور غیر صحیح، حسن اور مرسل حدیث سے صحیح حدیث کو تشخیص دینا بھی کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے، خاص طور پر عبادات میں۔

ڈ: اتفاق سے میں بھی یہی کہتا ہوں، کیونکہ عبادات میں سنت پیغمبرؐ موجود ہے لہٰذا صحابہ اور تابعین کی باتوں پر توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ پیغمبر اکرمؐ کی وہ بات اور عمل جو درجہ اول کے صحابہ نے دیکھا ہے، قابل اعتماد تر ہے۔

ش حمید: البتہ اگر حدیث اول درجہ کے اور پیغمبر اکرمؐ سے نزدیک صحابہ کرام سے منقول ہو اور روایت کا سلسلہ بھی ٹھیک ہو تو صحیح تر ہے۔

ڈ: ان میں سے بعض احادیث کو سلسلہ روایت کی کوئی انتہائی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ عقل تشخیص دے سکتی ہے کہ ان دو حدیثوں کے درمیان کہ جو کہتی ہیں نماز تکبیر کے ساتھ حرام ہوتی ہے اور سلام کے ساتھ حلال، مضافاً یہ کہ فقہ میں سلام سے پہلے تشہد کے عنوان سے ایک باب بھی ہے۔ یہی دو روایتیں کام کو تمام کر دیتیں ہیں۔

ش حمید: جی ہاں، لیکن مع الاسف علماء انہیں جمع کرنے کے لئے نہیں بیٹھے ہیں تاکہ عوام کو ایک ہی دستور العمل دیں۔

ڈ: البتہ مختلف ادوار میں برسر اقتدار طبقے نے یہ کام کیا ہے یعنی انہوں نے لوگوں کے درمیان تمام مسائل میں اپنی رائے کو رائج کیا ہے۔

ش حمید: جی ہاں، حکومتیں جی ہاں۔

ڈ: البتہ البحر المحیط، ج ۱، ص ۳۷؛ المحرر الوجیز، باب سورۃ الفاتحۃ، ج ۱، ص ۱۲ اور الدر المنثور، باب ۱، ج ۱، ص ۱۱ میں ہے کہ حتیٰ سورہ حمد کی آیات کے بارے میں بھی کچھ احادیث آئی ہیں کہ انتہائی عجیب ہیں۔ مثال کے طور پر انعمت علیھمو، علیھمی یا مثال کے طور پر صراط من انعمت یا غیر المغضوب علیھم و غیر الضآلین۔ یہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کو اپنی عقل سے بھی تھوڑا سا استفادہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ مثال کے طور پر اسی کتاب میں ابن داؤد نقل کرتے ہیں: عکرمہ غیر الضآلین کہتے تھے۔ اچھا تو عکرمہ کہتے رہیں، کیا بقیہ صحابی مر گئے تھے کہ صرف عکرمہ کی رائے کو ہی نقل کیا جائے۔

ش حمید: الحمد للہ کوئی ان فضولیات کے پیچھے نہیں گیا ہے۔

ڈ: لیکن انہوں نے ان فضولیات کو کہا ہے۔

ش حمید: مع الاسف اس قسم کی باتیں بہت زیادہ ہیں اور حدیث کی کتابیں ایسی غیر ضروری احادیث سے بھری پڑی ہیں جو صرف عوام کو الجھاؤ میں ڈالتی ہیں اور نوجوانوں کو مشکوک بنا دیتی ہیں۔

ڈ: لیکن مکتب اہل بیتؑ میں ایک اصول پایا جاتا ہے جو ان انحرافات کی روک تھام کا باعث بنتا ہے۔

ش حمید: کون سا اصول؟

ڈ: زندہ دینی مرجعیت اور متحرک اجتہاد۔

ش حمید: یہ تو ہمارے یہاں بھی ہے۔

ڈ: جی ہاں لیکن آپ حدیث کو نقد نہیں کر سکتے۔ ہمارے علماء اہم ترین حدیث کو اگرچہ اس کی سند ظاہری طور ٹھیک ہو لیکن قرآن سے مغایرت رکھتی ہو تو رد کر دیتے ہیں، خاص طور پر احکام کے باب میں۔ بنابرایں ہمارے لئے ہر دور اور زمانے میں کچھ نئے مجتہدین آتے ہیں جو یہاں تک کہ ممکن ہے اپنے سے پہلے والے مجتہدیں کی رائے کو نقض کر کے منسوخ کر دیں۔

ش حمید: پس انہوں نے پہلے والے مجتہدین کی رائے کے مطابق عمل کیا ہے۔

ڈ: انہوں نے اپنے وظیفے پر عمل کیا ہے۔ بعد والے بھی اپنے وظیفے پر عمل کرتے ہیں۔

ش حمید: کیسے ہوتا ہے؟

ڈ: مثلاً عید الفطر کے بارے میں۔ آپ کے ملک میں اعلان ہوتا ہے کہ ہفتے کے دن عید ہے۔ بہت سے ملکوں میں کہتے ہیں کہ اتوار کے دن عید ہے، حتیٰ خود آپ کے ملک میں بھی کچھ کہتے ہیں کہ اتوار کے دن ہے۔ ہر کوئی اپنے اسی اثبات کی بناء پر عمل کرتا ہے جو اسے رؤیت ہلال کے موضوع میں پیش آتا ہے۔ حکم ایک ہے۔ حکم یہ ہے کہ یا دو عادل انسان شہادت دیں یا وہ خود چاند کو دیکھے۔ جس کسی کے لئے بھی یہ ثابت ہو جائے، عید ہے۔

ش: شیخ حمید صاحب میرے خیال میں آپ میری پہلی بات پر پہنچ گئے ہیں کہ میں نے کہا تھا ڈاکٹر صاحب کے پاس انجینئرنگ میں پی ایچ ڈی کے علاوہ دینی علوم میں بھی پی ایچ ڈی ہے۔

ش حمید: میرے خیال میں یہ سرے سے انجینئر ہی نہیں ہیں بلکہ دینی امور کے ماہر و متخصص ہیں۔

ڈ: اگر آپ کے گھر میں وائرلس انٹرنیٹ ہے تو میری یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر چلے جائیں اور اپنے کام کرنے کی جگہ پر طالب علموں کے ساتھ میری تصویر دیکھ لیں۔

ش حمید: میں نے مذاح کیا تھا۔ ہمیں قبول ہے۔ لیکن ہمارے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہے کہ وہ شخص جو آٹو موبائل انجینئرنگ کی فیکلٹی کا ڈین ہے، اس قدر مذہبی معلومات اور وہ بھی اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کے بارے میں رکھتا ہو۔ ہمارے انجینئر بالکل بھی ایسے نہیں ہیں۔

ڈ: ہمارا کام بالکل بھی کوئی اہم کام نہیں ہے۔ میں نے کوئی غیر معمولی کام نہیں کیا ہے۔ میں نے جس قدر اپنا وقت ٹیکنکل مسائل اور دنیا کے لئے ضروری امور میں تحقیق کرنے میں صرف کیا ہے، اپنی آخرت کی راہ کی تحقیق میں بھی کچھ درصد صرف کیا ہے۔

ش حمید: لیکن انجینئر اور ڈاکٹر اس طرح کے کام کم تر ہی کرتے ہیں۔

ڈ: ہمارے ایران میں بہت سے انجینئر اور ڈاکٹر ہیں جو انجینئرنگ کی ابتدائی تعلیم کے بعد دینی مطالعات کے لئے چلے جاتے ہیں اور روحانی (دینی طالب علم) بن جاتے ہیں، یا اول سے ہی دونوں تعلیموں کو ایک ساتھ پڑھتے ہیں، یا انہوں نے پہلے حوزہ کی تعلیم (دینی علوم) کو شروع کیا ہوتا ہے پھر جا کر انجینئرنگ یا میڈیکل پڑھتے ہیں۔

ش حمید: لیکن عربی ممالک میں ایسا کوئی رواج نہیں ہے۔

ڈ: لیکن ایک مسلمان ملک میں ایک مسلمان شخص کے اندر کہ جو اسلام کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اپنے دین سے دفاع کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ آپ نے ابھی ہمارے مذہبی علماء سے گفتگو نہیں کی ہے ورنہ آپ کو پتہ چل جاتا کہ میں کوئی زیادہ دینی علم نہیں رکھتا ہوں۔

ش حمید: یعنی وہ آپ سے زیادہ جانتے ہیں؟

ڈ: میں ان کے نزدیک کچھ بھی نہیں جانتا ہوں۔ آپ اگر مائل ہوں تو آپ کو ایران کے بعثہ (حج کیمپ) میں لے جاتا ہوں تا کہ ان میں سے کچھ سے آپ کی آشنائی ہو جائے اور آپ ملاحظہ کر لیں کہ میں صرف اپنے عقیدے سے دفاع کی حد تک ہی اطلاعات رکھتا ہوں۔

ش حمید: نہیں نہیں بالکل بھی مائل نہیں ہوں، کیونکہ آج آپ ہی نے ہمارے اہم ترین عبادی اعمال یعنی نماز پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے اور ہمارے اندر تزلزل اور بے ثباتی ایجاد کر دی ہے۔ وہ لوگ حتماً ہمیں شیعہ بنا دیں گے۔

ش: البتہ جن کا ڈاکٹر صاحب ذکر کر رہے ہیں، میں نے ان حضرات کو نہیں دیکھا ہے اور اگرچہ مصر میں بھی کچھ انجینئر اور ڈاکٹر اچھی دینی معلومات رکھتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی معلومات ڈاکٹر صاحب کے برابر نہیں ہوتی ہے۔

ڈ: میں نے انگلستان میں مصری ڈاکٹروں اور انجینئروں کو دیکھا ہے جو اچھی خاصی دینی معلومات رکھتے ہیں، ان کی بنیادی خامی یہ ہے کہ معلومات کی سطح وسیع ہے لیکن ان میں گہرائی کم ہے۔

ش: ہم عصر کی نماز کے لئے تو نہیں پہنچے، مغرب کی نماز کے لئے مسجد النبیؐ چلتے ہیں پھر وہاں سے ہوٹل چلے جائیں گے۔

ش حمید: میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔

ہم تینوں مسجد النبیؐ کی جانب چل پڑے۔ چونکہ میرے ساتھ دو شیخ تھے اس لئے مجھے پیغمبر اکرمؐ کے حجرے کے نزدیکی حصے میں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔

خاک پر سجدہ

میں سجدہ کرنے کے لئے ۳۰ x ۲۰ کی ایک باریک چٹائی بچھاتا تھا اور معمولاً مامورین کی طرف سے کوئی ممانعت بھی نہیں کی جاتی تھی۔ لیکن پیغمبر اکرمؐ کے حجرے کے نزدیکی حصے میں مجھ پر اعتراض کیا گیا۔ یعنی ایک اہلکار آیا اور اس نے بڑی شدت کے ساتھ وہ چٹائی اٹھالی۔

ش حمید: آپ کس لئے اس چٹائی کو بچھاتے ہیں۔ طبّی ہے یا فقہی۔

ڈ: فقہی ہے، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سجدہ کچھ مخصوص چیزوں پر ہونا چاہئے جیسے کہ مٹی اور قدرتی پتھر، مزید برایں کوئی کھائی جانے والی، پینے والی اور مصنوعی چیز بھی نہیں ہونی چاہئے۔

ش حمید: لیکن سجدہ تو ہر چیز پر جائز ہے۔

ڈ: کمپیوٹر میں دیکھیں: صحیح ترمذی، ج۱، ص ۳۵۴؛ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۱۶۷؛ صحیح بخاری، باب تیمّم، ج۱، ص ۹۱ اور مسند احمد، ج۱، ص ۳۰۱ میں آیا ہے '' جُعِلَتْ لِیَ الاَرْضُ مَسْجِداً و طَهُوراً، میرے لئے زمین کو سجدے کی جگہ اور پاک کرنے والا قرار دیا گیا ہے''۔ تاریخ میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کی جنگوں میں پتھروں کو ہاتھوں میں سنبھال کر رکھتے تھے تاکہ گرم نہ ہوں، یعنی پتھروں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

ش حمید: لیکن اسلام ایک سہولت پسند دین ہے۔ میرے خیال میں ہر چیز پر سجدہ کیا جاسکتا ہے۔ سجدہ تو سجدہ ہوتا ہے، چاہے خاک پر ہو یا قالین پر۔

ڈ: آپ کے خیال میں سجدے کا فلسفہ کیا ہے؟

ش حمید: سر کو زمین پر رکھنا یعنی بہترین عضو کو جو کہ سر ہے، زمین پر رکھنا جو کہ تواضع کی بہترین قسم ہے۔

ڈ: پس قالین پر بہترین قسم نہیں ہے؟

ش حمید: مشخص نہیں ہے کہ زمین اور قالین میں کوئی فرق بھی ہو۔

ڈ: اچھا اب اگر سجدے کے لئے معمولی کپڑے اور قالین کی بجائے گراں قیمت قالین اور کپڑے رکھے جائیں تو کیا سجدے کا فلسفہ جو کہ تواضع ہے، ختم ہو جاتا ہے یا نہیں؟

ش حمید: لیکن کسی نے یہ کام نہیں کیا ہے۔

ڈ: کیونکہ سجدے کا فلسفہ معلوم تھا اس لئے کسی نے یہ کام نہیں کیا ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ نے اس کے پیش نظر کہ یہ مسئلہ حتیٰ کسی کے ذہن میں بھی خطور نہ کرے، ہر چیز پر سجدے کی اجازت نہیں دی ہے۔

ش حمید: شیخ ابراہیم آپ کی کیا رائے ہے؟

ش: حقیقت یہ ہے کہ نماز خدا اور انسان کا رابطہ ہے اور اس کے لئے سجدہ جتنا طبعی تر ہوگا اتنا ہی بہتر ہے۔ مخصوصاً اگر قیمتی نہ ہو ورنہ ممکن ہے بعض لوگ سونے پر سجدہ کریں۔

ڈ: اللہ آپ کے مرحومین پر رحمت کرے۔ ہم یہی کہتے ہیں۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے۔

ش حمید: البتہ حفظان صحت کے حوالے سے بھی بہتر ہے کہ سجدے کی جگہ قالین سے الگ ہو۔

ڈ: میرے خیال میں ہم حفظان صحت کی بحث کو بیچ میں نہ لائیں۔ پہلے یہ مان لیں کہ خاک اور نہ کھائی جانے والی اور نہ پہنی جانے والی قدرتی چیزیں اور دوسرے لفظوں میں غیر قیمتی ہی صحیح ہیں، اب اگر یہ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق بھی ہوں تو اور اچھا ہے۔ کیونکہ ہم معتقد ہیں کہ سجدے کی جگہ کو حتماً پاک اور طاہر ہونا چاہئے۔

چونکہ مسجد میں مجھ سے تربت اور سجدے کے حوالے سے مسلسل سوال ہوتا رہتا ہے اس لئے میں نے پاکٹ کمپیوٹر میں صحیح بخاری کی ان دو حدیثوں (صحیح بخاری، ج ۳، ص ۲۱۵ (بعض نسخوں میں ص ۳۰۰ اور ۳۳۷)، حدیث ۷۷۱ اور ۷۹۲ کے ان حصوں پر علامت لگائی ہوئی ہے کہ کوئی بات کرے تو اسے دکھادوں۔ یہ دیکھیں:

حدیث ۷۷۱:

''حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِى سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِىِّ فَقُلْتُ أَلاَ تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثْ فَخَرَجَ . فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِى مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِىِّ - صلى الله عليه وسلم - فِى لَيْلَةِ الْقَدْرِ . قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - عَشْرَ الأُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ ، وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِى تَطْلُبُ أَمَامَكَ . فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ ، فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِى تَطْلُبُ أَمَامَكَ . فَقَامَ النَّبِىُّ - صلى الله عليه وسلم - خَطِيبًا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ « مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِىِّ - صلى الله عليه وسلم - فَلْيَرْجِعْ ، فَإِنِّى أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ، وَإِنِّى نُسِّيتُهَا ، وَإِنَّهَا فِى الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ فِى وِتْرٍ ، وَإِنِّى رَأَيْتُ كَأَنِّى أَسْجُدُ فِى طِينٍ وَمَاءٍ » . وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِى السَّمَاءِ شَيْئًا ، فَجَاءَتْ قَزْعَةٌ فَأَمْطَرْنَا ، فَصَلَّى بِنَا النَّبِىُّ - صلى الله عليه وسلم - حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيقَ رُؤْيَاهُ ''

حدیث کے آخری حصے کا ترجمہ ''۔۔۔ ماہ رمضان کے ایک اعتکاف میں ہم نماز میں خاک اور پانی (گیلی مٹی) پر سجدہ کیا کرتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ بھی نماز پڑھتے تھے اور میں نے پیغمبر اکرمؐ کی پیشانی پر مٹی اور گیلے پن (خاک و آب) کے اثرات کا مشاہدہ کیا۔''

حدیث ۷۹۲:

''حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِى سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِىَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأُقِيمَتْ الصَّلاَةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِى الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِى جَبْهَتِهِ''

یا یہ حدیث جو کہ اوپر والی حدیث کا خلاصہ ہے:

''ابو سعید خدری نے روایت کی ہے: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ گیلی مٹی پر سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی پیشانی پر مٹی کے اثرات کا مشاہدہ کیا ہے''۔

اچھا تو شیخ حمید صاحب آپ فرمائیں کہ وہ پیغمبرؐ جو حتی کہ بارش اور زمین کے گیلا ہونے کے وقت بھی خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے، عام حالات میں کس طرح قالین اور دری وغیرہ پر سجدہ کریں گے۔

ش حمید: میرے خیال میں یہ بھی صحیح ہے۔ لیکن مع الاسف میں نے کسی سند میں نہیں دیکھا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے خاک کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ کیا ہو۔ خاص طور پر یہ کہ بعض قالین وغیرہ قیمتی بھی ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے بقول سجدے کے فلسفے کو بھی مخدوش کرتے ہیں۔ لہٰذا میں بھی قبول کرتا ہوں۔

ڈ: شکریہ کہ آپ نے قبول کر لیا ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد ہم تھوڑی دیر بیٹھ گئے۔ کچھ لوگ زیارت کر رہے تھے، کچھ پیغمبر اکرمؐ کے حجرے کی طرف رخ کر رہے تھے اور انتظامیہ کے اہلکار مسلسل کہہ رہے تھے: ''لاترفعوا صوتکم فوق صوت النبی، اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ کرو''۔ میں کھڑا ہوا اور حجرے پر مامور شیخ سے سوال کیا: معاف کیجئے گا، پیغمبر اکرمؐ زندہ ہیں یا مردہ؟ اس نے کہا: فوت کر چکے ہیں'' انّک میت و انّھم میتون، تم مر جاؤ گے اور وہ بھی مر جائیں گے''۔ میں نے کہا: مردہ کی تو کوئی آواز نہیں ہوتی ہے، اس نے کہا: ہاں، مردہ کی آواز نہیں ہوتی ہے۔ میں نے کہا: پس یہ آیت مبارکہ کیا ہے جو آپ نے بغیر آواز کے مردہ کے سر کے اوپر لکھی ہوئی ہے اور خود بھی مسلسل اس کو دھرا رہے ہیں۔ شیخ حمید مسکرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ حجرے کی نگرانی پر مامور شیخ کیا کہتا ہے۔ وہ شیخ خیرہ خیرہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ایرانی جاؤ جاؤ۔ میں نے کہا: میں نے سوال کیا ہے آپ جواب دیں، آپ کو اس سے کیا سروکار کہ میں ایرانی ہوں یا نہیں۔ اس نے کہا: تم لوگ سمجھنے کی غرض سے سوال نہیں کرتے، اعتراض کرنا چاہتے ہو۔ شیخ حمید بیچ میں آ گئے اور کہا: اچھا تو اب اگر آپ کے پاس کوئی جواب ہے تو دے دیں۔ اس نے کہا: آپ بڑے شیخ ہیں، آپ ان کو جواب دیں۔ شیخ حمید نے کہا: میں ان کا دوست ہوں اور چونکہ انہوں نے آپ سے سوال کیا ہے، آپ خود ہی جواب دیں۔ ان کا سوال یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ زندہ ہیں یا مردہ، اگر زندہ ہیں تو آپ کی بات ٹھیک ہے کہ آپؐ کی آواز سے کوئی آواز اونچی نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اگر آپؐ مردہ ہیں تو یہ بات بے معنیٰ ہے۔ انتظامیہ کے اس شیخ نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کہتا ہے پیغمبر اکرمؐ فوت کر چکے ہیں۔ شیخ حمید نے کہا: برائے مہربانی انہیں جواب دیں، میں اور آپ ہم عقیدہ ہیں۔ شیخ نے میری جانب رخ کیا اور کہا: آپ نہیں مانتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ فوت کر چکے ہیں۔ میں نے کہا: معاف کیجئے گا آپ کا نام کیا ہے؟ میں آپ کو نام سے پکاروں۔ اس نے کہا: میرا نام فاروق ہے۔

ڈ: جناب شیخ فاروق صاحب کیا موت کے بعد زندہ ہوا جا سکتا ہے؟

شیخ فاروق: جی نہیں مردہ مردہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی پیغمبر اکرمؐ سے کہتا ہے انّک میّت۔

ڈ: تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ اونچی آواز میں نہ پڑھو۔ پیغمبر اکرمؐ تو فوت کر چکے ہیں اور آپ کے بقول مردہ پیغمبرؐ کچھ نہیں سنتے ہیں۔

شیخ فاروق: اچھا تو اب آپ بتائیں کہ پیغمبر اکرمؐ زندہ ہیں یا مردہ۔

ڈ: کیا آپ نے یہ آیت مبارکہ دیکھی ہے کہ '' وَ لاَ تَحْسَبَنّ الّذِینَ قُتِلُواْ فِی سَبِیلِ اللّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْیَاء عِندَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُونَ''۔

''اور خبردار راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں''۔

شیخ فاروق: یہ حیاتِ برزخی ہے، واقعی حیات نہیں ہے اور ہاں پیغمبر اکرمؐ سے اس کا کیا تعلق ہے۔

ڈ: کیا برزخ میں رزق اور روزی ہے؟

شیخ فاروق: جی ہاں

ڈ: کیا پیغمبر اکرمؐ کی شہداء سے زیادہ اہمیت نہیں ہے؟

شیخ فاروق: اہمیت زیادہ ہے لیکن آپؐ حیات برزخی رکھتے ہیں۔

ڈ: پس شہداء جو اللہ تعالیٰ کے یہاں روزی پا رہے ہیں، برزخی زندہ ہیں؟

شیخ فاروق: جائیں صاحب، ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ لوگوں کا مجمع نہ لگنے دیں، کہیں بھیڑ نہ لگ جائے۔ انہی شیخ صاحب (شیخ حمید) سے سوال کریں، آپ کو جواب دے دیں گے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

ہم ایک طرف آ گئے، شیخ حمید ہنسے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ ان سوالات کے جواب دینے کی حد و حدود میں نہیں ہیں۔ ان کی دینی تعلیم کی سطح انتہائی کم اور نیچے ہے۔

ڈ: اچھا تو یہ سوال کس سے پوچھوں۔

ش حمید: ان سوالوں کے جواب آپ خود جانتے ہیں۔ ہمیں ان باتوں کو قبول کرنا پڑے گا۔ یا ہم مان لیں کہ پیغمبر اکرمؐ فوت کر چکے ہیں اور حجرے کے اوپر لکھی ہوئی آیات مبارکہ کو اٹھالیں یا زندہ ہیں کہ اس صورت میں توسل اور بقیہ موضوعات سے متعلق تمام باتوں کو قبول کرنا پڑے گا۔

ش: شیخ حمید صاحب اگر آپ مائل ہوں تو مدینہ منورہ میں باقی کے دو دنوں میں آپ بھی ہماری بحث میں شریک رہیں۔

ش حمید: میں شریک نہیں ہوں گا کیونکہ جب میں ہوتا ہوں تو آپ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، آپ خود ہی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بحث کریں۔

ش: میں شروع میں تو بحث کرتا ہوں لیکن آخر کار ڈاکٹر صاحب کی بات ماننا پڑ جاتی ہے۔ اب تک کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔

ش حمید: میرے پاس بھی تو ڈاکٹر صاحب کی باتوں کے جواب میں کہنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ دونوں خود ہی بحث کریں۔

ڈ: اگرچہ میرے لئے مناظرے میں ایک کے مقابلے میں دو ہو جاتا ہے لیکن مجھے خوشی ہو گئی کہ بحث کے لئے آپ دونوں بزرگواروں کی خدمت میں ہوں۔

ش حمید: میں معذرت چاہتا ہوں، اگرچہ میں مشتاق ہوں لیکن کچھ مجبوریاں بھی ہیں۔

ہم نے خدا حافظی کی اور چل پڑے۔ شیخ صاحب نے کہا: میرے خیال میں شیخ حمید حکومت والوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ حکومت کی تاکید ہے کہ ایرانی علماء کے ساتھ بحث و گفتگو نہ کریں۔

ڈ: میں تو عالم نہیں ہوں اور علماء کا لباس بھی نہیں پہنا ہوا ہے۔

ش : کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ان کو صرف ان لوگوں سے بات چیت کرنے کی اجازت ہے جو اہل تسنن کا مذہب، وہ بھی وہابیت قبول کرنے کی ظرفیت اور آمادگی رکھتے ہوں۔

ڈ: یہ بھی افسوس کا مقام ہے کہ علماء عام لوگوں سے تو بات چیت کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کے ساتھ جو دین کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ ہیں، بحث نہیں کرتے ہیں۔

ش: ہاں یاد آیا ہمیں اب تھوڑا تھوڑا کر کے مکۃ المکرمہ کے لئے بستر باندھ لینا چاہئے۔ پرسوں مجھے جانا پڑے گا لیکن کچھ سوالات بچ گئے ہیں۔

ڈ: میں بھی تین دن کے بعد مکۃ المکرمہ آجاؤں گا۔ ان شاء اللہ طے ہو گیا کہ مکۃ المکرمہ میں بھی ایک دوسرے سے ملیں گے۔

ش: مکۃ المکرمہ میں میرے قیام کی جگہ کوئی زیادہ مشخص نہیں ہے، بہتر ہے کہ مسجد الحرام میں ملنے کا طے کر لیں۔

ڈ: ہمارے پاس موبائل فون بھی ہے۔ ایک دوسرے کو بالآخر تلاش کر لیں گے۔ ویسے میرے پاس اپنے مکۃ المکرمہ کے ہوٹل کا پتہ ہے، آپ کو دے دیتا ہوں اگر ہم ایک دوسرے کو نہ ڈھونڈ سکے تو آپ ہمارے ہوٹل تشریف لے آئیے گا۔

ش: ٹھیک ہے۔ ابھی ہے آپ کے پاس؟

ڈ: نہیں ہوٹل میں ہے۔ انشاء اللہ کل جب آپ آئیں گے تو دے دوں گا۔

۲۵ ذی القعدہ کا دن

اہل بیتؑ کا موضوع

مسجد النبیؐ میں میری شیخ صاحب سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہم اصحاب صفہ کی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

ڈ: اصحاب صفہ وہ لوگ تھے جن کے پاس سونے کے لئے بھی جگہ نہیں تھی۔ وہ یہاں آ کر سویا کرتے تھے جبکہ یہاں پر چھت بھی نہیں تھی۔ اصحاب صفہ معمولاً مہاجرین میں سے تھے لیکن اب یہاں وہ لوگ آ کر ٹیک لگاتے ہیں جن میں ہر ایک کے کئی کئی گھر ہیں۔

ش: میرے خیال میں پیغمبر اکرمؐ کے حجرے اور گھر کے اطراف میں آپ جن لوگوں کو دیکھ رہے ہیں، ان کی یا حتیٰ انتظامیہ کے اہلکاروں کی حالت کوئی زیادہ اچھی نہیں ہے۔ ان کی اکثریت بڑی سادی سی زندگی گزارتی ہے۔ یہ لوگ پیسے اور دولت کے لئے کام کرنے کی بجائے زیادہ تر اعتقادی جذبے کے تحت اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔

ڈ: البتہ ظاہری طور پر ایسا ہی ہے۔ اس لئے کہ میں ایک بار ان کے ساتھ بحث کرنے کے لئے جنت البقیع کے سرداب میں گیا تھا ان کے پاس حتیٰ کہ پینے کے لئے ٹھنڈا پانی بھی نہیں تھا۔

ش: ایسے ہی ہے۔ اگر آپ ان کے گھروں میں جائیں تو کوئی اچھی حالت میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ سیاستدان شیوخ اور مذہبی لیڈروں سے مختلف ہیں۔

ڈ: یہ لوگ مذہبی سپاہی ہیں۔

ش: ایسے ہی ہے۔ اس لئے کہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے دوران ہی ان لوگوں کے دماغ کی دھلائی (Brain Washing) ہو جاتی ہے کہ اسلام کے ستر فرقوں میں سے صرف ایک ہی صراط مستقیم ہے اور بقیہ مشرک ہیں۔ اور وہ ایک تم لوگ ہی ہو اور جو کچھ بھی تم نے سیکھا ہے صحیح ترین ہے۔

ڈ: معمولاً سپاہی ہی ہوتے ہیں جو اسلحہ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اور کمانڈروں کے احکام کو جاری کرتے ہیں اور کوئی خاص پڑھے لکھے بھی نہیں ہوتے ہیں۔ لہٰذا قوانین کے نفاذ میں کوئی چون وچرا بھی نہیں کرتے ہیں۔

ش: جی ہاں ہم کل رات کو دیکھ رہے تھے کہ وہ اللہ کا بندہ اس ایک آیت مبارکہ کی جو پیغمبر اکرمؐ کے روضہ شریف کے اوپر لکھی ہوئی تھی، ٹھیک وضاحت سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکا تھا، وہ بھی وہ آیت مبارکہ جس کی وہ دن میں سو بار تلاوت کرتا ہے اور لوگوں کے لئے پڑھتا ہے۔

ڈ: آپ تھوڑا تھوڑا میرے ہم عقیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ش: آخر کار حج کے سفر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ مؤمنین آپس میں افکار کا تبادلہ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر اس میرے اور آپ کے درمیان رابطے کے طرز کی تکثیر ہو سکتی تھی تو حج عالم اسلام کا سب سے بڑا اور عظیم ترین سرمایہ بن جاتا۔ چونکہ حجاج ایک دوسرے کی

زبان نہیں سمجھتے اس لئے ان کا آپس میں کوئی رابطہ برقرار نہیں ہوتا ہے۔ اگر آپ عربی نہ جانتے ہوتے تو ان چند دنوں میں ہمارا کام عبادت ہی عبادت ہوتا۔ درحالیکہ ہمارے درمیان بہت سے مسائل اور اعتقادات موشگافانہ انداز میں زیرِ بحث آئے اور واضح ہوگئے ہیں۔

ڈ: افسوس کے ساتھ لوگ حج میں اس قدر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں کہ حج کی قدر و قیمت کی گہرائی سے غافل ہی رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو ایران، فلسطین، لبنان، شام اور مصر جیسے ممالک سے آتے ہیں اور انقلابی جذبات سے بھی زیادہ سرشار ہوتے ہیں اور عموماً امریکہ اور اسرائیل کے مخالف بھی ہوتے ہیں، وہ بھی یا نماز میں مشغول ہیں یا خریداری کے لئے بازاروں میں۔ ان کے دوسروں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مکالمے یا رابطے مسجد میں ہوتے ہیں کہ جہاں نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی اگر ہم زبان آس پاس نہ ہوں تو صرف اپنے بغل والے کو کہتے ہیں (وہ بھی اشاروں کی زبان سے) آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ وہ کہتا ہے: ملائشیا، انڈونیشیا اور۔۔۔ کوئی اور گفتگو نہیں ہوتی ہے۔

ش: ایسے ہی ہے۔ اس لئے کہ زبان نہ جاننا ایک بڑی مصیبت ہے۔ افسوس کے ساتھ میں خود بھی صرف عربی جانتا ہوں۔ اگر میں حتیٰ کہ ایک اور زبان جانتا ہوتا تو کم از کم ایک غیر عرب سے بات چیت کر سکتا تھا۔

ڈ: انگریزوں کے یہاں ایک کہاوت ہے، وہ کہتے ہیں کہ دو زبانوں کے ساتھ ایک شخص، ایک زبان کے ساتھ دو اشخاص سے بہتر ہے۔

ش: بالکل ٹھیک ہے۔ لہٰذا ہم الازہر میں اردو، فارسی، چینی، ترکی اور افریقی ہوسہ زبانوں پر کام کرتے ہیں۔

ڈ: ایران میں بھی دینی اداروں (حوزہ ہائے علمیہ) میں بہت سی زبانیں حتیٰ کہ روسی، ہسپانیائی، فرانسوی، جرمن اور۔۔۔ زبانیں شروع ہوگئیں ہیں۔

ش: البتہ روسی زبان ہمارے یہاں پہلے سے تھی لیکن وسیع پیمانے پر نہیں تھی۔ وسطی ایشیا کے جدید اسلامی ممالک کے پیش نظر ہم نے روسی بھی شروع کر دی ہے۔ ہمارے یہاں نسبتاً اچھے ترجمے اور کتابیں ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیتؑ کون ہیں

ڈ: شیخ ابراہیم صاحب ہمارے سامنے ظاہراً پیغمبر اکرمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کا گھر ہے۔

ش: پیغمبر اکرمؐ کا گھر ہے لیکن کون سا حصہ حضرت فاطمہؑ کا گھر تھا، مشخص نہیں ہے۔

ڈ: کیوں نہیں ہے حتیٰ مسجد النبیؐ کے نقشوں میں بھی ہے کیونکہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں بھی موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی حیات میں ایک موقع پر پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ (کہ حضرت فاطمہ بھی اس میں تھیں) کے گھر کے سوا تمام گھروں کے دروازے مسجد کی جانب بند کر دیے گئے۔

ش: جی ہاں یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؑ کے گھر کا دروازہ بند نہیں کیا گیا لیکن یہ کہ وہ یہ گھر ہو، معلوم نہیں ہے۔

ڈ: کوئی اور گھر ہے ہی نہیں۔ جو چیزیں بھی اندر سے مسجد سے متصل تھیں خراب نہیں ہوئی ہیں، بنابرایں اگر پیغمبر اکرمؐ کا مدفن حضرت عائشہؓ کا گھر ہو تو یہ گھر حضرت علیؑ اور فاطمہ کا گھر بنتا ہے۔

ش: ممکن ہے۔ ممکن ہے۔

ڈ: وہ اوپر دیکھیں سبز خط سے کچھ چیزیں لکھی ہوئی تھیں کہ جواب سبز رنگ سے مٹادی گئی ہیں۔ آپ جانتے ہیں وہ کیا تھیں؟

ش: پڑھا نہیں جاسکتا۔

ڈ: میں تیس سال پہلے آیا تھا یہ لکھا ہوا تھا اور پڑھا بھی جاسکتا تھا۔ آیت تطہیر لکھی ہوئی ہے۔ یعنی: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً)

ش: لیکن آیت تطہیر تمام زوجات پیغمبرؐ کے متعلق ہے۔

ڈ: تمام زوجات پیغمبرؐ کے متعلق نہیں ہوسکتی ہے اور اتفاق سے حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کے گھر کے اوپر لکھی ہوئی ہے۔

ش: یہ کسی بات کو ثابت نہیں کرتا۔

ڈ: یہ کہ اہل بیتؑ، حضرت علیؑ کے گھر والے ہیں۔

ش: یعنی کون لوگ۔

ڈ: یعنی پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ اور حسینؑ۔

ش: کس طرح اس تحریر سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے؟ مسجد اور حجرے کے چاروں طرف اور بھی کئی آیات مبارکہ لکھی ہوئی ہیں۔

ڈ: ظاہراً یہ وہی جگہ ہے جہاں پیغمبر اکرمؐ روزانہ صبح کو تشریف لاتے تھے اور کہتے تھے: السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ش: اچھا تو تمام زوجات بھی تو گھر میں ہوتی تھیں۔

ڈ: یہ گھر صرف حضرت فاطمہؑ اور ان کے بچوں اور شوہر کا گھر تھا۔

ش: یعنی صرف یہ پانچ افراد اہل بیتؑ ہیں۔

ڈ: جی بالکل ایسا ہی ہے لیکن دوسرے افراد اہل بیتؑ نہیں ہیں۔ البتہ اہل بیتؑ ان پانچ ہستیوں میں ہی محدود نہیں ہیں۔ یہ پانچ افراد محور اور اصل ہیں، بقیہ ان کی متابعت میں اہل بیتؑ ہیں۔

ش: لیکن آیت تطہیر ان آیات کے بیچ میں ہے جو پیغمبر اکرمؐ کی زوجات کے بارے میں بحث کرتی ہیں اور ظاہراً زوجات کے بارے میں ہی ہے۔

ڈ: اچھا تو آیت مبارکہ کو پڑھتے ہیں۔

ش: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً)

ڈ: انّما حصر کے لئے ہے یعنی صرف اور صرف اللہ نے ارادہ کیا ہے تمہارے اہل بیت سے پلیدی کو دور رکھے گا اور تمہیں پاک کرے گا جیسے کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

ش: ٹھیک ہے لیکن کہاں دکھایا گیا ہے کہ یہ پانچ افراد ہیں؟

ڈ: عنکم جمع مذکر کی ضمیر ہے۔ یعنی کم از کم یہ ہے کہ مذکّروں کی تعداد مؤنثوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کی زوجات بھی ہوں تو دس عورتیں ہوتی ہیں اور ایک مرد (پیغمبر اکرمؐ)۔ عورتیں بہت زیادہ ہیں۔

ش: آپ تمام نزدیکی صحابہ کو اضافہ کرلیں۔

ڈ: ان کو اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

ش: کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

ڈ: آخر کار اہل بیت کی بات ہو رہی ہے یعنی وہ لوگ جو گھر میں ہیں، لہٰذا وہی افراد ہو سکتے ہیں جو پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں ہیں۔

ش: کیا حضرت عثمانؓ، پیغمبر اکرمؐ کے داماد، اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟

ڈ: حضرت عثمان، پیغمبر اکرمؐ کے داماد تھوڑی ہیں اور اگر پیغمبر اکرمؐ کے داماد بھی ہوتے تو کوئی بھی کتاب یہ دعویٰ نہیں کرتی ہے کہ حضرت عثمان، اہل بیت کا حصہ ہیں۔

ش: حضرت عثمانؓ کیوں پیغمبر اکرمؐ کے داماد نہیں ہیں؟ انہیں ذوالنورین کہتے ہیں، یعنی پیغمبر اکرمؐ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت زینب ان کی زوجہ تھیں۔

ڈ: جی ہاں وہ پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں حضرت خدیجہؑ کے پاس پلی بڑھی تھیں لیکن پیغمبر اکرمؐ کی ربائب (منہ بولی بیٹیاں) تھیں اور در حقیقت حضرت خدیجہؑ کی بہن کی خالہ زاد تھیں۔

ش: آپ یہ کہاں سے لے کر آگئے ہیں؟ کسی نے بھی اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

ڈ: کتاب انساب الاشراف، ج۱، ص ۹۸ اور شزرات الذہب، ج۱، ص ۱۴ میں رجوع کریں۔ کہتی ہیں جب حضرت خدیجہؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے شادی کی تو آپ اٹھائیس سال کی تھیں، پہلے شادی نہیں کی ہوئی تھی۔ پیغمبر اکرمؐ سے آپ کی پہلی اولاد حضرت قاسمؑ تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کے لئے ایسی کسی بیٹیوں کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

ش: اس کو شیعہ مانتے ہیں ہم تو نہیں مانتے ہیں۔

ڈ: سید مرتضی جعفر نامی ایک لبنانی محقق کی اس موضوع پر ایک کتاب ہے جس کا نام ربائب النبیؐ ہے اور انہوں نے بہت اچھی اسناد پیش کی ہیں۔ البتہ انساب الاشراف میں بلاذری اور الاستعانۃ میں ابوالقاسم کوفی بھی یہی کہتے ہیں۔

ش: پس حضرت عثمان بھی پیغبر اکرمؐ کے داماد نہیں ہیں؟

ڈ جی ہاں نہیں ہیں بلکہ آپؐ کی منہ بولی بیٹی کے شوہر ہیں۔

ش: اہل سنت میں سے کوئی یہ کہتا ہے؟

ڈ: نسائی شافعی جس نے کتاب خصائص علیؑ لکھی ہے، کہا ہے: میں اس کتاب میں حضرت علیؑ کے وہ خصائص لے کر آیا ہوں جو کسی بھی صحابی میں نہیں ہیں اور ان خصائص میں سے ایک پیغمبر اکرمؐ کا داماد ہونا ہے۔ اب اگر حضرت عثمان بھی پیغمبر اکرمؐ کے داماد ہوتے تو نسائی یہ نہ لکھتے۔

ش: پس ان پانچ افراد کے علاوہ کوئی بھی اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے؟

ڈ: نہیں، یقیناً نہیں ہے۔

ش: شاید چونکہ اہل بیتؑ ہونا اہمیت کا حامل نہیں ہے اس لئے بقیہ نے اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

ڈ: اتفاق سے یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

ش: کیا اہمیت رکھتا ہے کہ کوئی اہل بیتؑ کا حصہ ہو یا نہ ہو؟

ڈ: ان سے رجس اور پلیدی دور ہے۔

ش: اچھا تو سارے صحابی ایسے ہی تھے۔

ڈ: ہم نے جو طے کیا تھا آپ بھول گئے ہیں۔ ہم پہلے اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ سارے صحابی یہاں تک کہ نیک انسان بھی نہیں تھے اور صراط مستقیم پر نہیں تھے۔

ش: قبول لیکن پیغمبر اکرمؐ کے اطرافی اور نزدیکی لوگ تو نیک تھے نا۔

ڈ: آپ بھول گئے ہیں کہ ہم نے کن کن لوگوں کا نام لیا تھا کہ جو حتیٰ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرتے تھے۔

ش: جی ہاں، جی ہاں ٹھیک ہے لیکن اہل بیت بالآخر پیغمبر اکرمؐ کی زوجاتؓ اور یہ چند افراد ہیں جنہیں آپ کہہ رہے ہیں۔

ڈ: اتفاق سے صرف یہی پانچ افراد ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کی زوجاتؓ ان کا حصہ نہیں ہیں۔

ش: کیوں نہیں ہیں؟

ڈ: کئی ایک دلائل کی بناء پر کہ جن میں سے ایک میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

ش: فرمائیں۔ دوبارہ فرمائیں۔

ڈ: پہلی دلیل یہ کہ قرآن مجید فرماتا ہے لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ، كُمْ جمع مذکر کی ضمیر ہے یعنی اکثریت مرد ہیں کہ جو اہل بیتؑ کے بارے میں صحیح ہے ، حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ مرد ہیں اور ایک خاتون یعنی حضرت فاطمہؑ۔ پس كُمْ کی ضمیر صحیح ہے لیکن اگر پیغمبر اکرمؐ کی نو زوجاتؓ ہوں اور ایک پیغمبر اکرمؐ تو دس ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا كُمْ کی ضمیر کس لئے ہے۔ مضافاً یہ کہ حدیث میں ہے حضرت ام سلمہؓ نے بھی کہا تھا کہ کیا میں بھی آپ (اہل بیتؑ) میں سے ہوں؟ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: آپ نیک ہیں لیکن اہل بیت میں سے نہیں ہیں۔

ش: البتہ كُمْ ایسی جمع میں بھی جہاں مردوں کی تعداد کم ہو، بولا جاتا ہے۔

ڈ: جی ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ خواتین، مردوں سے زیادہ نہ ہوں۔ یہاں پر ایک مرد ہے جبکہ خواتین نو، وہ مرد بھی پیغمبر اکرمؐ ہیں کہ جن کے اہل بیتؑ میں سے ہونے کی طرف اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا صرف زوجاتؓ کو اہل بیت ہونا چاہئے تھا کہ جو كُمْ کی ضمیر کے برخلاف ہے۔

ش: جی ہاں ٹھیک ہے وہ بھی ایسی فصیح زبان کے ہوتے ہوئے جو قرآن مجید استعمال کرتا ہے۔

ڈ: دوسری دلیل: سورہ آل عمران کی آیت ۶۱ مباہلہ کے بارے میں ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ حَاجَّکَ فِیهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَکُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّـهِ عَلَى الْکَاذِبِینَ﴾ ''پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔''

اچھا تو ہم اب دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ کون کون گیا تھا۔ یہ بات مسئلے کو مکمل طور پر کھول دے گی۔ تمام کتابوں میں ذکر ہوا ہے کہ مباہلہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ تھے۔

ش: آپ کے پاس اس کے لئے بھی ہماری کتابوں سے سند ہے؟

ڈ: جی ہاں بہت سی کتابوں میں ہے۔ من جملہ سیوطی اپنی تفسیر در المنثور، ج ۲، ص ۳۵۳ میں کہتے ہیں: ''خرج ومعه علی و الحسن والحسین وفاطمۂ ، فأبوا أن یلاعنوه وصالحوه علی الجزیۂ ، پیغمبر اکرم نکلے اس حال میں کہ آپؐ کے ساتھ علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہ تھیں۔ پس وہ لعنت (ایک دوسرے کو نفرین) کرنے سے پھر گئے اور جزیہ ادا کرنے پر مصالحت کرلی۔'' یا تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۴ میں آیا ہے: ''علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کے کنارے میں او فاطمہؑ آپ کے پیچھے نفرین کرنے کے لئے گئے''۔ تفسیر قرطبیؒ، ج ۴، ص ۱۰۳؛ تفسیر طبری، ج ۶، ص ۴۱۸، شمارہ ۱۸۳۷ اور تفسیر جلالین، ج ۱، ص ۳۶۱ میں بھی آیت مبارکہ فمن حاجّک ---- کے ذیل میں اس مطلب کو لے کر آئے ہیں۔

ش: بہت دلچسپ ہے۔

ڈ: اب دیکھیں ابناء پیغمبرؐ حسنؑ اور حسین، تمام خواتین اور زوجات پیغمبرؐ میں سے نساء صرف حضرت فاطمہؑ آئی ہیں۔ انفسنا، نفس پیغمبرؐ علیؑ ہیں بشمول خود پیغمبر اکرمؐ۔ لہٰذا یہ آیت مبارکہ آیت تطہیر کی مفسّر بھی ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ سے نزدیک افراد یہی ہیں۔ وہ بھی سب کے سب بیتِ پیغمبرؐ سے۔

ش: البتہ آپ جانتے ہیں کہ جب نصارائے نجران کے سردار نے ان ہستیوں کو دیکھا تو مباہلہ سے منصرف ہو گیا۔

ڈ: جی ہاں میں نے عرض کیا تھا، یقیناً آپ اس کی دلیل بھی جانتے ہوں گے۔ اس نے باقی لوگوں سے کہا: وہ (پیغمبر اکرمؐ) یقیناً صادق ہیں۔ اس لئے کہ اس قسم کے مقابلے میں جہاں موت کا بھی احتمال پایا جاتا ہے، وہ اپنے گھر کے قریبی ترین افراد لے کر آئے ہیں۔ اگر وہ صادق نہ ہوتے تو اپنے گھر والوں کو لے کر نہ آتے۔ دوسرے لفظوں میں نصرانیوں کا سردار بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ پانچ افراد اہل بیتؑ ہیں جبکہ بعض مسلمان توجہ نہیں کرتے ہیں۔

ش: البتہ یہ آیت مبارکہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ افراد پیغمبر اکرمؐ کے قریبی ترین افراد ہیں۔

ڈ: اور سب کے سب پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں ہیں۔ لہٰذا اہل بیتؑ بھی ہیں۔

ش: یہ کہ یہ افراد اہل بیتؑ ہیں یقینی ہے لیکن یہ کہ صرف انہی میں منحصر ہو، تامل کی گنجائش رکھتا ہے۔

ڈ: منحصر نہیں ہے لیکن مباہلہ میں پیغمبر اکرمؐ کسی اور کو لے کر نہیں گئے تاکہ اہل بیتؑ میں سے ہونے کا وہم پیدا نہ ہو۔

ش: یعنی کیا کہا جاسکتا ہے کہ باقی جو لوگ مباہلہ میں نہیں تھے اہل بیتؑ میں سے نہیں ہیں حتیٰ کہ زوجات پیغمبر اکرمؐ۔

ڈ: کیا حضرت ام سلمہؓ پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں نہیں تھیں جبکہ اہل بیتؑ کا بھی حصہ نہیں ہیں، البتہ مباہلہ میں بھی نہیں تھیں اور اسی لئے آیت تطہیر کا حصہ بھی نہیں ہیں۔

ش: جی ہاں صحیح ہے کیونکہ اس گھرانے اور ان افراد سے حقیقتاً کوئی رجس اور پلیدی نہیں دیکھی گئی ہے۔

ڈ: البتہ پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں اور بھی دوسرے افراد تھے جن میں پلیدی اور رجس نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل بیتؑ کا حصہ قرار نہیں دیا ہے کیونکہ انہیں پاک دودھ سے ہونا چاہئے۔ جیسے کہ حضرت علیؑ کی حضرت فاطمہؑ کے علاوہ دوسری ازواج سے اور بھی اولاد تھی لیکن وہ اہل بیتؑ میں سے شمار نہیں ہوتے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو اہل بیتؑ کا پیروکار اور خادم سمجھتے ہیں۔

ش: البتہ ہم بھی اس گھرانے کے لئے مخصوص احترام کے قائل ہیں۔

ڈ: جی ہاں، آپ بھی احترام کے قائل ہیں لیکن ابن تیمیہ گویا اہل بیتؑ سے دشمنی رکھتا ہے۔ چنانچہ الازہر سے ڈاکٹر صبیح نے ابن تیمیہ کی اہل بیتؑ سے مخالفت کے حوالے سے ایک کتاب لکھی ہے۔

ش: جی ہاں ڈاکٹر صبیح مصر کے عظمیہ فرقے سے ہیں جو کہ شیعہ تو نہیں ہیں لیکن اہل بیتؑ سے انتہائی عقیدت رکھتے ہیں۔

ڈ: جی ہاں، ان کا ویب لاگ بھی ہے اور باقاعدگی سے ابن تیمیہ اور وہابیوں کے انحرافات کے بارے میں ہونے والے مختلف سوالات کے جواب دیتے رہتے ہیں۔

ڈ: لیکن آپ کی کتابوں میں بھی اس بات پر سند موجود ہے کہ آیت تطہیر ان پانچ افراد سے مخصوص ہے۔

ش: یعنی لکھا ہوا ہے کہ صرف یہی پانچ افراد اہل بیتؑ ہیں؟

ڈ: ملاحظہ فرمائیں اسناد بہت زیادہ ہیں اور یہ حدیث آپ کی اکثر کتابوں میں ہے۔

ش: کون سی حدیث؟

ڈ: ملاحظہ فرمائیں خصائص نسائی میں یہ حدیث کئی بار تکرار ہوئی ہے کہ جب معاویہ نے سعد بن وقاصؓ سے پوچھا کہ تم کیوں علیؑ کو دشنام نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے تین دلیلیں ذکر کیں۔ ان میں سے ایک یہی حدیث ہے۔

ش: میں نے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

ڈ: تیسری فصل، حدیث ۱۵:

۳/۱۵/۲: (أخْبرنا)'' أخبرنَا قُتَيْبَة بن سعيد البلخى وَ هشَام بن عمار الدمشقى قَالَا: حَدثنَا حَاتم عَن بكير ابْن مِسْمَار عَن عَامر بن سعد بن أبى وَقاص عَن أَبِيه قَالَ أَمر مُعَاوِيَة سَعْدا فَقَالَ مَا مَنعک أَن تسب أَبَا تُرَاب قَالَ أما مَا ذكرت ثَلَاثًا قالهن لَهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَنْ أسبه لِأَن تكون لى وَاحِدَة مِنْهُنَّ أحب إِلَىّ من حمر النعم سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول لَهُ وَقد خَلفه فِى بعض مغازيه فَقَالَ لَهُ عَلىّ يَا رَسُول الله تخلفنى مَعَ النِّسَاء وَالصبيان فَقَالَ لَهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أما ترْضى أَن تكون منى بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَى إِلَّا أَنه لانبوءَ بعدِى-

وسمعته يَقُول فِى يَوْم خَيْبَر لَأُعْطَين الرَّايَة رجلا يحب الله وَرَسُوله وَيُحِبهُ الله وَرَسُوله فتطاولنا لَهَا فَقَالَ أدْعُو لى عليا فَأتى بِهِ أرمد فبصق فِى عَيْنَيْهِ وَدفع الرَّايَة إِلَيْهِ

وَلما نزلت {إِنَّمَا يُرِيد الله ليذْهب عَنْكُم الرجس أهل الْبَيْت} دَعَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عليا وَفَاطِمَة وحسنا وَحسَيْنا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أهل بيتِى-''

''۔۔۔۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے روایت کی ہے: معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو امر کیا اور کہا: کیا چیز تمہیں ابوتراب (علیؑ) کو دشنام دینے سے روکتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں تین چیزوں کو یاد کرتا ہوں کہ جو رسول اللہؐ نے (علیؑ کے بارے میں) فرمائی ہیں، پس میں انہیں دشنام نہیں دیتا اس لئے کہ چنانچہ ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں (بہترین نعمتوں) سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہؐ کو ان سے سنا فرماتے ہوئے سنا ہے اور آپؐ نے بعض جنگوں میں ان کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ علیؑ نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہؐ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جارہے ہیں؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور میں نے خیبر کے دن آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پس ہم سب کی آرزو تھی کہ وہ مرد ہم ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: علیؑ کو میرے پاس بلاؤ، وہ آئے درحالیکہ ان کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ پس آپؐ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور انہیں علم دے دیا۔

جب آیت مبارکہ ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلوایا اور فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔«

ش: ڈاکٹر صاحب آج ہم نے مسجد النبیؐ میں مطلوبہ بحث کر لی ہے، اگر آپ اتفاق کریں تو بقیہ بحث کو مکۃ المکرمہ کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ کل مجھے جانا ہے اس لئے آج دوپہر کو زیارت ہی کرتے ہیں۔ میں چلتا ہوں کچھ خریداریاں بھی ہیں جو انجام دینی ہیں۔

ڈ: کوئی بات نہیں پس مجھے اپنے ٹیلی فون نمبر لکھ کر آپ کو دینے کی مہلت دیں اور آپ بھی اپنا نمبر لکھ دیں۔ ان شاء اللہ حج کے اعمال کے بعد اپنا موبائل کھول کر رکھیے گا۔

ش: یہ رہا میرا ٹیلی فون نمبر۔ برائے مہربانی اپنا ٹیلی فون نمبر بھی میری ڈائری میں لکھ دیں۔

ڈ: زیارت کے موقع پر میرے لئے بھی دعا کیجئے گا۔

ش: یقیناً آپ میرے ذہن میں ہیں۔

ڈ: الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ

ش: آپ نے تین مرتبہ شکر کیا، اس کا کوئی فلسفہ تھا؟

ڈ: جی ہاں

ش: کیا تھا۔

ڈ: یہ کہ آپ نے قبول کیا کہ زیارت میں دعا کریں گے۔ کیونکہ پہلے آپ کہتے تھے کہ زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کہیں اور ختم۔

ش: لیکن میں نے کتاب مفاتیح الجنان کی زیارات کو جب پڑھا تو زیارت کے بارے میں میرا عقیدہ بدل گیا۔ لہٰذا یقیناً آپ کے لئے دعا کروں گا۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممنوعیت کہاں سے آئی ہے؟

میں اور شیخ صاحب اصحاب صفہ کے چبوترے پر بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے تھے اور ہمارے بغل میں ایک نسبتاً لمبی داڑھی والے عمر رسیدہ عربی شیخ نماز میں مشغول تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا تو انہوں نے اچانک اس کے سینے پر ایک زوردار مکہ دے مارا۔ وہ بیچارہ شخص کچھ دوسرے لوگوں کے اوپ گر پڑا اور وہ سب ایک دوسرے پر جا پڑے۔ آس پاس کے لوگوں ان شیخ صاحب کو ٹیڑھی ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جب ان کی نماز ختم ہو گئی تو میں نے ان سے کہا: جناب شیخ صاحب آپ کا یہ کام ٹھیک نہیں ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کی حالت میں اس اللہ کے بندے کے سینے پر اتنی زور سے کیوں مارا۔ ان شیخ صاحب نے کہا: حتیٰ کہ اگر میں اسے قتل کر دیتا تو بھی کوئی مانع نہیں تھا۔ میں نے کہا: کیوں؟ تو وہ بولے: کیونکہ وہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جدائی ڈالنا چاہ رہا تھا۔

میں نے کہا: آپ کا مکۃ المکرمہ، مسجد الحرام اور کعبہ سے کتنا فاصلہ ہے؟ وہ بولے: اس سے کیا تعلق ہے؟ میں نے کہا: اگر مراد آپ اور قبلہ یعنی کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے تو آپ اور کعبہ کے درمیان ہزاروں فاصلے ہیں۔ لہٰذا ایک شخص اور بھی آپ کے درمیان سے گزر جائے تو کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ وہ بولے: لیکن پیغمبر اکرمؐ کی حدیث ہے کہ فرمایا: اگر کوئی تمہارے درمیان سے گزرے تو اسے روک دو۔ اگر نہ مانے تو یہاں تک کہ اسے قتل کر دو۔

میں نے کہا: لیکن یہ کوئی معتبر احادیث نہیں ہیں۔ اتنے میں وہ طیش میں آ گئے۔ میری بھی پٹائی لگانے والے تھے۔ میں ان کو وہیں چھوڑ کر شیخ صاحب کے پاس آ گیا۔

ڈ: ویسے یہ نماز کی صفوں کے درمیان سے یا نمازی کے سامنے سے گزرنے کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن کا کچھ لوگ بہت سختی سے خیال رکھتے ہیں۔

ش: جی ہاں احادیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہیں گزرنا چاہئے۔

ڈ: جی ہاں صحیح ہے لیکن یہ انہی غیر معتبر احادیث میں سے ہے۔

ش: ایسا نہیں ہے، کیونکہ بہت سے لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں اور خاص طور پر سعودی عرب میں۔

ڈ: البتہ بہت سے دوسرے اسلامی ممالک جیسے کہ پاکستان اور افغانستان بھی ایسے ہی ہیں۔

ش: بالآخر ایمان اور مذہبی عقیدہ ہے۔ کوئی مذائقہ بھی نہیں ہے کیونکہ نماز پڑھنے والی کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔

ڈ: لیکن یہ بے جا تعصّبات نماز پڑھنے والوں کا ایک دوسرے کی نسبت بدبین ہو جانے کا باعث بنتے ہیں۔

ش: تعصب نہیں ہے۔ کچھ لوگ نماز کے بارے میں اس طرح سے عقیدہ رکھتے ہیں۔

ڈ: لیکن جب نماز برپا ہوتی ہے تو مسجد النبیؐ کی پلیس اور انتظامیہ کے بہت سارے اہلکار جماعت کی انہی صفوں کے درمیان سے رفت وآمد لگائے رکھتے ہیں۔

ش: یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز کے دوران انسان کے سامنے سے کسی کو نہیں گزرنا چاہئے مگر یہ کہ اس کے سامنے کوئی شئے حائل ہو اور وہ اس حائل کے پیچھے سے عبور کرے۔

ڈ: اس بارے میں کون سی معتبر سند ہے؟

ش: زیادہ ہیں۔

ڈ: اگر زیادہ ہیں تو اس پر اسلامی فرقوں میں سے صرف کچھ ہی کیوں عمل کرتے ہیں؟

ش: شاید وہ اس سے قانع نہیں ہوئے ہیں۔

ڈ: وقت نہیں ہے کہ ہم یہاں تمام اسناد کو دیکھیں لیکن میں آپ کی اپنی ہی کتابوں سے کچھ احادیث آپ کو دکھاؤں گا کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے گزرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

ش: دیکھ لیں گے کون سی کتابیں ہیں۔

ڈ: ان شاء اللہ دیکھ لیں گے۔

اسی اثناء میں نماز شروع ہوگئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد:

ڈ: یہ لیجئے ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری، ج ۱۲، ص ۱۳۴، حدیث ۳۶۹؛ سنن نسائی اور مسند احمد، ج ۵۱، ص ۱۵۰؛ ج ۵۲، ص ۲۵۴ اور صحیح مسلم، ج ۲، ص ۹۰ اور ۳۲۹ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: پیغمبر اکرمؐ نماز پڑھ رہے تھے جبکہ میرے پیر آپؐ کے سامنے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرنے لگتے تو میں اپنے پیروں کو سمیٹ لیتی اور پھر دوبارہ پھیلا لیتی تھی۔

اس بات کو دس کتابوں نے لکھا ہے۔

ش: اور کہاں پر ہے؟

ڈ: یعنی یہ کافی نہیں ہے؟

ش: آپ نے کہا تھا کہ بہت سی احادیث ہیں۔

ڈ: لیکن اسی حدیث بہت سے معتبر افراد نے ذکر کیا ہے، مثال کے طور پر مصنف عبدالرزاق، ج ۲، ص ۲۲، حدیث ۲۳۷۳:

عبدالرزاق، عروۃ بن زبیر سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

پیغمبر اکرمؐ حالت نماز میں تھے اور میں آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان ایک بستر پر تھی۔ میں نے کہا: آپ کے درمیان مسجد کی دیوار تھی؟ حضرت عائشہ نے کہا: نہیں، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اپنے گھر اور چار دیواری میں تھے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۷۴ میں کہتے ہیں:

میں آپؐ اور قبلہ کے درمیان جنازے کی مانند لیٹی ہوئی تھی۔

ش: لگتا ہے ابھی اور بھی ہیں۔

ڈ: جی ہاں، ملاحظہ فرمائیں کتاب السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۲۷۶ میں مسلم اور بخاری سے نقل کرتے ہیں:

ابن عباسؓ کہتے ہیں: عرفہ کے دن پیغمبر اکرمؐ نماز میں مشغول تھے اور لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں اور فضیل بن عباس گھوڑے اور خچر کے ساتھ عرفات میں داخل ہوئے، ہم صفوں کے درمیان سے گزر رہے تھے اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

پھر بحوالہ بخاری اور مسلم نقل کرتے ہیں کہ:

ہم (ابن عباس اور فضیل بن عباس) نے خچر کو چھوڑ دیا، وہ نماز کی صفوں کے بیچ میں چلا گیا اور حتیٰ کہ کسی ایک شخص نے بھی اعتراض نہیں کیا۔

یعنی ملاحظہ فرمائیں کہ انسان تو دور کی بات ہے یہاں تک کہ خچر بھی نماز کے بیچ میں چلا گیا تو کسی نے اعتراض نہیں کیا اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی اعتراض نہیں فرمایا۔

ش: مجھے دیکھنے دیں، کیونکہ میرا خیال تھا کہ حقیقتاً ان باتوں کی ایک معتبر سند ہے۔

شیخ صاحب اسناد کو ملاحظہ کرتے ہیں اور بولتے ہیں کہ استغفر اللہ، استغفر اللہ پھر فرماتے ہیں۔

ش: میری نظر میں ہمیں دوبارہ سے اپنی اسناد کو بغور پڑھنا پڑے گا۔

ڈ: اتفاق سے کچھ سال پہلے ہماری ام القریٰ یونیورسٹی کے کلیۃ الالٰہیات کے صدر ڈاکٹر حمدان الغامدی کے ساتھ ایک نشست ہوئی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے کی گفتگو کے بعد ڈاکٹر حمدان نے فرمایا کہ میں آپ کو یونیورسٹی کے دس اساتید کے ساتھ دعوت دیتا ہوں کہ آئندہ ماہ رمضان المبارک میں آپ لوگ مکہ مکرمہ میں ہمارے مہمان بنیں۔ میں نے کہا: میں بھی آپ کو دعوت دیتا ہوں لیکن وہ مصر تھے کہ پہلے ہم آئیں۔

ش: میں نے ڈاکٹر حمدان کا نام سنا ہوا ہے ظاہراً وہ مختلف لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرنے میں معروف ہیں۔

ڈ: جی ہاں ان کی ایک مسجد بھی ہے کہ جہاں وہ زیادہ تر وہابیت کے بارے میں اٹھائے جانے والے اعتراضات کی توجیہ کرتے ہیں۔

ش: اچھا تو آخر میں کیا ہوا۔

ڈ: میرے پیش نظر بحث کا یہ حصہ تھا کہ ان کے ساتھ دو گھنٹے بحث کے بعد میں نے کہا کہ اگر حقیر کے لئے مکتب اہل بیتؑ سے متعلق اگر کچھ سوالات و خدشات تھے تو عربی زبان سیکھنے اور بہت سے مستندات اور بقیہ تاریخی کتابوں کے مطالعے سے اور بہتر بولوں تو آپ کی کتابوں کے مابین السطور سے میرا مکتب اہل بیتؑ پر اعتقاد مزید بڑھ گیا۔ اس لئے کہ آپ کی کتابوں میں شیعہ عقائد کو تقویت پہنچانے والے انتہائی زیادہ مستندات پائے جاتے ہیں۔

ش: البتہ میں مانتا ہوں کہ ہمارے بہت سے علماء نے ہماری مستند کتابوں کو نہیں پڑھا ہے۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال ہے اور وہ یہ کہ آپ نے کس طرح ان سب کا مطالعہ کیا ہے۔

ڈ: میں کئی بار حج پر مشرف ہو چکا ہوں، جب بھی آپ لوگوں کے درمیان کسی مسئلے کو مشاہدہ کرتا تھا تو جستجو میں لگ جاتا تھا کہ آیا اس مطلب کی کوئی سند بھی ہے یا خرافات سے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ سارے مطالعات کئے۔

ش: بہت اچھی ہمت ہے کہ انسان اس قدر اپنے اعتقادات کی کھوج میں رہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں چلتا ہوں۔ ان شاء اللہ مکۃ المکرمہ میں آپ سے ملاقات ہو گی۔

کمرے میں ساتھیوں کے ساتھ

شیخ صاحب کے جانے کے بعد جو دو دن مدینہ منورہ میں تھا ان میں زیادہ تر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ البتہ میرے احباب روزانہ عشاء کی نماز کے بعد کمرے میں کوئی ایک موضوع پیش کرتے تھے اور ہم اس کے متعلق آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ جب خصوصی مجلسوں میں بات چیت کھلتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ سب لوگ حتیٰ کہ وہ جو حج کے لئے آئے ہیں، عقیدتی مسائل میں کس قدر مشکلات کا شکار ہیں۔ کتنے زیادہ سوالات ہیں جن کی تشفی نہیں ہوئی ہے اور شاید انہوں نے کسی سے پوچھے بھی نہ ہوں۔ ایسے سوالات کہ جن میں سے بعض کے جواب انتہائی سادہ سے ہیں یہاں تک کہ وہ سوالات جن کے جواب سادہ اور عام فہم بھی نہیں ہیں۔ شاید بہتر ہو گا کہ ہمارے ٹیلی ویژن پر یہ جو اتنے سارے گوناگوں ڈرامے دکھائے جاتے ہیں، سوال اور جواب کی صورت میں عقیدتی مسائل پر مشتمل گفتگو کا بھی ایک سلسلہ پیش کیا جائے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہونا چاہئے کہ کس کی طرف سے ہے۔ انقلاب اور اسلام سے دلسوز مؤمنین کے لئے حقیقتاً بہت ہی اہم سوالات پیش آئے ہوئے ہیں جو سبب بنتے ہیں کہ وہ لوگ بہت جلد ہی شبہات کے زیرِ اثر آجاتے ہیں اور صدیاں گزر گئی ہیں کہ ان شبہات کے جواب نہیں دیے گئے ہیں۔

احباب میں سے ہر ایک سوال پوچھنے کے لئے خوف محسوس کرتے ہیں اور احتیاط کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں فرض کریں کوئی یہ سوال مجھ سے پوچھے تو میں کیا جواب دوں؟ لیکن مکمل طور پر واضح ہے کہ یہ اس کا اپنا سوال ہے۔

سوالات بنیادی عقائد سے لے کر ان کے فروعات، تاریخ اور ان جیسے دوسرے مسائل کے بارے میں تھے۔ امید ہے کہ اسلامی ممالک کے نشریاتی اداروں (ریڈیو اور ٹیلی ویژن) میں کسی نہ کسی طور یہ مسئلہ اٹھایا جائے اور نوجوانوں اور بڑی عمر کے افراد کے شبہات میں کم از کم ہی تخفیف آئے۔ اس سے زیادہ اہم نکتہ یہ کہ اگر کوئی ان سوالات کو پیش کرے تو اسے بے دین نہ پکاریں۔

اعمال میں حد سے زیادہ توجہ، وسواس یا فکرمندی پیدا کرنا

آج آخری دن ہے۔ میں جنت البقیع اور حرم النبیؐ میں وداع کی زیارت پڑھتا ہوں اور ہم مُحرِم ہونے اور مسجد شجرہ (میقات) جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ احباب جو پہلی مرتبہ آئے ہیں، بہت ڈرے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں حوصلہ دیا اور خوش قسمتی سے مسئلہ کسی نہ کسی طور حل ہو گیا۔

البتہ کاروان کے معزز روحانی (مذہبی گائیڈ) بھی افراد کو بھرپور انداز میں ڈراتے ہیں۔ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ سرے سے پیش ہی نہیں آتی ہیں، ایسے موضوعات کو چھیڑا جاتا ہے کہ جن سے واسطہ پڑنے کا امکان یا تو نہیں ہے یا بہت ہی کم اور نادر ہے۔

ایک بات محتاط رہنا اور صحیح اعمال انجام دینا ہے جبکہ حجاج کو وسواس میں ڈالنا ایک دوسری بات ہے۔

حج کے اعمال کو جتنا بعض کاروانوں کے روحانی (مذہبی گائیڈ) بتاتے ہیں، انہیں اس سے کہیں زیادہ سادگی سے انجام پانا چاہئے۔ لیکن افسوس کے ساتھ احرام کی حالت میں، طواف، سعی اور وقوف کے دوران حضورِ قلب اور معنویت پیدا کرنے کے بارے میں بات کم ہی ہوتی ہے۔ رمی جمرات کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ پتھر نفس کے شیطان کو مارے جاتے ہیں، جبکہ اس پر روشنی ڈالنے سے زیادہ یہ بات ہوتی ہے کہ یہ پتھر کس طرح مارے جائیں۔ دونوں ہی ضروری ہیں لیکن صرف ایک کو ہی بیان کرنا دوسرے پر ضرب لگاتا ہے۔ حجاج پر سرسری سی نگاہ دوڑانے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے نفس امارہ کو کچلنے اور رمی کرنے کی بجائے سب پتھروں کو پھینکنے کی فکر میں ہیں۔ ہجرت کے بعد ان دو مرتبہ جب پیغمبر ختمی مرتب صل اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لائے تھے تو آپؐ نے اونٹ کے ساتھ طواف کیا تھا۔ یہ احتیاط کرنا کہ بائیں کندھے کا رخ کعبہ کی طرف ہو کتنی تاثیر رکھتا ہے۔ جی ہاں اس کی مراعات کرنی چاہئے لیکن جب مراجع عظامِ تقلید میں سے جس کسی نے بھی حج پر مشرف ہو کر حالات کا مشاہدہ کیا یا ان کے نمائندوں نے جو توضیحات دیں تو انہوں نے مسائل کو آسان کر دیا ہے، جیسے کہ مقام ابراہیم اور کعبہ کے درمیانی احاطے میں طواف کہ اس وقت تقریباً کم ہی کوئی مرجع ہو گا جو اس کو ضروری سمجھتا ہو۔

احرام بھی اسی طرح ہے۔ مُحرِم ہونا نماز میں مُحرِم ہونے ہی کی طرح کی ایک چیز ہے۔ یعنی نماز میں تکبیرۃ الاحرام یعنی اللہ اکبر سے مُحرِم ہونا شروع اور سلام سے نماز کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ حج کا احرام بھی تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک) سے شروع ہوتا ہے اور تقصیر اور درنہایت طواف نساء سے ختم ہو جاتا ہے۔

اس حوالے سے احرام میں ہر غیر جائز عمل اگر سہواً (بھول کر) ہو تو وہ احرام میں کوئی خلل نہیں ڈالتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی خطا سرزد ہو جائے جو عمدی (جان بوجھ کر) ہو تو اس کے کچھ کفارات ہیں کہ جن میں سب سے مہنگا کفارہ ایک اونٹ ہے۔ اب وہ حاجی جس نے کئی ملین تومان خرچہ کئے ہیں کسی بھی بناء پر اگر جان بوجھ کر کوئی غیر مجاز عمل انجام دے دے تو اسے حج کی معنویات اور باطن کو اس قدر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

آخر کار دوسرے احباب بھی مسجد شجرہ میں آگئے اور ہم نے احرام باندھ لیا۔ مکہ تک جانے کے دوران بہت سے اتفاقات پیش آئے۔

اے کاش حج کے نظام کی اس طرح سے منصوبہ بندی کی جاتی کہ عمرہ اس سے بھی زیادہ سکون کے ساتھ انجام پاتا۔ کاروان معمولاً آدھی رات کے بعد ایک بجے مکہ پہنچتے ہیں۔

ہوا خوشگوار ہونے کی وجہ سے اکثر کاروانوں کا اصرار ہوتا ہے کہ حجاج کو اسی آدھی رات کے وقت لے جائیں اور عمرے کے اعمال ختم کرادیں۔ اس میں کچھ بنیادی اشکالات پائے جاتے ہیں۔ پہلے یہ کہ حجاج کی غالب اکثریت تھکی ہاری ہوئی ہوتی ہے اور ان میں اعمال کو حضورِ قلب کے ساتھ انجام دینے کے لئے مطلوبہ طاقت نہیں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام ایرانی اور شیعہ حجاج ایک ساتھ ہی پہنچتے ہیں اور انتہائی زیادہ بھیڑ کا ماحول پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ مراجع محترم کے حکم کے مطابق مقام ابراہیم اور کعبہ کے درمیان طواف کرنا ایک مستحب عمل ہے لیکن اس کے باوجود بھی کاروانوں کے ہمراہ بہت سے علماء (مذہبی گائیڈ) حجاج کو اس مستحب کام کی تاکید کرتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اگر حجاج کے اعمال، خاص طور پر طواف کرنا مسجد الحرام کے صحن کی دھلائی کے وقت سے کہ سحر کے وقت انجام دی جاتی ہے، ٹکرا جائے تو کچھ لوگوں کا طواف اشکال سے دوچار ہو جاتا ہے۔ آخری نکتہ یہ کہ معمولاً عمرہ مفردہ میں تمام ایرانی حجاج کے طواف نساء کے ساتھ اعمال فجر کی نماز سے ٹکرا جاتے ہیں اور مسجد کی تمام جگہوں پر نماز سے ایک گھنٹہ پہلے ہی صفیں تشکیل دے دی جاتی ہیں جو طواف اور سعی کو مشکلات پیدا کر دیتی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے لئے کوئی راہِ چارہ تلاش کی جائے گی۔

بہر حال ہم بھی گئے اور اعمال انجام دے کر ختم کئے اور حرم سے باہر آگئے۔ اب ہم عرفات جانے اور ایک دوسرے احرام شروع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

۳ ذی الحجہ کا دن

مکۃ المکرمہ میں شیخ ابراہیم کے ساتھ پہلی ملاقات

مکۃ المکرمہ میں عمرے کے اعمال ختم ہو چکے ہیں۔ میں مسجد الحرام گیا۔ یہاں پر مکہ کے ہوٹل کا راستہ حرم (مسجد الحرام) سے دور ہے اس لئے ہمیں ہر صورت میں بس یا ٹیکسی میں جانا پڑتا ہے جبکہ ہوٹل کی کیفیت مدینہ منورہ سے اچھی ہے اگرچہ کمرے تھوڑے چھوٹے ہیں۔ میں ہر چیز سے پہلے شیخ ابراہیم کی فکر میں ہوں لہٰذا ٹیلی فون کرتا ہوں لیکن شیخ صاحب سے رابطہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ آخر کار میں نے تین ذی الحجہ کے دن عصر کی نماز کے بعد شیخ صاحب کو ٹیلی فون کیا، شیخ صاحب نے جواب دے دیا۔ وہ بولے میں مسجد الحرام میں ہوں۔ ہم نے مسجد الحرام میں باب العمرہ کے سامنے ایک دوسرے سے ملنے کا طے کر لیا۔

میں باب العمرہ پر چلا گیا جو ظہر کی نماز کے بعد ایک مشکل کام ہے۔ میں نمازیوں کے بیچ سے ہوتا ہوا گیا۔ راستے میں اپنے شہر کے ایک دوست سے ملاقات ہوئی اور ہم نے کچھ دیر بات چیت کی۔ میں نے انہیں اپنے ہوٹل کا پتہ دیا اور کہا کہ ہوٹل میں آئیں آپ سے وہاں ملاقات ہو گی کیونکہ ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے، مجھے جانا ہے ایک عرب دوست سے وقت طے کیا ہوا ہے۔ شاید وہ مجھ سے تھوڑے خفا ہو گئے لیکن میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں چلا گیا یہاں تک باب العمرہ پر پہنچ گیا۔ وہاں شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ہم مسجد الحرام کے اندر آ گئے اور باب العمرہ کے نزدیک ہی بیٹھ گئے تاکہ بھیڑ کچھ کم ہو جائے۔ میں نے شیخ صاحب سے ان کی خیریت دریافت کی اور گزشتہ کچھ روز کے بارے میں پوچھا۔

ش: عمرے کے اعمال انجام دینے کے بعد میں کچھ بیمار ہو گیا تھا۔ الحمد للہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گیا۔ آج پہلا دن ہے کہ میں مسجد الحرام میں آیا ہوں اور اچھا ہوا کہ پہلے دن ہی آپ سے ملاقات ہو گئی۔

ڈ: مجھے بھی خوشی ہو رہی ہے، البتہ میں نے چند بار آپ کو ٹیلی فون کیا تھا لیکن یا تو ملتا نہیں تھا یا رسائی میں نہیں آتا تھا یا بند ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ شیخ صاحب مجھ سے فرار کر گئے ہیں اور مزید ملنے پر مائل نہیں ہیں۔

ش: نہیں، استغفر اللہ دراصل میرا موبائل فون اکثر بند تھا کیونکہ مجھے کوئی زیادہ کالیں نہیں آتی ہیں۔ لہٰذا موبائل پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتا ہوں لیکن جب بھی باہر آتا ہوں اسے ساتھ لے کر آتا ہوں تاکہ اگر ضرورت پڑی تو رابطہ کر سکوں۔ میں نے نہ صرف فرار نہیں کیا بلکہ آپ کے تلاش میں تھا۔ میں موقع کی تلاش میں تھا کہ طبیعت ٹھیک ہو تو آپ کو فون کروں اور الحمد للہ کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔

ایران میں انسانی علوم کی صورتحال

ڈ: مکتب اہل بیتؑ میں علمی مکالمے کے ثواب اور اس کے بقیہ مستحب کاموں کے ساتھ مقایسہ کرنے کے بارے میں ایک دلچسپ بحث پائی جاتی ہے۔

ش: علمی مکالمہ تو بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں علم کی اہمیت اور قدر و قیمت کے بارے میں اس قدر بات ہوئی ہے۔

ڈ: لیکن افسوس کے ساتھ کہ امت مسلمہ علمی حوالے سے دنیا سے پیچھے ہے اور ہم نے نہ صرف سائنسی علوم کے میدان میں کوئی اچھی ترقی نہیں کی ہے بلکہ دینی علوم اور اسلام میں جو انسانی علوم پائے جاتے ہیں، کو بھی خاطر خواہ طور پر منظر عام پر نہیں لائے ہیں۔

ش: سائنسی علم کے اعتبار سے تو ہم یقیناً پیچھے ہیں لیکن ہمارے یہاں تفسیر، تعلیم و تربیت اور تاریخ کے علوم تو بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: جی ہاں لیکن اس قدر نہیں کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کریں۔ آپ اسلامی ممالک کی جس کسی بھی یونیورسٹی میں چلے جائیں وہاں پڑھائے جانے والے زیادہ تر انسانی علوم کے دروس مغربی نفسیات دانوں اور تربیتی علوم کے ماہرین کی کتابوں کے ترجمے ہیں۔

ش: جی ہاں یہ افسوس کا مقام ہے درحالیکہ ہمارے پاس پیش کرنے کے لئے بہت کچھ ہے۔

ڈ: کیا آج آپ کا گفتگو کو یہیں پر ہی جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔

ش: جی ہاں اس لئے کہ راستے میں بھیڑ لگی ہوئی ہے، ایک گھنٹے کے بعد راستے میں خلوت ہو جائے گی اور ٹیکسی والے بھی سستا لے کر جاتے ہیں۔ لہٰذا آج فی الوقت یہیں پر ہی گفتگو کو جاری رکھتے ہیں۔

ڈ: افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مختلف اسلامی ممالک کی اکثر یونیورسٹیاں زیادہ تر ایسے میدانوں میں تحقیق کرتی ہیں جو حال اور مستقبل کی سماجی فلاح و بہبود میں کوئی کردار نہیں رکھتے اور درحقیقت ہماری جوان مسلمان نسل کے لئے کوئی ثمر نہیں رکھتے ہیں۔

ش: جی ہاں یہ صحیح ہے۔ ویسے ایران میں کیا صورتحال ہے؟

ڈ: چونکہ ایران میں پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ سے تربیتی اصولوں پر حاوی بہت ہی زیادہ کتابیں پائی جاتی ہیں، اس لئے انقلاب کے بعد اور خاص طور پر عراق کی جنگ کے بعد انتہائی وسیع تحقیقات ہوئی ہیں۔ علوم انسانی کے میدان میں گریجویشن، پوسٹ گریجویشن اور پی ایچ ڈی کے ہزاروں پروجیکٹ انجام پا چکے ہیں۔ ایران میں اس وقت ہمارے پاس اسلامی معاشیات، اسلامی نفسیات، اسلامی تربیتی علوم، اسلامی خاندانی نظام، بچوں کے حقوق، والدین کے حقوق، شہری حقوق، ازدواجی زندگی کے اصول، اسلامی انسانی حقوق، اسلام میں جنگ کے قوانین، اور دسیوں دوسرے موضوعات ہیں کہ جو اسلامی کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں اور ان میں سے کچھ یونیورسٹیوں میں تدریس کئے جاتے ہیں اور بقیہ بھی تدریس کے لئے مہیا کئے جا رہے ہیں۔

ش: جی ہاں لیکن میں بعید سمجھتا ہوں کہ دوسرے ممالک یہاں تک کہ مصر میں بھی اس قدر جزئی طور پر جائزہ لیا گیا ہو۔ کیونکہ ہمارے یہاں موجود کتابیں اور خاص طور پر صحاح ستہ بحث کے میدان میں اس قدر جزئی طور داخل نہیں ہوئی ہیں کہ ہر موضوع اور تعلیمی میدان میں کچھ کتابیں لکھی جا سکیں۔

ڈ: لیکن مکتب اہل بیتؑ میں ایسی ہزاروں احادیث ہیں، اسی لئے انسان کے مسائل، اس کی زندگی اور روح کے ہر گوشے کا اہل بیتؑ سے منقول دسیوں احادیث میں جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ش: البتہ ہمیں آپ کی بہت سی کتبِ حدیث کا علم نہیں ہے یا ہم ان سے استفادہ نہیں کرتے ہیں۔

ڈ: جی ہاں مثال کے طور پر ہمارے یہاں کتابوں کا ایک سلسلہ ہے جس کا نام بحار الانوار ہے، ایک سو دس جلدیں ہیں۔

ش: ایک سو دس جلدیں!؟

ڈ: جی ہاں ایک سو دس جلدیں۔

ش: یعنی آپ کے یہاں اتنی ساری احادیث ہیں؟

ڈ: جی ہاں، اتنی ساری احادیث ہیں۔

ش: یہ ساری پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیتؑ سے ہی ہیں۔

ڈ: یہ ساری اہل بیتؑ کے نام پر ہیں لیکن خود مصنف یا دوسرے لفظوں میں انہیں اکھٹا کرنے والے نے بھی کہا ہے کہ یہ تمام صحیح احادیث نہیں ہیں، ماہرین کو بیٹھ کر صحیح کو غیر صحیح سے علیحدہ کرنا پڑے گا۔

ش: لیکن پھر بھی بہت ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے نصف بھی ٹھیک ہوں تو بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: ہمارے تحقیقاتی منبع بہت زیادہ ہیں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اہل تسنن برادران، ان سے محروم ہیں۔

ش: ان کے سافٹ ویئر نہیں بنائے گئے ہیں۔

ڈ: کیوں نہیں، اس وقت ان کی غالب اکثریت کے سافٹ ویئر بن چکے ہیں۔

ش: کون کون سے سافٹ ویئر؟

ڈ: مثال کے طور پر نہج البلاغہ، یہی بحار الانوار اور بہتر کہوں تو ہماری اکثر معتبر حدیثی کتابیں سافٹ ویئر کی شکل میں آچکی ہیں۔

ش: کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے۔

ڈ: جی ہاں ہمارے انسانی علوم کے بہت سے تحقیقاتی منبع یہی نہج البلاغہ ہے جو آپؑ کے خطبوں، خطوط اور حکمت آمیز فقروں پر مشتمل ہے۔

ش: میں نے مصر میں دیکھا ہے کہ شیخ محمد عبدہ نے بھی اس پر ایک شرح لکھی ہے۔

ڈ: جی ہاں، بہت معروف بھی ہے۔

ش: یہاں تک کہ بعض لوگ انہیں شیعہ سمجھتے ہیں۔

ڈ: کتاب کے مندرجات ظاہر کرتے ہیں کہ شیعہ نہیں ہیں لیکن ایک متقی اور منصف سنی ہیں۔

ش: اگر آپ کے پاس یہ سافٹ ویئر ہیں تو مجھے دے دیں۔

ڈ: کچھ میرے پاس ہیں میموری کارڈ میں ڈال کر آپ کو دے دوں گا۔

ش: شکریہ لیکن کیا کتابوں تک بھی رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ڈ: جی ہاں میرے ایک دوست ہیں جو لبنان میں ہوتے ہیں اور ان کے پاس تمام کتابیں ہیں۔ وہ مصر کے کتب میلے میں شرکت کرتے ہیں۔ دو مہینے کے بعد مصر آرہے ہیں۔ آپ اپنا مصر کا ٹیلی فون نمبر دے دیں تاکہ ان سے کہوں آپ سے رابطہ کرلیں اور آپ جو کتاب چاہیں ان سے لے لیجئے گا۔ میری طرف سے ہدیہ ہوگی۔

ش: شکریہ، مصر میں میرا نمبر یہ ہے۔۔۔ ۰۰۲۰

ڈ: کیا سیدھا سادہ کوڈ ہے! عربی ممالک کے کوڈ اکثر طور پر تین رقمی اور تھوڑے پیچیدہ ہیں۔

ش: مجھے نہیں معلوم کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

ڈ: ان سے ضرور کہوں گا کہ آپ سے رابطہ کریں۔

ش: ہاں وہ باقی مستحبات کے مقابلے میں علمی مباحثے کی اہمیت والی بات کا کیا ہوا؟

ڈ: جی جی ہماری کتابوں میں شب قدر کی راتوں کے لئے بہت سے اعمال کے گئے ہیں۔ لیکن اعمال کے آخر میں عربی میں لکھا گیا ہے (ظاہراً اہل علم کے لئے ہے) کہ اساتید نے کہا ہے اس رات میں علمی مباحثہ سب سے افضل عمل ہے۔

ش: عجیب، بہت دلچسپ ہے۔ البتہ یہ خود قرآن مجید کی بھی تاکید ہے۔ قرآن مجید میں کس قدر افلا یتفکرون، افلا یعقلون، افلا یتدبرون اور۔۔۔۔ ہے۔

ڈ: جی ہاں اسی ضمن میں ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ ہماری اس علمی بحث کی قدر و قیمت شاید ایک عام انسان کے پورے مستحبی حج تمتع (واجب نہیں) سے کم نہ ہو۔ کیونکہ ہم اس علمی بحث کے ذریعے انتہائی اہمیت نکات تک پہنچ رہے ہیں۔ در حالیکہ ایک انسان حج کے لئے آکر چلا جاتا ہے اور اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔

ش: ہمارے پاس حدیث ہے کہ ایک گھنٹہ فکر کرنے کی قدر و قیمت پوری عمر کی عبادت سے زیادہ ہے۔

ڈ: یہ حدیث بالکل صحیح ہے، کیونکہ ایک گھنٹہ فکر کرنے سے اگر ایک انسان کی زندگی تبدیل ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ایک اور انسان بن جاتا ہے در حالیکہ اگر عمر بھر عبادت کرے لیکن نیکی اور بدی کو انتخاب کرنے کے ضروری مواقع پر صحیح فیصلے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کی ساری عبادت ضایع ہو جاتی ہے۔

ش: مثال کے طور پر صدر اسلام میں اکابر صحابہ کی تدبیریں اور سوچ بچار قطعی طور پر دوسرے افراد کی مستحب نمازوں سے بہتر ہیں۔

ڈ: یقیناً آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی مکی زندگی کے آخری ایام میں حج کو اسلام کی تبلیغ کی جگہ کے طور پر استعمال کرتے تھے اور جمرہ عقبہ میں جو کچھ لوگ مدینہ منورہ (یثرب) سے آتے تھے، آنحضرتؐ انہیں تبلیغ کرتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اور دنیا میں رونما ہونے والی وہ تمام تبدیلیاں حج کے دوران انہی دو سال کے مذاکرات کا نتیجہ ثابت ہوئے۔

ش: جی ہاں جی ہاں، صحیح ہے۔ حقیقتاً ایسے ہی ہے۔ البتہ انہی سالوں میں جب پیغمبر اکرمؐ مدینہ والوں سے بات چیت کیا کرتے تھے، اور بھی بہت دوسرے لوگ حج پر آئے لیکن انہوں نے دنیا کے حاجیوں کے انسان بننے میں کوئی تاثیر نہیں ڈالی۔

ڈ: ہم ابراہیمی حج کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں یعنی حقائق کو عیاں کرنے والا اور بیان کرنے ولا حج۔

ش: ہاں ویسے آپ کا ہوٹل کہاں ہے؟ آپ اگر اتفاق کریں تو مکہ مکرمہ میں ہمارے ہوٹل تشریف لائیں کیونکہ ہمارا ہوٹل نزدیک تر ہے۔

ڈ: مجھے ڈر ہے کہ آپ کے لئے زحمت کا باعث نہ ہو۔

ش: البتہ آپ کا ہوٹل زیادہ اچھا ہے لیکن دور ہے، جبکہ ہمارا ہوٹل اتنا اچھا نہیں ہے لیکن نزدیک تر ہے۔

ڈ: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ البتہ کچھ دن کے بعد تو ہمیں عرفات و منیٰ جانا پڑے گا اور حج کے اعمال شروع ہو جائیں گے۔

ش: اتفاق سے منیٰ میں ایک اچھا موقع ہے کہ گفتگو کو جاری رکھیں۔

ڈ: میرے خیال میں اس طرح ہمارے پاس آپس میں گفتگو کرنے کے لئے صرف تین دن باقی بچتے ہیں۔

ش: لیکن آپ بھولیے گا نہیں کہ خلفاء کے بارے میں اصلی بحث بچی ہوئی ہے اور میں اس بحث کا منتظر ہوں۔

ڈ: آپ اجازت دیں تو اس کے بارے میں ہم عرفات اور منیٰ کے اعمال کے بعد گفتگو کریں۔

ش: بنابراین آپ کل ظہر کی نماز کے بعد ہمارے ہوٹل آئیں۔ مسجد الحرام کے باب الفتح کے سامنے ملیں گے۔

ڈ: لیکن باب الفتح سے باہر نکلنا اور گاڑی لینا مشکل ہے، اگر آپ اتفاق کریں تو باب العمرہ سے چلتے ہیں کیونکہ وہاں سے بس اور ٹیکسی زیادہ آسانی سے مل جاتی ہے۔

ش: میں متفق ہوں لیکن باب العمرہ سے باہر چلے جائیں۔ باب العمرہ کے سامنے مسجد الحرام کے اسی احاطے میں۔

ڈ: بہت بہتر۔ خدا حافظ

ش: خدا حافظ۔

۴ ذی الحجہ کا دن

میں نے مسجد الحرام میں ظہر کی نماز ادا کی اور شیخ صاحب کو ڈھونڈنے کے لئے باب العمرہ پر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ صاحب اپنے کچھ احباب کے ساتھ تھے۔ شیخ صاحب نے اپنے احباب کو میرا تعارف کروایا اور بولے کہ آج ڈاکٹر صاحب ہمارے مہمان ہیں۔ شیخ صاحب کے احباب چند مصری لوگ تھے۔ ایک جامعہ الازہر کے استاد شیخ عثمان ابو بکر اور ایک صاحب کتاب فروش تھے اور در حقیقت ان کی اپنی پرنٹنگ پریس تھی۔ ایک اور صاحب انگلستان میں مقیم ایک مصری ڈاکٹر (ڈاکٹر زہیر) تھے جو یہاں آنے کے بعد مصریوں کے کاروان سے مل گئے تھے۔ ڈاکٹر زہیر کے ایک اور دوست بھی تھے جن کا نام ڈاکٹر عمرو موسیٰ تھا، وہ بھی انگلستان میں ڈاکٹر تھے۔

میں نے ڈاکٹر عمرو موسیٰ سے پوچھا کہ کیا آپ ان عمرو موسیٰ سے جو مشہور ہیں، کوئی نسبت رکھتے ہیں؟ وہ بولے: جی ہاں۔ ہم دونوں ہی مصری ہیں۔ ہم دونوں کا نام عمرو موسیٰ ہے اور ہم دونوں کا قد بھی اونچا ہے (ہنستے ہوئے) آپ اس سے بھی زیادہ کیا نسبت چاہتے ہیں؟

ہم باب العمرہ کے سامنے سے گزرنے کے لئے بڑھے تو دیکھا کہ مسجد الحرام کا تبلیغی اہلکار کچھ کتابیں تقسیم کر رہا تھا۔ کچھ لوگ کتابیں بھی لے رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ صبح ہی صبح کو نماز کے بعد قرآن مجید تقسیم کیا جاتا ہے لیکن دن کے دوران صرف وہابیت کی تبلیغی کتابیں بانٹی جاتی ہیں۔ شیخ صاحب کے کتاب فروش دوست بولے: میں نے یہ کتابیں دیکھی ہیں۔ ایک طرح سے وہابیت کی تبلیغ ہے اور معمولاً بقیہ ممالک کے تمام حجاج اور ان کے اعمال کو غلط قرار دیتے ہیں۔ قبروں کی زیارت کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ ظلم کے خلاف بات کرنے کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ سیاسی باتیں کرنے کو حج میں بدعت سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا: لیکن یہ لوگ بہت زیادہ خرچہ کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ ان کتابوں کو لیتے ہیں اور چند قدم کے بعد کچرے کے ڈبّے میں پھینک دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ ہوٹل میں جا کر رکھ دیتے ہیں۔

آخر کار ہم شیخ صاحب کے ہوٹل پہنچ جاتے ہیں۔ ہوٹل ہمارے ہوٹل سے پرانا ہے۔ کمروں میں لوگ زمین پر سوتے ہیں اور کمروں میں ہی کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ ۸۰ء کے سالوں سے پہلے کے ایرانی حجاج کے ہوٹلوں سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔

پلاسٹک کا ایک چھوٹا سا دستر خوان بچھا دیا جاتا ہے۔ کھانے میں ایک عربی غذا ہے جسے ہوٹل میں تیار کر کے ہر کسی کے لئے پلاسٹک کے چمچے اور کانٹے کے ساتھ ایک برتن میں رکھ دیتے ہیں۔ کہنا پڑے گا کہ ہر چیز پلاسٹک کی ہے۔ چمچے، کانٹے، گلاس اور دستخوان، صرف پانی اور کھانا پلاسٹک کا نہیں تھا۔

شیخ صاحب کہتے ہیں اگر کھانا اچھا نہیں ہے تو معاف کیجئے گا، کیونکہ آپ کے کھانے ہماری غذاؤں سے بہت زیادہ اچھے ہیں۔ لیکن میں مصری غذاؤں کے تنوع کے بارے میں بات کرتا ہوں کہ بہت ہی اچھا ہے۔ در نہایت شیخ صاحب کہتے ہیں: اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اور ڈاکٹر صاحب ہوٹل کے مہمانوں کی جگہ پر جارہے ہیں، وہاں اپنی گفتگو کو جاری رکھیں گے۔ لیکن ان کے کمرے والوں نے اعتراض کیا کہ آپ کو آپس میں کمرے میں ہی گفتگو کرنا پڑے گی۔ شیخ صاحب نے کہا: لیکن ہماری گفتگو تخصصی طور دینی گفتگو ہے اور آپ لوگوں کے لئے تھکا دینے والی ہے۔ان کتاب فروش صاحب نے کہا: لیکن ہم بھی اچھا لگتا ہے کہ گفتگو میں شریک ہوں۔ کیا چیز حج کے دوران دینی گفتگو سے بہتر ہو سکتی ہے۔ شیخ صاحب مسلسل انکار کر رہے تھے اور وہ اصرار۔ در نہایت شیخ صاحب مان گئے کہ گفتگو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے کمرے میں ہو۔ لہٰذا مخصوص چائے ،قہوہ، مخصوص مصری مٹھائیاں اور بے تحاشا دوسری چیزیں آ گئیں۔ البتہ ہم سے زیادہ انگلستان میں مقیم ڈاکٹروں کو مزہ آیا تھا۔ ان کے پاس بھی رنگ برنگی انگریزی مٹھائیاں تھیں جو وہ دوسروں کو پیش کر رہے تھے۔

شیخ صاحب نے کہا: پس مجھے اور ڈاکٹر صاحب کو گفتگو کا آغاز کرنے دیں اور اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال آئے تو گفتگو کے آخر میں پوچھ لیجئے گا۔ ڈاکٹر زہیر بولے: لیکن ہم بھی اہل مناظرہ ہیں اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف سنتے ہی رہیں۔ ہمارے ذہن میں جب کوئی سوال آئے گا تو ہم پوچھ لیں گے۔ میں نے کہا: ان شاء اللہ اگر ہماری گفتگو آپ لوگوں کے لئے تھکا دینے والی نہ ہو تو سوال کریں، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اسلام اور سیاست

ش: اچھا ہے کہ ہم دین و مذہب کی سیاست میں مداخلت کے بارے میں بات کریں، کیونکہ مصر میں یہ بحث بہت زیادہ ہوتی ہے کہ دین و مذہب کو سیاست میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ اچھا ہے کہ مصری احباب کے ہوتے ہوئے ہم آپ کی رائے جو کہ عالم اسلام کی سیاست کے مرکز یعنی ایران سے آئے ہیں، معلوم کریں۔

ڈ: میں مکمل طور پر متفق ہوں، آپ شروع کریں۔

ش: اکثر اسلامی ممالک میں دین سیاست سے الگ ہے اور سیاستدان، مذہبی رہنماؤں سے الگ ہیں۔ در حقیقت ان کی دو مختلف حکومتیں ہوتی ہیں در حالیکہ ایران میں کہ جہاں ایک دینی حکومت ہے اور جو شیعہ حکومت سے معروف ہے، دین اور سیاست آپس میں ملے ہوئے ہیں اور سیاستدان علماء کی اور علماء سیاستدانوں کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ بقیہ اسلامی ممالک کے ساتھ ایک گہرا اختلاف ہے۔

ڈ: دوسرے احباب کی رائے بھی پوچھ لیتے ہیں، برا نہیں ہے۔

ڈاکٹر زہیر: میں ایک طبیب ہوں، سیاست کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ میری پیدائش جمال عبد الناصر کے زمانے کی ہے اور کئی سال سے انگلستان میں مقیم ہوں۔ میں کسی کو اپنی فیلڈ میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتا، ایک عالم دین بھی اسی طرح ہوتا ہے مثال کے طور پر شیخ ابراہیم، ہمارا جو بھی دینی سوال ہوتا ہے ان سے پوچھتے ہیں اور ان کی فیلڈ میں مداخلت نہیں کرتے۔ ہم سیاست دان کے لئے اس قسم کے حق کے قائل کیوں نہیں ہوتے اور اس کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ میری نظر میں سیاست بھی ایک تخصصی مضمون ہے۔

ڈ: دوسرے احباب بھی کوئی رائے رکھتے ہیں۔

جمال احمد (کتاب فروش): البتہ کچھ ملکوں جیسے کہ سعودی عرب اور مصر میں مذہبی لوگوں کی اپنی ایک علیحدہ حکومت ہے اور ایک طرح سے طاقت کی دوڑ میں شامل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یعنی طاقت میں ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہیں البتہ ایسے پلڑے جن میں دونوں ہی ایک دوسرے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

ڈ: مصر میں مذہبی عناصر کے پیسے کہاں سے فراہم کئے جاتے ہیں یا سعودی عرب میں مذہبی عناصر کا بجٹ کہاں سے فراہم کیا جاتا ہے۔

جمال احمد: انہیں حکومتی بجٹ ملتا ہے اور مختلف شعبوں میں حکومت سے سالانہ اخراجات دریافت کرتے ہیں۔

ڈ: حکومت کے انتظامی امور میں مذہبی عناصر کا کیا کردار ہے؟

جمال احمد: ان کا ملک کے چلانے میں کوئی سنجیدہ کردار نہیں ہوتا لیکن عوام کی مذہبی تربیت میں ان کی مداخلت ہوتی ہے اور مذہبی امور میں عوام معمولاً ان کی پیروی کرتے ہیں۔

ڈ: شاید وہ اپنے سالانہ اخراجات اور بجٹ کو سیاست میں مداخلت نہ کرنے کے حق کے طور پر بھی لیتے ہیں۔

ش: ایسا نہیں ہے، خود علماء کو سیاست میں مداخلت کرنا پسند نہیں ہے۔ کیونکہ سیاست کو مذہبی پیشوا اور عالم دین کے شایان شان نہیں سمجھتے ہیں۔ سیاست میں جھوٹ، دھوکہ، تہمت، غیبت، قتل وغارت گری، رشوت، حق کو ناحق کرنا اور۔۔۔ ہے لہٰذا کتنا ہی اچھا ہے کہ علماء ان امور سے سروکار ہی نہ رکھیں۔

ڈ: شاید یہی وجہ ہے کہ جب کسی عالم دین سے دینی امور پر بات کی جائے تو بغور سنتا ہے لیکن اگر بات کچھ سیاسی نوعیت کی ہوگئی، اسرائیل و امریکہ اور۔۔۔ کے بارے میں تو فوراً کہتا ہے کہ حج کا موسم ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا موسم ہے، سیاست میں مداخلت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔

ش: البتہ یہ بات صحیح ہے۔ البتہ مجھے اضافہ کرنے پڑے گا کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو سیاست میں مداخلت کرنا پسند کرتے ہیں لیکن ڈرتے بھی ہیں اور سیاست کی زحمت آزما زندگی پر اپنی پر سکون زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: چلیں ہمیں سیاسی مذہبی عناصر کی رائے بھی تو سننے دیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ بولیں۔

ڈ: ہم مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ اگر سیاست، عوام کی باگ ڈور سنبھالنے اور حکومت بنانے میں مداخلت کرنا غلط ہے تو (نعوذ باللہ) یہ غلطی اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام سے شروع ہوئی ہے۔

ش: اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام سے کیوں شروع ہوئی ہے۔

ڈ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ جاؤ اور لوگوں کی باگ ڈور سنبھالو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ جاؤ اور لوگوں کو نمرود سے نجات دلاؤ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ جاؤ اور لوگوں کو فرعون سے نجات دلاؤ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ جاؤ اور لوگوں کو قوم یہود سے نجات دلاؤ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرمؐ سے کہا کہ جاؤ اور دنیا کے لوگوں کو ظلم سے نجات دلاؤ۔

ش: لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جاؤ حکومت کرو، فرمایا کہ لوگوں کو نصیحت کرو۔

ڈ: اگر نصیحت کی بات تھی تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی قوم کو کہ جنہوں نے اپنے نبیؑ کی باتوں کو نہیں سنا، پانی میں غرق کر دیا۔ حضرت لوطؑ کی قوم کو تہ و بالا کر دیا۔ فرعونیوں کو غرق کر دیا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی بات سنیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دی تاکہ لوگ ان کی نصیحتوں کو سنیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو کس قدر اذیت دی گئی کیونکہ آپؑ لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ رسول اکرمؐ کو نصیحت کرنے کی وجہ سے مکہ سے باہر کر دیا گیا۔

ش: لیکن قرآن مجید فرماتا ہے اَنذِرْ یعنی ڈراؤ، ڈرانا نصیحت کرنا ہی تو ہے۔

ڈ: حضرت موسیٰؑ سے کہاں فرمایا کہ ڈراؤ، فرمایا: "اِذْهَبْ اِلی فِرعَونَ اِنَّهُ طَغی"۔ "فرعون کی طرف جاؤ کہ اس نے طغیان کیا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کو حکومت سے سروکار ہے۔ فرعونیوں کے ہاتھوں سے حکومت لینا چاہتا ہے۔

ش: اچھا تو ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ایک اچھا مؤمن وہ شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت و ارشاد کرے۔ اگر وہ نہ مانیں تو قرآن مجید فرماتا ہے لَا اِکراہَ فی الدِّین، دین کو قبول کرنے میں اکراہ نہیں ہے۔

ڈ: اس تفسیر اور تعبیر کی بناء پر تو (نعوذ باللہ) پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی غلطی کی کہ جنگ بدر کے لئے گئے، جنگ تبوک کے لئے بھیجا۔

ش: لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کی اکثر جنگیں دفاعی تھیں جیسے کہ احد یا خندق۔

ڈ: جی ہاں، ٹھیک ہے لیکن ساری دفاعی نہیں تھیں جیسے کہ تبوک، بدر اور موتہ۔

ش: تبوک پر کس لئے گئے تھے۔ کس کے اموال واپس لینا چاہتے تھے۔

ش: جی ہاں تبوک میں حملہ آور ہوئے تھے اور یہ دفاعی نہیں تھی۔

ڈ: آپ ضرور جانتے ہوں گے کہ پیغمبر اکرمؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد ایران، روم اور مصر کی تین شہنشاہتوں کے لئے خطوط لکھے کہ دین اسلام کو قبول کر لیں ورنہ میں کیا کر دوں گا اور جو کچھ بھی تم پر آئے گی خود ذمہ دار ہو گے۔

ش: جی ہاں یہ خطوط موجود ہیں۔

ڈ: اگر پیغمبر اکرمؐ کا مقصد حکومت نہیں تھا تو آپؐ کو ایک تسبیح ہاتھ میں لے لینی چاہئے تھی اور مسجد الحرام میں سبحان اللہ کہتے رہنا چاہئے تھا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: آنحضرتؐ نے اگر یہ کام کیا ہوتا تو اس وقت ہم دنیا کی بڑی سلطنتوں میں سے ایک ہوتے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ہمارا، ایران اور روم کا اسی سبحان اللہ نہ کہنے سے حشر خراب کیا اور اب ہم عربوں کے پروردہ ہو چکے ہیں۔

ڈ: اتفاق سے آپ مغربیوں کے پروردہ ہو گئے ہیں، کیونکہ آپ کا اسلام سیاست میں مداخلت نہیں کرتا، ورنہ جب تک اسلام حکومت میں مداخلت کرتا تھا اور سیاست اور دینداری ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں تھے تو مصر دنیا پر حکومت کرتا تھا۔ دیکھیں اسی انگلستان میں سب سے پہلا فولادی پل ایک مصری نے ہی بنایا ہے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: جی ہاں، جی ہاں۔

ڈ: کچھ صدیاں پہلے انگلستان کے بادشاہ نے مصر کے حاکموں کے لئے خط لکھا تھا کہ اس بچوں کو علم سکھائیں۔ اب آپ وہاں ہیں کہ علم سیکھیں۔

ڈاکٹر زہیر: بلآخر ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اسلام حکومت میں مداخلت کرے، بہتر ہے یا نہ کرے۔

ش: ہمارے پاس کوئی براہ راست حکم نہیں ہے۔

ڈ: تو یہ باتیں کہاں سے آئیں۔ اگر طے ہوتا کہ ہر مسلمان اپنا ذاتی کام کرے تو ہم اسپین میں کیا کر رہے تھے۔ ایران، مصر اور سوڈان میں ہم کیا کر رہے تھے۔ یہ تو عرب نہیں تھے۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ ابراہیم صاحب آپ ڈاکٹر صاحب کو جواب دیں، ہمارے پاس تو کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

ش: ہم کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے، یعنی پیغمبر اکرمؐ اور خلفاء کے زمانے میں ان کے پاس حکومت تھی۔ لیکن آج دنیا کی کچھ اس طرح کی ہو گئی ہے کہ سیاست تمام غیر اخلاقی چیزوں آلودہ ہوئی ہوئی ہے اور بہتر ہے مذہبی عناصر اس مداخلت نہ ہی کریں۔

ڈ: آپ کے خیال میں اسلامی ممالک کے علماء اور سیاستدانوں کی یہ باتیں امریکہ کے صدور بھی کیوں کہتے ہیں۔ یہ کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ ہونا چاہئے۔ ان کے دل تو مؤمنین کے لئے نہیں تڑپتے کہ وہ سیاست کے غیر اخلاقی مسائل میں نہ پڑ جائیں۔

ڈاکٹر زہیر: شاید موضوع کے تخصصی ہونے کی وجہ سے اور یہ کہ پہلے حکومت کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوتا تھا، پارٹی، گروہ اور دھڑے نہیں ہوتے تھے جبکہ آج سیاست ایک علم ہے اور سیاست دان ایک عالم دین کے ساتھ ایک میز پر نہیں بیٹھ سکتا ہے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: کیوں نہیں بیٹھتے ہیں لیکن علماء اور مذہبی پیشوا جیسے کہ پاپ اور کچھ ممالک کے بڑے بڑے مفتی عام طور پر سیاست دانوں اور حکومتوں کے سربراہان کی زیادہ تر تائید کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مذہبی پیشوا کمانڈر اور حکم دینے والے نہیں ہیں، حکم ماننے والے ہیں۔

ڈ: اللہ آپ کو طول عمر دے۔ لہٰذا یہ لوگ سیاست میں مداخلت کرتے ہیں لیکن اس کے برے پہلو میں، یعنی ظلم کی تائید، حکومتوں کے فساد کی تائید، مجاہد عوام کی خونریزی اور قتل عام میں۔

ش: البتہ تمام علماء ایسے نہیں ہیں۔

ڈ: بالکل، ٹھیک ہے۔ کیونکہ آپ جیسوں کی نصیحت کے مطابق علمائے دین سیاست سے بھاگتے ہیں اور وہ جو سیاست میں آنے کا فیصلہ کرتے ہیں، غلط طور پر آتے ہیں۔ یعنی وہ پہلو کہ سیاستدانوں کے ظلم کی تائید کرنے والے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: مذہب جب سیاست میں آتا ہے تو آزادی کو محدود کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر مصر میں اخوان المسلمین آئے اور انہوں نے جمال عبدالناصر کے کردار کو کم کرنا چاہا اور اس قدر اس کو تنگ کیا کہ وہ ان کے سربراہ، شیخ حسن البناء کو پھانسی دینے پر مجبور ہو گیا۔

ڈ: اتفاق سے یہی بات ہے جس کی وجہ سے سیاست دان مذہبی افراد کو برداشت نہیں کرتے مگر یہ کہ ان کے ہم خیال ہوں۔ جمال عبد الناصر ایک بڑا انسان تھا لیکن بڑے لوگوں کی غلطیاں بھی بڑی ہوں گی۔ میرے خیال میں شیخ حسن البناء کو پھانسی دینا ایک بڑی غلطی تھی۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: جی ہاں اگر وہ انہیں نہیں چاہتا تھا تو اسے ان کو قید میں ڈال دینا چاہئے تھا۔

ڈاکٹر زہیر: البتہ اگر قید میں چلے جاتے تو پھر بھی ان کے طرفدار شور مچاتے رہتے۔

ش: ان کے عقائد حقیقی اسلام سے سے کچھ فاصلہ رکھتے ہیں۔ مارکسیسٹ کی بو آتی ہے۔

ڈ: پہلے تو یہ کہ وہ کمیونسٹ سے نزدیک نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ کیا ان کا عقیدہ جمال عبد الناصر کے کچھ معاونین کے عقیدے کی نسبت اسلام سے زیادہ دور تھا کہ جنہوں نے اس کے بعد مصر اور فلسطین کے ہزاروں مسلمانوں کے قاتل کے ہاتھوں سے ہاتھ ملا لئے۔

ش: البتہ جمال عبد الناصر کے ساتھی اس کی زندگی میں ایسے نہیں تھے، اس کے بعد وہ بدل گئے تھے۔

ڈ: ممکن ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہ جمال عبد الناصر نے بھی ان کو نہیں پہچانا۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن اس وقت کسی بھی ملک میں علماء کی سیاست میں مداخلت اور خاص طور پر حکومت ہاتھ میں لینے کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔

ڈ: تو کیا آج قبول کرتے ہیں، آج بھی اکثر ممالک میں جب علمائے دین کی سیاست میں مداخلت کی بات ہو تو اجازت نہیں دیتے ہیں۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: البتہ آج کچھ بہتر ہو چکا ہے، یعنی کم از کم یہ ہے کہ حکومتوں کے سربراہ مذہبی پیشواؤں سے ڈرتے ہیں۔

ڈ: صرف ڈرتے ہیں، وہ بھی حقیقی علماء سے ورنہ عالم نماؤں کو تو وہ خرید لیتے ہیں اور اپنے پاس بیٹھا لیتے ہیں۔

ش: چلیں اس پر پلٹتے ہیں کہ علماء کو سیاست میں مداخلت کرنی چاہئے یا نہیں۔ کیونکہ اگر مداخلت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ انہیں خرید لیا گیا ہے، اگر نہ کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حقیقی اسلام سے دور ہیں۔

ڈ: علماء کو حکومت اپنے ہاتھوں میں لینی چاہئے نہ یہ کہ وہ ظلم اور ظالم کے مشیر ہوں۔ یہ کیسے تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں مسلمانوں کے یہاں حکومت کا کوئی سربراہ یا شہر کا والی (سربراہ) آنحضرتؐ کے دینی نظام سے ہٹ کر نہیں ہوتا تھا۔

ش: پیغمبر اکرمؐ کی بات ہی اور تھی۔ سب چیزیں آپؐ کے ہاتھوں میں ہی تھیں۔

ڈ: آنحضرتؐ کے بعد والے خلفاء کے بارے میں کیا کہیں گے؟ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد چار خلفاء نے حکومت کی ہے۔

ش: جی ہاں خلافت کی ہے۔

ڈ: یعنی ان کے ہوتے ہوئے حکومت کا کوئی اور نظام بھی تھا۔

ش: جی نہیں لیکن ان کی بات بھی کچھ اور تھی۔ آخر کار وہ چار لوگ پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک ترین افراد میں سے تھے۔

ڈ: لہٰذا آپ کی تجویز ہے کہ ہم نہ تو پیغمبر اکرمؐ کے کام پیروی کریں اور نہ ہی آنحضرتؐ کے بعد والے خلفائے راشدین کے کام کی۔ اچھا تو ہم کس کی بات کو مانیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی جو کہتے تھے کہ حکومت اپنا کام کرے اور صحابہ، علماء، راوی اور قاری اپنا کام۔

ش: نہیں وہ تو صحیح نہیں ہے۔

ڈ: آپ کی نظر میں اگر آج پیغمبر اکرمؐ ہمارے درمیان ہوتے تو کون سے حکومتی نظام کو زیادہ قبول کرتے۔ ایران کے حکومتی نظام کو یا عربی ممالک کے نظام کو، اس ایران کی حکومت کو جس کی چوٹی پر ایک مجتہد ہے اور قوانین اسلام کے تحت چلتی ہے یا عربوں کی حکومت کو جسے اسلام کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہے، علماء اور مذہبی پیشوا گوشے اور حاشیے میں ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: ایران کا تو مجھے پتہ نہیں ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ عرب حکومتوں کو تو قبول نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: یہ ایران حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانے جیسا عمل کر رہا ہے، سب کو ایک دوسرے سے دست و گریباں کر دیا ہے۔

ڈ: مثلاً کیا کام کیا ہے، حضرت علیؑ کیا کام کرتے تھے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں اسلامی دنیا کو توسیع دی گئی لیکن حضرت علی کے زمانے میں مسلمانوں کے مابین زیادہ تر داخلی جنگ تھی۔

ڈ: پہلے تو یہ کہ داخلی مشکلات حضرت عثمان کے زمانے سے شروع ہوئی تھیں، حضرت علی کے زمانے سے نہیں یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانے میں اختلافات خلیفہ اور اہل بیتؑ کے حد تک تھے بقیہ اتنا مخالفت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا کشور گشائی بھی کی گئی لیکن جب کشور گشائی ہو گئی اور اسلام کے بیت المال میں کسری اور قیصر کی مال و دولت آگئی تو داخلی اختلافات شروع ہو گئے۔

ش: لیکن مال و دولت حضرت عمر کے زمانے میں آئی تھی اور کوئی اختلاف بھی نہیں تھا۔

ڈ: جی ہاں، لیکن حضرت عمر ظاہری عدل و انصاف کی رعایت کرتے تھے۔ لیکن خلیفہ اول کے بیٹے یعنی حضرت محمد بن ابی بکر اور خلیفہ سوم کے پرانے دوست جو کہ صحابہ میں سے تھے، خلیفہ سوم پر اعتراض کرتے تھے۔

ش: صحابہ کی ایک تعداد حضرت علیؑ پر بھی اعتراض کرتی تھی۔

ڈ: جی ہاں، لیکن حضرت عثمان پر اعتراض کرتے تھے کہ اموال کے خرچ میں بے راہ روی کیوں کرتے ہو اور حضرت علیؑ پر اعتراض کرتے تھے کہ بیت المال کی تقسیم میں اتنی سختی سے کام کیوں لیتے ہو اور کھلے ہاتھوں کیوں نہیں بانٹتے ہو۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن شیخ ابراہیم صاحب آپ مان لیں کہ یہ جو وضاحتیں پیش ہوئی ہیں ان کے پیش نظر اسلام حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتا ہے اور ایک ملک کو اسلامی حاکم اور عالم کے ذریعے ہی چلنا چاہئے۔ لیکن عرب ممالک میں اسلامی قوانین کے ذریعے ملک کو چلانے کا نظام نہیں ہے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: جی ہاں، مثال کے طور پر بہت سے ممالک میں بادشاہ یا امیر کا انتخاب عوام کی رائے بغیر ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ملک میں سالوں سے ایک ہی سلطنتی خاندان حکومت کر رہا ہے جبکہ اس کام کے لئے اس ملک کے بقیہ لوگوں پر اس کی برتری اور ترجیح واضح نہیں کی گئی ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ ان کا باپ یا دادا بادشاہ تھا، بادشاہ ہیں۔

ش: انگلستان بھی ایسے ہی ہے، لہٰذا غلط ہے۔

ڈ: ہم ایک اسلامی ملک کے بارے میں بات کر رہے ہیں، کسی عیسائی یا مغربی ملک کے بارے میں نہیں۔ لیکن یہ بات صحیح ہے کہ حکومت کے لئے انگلستان کا بھی غلط نظام ہے۔ اگرچہ اس نظام میں وزیر اعظم کہ جس کے ہاتھوں میں سارا کرتا دھرتا ہے، انتخاب کی صورت میں آتا ہے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: لہٰذا شیخ ابراہیم آپ مان لیں کہ پیغمبر اکرمؐ اور خلفاء نے ہمیں دکھایا ہے کہ وہ حکومت چاہتے ہیں اور ہم یہ نہ کہیں کہ سیاست میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی وقت گناہ کر بیٹھیں۔

ش: لیکن میری نظر میں موجودہ حالات و شرائط پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے کے حالات و شرائط سے فرق کرتے ہیں۔

ڈ: بیان فرمائیں کہ ان میں کیا فرق ہے؟

ش: عوامی اور سماجی ذرائع ابلاغ جیسے کہ انٹرنیٹ، سیٹلائٹ، کمپیوٹر، موبائل اور۔۔۔ آچکے ہیں۔

ڈ: یہ سب ایسے ذرائع ہیں جو غیر دینی اور ظالم حکومتی نظاموں کی مدد کرنے سے زیادہ دینی حکومتوں کے لئے مفید ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: صحیح ہے۔ یہ ایسے وسائل ہیں جنہیں جدید دنیا نے بنایا ہے تاکہ اپنی حکومت کی تقویت کرتے ہوئے عوام کو زیادہ آسانی سے کنٹرول کر سکے یا ان کی اپنے حالات و شرائط کے مناسب تربیت کر سکے۔

ڈ: اتفاق سے اسی وجہ سے دینی حکومت کے لئے ایک اچھی مدد ہے، کیونکہ انہی وسائل کے ذریعے پوری دنیا کو ایک لمحے میں مطلع کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: لیکن غیر اخلاقی ویب سائٹس اور سیٹلائٹس کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اگر کوئی مذہبی ویب سائٹ یا سیٹلائٹ چینل پر جانے کا فیصلہ کر بھی لے تو راستے میں ہی بریک لگا لیتا ہے اور دوسری سائٹس اور چینلز میں رہ جاتا ہے۔

ڈ: اتفاق سے جو لوگ مذہبی سائٹ اور چینل کے درپے ہیں ان چینلز میں رکے نہیں رہتے بلکہ انہیں مٹا (Delete) بھی دیتے ہیں اور صرف مفید چینلز کو ہی محفوظ (Save) کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: جھوٹ کیوں بولوں، میں تو جب بھی انٹرنیٹ یا سیٹلائٹ پر کسی خبر یا کسی چیز کو دیکھنے کے لئے جاتا ہوں تو ان چینلز اور سائٹس میں ہی رک جاتا ہوں۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر عمرو موسیٰ بیس سال کے بعد چار بچوں کے ساتھ اپنی بیوی سے الگ ہوگئے ہیں۔ان کی بیوی نے جا کر ایک معذور انگریز سے شادی کرلی ہے لہٰذا وہ بغیر بیوی کے ہیں اور سائٹس سے پناہ لی ہوئی ہے۔

ڈ: لہٰذا مغرب میں ازدواجی زندگی کا نتیجہ ان کا شادی کے بیس سال کے بعد اکیلا ہو جانا ہے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: ہم مصر سے انگلستان آئے تاکہ دیارِ مغرب میں ایک بہتر زندگی پا سکیں لیکن بہت سے افراد کی طرح میری زندگی بھی تباہ ہو گئی۔اب میں ہوں اور ایک پائپ اور ایک مثلث، گھر، ہسپتال، پارک اور۔۔۔۔

ڈ: واقعاً ایسا ہے۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: جی ہاں صبح کو اٹھتا ہوں، ہسپتال چلا جاتا ہوں شام ۶ بجے تک، اس کے بعد پارک جا کر آدھا گھنٹہ پیدل چلتا ہوں، پھر گھر آجاتا ہوں اور رات کا مختصر سا کھانا کھاتا ہوں۔ پائپ، پائپ اور پائپ اور اس کے بعد کچھ گھنٹے کمپیوٹر اور ڈش چینلز میں مصروف رہتا ہوں۔ یہ میرا ایک عمر تعلیم حاصل کرنے، ڈاکٹریٹ حاصل کرنے میں اپنی پوری جوانی صرف کرنے اور خاندان تشکیل دینے کا نتیجہ ہے۔

ڈ: لیکن اگر آپ مصر میں رک گئے ہوتے تو۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: میرے اہل و عیال ہوتے، اپنے تئیں سربراہی کر رہا ہوتا اور یوں کہوں کہ اول درجے کا انسان ہوتا جبکہ میں انگلستان میں دوسرے اور تیسرے درجے کا انسان ہوں۔

ڈ: آپ کو اس حوالے سے دکھ نہیں ہے کہ دوسرے درجے کے انسان ہوں۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: دکھ تو ہے لیکن اس کی عادت ہو گئی ہے۔

ڈ: ذلت کی یا دکھ کی۔

ڈاکٹر عمر موسیٰ: دونوں کی۔

ش: میں کچھ عرصہ سعودی عرب میں تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں یہ لوگ مجھے بھی دوسرے درجے کے ایک انسان کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔جب ایک اسلامی ملک میں ایسا ہو تو انگلستان کی حالت تو واضح ہے۔

ڈ: صحیح ہے میں نے سنا ہے کہ سعودی عرب میں بھی نسلی امتیازات پائے جاتے ہیں۔

ش: یہاں پر ایک مذہبی دانشور، عالم اور یونیورسٹی کا استاد اگر سعودیہ کا باشندہ ہو تو اس کا اس بات سے کوئی مقایسہ نہیں ہے کہ وہ پاکستان، افغانستان، شام اور حتیٰ کہ مصر کا باشندہ ہو۔

ڈ: مثال کے طور پر کیا کیا فرق ہے۔

ش: یونیورسٹی اور دینی اداروں میں اوپر کے رتبوں پر کم ہی پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں ٹیلی ویژن اور بقیہ ذرائع ابلاغ میں بہت کم متعارف کروایا جاتا ہے۔

ڈ: البتہ بعید نہیں ہے کیونکہ اس ملک کے مذہب کے مطابق بقیہ مسلمان تمام کے تمام مشرک ہیں اور صرف یہی لوگ ہی مسلمان ہیں۔

ش: البتہ زیادہ تر شیعوں کو مشرک سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ایسے کام کرتے ہیں جو ان کے عقائد کے برخلاف ہیں۔ اسی طرح ان سنیوں کو بھی مشرک سمجھتے ہیں جو سلفیوں کے احکامات کی رعایت نہیں کرتے ہیں۔

ڈ: ایسا نہیں ہے، میں نے دیکھا ہے کہ جس کے بھی ہاتھ میں کتاب ہو بدعت ہے۔ جس نے بھی زیارت پڑھی بدعت ہے۔ جس نے بھی پیغمبر اکرمؐ کے حجرے کو ہاتھ لگایا بدعت اور مشرک ہے۔

ش: زیادہ تر شیعہ یہی کام تو کرتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ صاحب ہم مصر میں زینبیہ، رأس الحسینؑ اور مقام سیدہ نفیسہ جاتے ہیں، ہاتھ لگاتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں، کوئی بھی اعتراض نہیں کرتا لیکن یہاں پر میں نے پیغمبر اکرمؐ کے منبر پر ہاتھ لگایا تو نگرانی پر مامور شیخ میرا ہاتھ کاٹنے والا تھا اور پھر وہ بولا کہ شرک، شرک ہذا خشب (یہ لکڑی ہے)۔ لہٰذا ہمیں بھی جو کہ مصری اور شافعی ہیں کہتے تھے مشرک۔

ڈ: دیکھا آپ نے کہ صرف شیعہ ہی مشرک نہیں ہیں۔ شافعی، مالکی، حنفی اور حتیٰ کہ غیر وہابی حنبلی بھی مشرک ہیں۔

ش: برائے مہربانی بات کو تبدیل کرتے ہیں۔

ڈ: آپ کو ان کی سوچ سے یا مسلمانوں کی تکفیر سے تکلیف پہنچ رہی ہے؟

ش: دونوں سے ہی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ تکلیف پہنچ رہی ہے کہ کچھ لوگ مذہب میں اپنے آپ کو کیوں اس قدر محور سمجھتے ہیں۔

ڈ: معلوم ہے، یہ قرآن مجید ہے جو فرما رہا ہے: "كُلُّ حِزبٍ بِمالَدَيهِم فَرِحُون"۔ "ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی خوش ہے"۔

ش: بنیادی طور پر ان لوگوں کو جو شہادتین کہتے ہیں مشرک کہنا سرے سے ہی غلط ہے۔

ڈ: الحمد للہ ہم یہی چاہ رہے تھے۔

ڈاکٹر زہیر: چلیں اپنی بحث کی طرف پلٹتے ہیں شیخ ابراہیم بالآخر آپ نے مان لیا کہ اسلام حکومت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

ش: بالآخر جو باتیں ہوئیں ان کے پیش نظر میرے پاس پیغمبر اکرمؐ اور خلفائے راشدین کی روش کے بارے میں کوئی جواب نہیں ہے۔

ڈ: کچھ عرصہ پہلے تک مسلمان جہاں کہیں بھی تھے ان کے پاس حکومت تھی۔

ش: کہاں تھی؟ کچھ عرصہ پہلے سے کون مراد ہے؟

ڈ: یہی عثمانی حکومت، سعودی عرب تک اس کے اختیار میں تھا۔

ش: ہم نے مان لیا کہ اسلام سیاست سے علیحدہ نہیں ہے۔

ڈ: نہ صرف یہ کہ اسلام سیاست سے علیحدہ نہیں ہے بلکہ اگر ہم آیات اور روایات پر اچھی طرح توجہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بات اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ایران میں ایک سیاست دان عالمِ دین جو ستر سال پہلے پارلیمنٹ کے اسپیکر بھی تھے، کہتے ہیں: ہماری سیاست بعینہٖ ہماری دیانت (دینداری) ہے اور ہماری دیانت بعینہٖ ہماری سیاست ہے۔

ش: اب ہم نے مان لیا کہ اسلام سیاست اور حکومت سے الگ نہیں ہے، ڈاکٹر صاحب کہتے کہ دیانت (دینداری) بعینہٖ سیاست ہے۔

ڈ: آپ اسی کو مان لیں ہم قناعت کرلیں گے۔ اس آخری حصے کو ہمارے لئے چھوڑ دیں۔ البتہ اگر دیانت (دینداری) حکومت سے علیحدہ نہ ہو تو سیاست اور دیانت ایک دوسرے سے مخلوط ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن اگر غور کریں تو جہاں کہیں بھی مذہب نے حکومت ہاتھوں میں لی ہوئی ہے یعنی حکومت کی بنیاد مذہب پر ہے تو وہاں وہ کامیاب ہیں۔ مثال کے طور پر غزہ کو الفتح کی تحریک کے ساتھ مقایسہ کریں۔ الفتح کی تحریک کی کوئی مذہبی بنیادیں نہیں تھیں۔ پچاس سال ہوگئے ہیں وہ کچھ نہیں کرسکے ہیں لیکن حماس اور جہاد اسلامی کی تحریک یا حزب اللہ لبنان کی جو اسلامی ہیں، بہت کم عرصے میں اسرائیل کی ناقابل شکست افواج کے سامنے ڈٹنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

ڈ: اللہ آپ کے مرحومین پر رحمت کرے، آپ نے ہمارے کام کو کم کردیا۔

ش: ارے صاحب ہم نے مان لیا کہ اسلام سیاست سے علیحدہ نہیں ہے اور اگر حکومت مذہبی ہو تو لوگوں کی بہتر طور پر انسانیت کی طرف ہدایت کرسکتی ہے، چلیں ڈاکٹر صاحب ہماری سیاست بھی بعینہٖ ہماری دیانت (دینداری) ہے اور ہماری دیانت بعینہٖ ہماری سیاست ہے۔

ڈ: اچھا تو اب میں دو نکتے عرض کرتا ہوں۔

ش: کس بارے میں؟

ڈ: ظلم کی حکومت کی حمایت نہ کرنے کے بارے میں۔

ش: اچھا ہے بیان کریں۔

ڈ: مسند الطیالسی، ج۱، ص ۱۴۳، حدیث ۱۰۶۴ میں ہے:

--

"رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں فرمایا: کیا تم لوگوں نے سنا ہے کہ میرے بعد کچھ ایسے امیر آئیں گے جو اطاعتِ الٰہی سے ہٹ کر عمل کریں گے۔ پس جو کوئی بھی ان کے ساتھ ان کے عمل میں ظلم کی مدد کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے نہیں ہوں اور جو کوئی بھی ان کے عمل میں ظلم کی مدد نہیں کرے گا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

ش: جی ہاں یہ حدیث ٹھیک ہے۔

ڈ: لہٰذا اس حدیث کی رو سے سعودی عرب، اردن، مصر اور بقیہ اسلامی ملکوں کے آدھے علماء پیغمبر اکرم ﷺ سے نہیں ہیں۔

ش: میں کیا کہوں حقیقت یہی ہے کہ علماء کو حکومتوں کے ظلم میں مدد نہیں کرنی چاہئے کہ جو کرتے ہیں۔

ڈ: اب جبکہ اسلامی ملکوں نے استبدادی حکومتوں کے خلاف اپنی تحریکوں کو شروع کر دیا ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکابر علماء انتہائی کم ساتھ دیتے ہیں۔ مصر، تیونس، یمن، بحرین، لیبیا اور ۔۔۔۔ میں یہاں تک کہ ڈکٹیٹر جا چکے ہیں لیکن معاشرے کی ہدایت کے لئے علماء عمل میں اترتے نہیں ہیں اور عوام رہبر کے بغیر ہیں۔

ش: جی ہاں یہ بات مکمل طور پر نظر آرہی ہے تمام ممالک میں مذہبی رہبر کا نہ ہونا ہی اصلی مشکل ہے۔

ڈ: اب میرے پاس ایک نئی بات ہے۔

ش: پھر حکومت کے بارے میں ہے، آپ نے ان احادیث کے ذریعے جو صحیح بھی ہیں، حکومتوں کو تو چھوڑیں علماء پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا ہے اور میں مان بھی چکا ہوں۔

ڈ: حدیث میں تھا کہ جو عالم بھی حکومتوں کے ظلم میں مدد نہ کرے تو وہ مجھ سے ہے۔

ش: لیکن نئی بات کیا تھی۔

ڈ: آج ہم تھک چکے ہیں، آپ اجازت دیں تو اس نئے موضوع کے بارے میں کل بات کر لیں گے۔

ش: میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔ لہٰذا کچھ آرام کرتے ہیں اور پھر مسجد الحرام چلتے ہیں۔

ڈ: اگر اجازت دیں تو میں اپنے ہوٹل چلتا ہوں، میری زوجہ منتظر ہے۔ ان شاء اللہ مغرب میں شاید آپ کی زیارت کر لوں۔

ش: ٹھیک ہے خدا حافظ۔

۶ ذی الحجہ کا دن

ہم طے کیا کہ ظہر کی نماز کے بعد باب العمرہ کے سامنے ایک دوسرے سے ملیں گے اور پھر شیخ صاحب کے ہوٹل چلے جائیں گے۔ ہم نے یہی کام کیا اور دوپہر کے کھانے کے بعد شیخ صاحب کے کمرے میں جمع ہوگئے۔ پھر کل کی بات کا سلسلہ آگے بڑھ گیا۔

اہل سنت کتابوں میں حضرت مہدی (عج)

ڈ: میں نے کل جس نئی بات کا ذکر کیا تھا، شروع کریں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: ڈاکٹر صاحب کے پاس حکومت کی بات کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔

ڈ: کیا آپ مانتے ہیں کہ مستقبل دور میں بالآخر ایک ہی حکومت پوری دنیا کا انتظام سنبھالے گی۔

ڈاکٹر زہیر: اس وقت بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ گلوبل ولیج یعنی دنیا ایک گاؤں کے جتنی ہے جس کا انتظام امریکہ کے ذریعے چلنا چاہئے۔

ڈ: کیا آپ نے کتابوں میں مہدی المنتظر (عج) کا نام سنا ہے۔

ش: کچھ چیزیں سنی ہیں لیکن اس بارے میں میرا کوئی زیادہ مطالعہ نہیں ہے۔

ڈ: لیکن اسلامی ملکوں میں سب اس نام سے واقف ہیں، ترکی، مصر، سوڈان، عراق اور۔۔۔۔۔

ش: ظاہراً وہ بھی حکومت تشکیل دیں گے۔

ڈ: لیکن وہ آخر الزمان میں ظہور کریں گے اور ایک مکمل طور پر عالمگیر دینی حکومت تشکیل دیں گے۔

ڈاکٹر زہیر: یہ حضرت مہدی کون ہیں جو کہ ایک عالمگیر دینی حکومت تشکیل دیں گے؟

ڈ: پیغمبر اکرمؐ کے نواسوں میں سے ایک ہیں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: وہ کہاں ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ کب پیدا ہوں گے؟

ڈ: میرا بالکل بھی ارادہ نہیں ہے کہ ان باتوں اور ان کی جزئیات میں پڑوں۔

ش: تو پھر کیا کہنا چاہ رہے تھے؟

ڈ: میں کہنا چاہ رہا تھا کہ حضرت مہدی (عج) بھی کہ جن کے تمام مسلمان منتظر ہیں، عالمگیر دینی حکومت تشکیل دیں گے۔

ش: البتہ وہ اتنے بھی جانے پہچانے نہیں ہیں۔

ڈ: یہ حضرت مہدی (عج) مسلمانوں کے درمیان اس قدر جانے پہچانے ہیں کہ ہالیوڈ نے مہدی نامی ایک فلم بنائی ہے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: مہدی؟

ڈ: جی ہاں مہدی۔

ڈاکٹر زہیر: اس کا موضوع کیا تھا؟

ڈ: سوڈان سے مہدی نامی ایک شخص ظہور کرتا ہے، یہ عالمی حکومت کا دعویٰ کرتا ہے، پورے افریقہ کو اپنے اختیار میں لے لیتا ہے، ترکی، عراق اور کچھ یورپی ممالک کو قبضے میں لے لیتا ہے اور سعودی عرب تک پہنچ جاتا ہے۔ تیل کے کنوؤں کے درمیان اس کا سامنا مغربی (امریکی) لیزر شعاعوں سے ہوتا ہے اور در نہایت اسے شکست ہوتی اور مارا جاتا ہے۔

ش: لیکن ظاہراً حضرت مہدی (عج) حکومت تشکیل دیں گے اور اپنے انتقال سے پہلے دنیا پر تسلط قائم کریں گے۔

ڈ: جی ہاں بالکل ایسا ہی ہے لیکن یہ لوگ کہنا چاہ رہے تھے کہ جس مہدی کا تم انتظار کر رہے ہو وہ بھی ہم سے مغلوب ہو جائے گا۔

ڈاکٹر زہیر: اچھا تو اب یہ مہدی سوڈان سے کیوں ظہور کرتا ہے؟

ڈ: کیونکہ کچھ سال پہلے مہدی نام ایک شخص نے دعویٰ کیا تھا کہ مہدی منتظر ہے اور یہ جو سوڈان کا معروف شخص صادق المہدی ہے جس نے کچھ عرصہ حکومت بھی تھی، اس کا پوتا ہے کہ جو وزیر اعظم بھی بن گیا تھا۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن حقیقت میں حقیقی مہدیؑ کہاں سے ظہور کریں گے؟

ڈ: مکہ المکرمہ سے ظہور کریں گے۔

ش: آپ بھی یہ مانتے ہیں۔

ڈ: مکتب اہل بیتؑ کا آپ لوگوں سے فرق یہ ہے کہ آپ کی کتابوں میں ہمارے حضرت مہدی (عج) کی تمام نشانیاں اور مشخصات موجود ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہو چکے ہیں اور زندہ ہیں، اپنے وقت پر ظہور کریں گے جبکہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ظہور کے نزدیک نزدیک پیدا ہوں گے۔

ش: مزید وضاحت دیں تاکہ ہم حضرت مہدی کو زیادہ پہچان سکیں۔

ڈ: میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اہم یہ ہے کہ ہم جان لیں کہ ایسا ایک رہبر آئے گا اور انسان کی اس طرح سے ہدایت کرے گا کہ روئے زمین پر کوئی ظلم وجور باقی نہیں بچے گا۔

ش: تو پھر ان کے زندہ ہونے کا قصہ کیا ہے؟

ڈ: پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث کے مطابق جو آپ کی کتابوں میں بھی آئی ہے، زمین حجتِ الٰہی سے خالی نہیں ہو سکتی لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کے انتقال کے بعد روئے زمین پر ہمیشہ ایک حجت اور دینی رہبر کو ہونا چاہئے۔

ش: پیغمبر اکرمؐ کے بعد یہ حجت کون کون تھے؟

ڈ: طے پایا تھا کہ یہ بات ایک آخری فرصت میں کریں گے۔

ش: آپ نے تو ہماری جان ہی لے ہے جیسے ہی ہم خلافت اور امامت کی بات پر پہنچتے ہیں آپ کہہ دیتے ہیں کہ بعد میں کریں گے۔

ڈ: وہی بارہ افراد جو آپ کی حدیث میں ہیں لیکن آپ ان کے مصادیق کو کچھ اور لوگوں کو سمجھتے ہیں۔

ش: یہ حضرت مہدی کون سے نمبر پر ہیں؟

ڈ: بارہویں فرد ہیں۔

ش: وہ زندہ ہیں اور پیدا ہو چکے ہیں اور ۱۴۰۰ سال کے ہیں؟

ڈ: جی ہاں۔

ش: ان کے بارے میں سوالات بہت زیادہ ہیں لیکن آپ میرے صرف ایک سوال کا جواب دے دیں، میں بقیہ کو رہنے دیتا ہوں۔

امام زمانہ (عج) کی عمر

ڈ: کیا سوال؟

ش: کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان ہزار سال سے زیادہ زندہ رہے؟

ڈ: میں دو قرآنی دلیلیں لے کر آتا ہوں، آپ انشاء اللہ قانع ہو جائیں گے۔

ش: اگر قرآنی ہوں تو ضرور قانع ہو جاؤں گا۔

ڈ: بہت بہتر، پہلی یہ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سورۂ عنکبوت کی آیت ۱۴ میں حضرت نوحؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴾

"اور ہم نے نوح علیہ السّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر قوم کو طوفان نے اپنی گرفت میں لے لیا کہ وہ لوگ ظالم تھے"

یہ آیت کریمہ کہہ رہی ہے کہ ۹۵۰ سال زندگی کی یعنی ۹۵۰ سال تک زندگی کی جا سکتی ہے۔ صحیح ہے نا؟

ش: جی ہاں حضرت نوع علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تک زندگی کی ہے۔

ڈ: البتہ ہمارے سامنے دوسرے انبیاءؑ بھی ہیں جن کی عمریں طولانی تھیں۔

ش: صحیح ہے۔

ڈ: ہمارے پاس ابھی اور قرآنی دلیل ہے۔

ش: اگلی قرآنی دلیل کیا ہے؟

ڈ: سورۂ صافات آیت ۱۳۹ سے ۱۴۴ تک فرماتی ہیں:

﴿ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾

"اور بے شک یونس علیہ السّلام بھی مرسلین میں سے تھے، [یاد کرو] جب وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے اور اہل کشتی نے قرعہ نکالا تو انہیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا، پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا جب کہ وہ خود اپنے نفس کی ملامت کر رہے تھے، پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو روزِ قیامت تک اسی کے شکم میں رہ جاتے۔"

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی کو ۱۴۰۰ سال تک نہیں بلکہ قیامت تک زندہ رکھ سکتا ہے۔

ش: بہت ہی دلچسپ دلیل تھی۔ حقیقتاً دلچسپ ہے۔

ڈ: اچھا تو اب ایک اور نکتہ پر غور کریں۔ البتہ میں یہ تفسیر کی کتابوں میں نہیں دیکھا ہے۔

ش: کون سا نکتہ؟

ڈ: قرآن مجید فرماتا ہے کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے شکم میں ہی رہنے دیتے، یعنی مچھلی کو بھی زندہ رہنا پڑتا اور چہ بسا کہ اس مچھلی کی بھی ویسی ہی عمر ہو۔ یعنی قیامت تک عمر کرتی لیکن کم از کم اتنا ضرور تھا کہ اگر طے ہوتا کہ حضرت یونسؑ زندہ رہیں تو وہ مچھلی بھی زندہ ہی رہتی۔

ش: ڈاکٹر صاحب میں نے مان لیا کہ ہزار سال سے زیادہ عمر کی جاسکتی ہے۔

ڈ: الحمد للہ تو پھر اگلی بات کی طرف چلتے ہیں۔

ش: ہماری کتابوں میں بھی حضرت مہدیؑ کے بارے میں حدیث ہیں؟

ڈ: جی ہاں ملاحظہ فرمائیں، جامع الاحادیث، ج ۱۳، ص ۳۳۹ میں:

"میرے بعد کچھ خلفاء ہوں گے اور خلفاء کے امراء اور امراء کے بعد ملوک (بادشاہ) اور بادشاہوں کے بعد ظالم و ستمکار پھر میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص ظہور کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔"

ش: ہماری کتابوں میں حضرت مہدی کے بارے میں مطالب اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ ابراہیم حضرت مہدی کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کے پاس ہماری کتابوں سے کوئی زیادہ شواہد نہیں ہیں۔

ڈ: میں بعد میں بیان کرنا چاہ رہا تھا لیکن اگر آپ تمایل رکھتے ہیں تو ملاحظہ فرمائیں: کتاب اشراط الساعۃ کہ جو آخر الزمان (قیامت) کے حالات کے بارے میں ہے، اس کی ج ا، ص ۱۰۵ میں درج ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

ا۔

''علامہ شوکانی کہتے ہیں: حضرت مہدی منتظر کے بارے میں احادیث کا تواتر جو کہ ان احادیث کے بارے میں غور و خوض کو ممکن بناتا ہے، پچاس احادیث تک پہنچتا ہے جن میں صحیح، حسن اور ضعیف حدیث ہیں جبکہ یہ بغیر کسی شک و شبہہ کے متواتر ہیں بلکہ علم اصول فقہ میں تحریر شدہ تمام اصطلاحات میں ان سے بھی کمتر پر تواتر کا عنوان صادق آتا ہے (یعنی ان پر تواتر کی شرائط اور اصول مکمل طور پر صادق آتے ہیں)۔ اور جبکہ صحابہ کی سے حضرت مہدی کے بارے میں تصریح کرنے والے مطالب بھی بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس جیسے مواقع پر اجتہاد (یہاں پر نفی کرنے) کا کوئی مقام نہیں ہے۔''

یا اسی کتاب میں ہے:

۲۔

''علامہ محمد بن جعفر الکتانی کہتے ہیں: نتیجہ یہ کہ حضرت مہدی منتظر کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث متواتر ہیں اور اسی طرح دجال اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں وارد ہونے والی بھی متواتر ہیں۔''

۳۔

''علامہ ابو طالب شمس الحق عظیم آبادی کہتے ہیں: میں جانتا ہوں کہ تمام زمانوں میں تمام اہل اسلام کے درمیان مشہور یہ ہے کہ آخر الزمان میں ہر صورت میں اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو ظہور کرنا ہے جو دین کی تائید و نصرت کرے گا، عدل و انصاف کی مدد کرے گا، مسلمین اس کی پیروی کریں گے، اسلامی ممالک پر اپنا تسلط قائم کرے گا اور اسے مہدی کہا جائے گا۔ ان کے بعد (ان کی مخالفت میں) دجال کا خروج کرنا اور جو کچھ اس کے بعد ہوگا قیامت کی شرائط میں سے ہیں جو صحیح حدیث میں ثابت شدہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بعد نازل ہوں گے پھر دجال کو مار دیں گے یا ان کے ساتھ ہی نازل ہوں گے اور پھر دجال کو مارنے میں ان کی مدد کریں گے اور نماز میں حضرت مہدیؑ کی اقتدا کریں گے۔''

"ہمارے محترم شیخ جناب الشیخ عبد المحسن بن حمد العباد البدر (خدا ان کی حفاظت کرے) نے اپنی گراں بہا کتاب عقیدۃ اہل السنۃ والاثر فی المہدی المنتظر (اہل سنت کا عقیدہ، مہدی منتظر کے آثار کے بارے میں) میں ان صحابہ کی تعداد کو شمار کیا ہے جنہوں نے حضرت مہدی کی احادیث کو روایت کیا ہے جو کہ چھبیس (۲۶) صحابہ تک پہنچتے ہیں، اسی طرح ان آئمہ کی تعداد کو بھی جمع کیا ہے جنہوں نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو چھتیس (۳۶) اماموں تک پہنچتے ہیں۔ سنن اربعہ کے اصحاب (نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابو داؤد)، امام احمد اپنی مسند میں، ابن حیان اپنی صحیح میں، حاکم، المستدرک میں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان میں سے ہیں، جیسے کہ ان بعض علماء نے ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت مہدی کی شان میں کتاب تالیف کی ہے اور جنہوں نے حضرت مہدی کے بارے میں احادیث پر تواتر کا حکم لگایا ہے، جیسے کہ بہت سے محقق علماء نے ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے حضرت مہدی کی احادیث سے استدلال کیا ہے اور ان احادیث کے موجود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔"

ڈاکٹر زہیر: ہم نے مان لیا۔

ڈ: ابھی اور بھی ہے، مثال کے طور پر اسی کتاب میں آیا ہے:

۵۔ مختصر البخاری، ص ۳۲۴، حدیث ۱۴۴۰ میں امام بخاری نقل کرتے ہیں:

"کَیفَ کُنتُم اِذا نزل ابنُ مریم فیکم و اِمامکمُ منکم"

"تمہاری کیا حالت ہو گی جب فرزندِ مریمؑ تمہارے درمیان نازل ہو گا اور تمہارا امام تم میں سے ہو"۔

برا نہیں ہے کہ آپؑ کی ان نشانیوں اور معجزات کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔

ش: علامات اور نشانیاں کون سی کتاب میں ہیں؟

ڈ: ابو نعیم اپنی اسی کتاب الساعۃ لاشراط الساعۃ، ص ۸۵ میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حضرت مہدی (عج) کی علامات اور معجزات کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۶۔

"ان کے کندھے پر رسول اکرمؐ کی علامت ہے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اکٹھا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ زمین اپنے پیٹ کے ذخائر کو اگل دے گی جیسے کہ سونے کے ستون۔ اور انؑ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے دل بے نیاز ہو جائیں گے اور زمیں کی برکتیں بڑھ جائیں گی۔ ان کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کعبہ کے دفن شدہ خزانے کو باہر لے کر آئیں گے اور اسے اللہ کی راہ

میں تقسیم کریں گے۔ ان کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے وہ خشک زمین میں کھجور کا درخت رکھیں گے تو پھر وہ سبز ہو جائے گا اور پتے دینے لگے گا۔ اسی طرح ان سے نشانی (معجزہ) طلب کی جائے گی تو وہ آسمان میں ایک پرندے کی طرف اشارہ کریں گے اور (یکدم وہ) ان کے ہاتھوں میں گر پڑے گا۔"

اسی طرح امام ترمذی بھی اپنی سنن، ج ا، ص ۱۷۴ میں "ما جاء فی المهدی" (وہ احادیث جو حضرت مہدی کے بارے میں آئی ہیں) کے ذیل میں کہتے ہیں:

"
-۲۱۵۶

"---

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اختتام نہیں ہوگا مگر یہ کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک فرد عربوں پر حکومت کرلے کہ جس کا نام میرے نام جیسا ہے۔"

ڈاکٹر زہیر: لیکن اس حدیث کے مطابق ان کا نام مہدی نہیں بلکہ محمد ہونا چاہئے۔

ڈ: ان کا اصلی نام وہی ہے لیکن اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ انہیں پہچانیں اور حکومتیں بھی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں، ان کی کنیت اور لقب مشہور ہیں۔

ش: اس دلیل کا تو مجھے کچھ نہیں پتہ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ یہ حدیث ٹھیک ہے اور مہدی بھی بہت زیادہ بولا گیا ہے۔

ڈ: جبکہ کنز العمال، ج ۱۴، ص ۲۶۴ میں ذیل کی احادیث ہیں:

۳۸۶۶۱:----------

"میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص آئے گا کہ جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا، اگر دنیا کا ایک دن سے زیادہ باقی نہ بچا ہوگا تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کردے گا کہ وہ آجائے۔"

۳۸۶۶۲: "المهدی من عترتی من ولدی فاطمۃ"۔

"مہدی میری عترت، فاطمہ کی اولاد سے ہے۔"

۳۸۶۶۵:

"مہدی کی پیشانی نورانی، ناک کھچی ہوئی ہے۔ وہ زمین کو قسط و عدل س اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ جور و ظلم سے بھری ہوئی تھی، وہ ستر سال حکومت کرے گا۔"

۳۸۶۶۶: "المهدی رجل من ولدی، وجهه کالکوکب الدری۔"

"مہدی میری اولاد میں س ایک فرد ہے، اس کی پیشانی درخشاں ستارے کی مانند ہے۔"

ش: ہمیں قبول ہے ڈاکٹر صاحب، میں نے کہا تھا کہ مطالب بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: میں نے یہ سب ڈاکٹر زہیر کے لئے پیش کیا تھا۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر صاحب ہم نے مان لیا کہ آپ کے پاس حضرت مہدی کے لئے بھی بہت زیادہ اسناد ہیں۔

ڈ: ابھی تو سب حدیث کی کتابوں سے تھا جبکہ تفسیر کی کتابوں میں بھی مطالب بہت زیادہ ہیں۔

ش: میں نے کتابوں میں تو دیکھا ہوا تھا لیکن تفسیر میں نہیں دیکھا ہے۔

ڈ: آپ کے مفسرین قرآن مجید کی کچھ آیات کو حضرت مہدیؑ کے متعلق سمجھتے ہیں۔

ش: کون سی آیات؟

ڈ: ملاحظہ فرمائیں:

الجامع لاحکام القرآن، ج ۸، ص ۱۱۱ میں قرطبیؒ سورۂ توبہ کی آیت ۳۳ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

" هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّینِ کُلِّهِ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُونَ "، "وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

وہ کہتے ہیں: "اسلام کی دیگر ادیان پر کامیابی اور غلبہ حضرت مہدی کے قیام کے وقت ہے۔ اس زمانے میں لوگوں کو یا مسلمان ہونا پڑے گا یا جزیہ ادا کرنا پڑے گا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مہدی وہی عیسیٰ ہیں صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحیح احادیث تواتر کے طور پر وارد ہوئی ہیں کہ مہدی پیغمبر اکرم ﷺ کے خاندان سے ہیں۔"

علامہ سیوطی اپنی کتاب الدر المنثور، ج ۱، ص ۲۶۴ میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۴ کے ذیل میں:

" أُولَئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ أَن یَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِینَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَلَهُمْ فِی الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیمٌ"، "ان لوگوں کا حصّہ صرف یہ ہے کہ مساجد میں خوفزدہ ہو کر داخل ہوں اور ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم"۔

وہ لکھتے ہیں: " دنیا میں رسوائی اور ذلت اس وقت آئے گی کہ جب حضرت مہدی قیام کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کرلیں اور انہیں قتل کردیں۔"

تفسیر قرطبیؒ اور تفسیر کشف الاسرار میں بھی اسی مطلب پر تصریح کی گئی ہے۔

حافظ قندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ، ص ۵۱۴ میں سورۂ حدید کی آیت ۱۷ کے ذیل میں:

'' اعْلَمُوا اَنَّ اللهَ یُحِی الاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِها''، ''جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔''۔

وہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اسے قائم (حضرت مہدی) کے ذریعے زندہ کرے گا، پس وہ اس میں عدل وانصاف کریں گے اور اور زمین کو اس کے ظلم کی وجہ سے مرنے کے بعد عدل وانصاف کے ذریعے زندہ کریں گے۔''

اسی طرح اسی کتاب کے ص ۵۱۵ میں سورۂ جن کی آیت ۲۴ کے ذیل میں:

''حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا ''، ''یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے اس عذاب کو دیکھ لیا جس کا وعدہ کیا گیا تھا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور اور کس کی تعداد کمتر ہے۔''

اس طرح بیان کرتے ہیں: اس آیت میں ''مَا يُوعَدُونَ'' (جس کا وعدہ کیا گیا تھا) قائم (حضرت مہدی) اور ان کے اصحاب وانصار ہیں اور جب قائم ظہور کریں گے تو ان کے دشمن کمزور اور ان کی تعداد کمتر ہو گی۔

اسی طرح ص ۵۰۶ میں سورۂ آل عمران کی آیت ۲۰۰ کے ذیل میں:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ''، ''اے ایمان والو صبر کرو. صبر کی تعلیم دو. جہاد کے لئے تیاری کرو اور اللہ سے ڈرو شاید تم فلاح یافتہ اور کامیاب ہو جاؤ۔''

کہتے ہیں: حضت محمد علی الباقرؑ نے اس آیت کے بارے میں ایک حدیث میں بیان کیا ہے: ''فرائض اور واجبات کی ادائیگی پر صبر کرو اور دشمنوں کی ایذارسانی کے مقابلے میں مقاومت سے کام لو اور اپنے امام حضرت مہدی کے ساتھ مرابطہ کرو (جہاد کے لئے کمربستہ ہو جاؤ)۔''

مؤمن الشبلنجی اپنی کتاب نور الابصار، ص ۳۴۹ میں سورۂ ہود کی آیت ۸۶ کے ذیل میں:

''بَقِيَّةُ اللهِ خَيْرٌ لَكُمْ اَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ''، ''بقیۃ اللہ تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مؤمن ہو''۔

وہ لکھتے ہیں: ''جب وہ (حضرت مہدی) ظہور کریں گے تو کعبہ کا اپنا مرکز بنائیں گے اور ان کے ۳۱۳ اصحاب ان سے جا ملیں گے، اس موقع پر آپ اپنے سب سے پہلے کلام میں اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں گے: بقیۃ اللہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لے کر آؤ۔''

علامہ قبیسی اپنی کتاب ماذا فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۴۷-۱۴۵ میں سورۂ تغابن کی آیت ۸ کے ذیل میں:

''فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ''، ''لہٰذا خدا اور رسول اور اس نور پر ایمان لے آؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔''

لکھتے ہیں: حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے کہا ہے: حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا پھر اسے کے آپؐ نے فرمایا: نور مجھ میں ہے اس کے بعد علی میں ہے اور پھر اس کی نسل میں قائم مہدی تک ہے۔''

ش: ان شاء اللہ یہ عالمی حکمران آجائیں گے اور اپنی حکومت سے دنیا کی اصلاح کریں گے۔

ڈ: بنیادی طور پر حکومت کے ذریعے ہی انسانوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب لے کر جایا سکتا ہے، مشہور عربی ضرب المثال کے بقول کہ الناس علیٰ دینِ ملوکھم۔ اگر حاکم سیاست دان اور بے دین ہو تو طبعی طور پر عوام بھی اس کی مانند ہو جائیں گے کیونکہ وہ تبلیغ کر سکتا ہے۔

ش: یہ ٹھیک ہے۔

ڈ: اسی لبنان کا مقایسہ کریں۔ ایک وقت تھا کہ جب یہ دنیا کے مالدار عربوں کے عیش و نوش کی جگہ تھی لیکن آج جہاد اور مقاومت کا مرکز ہے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: صرف عرب مالداروں کے عیش و نوش کی جگہ نہیں بلکہ یورپی سیاحوں کے عیش و نوش کی جگہ تھی۔

ڈ: لیکن آج اسرائیل سے مقابلے کی علامت بن گیا ہے۔

ش: الحمد للہ، الحمد للہ۔ آج ہم نے حضرت مہدیؑ کو بھی بہتر طور پر پہچان لیا۔

ڈ: عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ اگر اجازت دیں تو میں چلتا ہوں۔

ش: خدا حافظ، کل آپ کی زیارت ہو گی۔

۷ ذی الحجہ کا دن (جمعہ)

ہم نے ایک بار پھر شیخ صاحب کے ہوٹل میں بیٹھنے کا طے کیا اور ظہر کی نماز کے بعد وہاں چلے گئے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے ہماری گفتگو شروع ہو گئی۔

ڈ: گفتگو شروع کرنے سے پہلے میں سوال کرنا چاہ رہا ہوں کہ امامِ کعبہ کے آج کے جمعہ کے خطبوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے تھی؟

ش: آپ کی کیا رائے تھی؟

ڈ: میری نظر میں یہ لوگ سمجھ گئے ہیں کہ اہل بیتؑ کی طرف لوگوں توجہ زیادہ ہو گئی ہے اور انہوں نے اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں باتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔

ش: اتنا ہی کہ یہ لوگ بھی اہل بیتؑ تک پہنچ گئے ہیں شکر کرنے کا مقام ہے کیونکہ کسی بھی اسلامی ملک میں اہل بیتؑ کی نسبت اس قدر بغض نہیں رکھتے ہیں۔ میں نے مصر میں لوگوں کے اہل بیتؑ کے ساتھ عشق کو دیکھا ہوا ہے۔

ڈ: ہر جگہ اسی طرح ہے۔ صرف سعودی عرب اور پاکستان میں لوگ اہل بیت کی نسبت تھوڑے کم لطف ہیں۔ وہ بھی وہابیت کی وجہ سے ہے جو کہ پاکستان میں بھی نفوذ کر چکی ہے۔

ش: چلیں چھوڑیں، ہماری گفتگو کے تسلسل کیا ہوا؟ ہمیں وقت تلف نہیں کرنا چاہئے۔

ڈ: آپ کی خدمت میں ہوں تو وقت تلف نہیں ہوتا ہے۔

ش: لیکن مجھے ڈر لگا ہوا کہ ہمارے پاس وقت کم پڑ جائے گا اور ہم خلافت کی بحث تک نہ پہنچ سکیں گے۔

ڈ: اچھا تو آج آپ اتفاق کرتے ہیں کہ ہم خلافت کی بحث شروع کر دیں۔

ش: الحمد للہ آپ نے مان لیا کہ خلافت کی بحث میں وارد ہو جائیں۔

خلافت کی بحث

ڈ: بسم اللہ شروع کریں۔

ش: تو پھر برائے مہربانی خلفائے راشدین کی خلافت کے بارے میں آپ اپنی رائے بیان کریں۔ کیا آپ مانتے ہیں یا نہیں؟

ڈ: اس کام کے لئے آپ کے ہوٹل میں ایک اچھا موقع ہے، خاص طور پر جناب عالی کے علاوہ دوسرے احباب بھی ہیں اور خاص کر شیخ عثمان ابو بکر صاحب کہ جو مصر کے علماء اور الازہر کے اساتذہ میں سے ہیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ خلافت کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

ش: الحمد للہ۔

ڈ: لیکن پہلے خلافت کی بحث کے متعلق میرے کچھ نکات ہیں جنہیں میں علیحدہ سے پیش کرتا ہوں پھر اس کے بعد ہم نتیجہ گیری کریں گے۔

ش: ان کی فہرست بیان کر سکتے ہیں۔

ڈ: میں عرض کرتا ہوں لیکن اس مرحلے کے اختتام تک ہم ہر بحث کے آخر میں نتیجہ گیری نہیں کریں گے۔

ش: آپ فہرست بیان کیجئے۔ البتہ اگر ایک بحث کے آخر میں نتیجہ گیری بھی ہو جائے تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ شاید بہتر بھی ہو کہ ہر بحث کے آخر میں ہم نتیجہ گیری کر لیں۔ لہٰذا آپ فہرست بیان کیجئے۔

ڈ:

۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء میں فرق

۲۔ خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ کار میں اختلاف

۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد خلفاء کی تعداد

۴۔ صحابہ کرامؓ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ انتخاب نہ کرنے پر اعتراض

۵۔ حضرت علیؑ کی بقیہ خلفاء پر افضلیت

۶۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کو خلافت سے حذف کرنے کے نتائج

۷۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی اپنے بعد خلافت علیؑ کی وصیت و تاکید

۸۔ غدیر خم

ش: اچھا تو فرمائیں۔

ڈ: میں مختصر بیان کروں گا، لیکن ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک دن درکار ہے۔

ش: آپ بیان کیجئے۔

۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء میں فرق

ڈ: پہلے ایک سوال پوچھ لوں۔ آپ کی اجازت ہے۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: کیا پیغمبر اکرمؐ نے اپنے لئے جانشین مقرر کیا تھا یا نہیں؟

ش: خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔

ش عثمان ابو بکر: البتہ جب پیغمبر اکرم ﷺ بیمار تھے تو حضرت ابو بکر نے مسجد النبی میں آپؐ کی بجائے نماز پڑھائی تھی اور کیونکہ آنحضرتؐ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اس پر راضی تھے کہ وہ خلیفہ بن جائیں۔

ش: البتہ یہ بات خلیفہ کے تعین کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

ڈ: بالآخر آپ دو بزرگ حضرات مجھ پر واضح کریں کہ خلیفہ متعین کیا تھا یا نہیں؟

ش: متعین نہیں کیا تھا۔

ڈ: اچھا تو اب میری ایک عجیب رائے ہے جسے سن کر شاید آپ تعجب کریں۔

ش: کیسی رائے؟

ڈ: یہ میری رائے نہیں ہے بلکہ درحقیقت آپ لوگوں کی رائے ہے لیکن اگر میں آپ لوگوں کی رائے کا تجزیہ کرنا چاہوں تو یہ رائے عجیب ہو جاتی ہے۔

ش: آخر ہماری رائے ہے یا آپ کی؟ طے پایا تھا کہ آپ اپنی رائے بیان کریں گے۔

ڈ: رائے، رائے ہے میری ہو یا آپ کی ہو یا کسی اور کی ہو لیکن یہ آپ کے اعتقادات میں سے ہے۔

ش: یہ رائے کیا ہے؟

ڈ: میری نظر میں آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خلفاء پیغمبر اکرمؐ سے زیادہ عاقل تر تھے اور امت کے لئے زیادہ دلسوز تھے۔

ش: نعوذ باللہ۔ ہمارا کب ایسا کوئی عقیدہ ہے۔ آپ نے کہاں پر ایسی کوئی بات دیکھی ہے؟ آج کے دن تک جو ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے، آپ نے ہماری جانب سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی تھی۔ یہ بات کہاں سے نکلی ہے۔ ہم تو خلفاء کو پیغمبر اکرمؐ کی ردیف میں بھی نہیں سمجھتے ہیں چہ جائیکہ آپؐ سے عاقل تر اور دلسوز تر سمجھیں۔

ڈ: آپ غصہ کیوں ہوگئے ہیں۔ آپ کو یاد ہے اپنی ملاقات کے شروع کے دنوں میں، مَیں نے کہا تھا کہ ہم نے آپ جیسے افراد کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خانَ الامینُ یعنی حضرت جبرائیلؑ نے خیانت کی اور پیغامِ الٰہی، حضرت علیؑ کو دینا چاہئے تھا کہ انہوں نے خیانت کی اور پیغمبر اکرمؐ کو دے دیا۔ ہم نے تو برا نہیں منایا تھا بلکہ ثابت کیا تھا کہ ایسی بات سراسر غلط ہے۔ آپ غصہ نہ ہوں، اگر میں نے غلط کہا ہے تو مستند بیان فرمائیں کہ میری بات غلط ہے۔ لیکن اگر میں نے ثابت کر دی تو معمول کے مطابق آپ مان لیجئے گا۔

ش: اچھا آپ بیان کریں، ہم پیغمبر اکرمؐ کو عاقل تر کیوں نہیں سمجھتے ہیں۔

ڈ: میری دلیل یہ ہے کہ آپ کی کتابوں کے مطابق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے چونکہ یہ سوچا کہ امت مسلمہ بغیر رہبر کے نہیں ہو سکتی اور رہبر کی محتاج ہے لہٰذا ان کی عقل اور دلسوزی اتنی زیادہ تھی کہ جس کی بنا پر انہوں نے اس انداز میں عمل کیا کہ ان کے انتقال کے بعد لوگ متفرق اور پراگندہ نہ ہوں، لہٰذا اپنے لئے ایک جانشین مقرر کر دیا۔

ش: اچھا تو یہ پیغمبر اکرمؐ کی بہ نسبت خلفاء کے عاقل تر ہونے کی کوئی دلیل ہے؟

ڈ: آپ کہتے جو ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ کام نہیں کیا یعنی اپنے لئے خلیفہ متعین نہیں کیا تھا۔

ش: تو پتہ چل گیا کہ آپ نے حملہ شروع کر دیا ہے۔ طے پایا تھا کہ خلفاء کے بارے میں آپ اپنی رائے بیان کریں گے، یہ تو خلفاء پر حملہ ہو گیا ہے۔

ڈ: حملہ نہیں ہے، میں نے اس عقلی بات سے آغاز کیا ہے کہ آپ برادرانِ اہل تسنن کی نظر میں پیغمبر اکرمؐ کے خلفاء آپؐ سے زیادہ عاقل تر ہیں۔

ش: جیسا کہ شیخ عثمان نے کہا تھا پیغمبر اکرمؐ نے یہ کام کیا تھا یعنی اپنے جانشین کو متعارف کروایا تھا لیکن آپؐ کا یہ کام صراحت کے ساتھ نہیں تھا۔

ڈ: کہاں متعارف کروایا تھا؟ کچھ لمحے پہلے خود آپ نے ہی کہا تھا کہ متعین نہیں کیا تھا۔

ش: صراحت کے ساتھ نہیں کیا تھا لیکن ضمنی طور پر متعین کیا تھا۔

ڈ: یہی جو پیغمبر اکرمؐ نے صراحت نہیں کی اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے صراحت سے کام لیا، ان کے عاقل تر ہونے کی دلیل ہے۔

ش: نعوذ باللہ آپ نہ دھرائیے، ایسا نہیں ہے۔

ڈ: آپ اس عمل کر رہے ہیں اور پھر فرما رہے ہیں کہ اس کی بات نہ کریں۔

ش: لیکن ہمارا کہنا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کو صریح طور پر خلیفہ متعین کرنے کی فرصت نہیں ملی لیکن حضرت ابو بکر اور حضرت عمر چونکہ جانتے تھے کہ حالت موت میں ہیں لہٰذا انہوں نے جانشین متعین کر دیا۔ البتہ حضرت عمر نے جانشین متعین نہیں کیا، شوریٰ بنائی تھی کہ خلیفہ متعین کرے۔

ڈ: یعنی پیغمبر اکرمؐ نہیں جانتے تھے کہ حالتِ موت میں ہیں لیکن حضرت ابو بکر جانتے تھے اور خلیفہ بھی متعین کر دیا تھا۔

ش: کیونکہ بیمار ہو گئے تھے اور جانتے تھے کہ انتقال ہو جائے گا لہٰذا انہوں نے اپنے بعد حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا۔

ڈ: پس جس بات کا حضرت ابو بکر کو خیال آیا تھا پیغمبر اکرمؐ کو اس کا خیال نہیں آیا تھا؟

ش: حضرت ابو بکر نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد خلیفہ کو متعین کرنے کے اپنے تجربہ اور اپنے ساتھ پیش آنے والے مسئلے کی بنا پر خلیفہ مقرر کیا کہ کہیں کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو۔

ڈ: نعوذ باللہ پہلے کہہ دیتا ہوں کہ آپ نہ دھرائیں۔ پس نعوذ باللہ پیغمبر اکرمؐ نے غلطی کی جو خلیفہ مقرر نہیں کیا اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف پڑ گیا جبکہ حضرت ابو بکر نے اس غلطی کو دھرانا نہ چاہا اور حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔

ش: اچھا تو ٹھیک ہے۔ اس میں کیا مسئلہ ہے؟

ڈ: اس بات میں مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے تو جن کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الهَوىٰ، غلطی کی ہے اور خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے لیکن حضرت ابو بکر جو ایک صحابی ہیں، ایسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں، اس کا مطلب ہے نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ۔ یعنی اس حصے میں حضرت ابو بکر، پیغمبر اکرمؐ سے بڑھ کر ہیں۔

ش: اچھا تو آپ نے یہاں سے آغاز کیوں کیا؟

ڈ: اس لئے کہ میں اس سوچ کا مخالف ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نہ صرف خلفاء سے زیادہ عاقل تر تھے بلکہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اور اسی لئے آپؐ نے بھی اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

ش: کہاں خلیفہ مقرر کیا تھا؟ ہمیں صریح طور پر خلیفہ مقرر کرنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

ڈ: صریح طور پر مقرر کرنے کے آثار پائے جاتے ہیں۔

ش: [مسکراتے ہوئے] میرا اندازہ ہے کہ آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ غدیر خم میں، مگر پیغمبر اکرمؐ نے غدیر خم میں فرمایا تھا کہ ہم حضرت علیؑ کو دوست رکھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ آنحضرتؐ نے انہیں اپنے خلیفہ کے طور پر متعارف کروایا ہو۔

ڈ: یہ ایک بنیادی بحث ہے۔ خوش قسمتی سے کمپیوٹر بھی ہے۔ آپ کی اسناد بھی ہیں۔ بہتر ہے کہ میں اس موضوع کی بعد میں آپ کی اسناد سے وضاحت کروں۔

ش: ان شاء اللہ دیکھتے ہیں۔ میں منتظر ہوں۔ لیکن مانتا ہوں کہ پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے خلیفہ کا تعین نہ کرنا ایک قابل غور نکتہ ہے۔

۲۔ خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ کار میں اختلاف

ڈ: میں ایک دوسرا سوال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر ہم فرض کریں پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ کا انتخاب ہونا ضروری تھا اور آنحضرتؐ بھی نے یہ کام انجام نہیں دیا تو خلفاء نے اس سلسلے میں کیا حکمت عملی اپنائی؟

ش: مشکل کس چیز میں ہے؟

ڈ: مشکل یہ ہے کہ برادران اہل تسنن کی معتبر تاریخ کے مطابق خلیفہ کے انتخاب کے چار طریقہ کار ہیں۔

۱۔ حضرت ابو بکر کا انتخاب جو سقیفہ بنی ساعدہ کی شوریٰ کے ذریعے انجام پایا تھا۔

۲۔ حضرت عمر کا انتخاب جنہیں حضرت ابو بکر نے انتخاب کیا اور کسی شوریٰ کا وجود نہیں تھا۔

۳۔ حضرت عثمان کا انتخاب جو شوریٰ کے ذریعے انجام پایا، وہ شوریٰ جو حضرت عمر نے انتخاب کی تھی۔ خلیفہ کا انتخاب اس بات سے مشروط تھا کہ اگر آراء مساوی ہوں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جس کسی کو رائے دیں گے وہ خلیفہ ہوگا اور حضرت عثمان انتخاب ہوئے۔

۴۔ حضرت علی کا انتخاب جنہیں عوام کے ذریعے اور ان کے تقاضا پر انتخاب کیا گیا۔

آپ یہ بیان فرمائیں کہ ان طریقوں میں سے کون سا صحیح ہے۔ پہلا شوریٰ، دوسرا ایک شخص کا انتخاب، تیسرا مشروط شوریٰ اور چوتھا عوام کا انتخاب؟

ش: ٹھیک ہے، طریقہ کار مختلف ہیں لیکن وہ سب صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام کا فیصلہ جو تھا اور انہوں نے حالات کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

ڈ: کیا صحابہ نے یہ مختلف انتخاب دینی تعلیمات کی روشنی میں انجام دیے تھے یا اپنے ذاتی سلیقے کی بناپر؟

ش؛ زیادہ تر سلیقے کی بناپر تھے۔

ڈ: کیا خلیفہ کے تعین جیسے ایک اہم کام میں سلیقے کی بنیاد پر عمل کیا جاسکتا ہے یا اسے احکام الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ہونا چاہئے۔

ش: پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے کوئی راستہ متعارف نہیں ہوا کہ جس کی وہ پیروی کرتے۔

ڈ: متعارف ہوا تھا لیکن انہوں نے اسے نہیں اپنایا۔

ش: غدیر کی بات کر رہے ہیں؟

ڈ: جی ہاں، اس بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟

ش: کس طرح، غدیر کے ذریعے؟

ڈ: ہر خلیفہ اپنے بعد والے خلیفہ کو متعارف کرواتا۔ لیکن مسئلہ تھا کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ یہ طریقے غلط ہیں۔ کیونکہ دوسری حدیثوں سے میل نہیں رکھتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے خلفاء کو متعارف کروادیا تھا۔

ش: اس سلسلے میں ہمارے پاس کون کون سی احادیث ہیں؟

ڈ: خلفاء کی تعداد والی احادیث۔

ش: کون سی احادیث؟

۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے خلفاء کی تعداد

ڈ: حدیث ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہیں۔

ش: میں نے خلیفہ کے عنوان سے بارہ کی تعداد بہت زیادہ سنی ہے اور دیکھا بھی ہے۔

ڈ: یہ دیکھیں اسناد کس قدر زیادہ ہیں۔ پہلے صحیح بخاری، حدیث ۶۶۸۳ اور صحیح مسلم، حدیث ۳۳۹۶ سے اصل حدیث:

''لا یزال هذا الامر عزیزاً ینصرون علی من ناواهم، علیه اثنی عشر خلیفۂ کلهم من قریش۔''

''یقیناً اسلام سربلند ہوگا بذریعہ۔۔۔۔۔۔ بارہ خلفاء جو سب کے سب قریش سے ہیں۔''

کمپیوٹر میں ملاحظہ فرمائیں۔ مختلف کتابوں میں تیس طریقوں سے ہے جبکہ ان میں سب سے زیادہ اہم صحیح مسلم اور بخاری ہیں جن کا مضمون وہی ہے۔ صحیح مسلم میں ایک اور حدیث بھی ہے: ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵:

"لایزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنی عشر خلیفۂ کلھم من قریش۔"

"میری امت کا امر پائدار رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں کہ سب کے سب قریش سے ہیں۔"

کچھ احادیث جیسے کہ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ۳۶۶۵ میں "بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر" کی تعبیر بھی آئی ہے۔

ش: صحیح ہے۔

ڈ: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے لیکن فتح الباری فی شرح الصحیح البخاری، ج ۳، ص ۱۸۳ میں حکومت اور امیری کی بات ہے اور آخر میں ایک قید ہے جو کہ اہم ہے۔

"یکون من بعدی اثنی عشر امیراً کلھم من قریش، کلھم یعمل بالھدی و دین الحق۔"

"میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہیں اور سب کے سب ہدایت اور دینِ حق (اللہ تعالیٰ) کے مطابق عمل کریں گے۔"

ش: بڑی دلچسپ بات ہے آپ نے ان کو جمع کیا ہے۔

ڈ: البتہ صواعق محرقہ، ج ۱، ص ۵۶؛ المطالب العالیۃ لابن حجر، ج ۱۳، ص ۴۹۰، حدیث ۴۶۰۸، عمدۃ القاری فی شرح الصحیح البخاری، ج ۳۵، ص ۳۲۸؛ فتح الباری فی شرح الصحیح البخاری، ج ۱۳، ص ۲۱۳؛ فیض القدیر، ج ۲، ص ۵۸۳؛ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۷، ص ۴۷۳، حدیث ۲۸۹۴، بہر حال آپ آخر تک دیکھ لیں۔ سولہ (۱۶) اسناد ہیں سب نے کہا ہے کہ:

"لا یھلک ھذہ الامۂ حتی یکون منھا اثنا عشر خلیفۂ کلھم یعمل بالھدی و دین الحق۔"

"یہ امت جب تک بارہ خلیفہ جو کہ سب کے سب ہدایت اور دینِ حق کے مطابق عمل کریں گے اس میں سے ہوں گے، ہلاک نہیں ہو گی۔"

ش: مان لیا ہم نے بارہ کو شروع سے مان لیا۔

ڈ: بہت بہتر آپ مانتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے "بارہ خلیفہ" فرمایا ہے۔

ش: جی ہاں۔

ڈ: آپ مانتے ہیں کہ ان بارہ کو پیغمبر اکرمؐ کا حقیقی خلیفہ ہونا چاہئے اور بغیر خطا یا حداقل کم خطا ہوں۔

ش: جی ہاں لیکن خود پیغمبر اکرمؐ کی طرح نہیں، یقیناً ان میں چھوٹی خطائیں ہیں۔

ڈ: پیغمبر اکرمؐ کی طرح تو نہیں لیکن کم از کم اہلِ گناہ نہ ہوں۔

ش: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔

ڈ: بہت بہتر چلیں دیکھتے ہیں برادران اہل تسنن کی نگاہ میں بارہ خلیفہ کون لوگ ہیں۔

ش: جی ہاں دیکھتے ہیں۔

ڈ:

۱۔ حضرت ابو بکر

۲۔ حضرت عمر

۳۔ حضرت عثمان

۴۔ حضرت علی

۵۔ حضرت حسن بن علی

۶۔ معاویہ بن ابی سفیان

۷۔یزید بن معاویہ

۸۔ معاویہ ثانی (یزید کا بیٹا)

۹۔ مروان بن حکم

۱۰۔ عبد الملک بن مروان

۱۱۔ ولید بن عبد الملک

۱۲۔ سلیمان بن عبد الملک

ش: ٹھیک ہے۔ یہی ہیں۔

ڈ: اچھا تو یہ فرمائیں کہ معاویہ، یزید، مروان بن حکم اور بقیہ یہاں تک کہ ان کے بعد والے بھی عمر بن عبد العزیز تک، پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ ہو سکتے تھے۔ خاص طور پر حدیث کی آخری قید کے پیش نظر کہ یعمل بالھدی و دین الحق۔

ش: ان میں خامیاں تھیں لیکن انہیں صحابہ کرام نے انتخاب کیا تھا۔

ڈ: انتخاب کی بنیاد صحابہ کرام ہیں یا پیغمبر اکرمؐ کی خلافت کے لئے لیاقت اور صلاحیت؟

ش: نہیں، صلاحیت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

ڈ: اچھا تو یہ فرمائیں کہ کیا یزید کہ جس نے اتنے سارے جرائم اور برے کام کئے یا معاویہ کہ جس نے مسلمانوں کے منتخب شدہ خلیفہ سے جنگ کی یا مروان بن حکم کہ جو حضرت علیؑ کے خلاف جنگ میں تھا، یہ سب پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں، اگرچہ بعض برادران اہل تسنن انہیں ملوک (بادشاہ) کہتے ہیں اور یہ خاص طور پر مسلم اور بخاری کی حدیث کے آخری حصے کے مطابق ہے۔

ش: ان میں خامیاں تھیں۔

ڈ: بات خامیوں سے بڑھ کر ہے، خلیفہ نے خلیفہ کے خلاف جنگ لڑی ہے جیسے کہ معاویہ جس نے حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کی۔ ان میں سے کون خلیفہ ہیں؟ جناب شیخ صاحب دیکھیں معاویہ کون ہے۔ اس کا باپ ابو سفیان ہے جس نے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ کئی جنگیں کیں کہ جن میں

سے بعض میں معاویہ بھی تھا۔ اس کی ماں ہندہ ہے جس نے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ کیا ایسا کوئی بیٹا پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ ہو سکتا ہے؟

ش: انہوں نے توبہ جو کر لی تھی اور اسلام لے آئے تھے۔

ڈ: توبہ کر لی تھی اور اسلام لے آئے تھے ٹھیک۔ مسلمان بن سکتے ہیں لیکن پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ بھی بن سکتے ہیں؟

ش: مع الاسف یہ باتیں صحیح ہیں۔

ڈ: جناب شیخ صاحب آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمار یاسر کے بارے میں یہ معروف حدیث آپ کی تمام کتابوں میں ملتی ہے، خاص طور پر صحیح بخاری، حدیث ۴۴۸ اور ۲۶۰۱؛ صحیح مسلم، حدیث ۵۱۹۲ اور ۵۱۹۳ اور مسند امام احمد، ج ۱۳، ص ۲۴۹، حدیث ۶۲۱۱ کہتے ہیں:

"ویح عماراً تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الله و يدعونه الى النار۔"

"وائے ہو عمار پر کہ اسے ایک باغی (دین سے خارج) گروہ قتل کرے گا جبکہ وہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے گا اور وہ اسے آگ (جہنم) کی طرف بلائیں گے۔"

ش: جی ہاں حدیث کی اکثر کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔

ڈ: تو پھر ہم اپنے آپ کو دھوکہ نہ دیں اور اپنے ساتھ سچے رہیں۔ معاویہ جو کہ پیغمبر اکرمؐ کے بقول باغی اور دین سے باہر جانے والے گروہ کا حصہ ہے، پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔

ش: مع الاسف ٹھیک ہے، نہیں ہو سکتا۔

ڈ: شیخ صاحب کمپیوٹر میں دیکھیں یہ حدیث ایک سو ستر سے زیادہ بار ذکر ہوئی ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے بھی معاویہ کے ساتھ حضرت عمار یاسر کے باغی گروہ کے ہاتھوں شہید کئے جانے کی بات کی ہے اور معاویہ جواب میں کہتا ہے کہ علیؑ باغی ہیں کیونکہ انہوں نے عمارؓ کو جنگ کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ حضرت علیؑ نے بھی اس کے جواب میں کہا تھا کہ تو پھر حضرت حمزہؓ کو بھی ابو سفیان کے لشکر نے نہیں بلکہ پیغمبر اکرمؐ نے مارا تھا کیونکہ انہیں آنحضرتؐ جنگ کے لئے لائے تھے۔

ش: ہم صرف شروع کے چار خلفاء یعنی خلفائے راشدین کو حقیقی خلیفہ کہتے ہیں۔

ڈ: لیکن پیغمبر اکرمؐ کے بارہ خلفاء کا کیا بنے گا؟

ش عثمان: میں نے الازہر میں بارہا الازہر کے طلاب کو بارہ خلفاء کے بارے میں گفتگو کرتے دیکھا ہے اور کسی نے کبھی بھی انہیں کوئی ڈھنگ کا جواب نہیں دیا ہے۔

ڈ: کوئی جواب ہی نہیں ہے کہ دیں۔ بھلا یزید کیا پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ ہو سکتا ہے!

ش: ہم ان بارہ پر کوئی زیادہ توجہ نہیں دیتے ہیں۔

ڈ: لیکن ان بارہ کی شناخت کروانا بہت ضروری ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی صحیح حدیث ہے۔

ش: میں اقرار کرتا ہوں کہ ان بارہ خلفاء کے درمیان صالح اور پیغمبر اکرمؐ کی خلافت کے لائق انسان نہیں تھے۔

ڈ: تو لہٰذا ہمیں دوسرے بارہ افراد کو تلاش کرنا پڑے گا۔

ش: وہ کہاں ہیں؟

ڈ: شیعوں کے بارہ امامؑ کہ جن کے بارے میں بعد عرض کروں گا۔

ش: میں اس کا منتظر ہوں۔

ڈ: کمپیوٹر میں دیکھیں علامہ سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء، ص ۸ سے ۱۲ میں ایک اور استدلال کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ بارہ افراد پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ نہیں ہو سکتے ہیں، کہتے ہیں: ''انّ المرادَ وجودُ اثنی عشر خلیفۂ فی جمیع مدّۂِ الاسلامِ''، ''مراد یہ ہے کہ اسلام کی پوری مدت میں بارہ خلفاء کا وجود ہے'' اور پھر مزید کہتے ہیں کہ چار خلفائے راشدین، معاویہ، حضرت زبیر کے دو بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز مل کر ۸ افراد بنتے ہیں اور دوسرے چار افراد مستقبل میں آئیں گے۔

ش: چلیں کوئی نتیجہ نکال لیتے ہیں اور اس بحث کا اختتام کر دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس حدیث میں مذکور پیغمبر اکرمؐ کے بارہ خلیفہ وہی بارہ افراد نہیں ہو سکتے جنہوں نے خلافت کی ہے یزید کو پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

ش عثمان: مجھے تو اس کے باپ پر بھی خدشات ہیں۔

ڈ: مجھے ان دونوں پر خدشات ہیں۔

ش: آپ کو پورے بارہ پر خدشات ہیں۔

ڈ: دس افراد پر کیونکہ حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ کو ہم قبول کرتے ہیں۔

ش: ہم بھی مانتے ہیں، بہت زیادہ قبول کریں تو پانچ افراد ہیں۔

ش عثمان: میرے خیال میں شیخ ابراہیم کے دل کی گہرائیوں میں وہی دو افراد ہیں۔

ڈ: اچھا تو اگر آپ اتفاق کریں تو ختم کرتے ہیں، بقیہ کو عرفات میں شبِ عرفہ میں انجام دے لیں گے۔

ش: بہتر ہے۔ مجھے اتفاق ہے۔

۸ ذی الحجہ کا دن

آج غروب کے بعد ہم سب عرفات چلے گئے، در نہایت شیخ صاحب کو ان کے احباب کے ساتھ ڈھونڈ لیا اور پھر میدان عرفات میں عرفاتی سلام دعا کے بعد تھوڑا ٹہلتے رہے اور پھر۔۔۔۔۔

ش: آج رات مختصر سی گفتگو کر لیتے ہیں۔ عرفہ کی رات علمی گفتگو کرنا ثواب ہے۔

ڈ: اگر اتفاق کریں تو یہیں ہمارے خیمے کے باہر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ بقیہ کو اعمال کے بعد کے لئے رکھ دیتے ہیں۔

ش: ٹھیک ہے۔

ڈ: میں بھی موافق ہیں۔

ش: بسم اللہ۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ انتخاب نہ کرنے پر اعتراض

ہم میدان عرفات کے ایک گوشے میں آگئے اور ہماری گفتگو شروع ہو گئی۔

ڈ: بہت بہتر، ہم نے دیکھا کہ خلفاء کو انتخاب کرنے کے مختلف طریقے صحیح نہیں تھے کیونکہ اشارہ ہوا کہ خلفاء کو کس طرح انتخاب کیا گیا تھا۔

ش: جی ہاں ہم نے قبول کیا تھا کہ اس میں خامیاں تھیں۔

ڈ: اگلا نکتہ کچھ صحابہ کرامؓ کا خلیفہ اول کے انتخاب پر اعتراض ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ کس بنا پر تھا۔

ش: قدرتی سی بات ہے کہ کچھ صحابہ مخالفت کریں۔

ڈ: ممکن ہے کہ کچھ عام صحابہ کی مخالفت کوئی مسئلہ نہ ہو لیکن اگر یہ اصلی صحابی ہوں تو پھر کیا ہو گا؟

ش: اس بات کو میں مانتا ہوں۔

ش: جی ہاں ان میں سے کچھ صحابہ پیغمبر اکرمؐ کے قریبی افراد میں سے بھی تھے۔

ڈ: یہ افراد صرف قریبی ہی نہیں تھے ،برجستہ ترین صحابہ میں سے تھے۔

ش: برجستہ ترین کیوں؟

ڈ: میں ان میں سے ہر ایک کے اسامی بیان کرتا ہوں آپ ان کے فضائل سے واقف ہیں اور دیکھ لیں گے کہ برجستہ ترین صحابہ میں سے ہیں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: آپ کی کتابوں میں موجود اسناد کی بناپر ذیل کے افراد نے حضرت ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ یہ اسامی بلاذری، ابن حجر اور یعقوبی کی تاریخ میں ہیں، البتہ کچھ افراد صحاح میں بھی ہیں کہ جنہیں ہم دیکھ لیں گے۔ اور تقریباً متفق علیہ ہے۔

۱۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ

۲۔ حضرت فاطمہ زہراؑ

۳۔ حضرت سلمان فارسیؓ

۴۔ حضرت ابوذر غفاریؓ

۵۔ حضرت زبیر بن عوامؓ

۶۔ حضرت مقداد بن اسودؓ

۷۔ حضرت طلحہؓ

۸۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ

۹۔ حضرت فضل بن عباسؓ

۱۰۔ حضرت سعد بن عباسؓ

۱۱۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ

۱۲۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ

۱۳۔ حضرت قیس بن سعدؓ

۱۴۔ حضرت خالد بن سعیدؓ

۱۵۔ حضرت سہل بن حنیف انصاریؓ

۱۶۔ حضرت عثمان بن حنیف انصاریؓ

۱۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ

۱۸۔ حضرت براء بن عازبؓ

۱۹۔ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ

۲۰۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ

ش: البتہ یہ سب اہم شخصیات ہیں اور شاید ان کو توقع تھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں انہیں دخالت حاصل ہو گی لیکن یہ بات کہ انہوں نے مخالفت کی تھی، صحیح ہے۔

ڈ: انہیں دخالت حاصل نہ ہونے پر اعتراض نہیں تھا۔ ان کا اعتراض خلیفہ پر تھا کیونکہ ان کی اکثریت خلیفہ سے برتر تھی۔

مثال کے طور پر مسند امام احمد میں اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

مسند احمد، مسند عمر بن خطاب، ج ۱، ص ۳۷۲، حدیث ۳۶۸:

"----------"

"----------"

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: ہم حج کے سفر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے اور ۔۔۔۔۔ حضرت عمر نے کہا: اگر زندہ رہا اور مدینہ واپس پہنچا تو نماز جمعہ کے موقع پر لوگوں سے کچھ باتیں کہوں گا۔ پس وہ مدینہ آئے تو جمعہ کے دن مؤذن کے خاموش ہونے کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔۔۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ۔۔۔۔۔۔ ابو بکر کی بیعت لغزش تھی اور اللہ عزوجل نے ہمیں اس کے شر سے بچایا۔ آج تمہارے درمیان کوئی ابو بکر کی طرح نہیں ہے جو گردنیں مارے اور ہماری خبروں میں تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو علیؑ، زبیر اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ تھے، فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کے گھر میں رہتے ہوئے مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں سارے کے سارے انصار نے ہماری مخالفت کی اور مہاجرین نے ابو بکرؓ کے گرد گھیرا لگا لیا۔۔۔"

لہٰذا اس سند سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر کے ساتھ صرف کچھ مہاجرین یا اہل بیتؑ نے مخالفت نہیں کی تھی بلکہ انصار کی ایک بڑی تعداد نے بھی ان کی مخالفت کی تھی۔

ش: جی ہاں حضرت عمر کا یہ خطبہ مسند امام احمد بن حنبل کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی ہے لیکن وہ میرے حافظے میں نہیں ہے کہ اس کا حوالہ دے سکوں۔ لیکن آخر کار ان سب نے بیعت کر لی تھی۔

ڈ: جی ہاں، بیعت کر لی تھی لیکن تخویف و تہدید کے دباؤ کے تحت اور افراتفری کے سبب ورنہ ہم نہیں جانتے کہ ان کچھ لوگوں میں سے جو حضرت فاطمہؑ کے گھر میں تھے یا مہاجرین و انصار اور ان میں سے بھی جو سقیفہ بنی ساعدہ میں تھے، کن کن لوگوں نے بیعت کی تھی۔

ش: آخر صحابہ کی ایک تعداد راضی تھی اور جو اکثریت میں بھی تھے، کچھ مخالف بھی تھے کہ جو اقلیت میں تھے۔

ڈ: کیا یہ لوگ جو حضرت فاطمہؑ کے گھر میں تھے سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود لوگوں سے افضل و برتر تھے یا نہیں؟ چلیں اس حدیث کی طرف پلٹتے ہیں جو میں نے پہلے پیغمبر اکرمؐ کے نیک اور اچھے صحابہ کے بارے میں دکھائی تھی، یہ دیکھیں مسند امام احمد، ج ۴۶، ص ۴۴۲، حدیث ۲۱۸۹۰:

"----------"

"----------"

"۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل میرے اصحاب میں سے چار اشخاص کو دوست رکھتا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ انہیں دوست رکھتا ہے اور مجھے امر کیا ہے کہ انہیں دوست رکھوں۔ [اصحاب نے] کہا کہ یا رسول اللہؐ وہ کون ہیں؟ فرمایا: علیؑ ان میں سے ہیں اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور مقداد بن اسود کندی۔"

آپ مانتے ہیں کہ یہ سقیفہ کے اراکین سے افضل و برتر تھے؟

ش: جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا یہ صحابہ کرام کے اجتہادی اختلافات تھے اور آپ کے استدلال کے پیش نظر ہم نے مان لیا تھا کہ ہماری توجیہات ٹھیک نہیں ہیں۔ ہمارے پاس کئی ایک صراط مستقیم نہیں ہیں کہ صحابہ جہاں چاہیں اجتہاد کرلیں اور سب کے سب ٹھیک بھی ہوں۔

ڈ: تمام کے تمام صحاب کی عدم عدالت اور ان کی پیروی کے ضروری نہ ہونے کی بات کی وجہ یہی نکتہ تھی کہ جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔

ش: آپ نے پہلے جڑیں کاٹ دیں اور اب شاخوں اور پتوں کو اڑا رہے ہیں۔

ڈ: جڑیں کاٹ دیں تو شاخوں اور پتوں تک پانی نہیں پہنچتا اور شاخیں اور پتے اگر کاٹے بھی نہ جائیں تو خود بخود خشک ہو جاتے ہیں۔

ش: تو پھر بات کو آگے نہ بڑھائیں۔

ڈ: اگر آپ نے قبول کرلیا ہے کہ خلیفہ اول، دوئم اور سوئم کی خلافت صحیح نہیں تھی تو آگے بڑھانا ضروری نہیں ہے۔

ش: وہ باتیں جو ہم نے قبول کیں ہیں یہ تھیں کہ خلیفہ کے مخالفین بقیہ لوگوں سے افضل و برتر تھے لیکن حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان کی خلافت کے صحیح نہ ہونے کو ہم قبول نہیں کیا ہے۔

ڈ: تو پھر بات کو آگے بڑھائیں۔

ش: جی ہاں۔

ڈ: تو آپ نے مان لیا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت کے مخالفین عام صحابی نہیں تھے۔

ش: جی ہاں ہمیں قبول ہے حقیقتاً عام صحابی نہیں تھے، صحابہ کے اس گروہ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کے فرامین کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ڈ: تو پھر آپ قبول کرلیں کہ خلیفہ کے انتخاب کے عمل میں کوئی نہ کوئی خامی تھی اور صحابہ کے اس گروہ کا قبول نہ کرنا کم از کم اتنا ہے کہ یہ بات خلافت کی تحریک کے آگے ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔

ش: جی ہاں اس وقت بھی یہ سوالیہ نشان موجود تھا۔

ڈ: لیکن یہ سوالیہ نشان تھوڑا سا بڑا ہے۔

ش: کیا مطلب کہ بڑا ہے۔

ڈ: مطلب یہ کہ کچھ اکابر صحابہ اور اہل بیتؑ کا موقف کچھ اس طرح سے تھا کہ ساری خلافت اور خلفاء پر انگلی اٹھاتے تھے۔

ش: آپ کی کیا مراد ہے؟

ڈ: اگر ان افراد میں سے جنہوں نے خلیفہ کی بیعت نہیں کی، بعض لوگ اپنی عمر کے آخر تک خلیفہ اول کے مخالف رہے ہوں یہاں تک کہ دنیا چلے گئے اور مختلف احادیث میں پیغمبر اکرمؐ نے ان مخالفتوں کے بارے میں کچھ مطالب بھی بیان فرمائے ہوں تو آپ کی کیا رائے ہے؟

ش: زیادہ واضح طور پر بیان فرمائیں۔

ڈ: شیخ صاحب حضرت ابو بکر کے مخالفین میں سے ایک کہ جنہوں نے اپنی عمر کے آخر تک ان کی بیعت نہیں کی تھی، پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی، حضرت فاطمہؑ تھیں۔

ش: انہوں نے اپنی عمر کے آخر تک بیعت نہیں کی تھی؟

ڈ: آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے بعد صرف دو یا تین مہینے زندہ رہی تھیں اور اس دوران آپؑ نے بیعت بھی نہیں کی تھی۔ یہ بات متفق علیہ ہے۔

ش: اچھا تو مسئلہ کہاں ہے۔

ڈ: صحیح بخاری کی اس حدیث پر توجہ فرمائیں جو ج ۵، ص ۸۲ میں حضرت عائشہ سے روایت ہوئی ہے:

فی صحیح البخاری، ج ۵، ص ۸۲:

"

"---

"حضرت عائشہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر کے پاس کسی کو بھیجا کہ وہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کی جانب سے (ملنے والے) اپنے ارث کا تقاضا کر رہی ہیں جو آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ، فدک میں اور خیبر کے خمس میں سے بچنے والے اموال میں سے عطا کیا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کوئی ارث نہیں چھوڑتے، جو کچھ بھی ہم سے باقی رہ جائے وہ صدقہ ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ آل محمدؐ بھی اس مال سے کھا سکتے ہیں اور میں اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں سے کسی چیز کو بھی اس کی اس حالت سے تبدیل نہیں کروں گا جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تھی اور ان کے بارے میں اس انداز سے عمل کروں گا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے۔"

لہٰذا حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو ان میں سے کوئی بھی چیز دینے سے انکار کر دیا، اسی لئے حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر سے دوری اختیار کر لی اور ان سے کبھی بات نہیں کی یہاں تک آپؑ وفات پا گئیں!!"

ش: یہ حدیث ٹھیک ہے۔

ڈ: اب حضرت فاطمہؑ کے بارے میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ صحیح مسلم، ج ۱۲، ص ۲۰۱، حدیث ۴۴۸۳:

"---

"---

"---۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے سوا کچھ نہیں کہ فاطمہؑ میرے تن کا ٹکڑا ہے اور مجھے تکلیف پہنچائے گا ہر وہ شخص جس نے اسے تکلیف دی ہے۔"

ش: میں پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں حضرت فاطمہؑ کی اہمیت سے واقف ہوں۔

ڈ: کتاب خصائص نسائی میں بھی حضرت حسنینؑ اور حضرت فاطمہؑ کے بارے میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور احادیث پر نمبر لگائے ہیں۔ ذیل کے نمبر اس ترتیب سے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ نمبر ۲۸/۳/۲، یعنی فصل نمبر ۲۸ میں تین حدیثیں ہیں اور یہ حدیث نمبر ۲ ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ ہمارے پاس کیسی کیسی احادیث ہیں۔ حضرت فاطمہؑ کے بارے میں خصائص نسائی میں آیا ہے:

۲۷/۳/۳: (اخبرنا) ---- ---------- ----------

"----------

''ابن سعید سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمرانؑ کے۔''

۲۸/۳/۲: ----------

"----------

''مسروق سے، اس نے کہا: حضرت عائشہ نے مجھے خبر دی ہے: ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں اور ہم میں سے کوئی بھی غائب نہیں تھی۔ اتنے میں فاطمہ چلتی ہوئی آگئیں اور خدا کی قسم ان کے چلنے کا انداز رسول اللہ ﷺ کے چلنے سے بالکل بھی مختلف نہیں تھا، یہاں تک وہ آپؐ کے پاس پہنچ گئیں، آپؐ نے فرمایا: بیٹی خوش آمدید پھر آپ ن انہیں اپنے دائیں یا بائیں پہلو میں بٹھایا پھر ان کے کان میں کوئی بات کہی تو آپؑ بہت شدت سے روئیں، بعد ازایں کوئی اور بات کان میں کہی تو آپ مسکرادیں، جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان سے اپنی راز کی باتوں کے لئے آپ کو مخصوص کیا تو آپ روپڑیں۔ مجھے بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرسکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے آپؑ سے کہا: میں آپ کو اس ذات کا واسطہ دیتی ہوں جس پر آپ کا حق ہے کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا سرگوشی کی تھی؟ تو آپ نے کہا: اب میں بتائے دیتی ہوں۔ پہلی مرتبہ آپؐ نے میرے کان میں فرمایا تھا کہ جبرائیلؑ ہر سال مجھ پر ایک مرتبہ قرآن دھراتے ہیں اور اس سال دو مرتبہ دھرایا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا وقت قریب ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور صبر کرتے رہنا اور پھر [دوسری مرتبہ] مجھ سے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں اور تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہو تو یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔''

۲۹/۵/۱:

"----------

"مسور بن مخرمہ سے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ کو منبر سے یہ کہتے ہوئے سنا: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو اسے پریشان کرے گا وہ مجھے بھی پریشان کرے گا اور جو اسے تکلیف دے گا وہ مجھے بھی پریشان کرے گا اور جس نے اللہ کے رسولؐ کو تکلیف دی تو بے شک اس کے اعمال ضائع ہوگئے۔"

۲۹/۵/۳: ----------

"----- ----------"

"مسور بن مخرمہ نے روایت کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔"

۲۹/۵/۴: "----------"

"----------"

"مسور بن مخرمہ نے روایت کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے اور میرے گوشت کا حصہ ہے۔"

۲۹/۵/۵: "----------"

"----------"

"مسور بن مخرمہ سے، اس نے کہا: میں نے رسول اللہ کو اپنے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے جبکہ میں ان دنوں بالغ تھا، پس آپؐ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔"

ش: میں نے ان میں سے بعض احادیث کو دوسری کتابوں میں بھی دیکھا ہے جبکہ بعض میرے لئے نئی تھیں۔

ڈ: مثال کے طور پر کون سی حدیث؟

ش: جو بھی حضرت فاطمہ کو تکلیف پہنچائے اس نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائی ہے اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائے تو اس کے اعمال باطل ہیں۔

ڈ: شیخ صاحب میرے خیال میں حضرت عائشہ سے روایت شدہ حدیث اور عمل کے باطل ہونے والی ان احادیث کو آپس میں جوڑنے سے۔۔۔۔۔

ش عثمان: ڈاکٹر صاحب ہم نے مان لیا کہ خلافت کی مخالفت کرنے والے افراد اہم افراد تھے۔

ڈ: لیکن قبول نہیں کیا کہ حضرت فاطمہؑ کے مخالف اور انہیں اذیت وآزار دینے والے کے اعمال باطل ہیں۔

ش: ہم اگر مان لیں تو پھر کوئی بحث ہی باقی نہیں رہے گی۔

ش عثمان: لیکن اگر نہ مانیں تو ہم آپ اور ڈاکٹر صاحب کی پہلی شرط سے ہٹ گئے ہیں۔

ش: مجھے نہیں معلوم کہ ہم نے ماضی میں کیوں اس قدر دوسروں کی باتوں پر اعتماد کیا اور اپنی کتابوں کی طرف کم ہی رجوع کیا۔

ش عثمان: میں نے تو قبول کر لیا، شیخ ابراہیم کا مجھے نہیں معلوم۔

ڈاکٹر زہیر: میں تو ان باتوں، کتاب اور حدیث کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن عقلی لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کی باتیں لاجواب ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ بحث کچھ نشستیں اور چلے تو میں شیعہ بن کر انگلستان پلٹوں گا۔

ڈ: یہ کہیں کہ حقیقی مسلمان بن کر انگلستان پلٹوں گا، کیونکہ مکتب اہل بیتؑ یعنی حقیقی اسلام۔

ش: ڈاکٹر صاحب اگلے نکتے کی طرف چلتے ہیں۔

ش عثمان: میرے خیال میں اگلے نکات کو عرفات اور منیٰ کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

ش: اچھا ہے، میں بھی متفق ہوں۔

ڈ: ہم تو خود کو آپ کی خدمت میں پا کر مسرور ہیں لیکن اگر آپ تھک گئے ہیں تو ہم منیٰ میں ایک دوسرے سے ملاقات کر لیں گے۔

ش عثمان: ہم تھکے نہیں ہیں، ڈر رہے ہیں کہ منیٰ اور عرفات کے اعمال کے لئے اپنے اعتقادات کی نسبت تردید نہ پڑ جائیں۔

ش: ہاں ویسے جانے سے پہلے اگر شیعہ اور سنی میں حج کے اعمال اور خاص طور پر منیٰ اور عرفات کے اعمال میں کوئی فرق ہے تو اسے بیان کر دیں۔

ڈ: کوئی اہم فرق نہیں ہے سوائے چند جزئی نکات کے جو کہ میں عرض کرتا ہوں۔

میں نے وہ نکات بیان کئے۔ آپس میں طے کی کہ بعد میں موبائل کے ذریعے ایک دوسرے کو ڈھونڈ کر اگلی ملاقاتیں طے کر لیں گے۔ کچھ گھومے پھرے اور حضرت امام مہدی (عج) کے حج میں اور خاص طور پر عرفات میں حاضر ہونے کے بارے میں شیعہ نکتہ نظر کے بارے میں گفتگو کی۔ پھر میں نے انہیں کل دوپہر میں دعائے عرفہ کے لئے ایران کے حج کیمپ (بعثہ) میں آنے کی دعوت کی۔

ش عثمان: شیخ ابراہیم یہ کہ انسان کو یہ احساس ہو کہ اس سرزمین میں اس کا امام حاضر ہے، نہایت ہی بلند احساس ہے۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ صاحب ان توضیحات کی وجہ سے جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کی تھیں، منیٰ نہیں گئے اور ہم سب کو سیدھا عرفات لے کر آ گئے ہیں۔ وہ امام مہدیؑ کو دیکھنا چاہ رہے ہیں۔

ش: میں جتنا بھی سوچتا ہوں یہ دیکھتا ہوں کی ڈاکٹر صاحب کی باتیں دل میں بیٹھ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مخالفت بھی کرتا ہوں تو اس خواہش کی وجہ سے ہے کہ یہ مزید زیادہ بولیں۔

ڈ: شیخ صاحب میں عالم نہیں ہوں لہٰذا یہ ایک انجینئر کی باتیں ہیں جو اپنے دین سے دفاع کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو ابھی اسی وقتت ہمارے کسی عالم کے خیمے میں چلتے ہیں اور آپ ان سے عالمانہ گفتگو کریں تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ میری معلومات کس قدر محدود ہیں۔

ش عثمان: بہت شکریہ۔ دیر ہو چکی ہے اور ہم فی الحال آپ سے ہی عہدہ برآں نہیں ہو سکے ہیں تو آپ کے علماء تو بہت دور کی بات ہے۔

ش: میرے خیال میں ممکن ہے کہ آپ کے علماء آپ سے زیادہ جانتے ہوں لیکن آپ کا گفتگو کرنے کا انداز مکمل طور پر انجینئری ہے۔ انسان کو ایک کونے میں لے جاتے ہیں کہ جہاں سے بھاگنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا میں طالبعلمانہ بحث کی بجائے اس قسم کی گفتگو سے زیادہ محظوظ ہوتا ہوں۔

ڈ: ہاں ڈاکٹر عمرو موسیٰ کی کیا خبر ہے۔

ڈاکٹر زہیر: وہ بقیہ لوگوں کے ساتھ منیٰ چلے گئے ہیں بعد میں عرفات میں آئیں گے۔

ش: ویسے بھی ہماری گفتگو سے ڈاکٹر زہیر کو زیادہ لگاؤ ہو گیا ہے اور کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اکیلے میں ملاقات کا طے نہ کریں۔

ش عثمان: ہمیں انصاف دینا چاہئے، مصر میں ہم بالکل بھی نہیں سوچتے تھے کہ حج پر آئیں اور ہمیں اس قسم کی علمی گفتگو کا سامنا ہو گا۔ واضح ہے کہ ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ میں نے بھی شیخ ابراہیم سے کہا ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اکیلے میں طے نہ کرو، مجھے بھی آنے دو۔

ڈ: یہ ملاقات میرے لئے بہت ہی مفید تھی۔ ان شاء اللہ منیٰ اور مکۃ المکرمہ میں مزید آگے پڑھے گی۔

انہوں نے خدا حافظی کی اور چلے گئے۔ میں بھی شب عرفہ کے اعمال کے لئے چلا گیا۔ یہ امام و آقا و مولا (ع) کے دیدار کی بھی اپنی ایک دنیا ہے۔ آپ کی آنکھیں مسلسل لوگوں کے تعاقب میں رہتی ہیں، شاید آپ امام مہدی (عج) کو دیکھ پائیں اور پہچان لیں۔ لیکن ابھی میری روح اتنی آمادگی نہیں رکھتی کہ اس توفیق کو حاصل کر سکے۔ شاید کسی اور سفر (حج) اور کسی اور عرفہ ۔۔۔۔ وہ بھی ہماری گناہ گار آنکھوں سے خدا کے فضل و عنایت اور خود مولا کی نظر کرم کے سبب۔ اللہم وفقنا۔

۹ ذی الحجہ کا دن (یوم عرفہ)

دعائے عرفہ

اگلے دن دن اڑھائی بجے وہ تینوں آگئے۔ ہم مل کر دعائے عرفہ کے انعقاد کی جگہ پر چلئے گئے۔ پہلے قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی تھی۔ ایک ایرانی قاری نے دلنشیں آواز میں تلاوت شروع کی۔ سورہ یوسف، آیت ۸۸: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّـهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ﴾ (اب جو وہ لوگ دوبارہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف ہے اور ہم ایک حقیر سی پونجی لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیں اور ہم پر احسان کریں کہ خدا، خیر کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے)۔ جو لوگ اس آیت کے معنی سمجھ رہے تھے ان کے گریہ کرنے کی آواز بلند ہو گئی۔

ش: یہ گریہ کس لئے ہے؟ قرآن مجید کی ایک سورہ کی آیت ہی تو ہے۔

ڈ: آپ جانتے ہیں نا کہ اس آیت کو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے پڑھا تھا کہ ہم خالی ہاتھ آئے ہیں۔ یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ ہمارے ہاتھ خالی ہیں لیکن اے اللہ! جس طرح عزیز مصر، حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں پر لطف و کرم کیا تھا، تو بھی ہم پر اپنی عنایت سے کام لے۔

ش: واہ! آیت مجیدہ سے کتنے اچھے معنی کی تعبیر لی جا رہی ہے!

ڈ: اس کی دوسری تعبیر بھی ہے۔

ش: فرمائیں کہ دوسری تعبیر کیا ہے؟

ڈ: انہیں اطمینان ہے کہ عرفات کے میدان میں حضرت مہدی (عج) نے وقوف کیا ہوا ہے اور آپؑ کیونکہ درحقیقت ہم سے غائب اور ہمارے گمشدہ ہیں۔ مزید یہ کہ ہم آپؑ کو یوسفِ فاطمہؑ بھی کہتے ہیں لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے توسط سے ہم انہیں بھی مخاطب کرتے ہیں کہ اگر چہ ہم خالی ہاتھ آئے ہیں لیکن آپ ہم پر لطف و عنایت فرمائیں۔

ش: واہ! واہ! نہایت ہی خوبصورت تعبیر ہے۔

دعا شروع ہو گئی اور میں نے ہر ایک کو دعا کا ایک ایک نسخہ دے دیا تا کہ اسے دیکھ کر ساتھ ساتھ دعا پڑھ لیں۔ میں اثنائے دعا میں دیکھ رہا تھا کہ شیخ ابراہیم اور شیخ عثمان کی آنکھوں سے اشک جاری ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر زہیر بعض اوقات پیچھے رہ جاتے اور ایک صفحہ میں توقف کر لیتے ہیں۔ بعد میں انہوں نے وضاحت دی کہ میں آسانی کے ساتھ ان سے نہیں گزر سکتا، مجھے اب سمجھ میں آ رہی ہے کہ اس رات میں جب شیخ ابراہیم مفاتیح الجنان لے کر آئے تھے، صبح کی نماز تک کیوں بیدار رہے تھے۔ لیکن دعا طویل ہو گئی اور وہ تینوں بادل نخواستہ دعا کے بیچ میں سے نکل کر چلے گئے کیونکہ اپنے کاروان کے ساتھ مشعر الحرام جانا چاہ رہے تھے۔ یہ بھی عرفات کے میدان میں ایرانیوں کی دعائے عرفہ کے پروگرام کی ایک خامی ہے کہ غروب تک طولانی ہو جاتا ہے اور پھر انتہائی بھیڑ اور کاروانوں کے ازدحام میں پہلے اپنے خیمے میں جا کر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنی پڑتی ہے اور اس کے بعد مشعر الحرام کے لئے حرکت کرنی پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے علماء جن کا حج پر آنے کا سابقہ ہوتا ہے، دعائے عرفہ اپنے خیموں میں ہی پڑھتے ہیں، اگرچہ اجتماعی صورت میں دعائے عرفہ کی کیفیت حقیقتاً کچھ اور ہی ہوتی ہے اور موجودہ سالوں میں پہلے کی نسبت منظّم تر بھی ہو گئی ہے۔

رات میں ہم مشعر الحرام چلے گئے اور سورج طلوع ہونے تک وہاں وقوف کیا۔ پھر منیٰ چلے گئے اور اس کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کو انجام دیا۔ ساتھ ہی ٹیلی فون کے ذریعے خبر بھی کر دی کہ رمی انجام پا گئی ہے لہٰذا ہم پانچ افراد کا قربانی کے لئے نام دے دیں۔ سہ پہر تک ہماری قربانی بھی انجام پا گئی اور تقصیر کے بعد ہم احرام سے باہر آ گئے۔ لیکن مع الاسف کچھ لوگ گیارہ ذی الحجہ کے دن احرام سے باہر آئے۔ رات کو ہم سارے احباب کے ساتھ مل کر حج کا طواف، سعی اور طواف نساء کرنے کے لئے مکہ مکرمہ اور مسجد الحرام چلے گئے۔ اعمال کے بعد ہماری شیخ صاحب اور ان کے احباب سے ملاقات ہوئی۔ طے پایا کہ گیارہ ذی الحجہ کے دن وہ ہمارے خیمے میں آئیں گے، کیونکہ ہمیں ان کے خیمے کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ ہم اپنے مکہ مکرمہ والے ہوٹل میں واپس آ گئے اور آرام کیا۔ ظہر سے پہلے ہم پیدل چلنے والے راستے سے ہوتے ہوئے منیٰ آ گئے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، دوپہر کا کھانا کھایا، کچھ آرام کیا اور پھر میں شیخ صاحب اور ان کے احباب کا انتظار کرنے لگا۔

۱۱ذی الحجہ کا دن

منیٰ کے خیموں میں

میں اپنے کاروان کے خیمے میں شیخ صاحب اور ان کے احباب کا انتظار کر رہا تھا۔ جتنا انتظار کیا ان کا کوئی پتہ ہی نہ چلا۔ موبائل بھی نہیں مل رہے تھے۔ چونکہ میرے پاس صرف شیخ صاحب کا موبائل نمبر تھا اور وہ بھی منیٰ میں بھیڑ اور ٹریفک زیادہ ہونے کی وجہ سے تقریباً بے فائدہ تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شیخ صاحب کو ہمارا خیمہ نہیں ملا ہوگا۔ میں خیمے سے باہر جاکر تھوڑی دیر مین روڈ پر کھڑا رہا، شیخ صاحب اور ان کے احباب کہیں نظر نہیں آئے۔ کچھ دیر کے بعد مجھے ڈاکٹر زہیر اور ڈاکٹر عمرو موسیٰ نظر آئے جو ہمارے خیموں کی طرف آرہے تھے۔

ڈ: السلام علیکم، آپ کہاں ہیں؟ شیخ صاحب کہاں ہیں؟

ڈاکٹر زہیر: ایک بری خبری ہے۔ آج ہم شیخ صاحب کے ہمراہ رمی جمرات پر گئے تھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ شیخ صاحب لوگوں کی بھیڑ کے دباؤ کی وجہ سے زمین پر گر پڑے اور ان کا پاؤں ایسا مڑا کہ ان کے لئے چلنا مشکل ہو گیا۔

ڈ: ابھی کیسا ہے؟

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: اچھا ہے۔ وہ خیمے میں آرام کر رہے ہیں۔

ڈ: ان کا پاؤں رمی جمرات سے پہلے مڑا یا رمی جمرات کے بعد؟

ڈاکٹر زہیر: خوش قسمتی سے رمی جمرات ختم ہو گئی تھی اور وہ جمرات (شیطان کے ستونوں) کے پاس سے واپس پلٹنا چاہ رہے تھے، ہم نے بھی ان کا خیال رکھا ہوا تھا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: ہم نے تو ان کا خیال نہیں رکھا ہوا تھا، ہم نے تو دور سے ہی پتھر مارے تھے۔ پتہ نہیں کس کے سر پر لگے لیکن شیخ صاحب نے چاہا کہ کسی کے نہ لگے اسی لئے نزدیک چلے گئے اور۔۔۔۔۔

ڈ: میرے خیال میں شیخ صاحب بھی چاہ رہے ہوں گے کہ کسی کے نہ لگے، جمرات کے ستون اور دیوار پر ہی لگیں۔

ڈاکٹر زہیر: صحیح ہے شیخ صاحب نزدیک اسی لئے گئے تھے کہ لوگوں کے سر پر چوٹ نہ لگے اور پتھر شیطان کو ہی لگیں۔

ڈ: تو چلیں آپ ہمارے خیمے میں بیٹھیں اور ہمارے دوستوں سے بھی مل لیں۔

ڈاکٹر زہیر: نہیں شیخ صاحب نے کہا ہے کہ میں تیار ہوں آپ ہمارے خیمے میں آجائیں وہیں گفتگو کریں گے، میں آپ کے خیمے میں نہیں آسکتا۔ اس لئے ہم آپ کو لے کر جانے کے لئے آئے ہیں۔

ڈ: شیخ صاحب کو آرام کرنے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ صاحب نے آرام کر لیا ہے۔ آج جب ہم ان کو ایمبولنس میں بٹھا کر اپنے خیمے میں لائے تھے اس کے بعد وہ سو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ خود آپ سے ملاقات کے تیار ہیں۔

ڈ: بہت بہتر، اچھا ہے کہ بیمار کی ملاقات اور عیادت کے لئے بھی جایا جائے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: میرے خیال میں یہ بیمار عیادت سے زیادہ آپ سے ملنے کا انتظار کر رہا ہے۔

ڈ: تو پھر اجازت دیں کہ ہمارے خیمے میں چلتے ہیں، کوئی مناسب لباس پہن لوں اور کمپیوٹر بھی اٹھالوں پھر آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: چلیں ایسے ہی چلتے ہیں یہ لباس ٹھیک ہے۔

ڈ: چلیں۔ البتہ میرے پاس کمپیوٹر نہ ہو تو میرے ہمراہ کئی ہزار کتابیں نہ ہوں گی۔

ڈاکٹر زہیر: آپ کو تو کمپیوٹر کی ضرورت نہیں ہے، جب بھی آپ نے کوئی سند دکھانا چاہی ہے تو اس وقت کمپیوٹر کی ضرورت ہوتی ہے، آج کوئی سند پیش نہ کریں۔

ڈ: کوئی بات نہیں شاید ہم آج گفتگو نہ کریں، صرف شیخ صاحب سے ملاقات ہی ہو۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: لیکن میرے خیال میں شیخ صاحب ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔

ڈ: امید ہے کہ ایسا نہ ہو لیکن شیخ صاحب کے پاؤں میں مساج کرنے کے لئے مجھے اپنے خیمے سے ایک تیل اٹھا کر لانے کی اجازت دے دیں۔ البتہ ہم جب خیمے تک چلیں گے تو میں کمپیوٹر بھی اٹھالوں گا۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ صاحب کو آپ سے بڑا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب سے آپ ملے ہیں ان کے لئے ایسے بہت سے مسائل واضح ہو گئے ہیں جن کی طرف پہلے ان کا دھیان نہیں تھا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: شیخ صاحب کے اعتقادات درہم برہم ہو گئے ہیں۔ میرے خیال میں آج بھی وہ پتھر مارے آگئے تو اس لئے کہ کہہ رہے تھے ڈاکٹر صاحب نے بولا ہے جہاں تک ہو سکے پتھروں کو دیوار پر لگنا چاہئے، صرف انہیں پھینکنا ہی کفایت نہیں کرتا۔

ڈ: مجھے بھی شیخ صاحب سے بہت عقیدت ہو گئی ہے۔ عجیب حقیقت جو انسان ہیں۔ اگر کوئی بات سنیں جو پہلے ان کے لئے سوال بنی ہوئی تھی تو اس کا اقرار کر لیتے ہیں۔ بالکل بھی نہیں کہتے کہ میں شیخ ہوں، الازہر کا استاد ہوں، میرے اپنے مطالعات ہیں مجھے ایک انجینئر کی بات نہیں ماننی چاہئے۔

ڈاکٹر زہیر: میرے خیال میں اکثر اساتید جو الازہر میں ہیں، اسی مزاج کے حامل ہیں۔ کیونکہ وہ غالباً محقق انسان ہیں، بہت کم متعصب ہیں۔ اس بنا پر ہمیشہ سے الازہر کا یہ افتخار رہا ہے کہ وہ متحجر نہیں ہے۔

ڈ: بڑا ہی اہم افتخار ہے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: شیخ صاحب کے پاس پہنچنے تک ان باتوں کو رہنے دیں، کچھ مزاح کرنے دیں شیخ صاحب کے پاس پہنچیں تو یہ باتیں کر لیجئے گا۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن تم نے انگلستان میں تیس سال تک ان فضول قسم کی باتوں کو کہا اور سنا، کیا ہوا؟ کم از کم حج کے موقع پر تو دین کی باتیں سننے دو خاص کر ڈاکٹر اور شیخ صاحب کی موجودگی میں۔

ڈ عمرو موسیٰ: میں بھی دینی بات کرتا ہوں۔ ایک شخص رمی جمرات کرنے کے لئے گیا، جب واپس پلٹا تو اس کا سر لہو لہان تھا، اس سے پوچھا گیا کہ ایسا کیسے ہوا؟ وہ بولا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جیسے بھی ہو خود کو ستون کی دیوار تک پہنچاؤں گا اور اسے بوسہ دوں گا لیکن میرے سر پر اس قدر پتھر مارے گئے کہ زخمی ہو گیا۔

ڈاکٹر زہیر: اچھا یہ تو برا نہیں تھا۔

ڈ: اچھا تھا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: ایک شخص ۔۔۔۔۔ شہر سے مکہ مکرمہ آتا ہے پھر جب میقات پر پہنچتا ہے کہ احرام باندھے تو کچھ دیر سوچتا ہے کیسے احرام باندھوں؟ کیا کہوں؟ اس سے پوچھتے ہیں کہ کس سوچ میں پڑ گئے ہو؟ احرام کیوں نہیں باندھتے؟ بولتا ہے میں عیسائی جو ہوں، مجھے یاد آگیا ہے کہ سرے سے مجھے حج پر ہی نہیں آنا چاہئے تھا۔

ڈاکٹر زہیر: یہ بھی خوبصورت تھا۔

ڈ: خوبصورت تھا لیکن کاش آپ شہر کا نام نہ لیتے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: یہ میری طرف سے تھے اب اگر آپ کو بھی لطیفے آتے ہیں تو سنائیں۔

ڈ: ایک شخص نے جماعت میں شرکت کی۔ امام جماعت نے سورہ نوح پڑھنا شروع کی۔ لہٰذ کہا: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ (بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا)۔ آیت کا بقیہ حصہ وہ بھول گیا۔ چند بار اس نے آیت کی تکرار کی تو ایک بے صبر نمازی بولا ارے صاحب اگر حضرت نوحؑ نہیں جا رہے تو کسی اور کو بھیج دیں۔

ڈاکٹر زہیر: خوبصورت تھا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: دیکھا تم نے ان باتوں میں کہاں برائی ہے؟ تھکن بھی دور کرتی ہیں۔

ڈ: اچھا تو اگلا بھی نماز کے بارے میں ہے۔ ایک شخص نماز جماعت میں گیا، اس نے دیکھا کہ امام جماعت نے نماز میں ایک لمبی سورہ پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو اس نے پوچھا یہ کون سی سورہ تھی؟ جواب ملا کہ سورہ نمل (چیونٹی) تھی۔ اگلی نماز میں اس نے دیکھا کہ امام نے سورہ فیل شروع کر دی ہے۔ وہ بولا اگر نمل وہ تھی تو سورۂ فیل کا تو اللہ ہی مالک ہو، نماز چھوڑی اور چلتا بنا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: آپ مزاح بھی دینی امور سے بیان کرتے ہیں۔

ڈ: مزاح کے رکیک ہونے سے تو یہی بہتر ہیں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: اچھا تھا ایک اور لطیفہ سنائیں۔ شیخ صاحب کے خیمے تک پہنچ جائیں گے۔

ڈاکٹر زہیر: نہیں ضرورت نہیں ہے لیکن میں اپنی حالیہ ملاقاتوں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں اسلامی معارف اور معلومات کے سلسلے میں اپنے مطالعات کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے صرف اس پر اکتفا کی ہوئی ہے کہ ہمارے ماں باپ مسلمان تھے در حالیکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: یہ لیجئے شیخ صاحب کا خیمہ آگیا۔ چلیں شیخ صاحب کی طرف چلتے ہیں۔

ڈ: سلام علیکم شیخنا، کیا ہوا ہے؟

ش: علیکم السلام ڈاکٹر صاحب۔ میں نے سوچا کہ دیر کر دی آپ نہیں آئیں گے۔

ڈ: ویسے میں نے دوستوں سے کہا تھا کہ نہیں آتے تاکہ آپ آرام کریں۔

ش: نہیں کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا، ابھی بہتر ہوں، صرف زیادہ چلنے سے احتیاط کرنی پڑے گی۔

ڈ: دوست بول رہے ہیں کہ آپ شیطان سے زیادہ نزدیک ہوگئے تھے، شیطان نے اس ڈر سے کہ کہیں آپ زیادہ نزدیک نہ ہو جائیں اور اسے کوئی گزند نہ پہنچادیں، اس نے خود پہل کر دی اور آپ پر حملہ کر دیا۔

ش: وہ تو ہمیشہ ہم پر حملے کی حالت میں ہے، ہم اس طرح براہ راست کبھی کبار ہی اس پر حملہ کرتے ہیں اور پتھر مارتے ہیں۔ معلوم ہے کہ اسے برا لگے گا۔

ڈ: لیکن میں بلسان مکی، روغن بادام، روغن زیتون اور روغن گوسفند سے تیار شدہ ایک تیل لے کر آیا ہوں کہ آپ اپنے پیروں پر مل لیں۔ ان شاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔

ش: بہت شکریہ بعد میں مل لوں گا۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ: میں طبیب ہوں ابھی اسی وقت مجھے کچھ منٹ ملنے اور مساج کرنے دیں تاکہ جب تک آپ بیٹھے ہیں اپنا دکھا دے۔

ش: نہیں ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد۔

ڈ: نہیں میں ہوں تو بہتر ہے۔ ڈاکٹر عمرو موسیٰ کو طریقہ کار بیان کر دوں گا۔

ش: ٹھیک ہے یا اللہ ڈاکٹر عمرو موسیٰ شروع کریں۔

ڈاکٹر عمرو موسیٰ نے شیخ صاحب کے پیروں کا مساج کیا اور ان کی حالت کچھ بہتر ہو گئی۔

ش: اچھا تو آج کی گفتگو کیا ہو؟

ڈ: اگر آپ موافق ہوں تو آج صرف آپ کی ملاقات اور عیادت ہو۔

ش: نہیں، گفتگو اچھی ہے۔ بیٹھے ہوئے ہیں، منیٰ میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بجائے ہمیں دینی گفتگو کرنی چاہئے۔

ڈ: تو پھر پچھلی گفتگو کو تسلسل دیں۔

۵۔ حضرت علیؑ کی بقیہ خلفاء پر افضیلت

ڈ: ٹھیک ہے اگلے نکتے یعنی حضرت علیؑ کی بقیہ خلفاء پر فضیلتوں کی طرف چلتے ہیں۔

ش: یہ نکتہ کس مقصد کے تحت پیش ہو رہا ہے؟

ڈ: پہلے گفتگو کر لیتے ہیں پھر دیکھ لیں گے کیا ہے؟

ش: شروع کریں۔

ڈ: بہت بہتر۔ آج کا نکتہ، بقیہ صحابہ کے بالمقابل حضرت علیؑ کے مقام کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

ش: یقیناً صحابہ کرامؓ کے درمیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک اہم مقام کے حامل ہیں۔

ڈ: جی ہاں لیکن انہوں نے آپؑ کو خلیفہ نہیں بنایا۔

ش: کیوں نہیں، بنایا۔ آپؓ چوتھے خلیفہ بنے۔

ڈ: لیکن اگر ایک اہم مقام کے حامل تھے تو پہلے خلیفہ کیوں نہیں بنے؟

ش: ان کے خلیفہ کے طور پر انتخاب نہ ہونے کی وجہ، ان کا جوان ہونا تھی۔

ڈ: کچھ لوگ جنگ کے زمانے کے لئے کہ جب فوری اور لحظات میں فیصلے لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو جوان نہیں ہیں لیکن صلح کے زمانے کا انتظام چلانے کے لئے جوان ہیں؟!

ش: جوان ہونے کی یہ بات اٹھائی گئی لیکن در نہایت خلیفہ کی تشخیص اہم تھی۔

ڈ: اس بات کی تشخیص کس کے ذمے پر ہے؟

ش: صدر اسلام کے صحابہ کرامؓ کے ذمے پر کہ جنہوں نے تشخیص دی۔

ڈ: لیکن انہوں نے اگر پیغمبر اکرمؐ کی باتوں کے برخلاف بھی تشخیص دی ہو تو ماننا پڑے گا۔ دوسری طرف سے ہم نے دیکھا کہ صحابہ کا انتخاب کئی طریقوں سے تھا اور پہلا طریقہ دھرایا نہیں گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک غلط طریقہ تھا۔

ش: البتہ اگر پیغمبر اکرمؐ نے اپنا خلیفہ روشناس کروایا ہو تو نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی رائے ٹھیک نہیں ہے۔

ڈ: لیکن برا نہیں کہ ہم پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں حضرت علیؑ کے مقام کو دیکھیں۔ کیا ایسا انسان حقیقتاً خلافت، امامت اور وصایت کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: اچھا، خود آپ لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔

ش: صحابہ کرامؓ اور خاص طور پر حضرت علیؑ کے بارے میں ہماری کتابوں میں بہت زیادہ حدیثیں ہیں۔

ڈ: صحیح ہے جبکہ اہم ترین اور معتبر ترین کتابوں میں سے ایک کتاب ''خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ'' ہے جس کے مصنف شیخ احمد نسائی شافعی ہیں۔ وہ کتاب کی ابتدا میں کہتے ہیں یہ خصائص اور فضائل جو پیغمبر اکرمؐ کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں، حضرت علیؑ کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوسرے صحابہ کرامؓ ان میں شریک نہیں ہیں۔ اس بناپر حضرت علیؑ کے بارے میں بقیہ احادیث کی طرح نہیں ہے کہ ممکن ہے دوسرے صحابہ بھی ان میں شریک ہوں۔

ش: حضرت علیؑ کے خصائص اور فضائل کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ڈ: آپ جانتے ہیں کہ جب نسائی مرحوم جب دمشق (شام) میں وارد ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ نماز، محراب اور منبر میں حضرت علیؑ پر لعن کررہے ہیں تو یہ کتاب تحریر کی اور اس کا نام ''خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ'' رکھا۔ میں اس کتاب سے ان خصائص میں سے صرف کچھ ہی کو نقل کرتا ہوں۔

ش: جی ہاں ان کی یہ مختصر کتاب انتہائی معروف ہے۔

ڈ: جی ہاں لیکن یہ کتاب ان کے قتل کا باعث بنی۔

ش: وہ کیسے؟

ڈ: آپ جانتے ہیں کہ جب انہوں نے دمشق کی اموی مسجد میں اس کتاب کی تدریس شروع کی تو انہیں اس قدر پیٹا گیا کہ اسی مریضی میں دنیا سے چلے گئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے کہا تھا حضرت علیؑ کو دشنام نہ دیں۔

ش: جی ہاں مع الاسف یہ صحیح ہے۔

ڈ: میں نے اس کتاب کو فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور میرے ساتھ ہے جس میں عربی اور فارسی متن ہے، اور چھپ بھی چکی ہے۔ میں نے اس کتاب کو فصلوں اور احادیث کے نمبروں کے مطابق مرتب کیا ہے۔ مثال کے طور پر ۸/۱۷/۱۱ یعنی کتاب کی فصل نمبر ۸ جس میں ۱۷ حدیثیں ہیں اور یہ حدیث نمبر ۱۱ ہے۔ اچھا تو اب دیکھتے ہیں کہ نسائی نے حضرت علیؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے کیا احادیث نقل کی ہیں۔ احادیث کی تکرار سے بچنے کے لئے میں ان احادیث میں سے صرف کچھ ہی کو نقل کرتا ہوں۔

(کتاب خصائص کی ان تمام احادیث کا عربی متن اور ترجمہ جن کے بارے میں ہم نے شیخ صاحب کے ساتھ گفتگو کی، کتاب کے پہلے ضمیمے میں ہیں۔)

کتاب خصائص نسائی کی احادیث کے متون کو ملاحظہ کرنے کے بعد شیخ صاحب بولے:

ش: جی ہاں حضرت علیؑ کے بارے میں یہ فضائل اور تعریفیں حقیقت رکھتی ہیں۔

ڈ: ہمیں انصاف سے کام لینا چاہئے کیا پیغمبر اکرمؐ کے قریبی صحابہؓ کے درمیان کوئی ان خصائص کا حامل پایا جاتا ہے۔

ش: البتہ پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے صحابہ کرامؓ میں سے ہر کسی صحابی کے بارے میں کچھ فضیلتیں اور تعریفیں پائی جاتی ہیں لیکن اس اہمیت کی حامل اور وہ خصائص و فضائل نہیں جو یہاں پر آئے ہیں۔

ڈ: تو پھر ہم اس موضوع کو بھی قبول کر لیں کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے افضل اور برتر تھے۔

ش: قبول کرنا پڑے گا یہ احادیث تقریباً متفق علیہ ہیں۔

شیخ صاحب اور ان کے احباب کے ساتھ ان کے خیمے میں کچھ دیر آپس کی باتیں ہوئیں اور معمول کے مطابق شیخ صاحب اور ان کے احباب اپنی حسرتوں کا اظہار کرتے رہے۔ خاص طور پر شیخ ابو بکر عثمان جو کہہ رہے تھے کہ ہم نے ایک عالم ہونے کی حیثیت سے دین میں کیوں اس قدر سادہ اندیشی سے کام لیا۔ درنہایت ہم نے خدا حافظی کی اور اگلی ملاقات کو ۱۵ ذی الحجہ کے لئے طے کیا کہ جب حج کے اعمال ختم ہو چکے ہوں گے اور مسجد الحرام میں تھوڑی خلوت ہو جائے گی۔ واپس اپنے خیمے میں پلٹ آئے۔ کچھ احباب کے ساتھ جو دوسرے کاروانوں سے آئے ہوئے تھے، مل کر فیصلہ کیا کہ رات کے دوسرے پہر کو منیٰ میں بیتوتہ کریں گے اور پھر آدھی رات کے بعد غسل، نیند اور آرام کرنے کے لئے ہوٹل چلے جائیں گے۔ یہی کام کیا اور اگلے دن ظہر سے پہلے رمی جمرات کرنے کے لئے لوٹ گئے لیکن اس مرتبہ منیٰ کے اندر سے ہوتے ہوئے نہیں بلکہ اپنے ہوٹل سے جو ۱۵ منٹ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ہم نے آخری رمی کو انجام دیا اور ہوٹل لوٹ گئے، ۱۵ ذی الحجہ تک کہ جب شیخ صاحب سے دوبارہ ملاقات کریں گے۔

۱۵ ذی الحجہ کا دن

شیخ صاحب سے مسجد الحرام میں ظہر کی نماز کے بعد معمول کے مطابق باب العمرہ کے سامنے کا طے کیا ہوا تھا۔ شیخ صاحب اپنے ایک دوست (ڈاکٹر زہیر) کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ہم ایک ساتھ چل پڑے۔ اگرچہ طے تھا کہ منیٰ کے اعمال کے بعد ہمارے ہوٹل جائیں گے لیکن شیخ صاحب بولے کہ شیخ عثمان ابو بکر مصر تھے کہ گفتگو کے تسلسل میں شامل رہیں لہٰذا ہم شیخ صاحب کے ہوٹل کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں کچھ باتیں بھی ہوئیں۔

ڈ: آپ منیٰ کے بعد والے اعمال انجام دے چکے؟

ش: جی ہاں، الحمد اللہ اعمال انجام پا چکے۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن شیخ صاحب نے طوافِ وداع کی بجائے طوافِ نساء کو انجام دیا ہے، شیخ صاحب کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے بولا ہے طواف نساء صحیح ہے جبکہ طواف وداع صحیح نہیں ہے۔ لگتا ہے کہ شیخ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی باتیں مان لیں ہیں۔

ش: کیا فرق پڑتا ہے۔ طواف، طواف ہے۔ اب اس کا نام نساء ہو یا وداع۔

ڈاکٹر زہیر: ایک فرق ہے اور یہ کہ نساء کو ڈاکٹر صاحب نے اہل بیتؑ کی جانب سے بیان کیا ہے اور وداع کو ہم نے خلفاء کی جانب سے۔

ش: میں نے نساء کہا تاکہ اس طرح میں نے اہل بیتؑ کی بات پر بھی عمل کر لیا ہو اور اصل طواف کو بھی انجام دے لیا ہو جو کہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

ڈ: شیخ صاحب ایک محقق ہیں جب تک کوئی بات ان کے وجود کی گہرائیوں میں نہیں بیٹھ جاتی، وہ بھی عبادات کے معاملے میں تو وہ اس وقت تک عمل نہیں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر صاحب جب آپ نہیں ہوتے تو شیخ صاحب آپ کے بارے میں بہت باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ڈاکٹر کی باتوں کے لئے کوئی ڈھنگ کا جواب نہیں ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں کو اچھی طرح نہیں پڑھا ہے ورنہ ہم سمجھ جاتے کہ ہماری بہت سی عبادتیں اور مذہبی اعمال یہاں تک کہ خود ہماری ہی کتابوں کے مطابق نہیں ہیں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ جائیں نا ان کو پڑھیں۔

ش: ہم میں بہت کوتاہیاں ہیں اتنی عمر نہیں کہ جا کر حدیث کی اتنی ساری کتابوں کو دھرا سکیں۔

ڈاکٹر زہیر: ان کتابوں کو پہلے کیوں نہیں پڑھا تھا؟

ش: پڑھتے تھے لیکن دوسری کتابوں سے جن میں منتخب احادیث بیان ہوئی ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر نماز کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی نماز کے موضوع پر فلاں بڑے شیخ کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے تھے اور وہ حدیث کی کتابوں سے اپنے مد نظر احادیث کو نقل کرتے تھے، ہم بھی اس بات کے درپے نہیں تھے کہ جائیں اور حدیث کی اصلی کتابوں میں موضوع کو دیکھیں۔

ڈاکٹر زہیر: لیکن ڈاکٹر صاحب نے آپ کی زحمت کو کم کر دیا ہے۔ تیار کر کے آپ کے حوالے کر دیا ہے۔

ش: جی ہاں، ڈاکٹر صاحب نے زحمت اٹھائی ہے لیکن ہمارے لئے شرمندگی کا مقام ہے کہ ایک انجینئر نے تو ان مطالب کا مطالعہ کیا ہوا ہو اور مجھے جیسے اپنی کتابوں کی احادیث کا مشاہدہ کرنے کے بعد دیکھیں کہ مثال کے طور پر ہماری نماز میں فلاں بنیادی خامی پائی جاتی ہے۔

ڈ: شیخنا آپ کسر نفسی دکھا رہے ہیں، آپ نے ضرور ان باتوں کو دیکھا ہوا ہے لیکن چونکہ معاشرے میں رائج اعمال آپ کے ذہن میں ملکہ ہو چکے تھے اس لئے آپ نے غور نہیں کیا۔

ش: آپ ہمیں خود ہمارے لئے توجیہ نہ کریں۔ ہم نے کماحقہ عمل نہیں کیا ہے۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر صاحب آپ ہمارے علماء کی تقصیر کی توجیہ کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب آپ سے مل کر جانے کے بعد اہل سنت کے دینی اداروں اور یونیورسٹیز کی حالت پر مسلسل گلہ مندی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

ش: چھوڑیں ان باتوں کو، ہوٹل پہنچ گئے۔ کھانا کھاتے ہیں اور پھر خلافت کی بحث کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہیں۔

اب میں شیخ صاحب کے ہوٹل میں ایک معروف چہرہ بن گیا ہوں۔ شیخ صاحب کے احباب نے مجھے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور بے تحاشا گرمجوشیوں کے اظہار کے ساتھ عربی کھانے پیش کئے جاتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم شیخ صاحب کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ چونکہ کچھ دنوں سے شیخ عثمان اور بقیہ دوستوں سے نہیں ملا تھا اس لئے وقت کا ایک بڑا حصہ حج کے اعمال کے بارے میں باتوں میں صرف ہو گیا اور ہمیں خیال آیا کہ کہیں بحث کی فرصت ہی نہ ملے لیکن شیخ صاحب مصر ہیں کہ بحث کو آگے بڑھایا جائے:

۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے کے نتائج

ڈ: اچھا اب دیکھیں کہ ان خصائص کے ہوتے ہوئے حضرت علیؑ کو انتخاب نہ کرنا اپنے پیچھے کیا کیا عواقب لے کر آیا۔

ش: کیا عواقب لے کر آیا؟ الحمد للہ دنیا میں اسلام کے اتنے سارے طرفدار اور پیروکار ہیں۔ کیا برائی تھی؟

ڈ: اگر حضرت علیؑ انتخاب ہوتے تو شاید اس وقت پوری دنیا مسلمان ہوتی۔

ش: لیکن حضرت علیؑ بھی خلیفہ بنے تھے اگر وہ کچھ کر سکتے تھے تو کر لیا ہوتا۔

ڈ: لیکن حضرت علیؑ پچیس سال کے انحراف کے بعد خلیفہ بنے۔ یعنی وہ ایسے گھر کو بنانا چاہ رہے تھے جس کی بنیادیں خراب ہو چکی تھیں۔

ش: وہ شروع سے بنا سکتے تھے۔

ڈ: لیکن انہیں مہلت نہیں دی گئی۔

ش: کیسے مہلت نہیں دی گئی۔

ڈ: آپؑ نے جب اپنی حکومت شروع کرنا چاہی تو ایک بات ارشاد فرمائی جو الازہر کے استاد شیخ محمد عبدہ کی شرح نہج البلاغہ میں آئی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا:

"لتبلبلن بلبلة و لتغربلن غربلة، و لتساطن سوط القدر، حتی یعود اسفلکم اعلاکم و اعلاکم اسفلکم"

"تم بری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح غلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا) یہاں تک کہ تمہارے ادنیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے"

ش: میں نے یہ مطلب نہیں دیکھا ہوا تھا۔

ڈ: کیوں نہیں کتابوں اور خاص طور پر نہج البلاغہ میں موجود ہے۔

ش: انتہائی خوبصورت جملہ ہے۔

ڈ: آپ نے طے کیا تھا کہ ہم اہل بیتؑ کے مأخذ سے کوئی سند نہیں لائیں گے ورنہ میں کم از کم نہج البلاغہ سے آپ کو کچھ مطالب دکھاتا کہ جو آپ کو علوم اور معلومات کا ایک سمندر عطا کرتے۔

ش: لیکن ٹھیک ہے کہ نہج البلاغہ کو شیعوں نے جمع کیا ہے لیکن میں الازہر میں اس سے رجوع کیا کرتا تھا اور ہم الازہر میں اسے فریقین کی کتاب سمجھتے ہیں جیسے کہ شیخ محمد عبدہ نے اس کی شرح بھی کی ہے۔

ڈ: لیکن بہر حال میں صرف یہی ایک نمونہ لے کر آیا ہوں تاکہ آپ دیکھ لیں کہ حضرت علیؑ اسلام کی بنیاد کو انحراف سے نجات کیوں نہ دے سکے۔

ش: لیکن نتیجہ اتنا برا بھی نہیں ہے۔

ڈ: مگر حضرت علیؑ پر تین سال جنگ مسلط کی گئی۔ ساری کی ساری صحابہ کی طرف سے ہی تھیں۔

ش: ہم صحابہ کے اختلاف کی بات کر چکے ہیں۔

ڈ: میں اس کو نظام کی اصلاح کے لئے کوششوں میں حضرت علیؑ کی عدم کامیابی کی دلیل سمجھتا ہوں۔

ش: لیکن حضرت علیؑ نے سب کو شکست دی یہاں تک کہ نہروانیوں (خوارج) کو بھی۔

ڈ: مگر آپ ان انحرافات کا نتیجہ دیکھیں۔

ش: کون سے نتائج؟

ڈ: معاویہ، یزید، مروان، مجموعی طور پر امویوں اور پھر عباسیوں کی خلافت اور اس کے بعد دنیا میں اسلام کے نظام کا پاش پاش ہو جانا۔

ش: یعنی اگر حضرت علیؑ شروع سے منتخب ہو جاتے تو ایسا نہ ہوتا۔

ڈ: اگر پیغمبر اکرمؐ کی بات مانی ہوتی اور حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرمؐ کے بعد خلیفہ کے طور پر قبول کر لیتے تو ضرور ایسا نہ ہوتا۔ وہی بارہ خلیفہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے متعین فرمایا تھا، حکومت کرتے اور دنیا اسلام کے قبضے میں ہوتی۔

ش: الحمد للہ اس وقت بھی مسلمان بہت زیادہ ہیں۔

ڈ: مگر اس وقت ہمارے پاس دو اسلام ہیں۔

ش: دو اسلام کس طرح؟

ڈ: ایک اسلام خلفائے راشدین سے شروع ہوا، معاویہ اور یزید تک پہنچا اور آج عربی ممالک میں سارے بادشاہ، ملوک اور صدور اسی خط کی پیروی کر رہے ہیں یعنی شاہ اردن، سعودی عرب اور۔۔۔۔ لیکن دوسرا اسلام حضرت علیؑ سے شروع ہو کر حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور۔۔۔ تک پہنچا اور آج امام خمینیؒ اور لبنان میں حسن نصر اللہ تک پہنچا ہوا ہے۔

ش: یعنی دو خطوط ترسیم ہوئے؟

ڈ: جی ہاں، ایک مکتب اہل بیتؑ اور ایک مکتب خلفاء۔ ٹھیک ہے یا نہیں؟ دو مکتب ہیں یا نہیں؟

ش: اس تعریف کے ساتھ، جی ہاں۔

ڈ: شیخنا ہمارے پاس دو صراط مستقیم تو ہیں نہیں۔

ش: جی ہاں نہیں ہیں۔

ڈ: اب آپ انصاف کریں کہ کون سا خط اور مکتب صراط مستقیم سے زیادہ نزدیک تر ہے۔

ش: ان دلائل کے ساتھ، اہل بیتؑ کا خط اور مکتب، کیونکہ حقیقتاً ایران اور حسن نصر اللہ کا اسلام کسی بھی عربی شاہ اور اسلامی ممالک کے صدور سے قابل قیاس نہیں ہے۔

ڈ: شکریہ، لہٰذا اگر شروع سے ہی حضرت علیؑ خلیفہ بن گئے ہوتے تو اس وقت سارے اسلامی ممالک ایران کی طرح ہوتے اور وہاں کے مسلمان عوام بھی ایران اور لبنان کے عوام کی طرح۔

ڈاکٹر زہیر: اس وقت شیخ صاحب بھی ہو جاتے خمینی کی طرح، ہم بھی ہو جاتے ڈاکٹر صاحب کی طرح۔

ش: اللہ تعالیٰ نے شاید مدد کی، اگر امام خمینی کی طرح نہ ہوئے تو کم از کم ان کی راہ پر چلنے والے ہوتے لبنان میں حسن نصر اللہ کی طرح۔

ڈ: میرے خیال میں آج کے لئے کافی ہے۔ مجھے بھی اپنے ہوٹل جا کر مغرب کی نماز تک کچھ آرام کر لینا چاہئے۔

ش: بہت بہتر، باقی گفتگو کل ہو گی۔

ڈ: مگر ہمارے ہوٹل میں اور شیخ عثمان کے اور دوسرے جو احباب تیار ہیں، ان کے ساتھ۔

شیخ عثمان: میں تو آؤں گا۔

ڈ: ہمیں بھی خوشی ہو گی۔ تو پھر کل ظہر کی نماز کے بعد تک کے لئے خدا حافظ۔

ش: خدا حافظ۔

میں اپنے ہوٹل آگیا۔ ہمارے ہوٹل میں مسجد النبی تہران (ہمارے محلے کی مسجد) کے کچھ دوست آئے ہوئے ہیں اور احباب ان کی تواضع میں مصروف ہیں۔ بہت ساری مختلف باتیں ہوئیں۔ اعمال کے بارے میں بھی دوستوں کے کچھ سوالات تھے کہ مثلاً طواف یا سعی کرتے وقت اگر فلاں چیز پیش آجائے تو کیا حکم ہے اور کیا اعمال کو متاثر کرتا ہے یا نہیں۔ وہیں باتیں ہیں جو میں پہلے بیان کی تھیں۔ اس قدر وسواس اور خدشات پیدا کر دیے ہیں کہ حاجی سعی کے راستے میں پانی پینے کے لئے بھی پریشانی کا شکار ہو گیا ہے۔ پھر آئے ہوئے دوست چلے گئے اور میں بھی اپنے روزانہ کے معمول کے کاموں میں لگ گیا۔

۱۶ ذی الحجہ کا دن

معمول کے مطابق شیخ صاحب کے ساتھ ملاقات طے تھی لیکن اس مرتبہ باب الاجیاد کے سامنے۔ کیونکہ آج ہم ہمارے ہوٹل جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر زہیر کی معیت میں دونوں شیخ صاحبان آگئے اور ہم نے ہوٹل تک کے لئے ایک ٹیکسی لے لی۔ ہوٹل پہنچ کر کھانا کھایا اور پھر کمرے میں چلے گئے۔ میرے کمرے کے احباب شیخ صاحب کو دیکھ کر خوش ہوگئے اور شیخ عثمان اور ڈاکٹر زہیر کو بھی خوش آمدید کہا۔ پہلے دن کی طرح کہ جب شیخ صاحب ہمارے ہوٹل میں آئے تھے، نئے آنے والے مہمانوں کی بھی تواضع اور خاطر داری شروع ہوگئی۔ ایرانیوں کا یہ اخلاق انتہائی قدر دانی کا مقام رکھتا ہے۔

شیخ عثمان : شیخ ابراہیم یہاں پر جب اس قدر اچھی خاطر تواضع کرتے ہیں تو ہم شروع سے یہیں پر ہی کیوں نہیں آئے۔ ہمارا ہوٹل کجا اور یہاں کجا۔

ش : میں نے ڈاکٹر صاحب سے خواہش کی تھی کہ ہمارے ہوٹل میں آجائیں تاکہ آپ بھی کسی طور گفتگو میں شامل ہو جائیں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ تحقیق اور مباحثے سے جو عشق اور لگاؤ آپ میں ہے، اس کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے مل کر خوشحال ہوں گے کہ ہوئے بھی۔ ورنہ میں جانتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے ہوٹل میں خاطر تواضع کے اسباب زیادہ اور بہتر ہیں۔

ڈ : ہمیں اس سے زیادہ شرمندہ نہ کریں۔ ہمارے پاس ہوٹل میں آپ کے ہوٹل سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔

ش : وقت تلف نہیں کرتے۔ ہمیں جلدی واپس جانا ہے۔ برائے مہربانی گفتگو کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ضرغام : مگر یہ مروت سے دور ہے کہ آپ لوگ عربی میں بات کریں اور ہم نہ سمجھیں۔

کربلائی : مجھ سے اور تم سے کیا واسطہ ہے یہ لوگ دینی مباحثہ کر رہے ہیں۔ چلو مسجد الحرام چلتے ہیں کچھ مستحبی طواف کر لیں۔ اس وقت خلوت ہے۔

ڈاکٹر احمدی : ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ لوگ چلے جائیں۔ جب تک آپ لوگوں کے خراٹے نہیں ہیں ہم بھی کچھ دیر آنکھیں جھپک لیں۔

کربلائی: کیسے ڈاکٹر کے مباحثے کی آوازوں کے ساتھ تو تمہیں نیند آجائے گی مگر ہمارے خراٹوں کے ساتھ نہیں سو سکتے ہو۔

ڈاکٹر احمدی: آخر آپ لوگوں کے خراٹوں کی آوازیں کہ جو ٹریکٹر کی طرح ہیں کہاں اور ان لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز، وہ بھی کمرے کے دوسرے کونے میں کہاں۔

حاج عباس: جس کسی کا بھی کوئی کام ہے تو اسے انجام دے لے۔ میں تھوڑی سی عربی جانتا ہوں اس لئے گفتگو سننا چاہتا ہوں۔

ش: یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

ڈ: احباب کے خراٹوں کی بات اور ہمارے مکالموں کی آواز کے ساتھ اس کا مقایسہ اور کچھ دوستوں کے مسجد الحرام اور طواف کے لئے جانے کی بات ہو رہی ہے۔

ش: ان دوستوں سے بولیں کہ اگر تھوڑی سی عربی جانتے ہیں تو ہماری گفتگو کو سننے کا اجر و ثواب ساری چیزوں سے زیادہ ہے۔

۷۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی اپنے بعد خلافت علیؑ کی وصیت و تاکید

ڈ: اچھا تو خلفاء کی بحث کے اگلے حصے کی طرف چلتے ہیں یعنی پیغمبر اکرمؐ کی حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت کے بارے میں وصیت و تاکید۔

ش: اس حصے کو بہت سے نہیں مانتے ہیں۔ غدیر کے بارے میں بھی یہی لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسے نہیں مانتے۔

ڈ: نہیں، غدیر اس حصے میں نہیں ہے، غدیر فصل الخطاب اور خاتمہ کلام ہے۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: وہ اسناد جو آپ کی کتابوں میں ہیں اور حضرت علیؑ کی خلافت کے لئے پیغبر اکرمؐ کی وصیت و تاکید کی علامت ہیں، ان کی تفصیل ذیل کے مطابق ہے۔

ش: برائے مہربانی وہی اسناد پیش کریں جن میں نسبتاً صراحت پائی جاتی ہو۔

ڈ: جی بالکل، اچھا تو آپ کی اسی کتاب خصائص نسائی میں دیکھتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا فرمان: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

۱۱/۴/۱: (حدثنا) ''بشر بن هِلَال عَن جَعْفَر بن سُلَيْمَان عَن يزِيد الرشک عَن مطرف بن عبد الله عَن عمرَان بن حُصَيْن قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِن علياً منى وَأَنا مِنْهُ وَوَلى كل مُؤمن بعدى.''

''۔۔۔۔۔عمران بن حصین سے، اس نے کہا: رسول اللہؐ نے فرمایا: بے شک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور (وہ) میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں۔''

۱۶/۱۰/۴: (أخْبرنا) '' أَبُو دَاوُد قَالَ: حَدثنَا أَبُو نعيم قَالَ: حَدثنَا عبد الْملک بن أبى عيينة قَالَ: أَخْبرنا الحكم عَن سعيد بن جُبَير عَن ابْن عَبَّاس عَن بُرَيْدَة قَالَ : خرجت مَعَ عَلىّ رض إِلَى الْيمن فَرَأَيْت مِنْهُ جفوة فَقدمت على النَّبِى

صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَذكرت علياً فتنقصته فَجعل رَسُول الله يتَغَيَّر وَجهه فَقَالَ : يَا بُرَيْدَة أَلَسْت أولى بِالْمُؤْمِنِينَ من أنفسهم؟ قلت : بلَى يَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: من كنت مَوْلَاهُ فعلى مَوْلَاهُ.''

''۔۔۔ابن عباس سے، اس نے بریرہ سے، اس نے کہا: میں علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا، راستے میں ان سے کچھ عجیب باتیں دیکھیں۔ جب میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچا تو علیؑ کا تذکرہ کیا اور آنحضرتؐ سے ان کے نقائص بیان کئے، یہ سنتے ہی آنحضرتؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مؤمنوں پر خود ان کی جانوں سے بڑھ کر [حاکم] نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں جس کا مولا ہوں، علیؑ اس کا مولا ہے۔''

۱۶/۱۰/۵: (أخْبرنا) '' زكريا بن يحيى، قَالَ: حَدثنَا نَصر بن على، قَالَ: حَدثنَا عبد الله بن داودو عَن عبد الواحد بن أيمن عَن أبيه، انّ سعداً قَالَ : قال رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: من كنت مَوْلَاهُ فعلى مَوْلَاهُ.''

''۔۔۔سعد نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جس کا مولا ہوں، علیؑ اس کا مولا ہے۔''

۱۷/۱/۱: (أخْبرنا) '' احمد بن شعيب قال: أخبرنَا قُتَيْبَة بن سعيد قَالَ: حَدثنِي جَعْفَر يَعْنِي ابْن سُلَيْمَان عَن يزِيد عَن مطرف بن عبد الله عَن عمرَان بن حُصَيْن قَالَ: جهز رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم جَيْشًا وَاسْتعْمل عَلَيْهِم عَليّ بن أبى طَالب فَمضى فِي السّريَّة فَأَصَاب جَارِيَة فأنكروا عَلَيْهِ وتعاقدوا أَرْبَعَة من أَصْحَاب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا بعثنا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أخبرناه بِمَا صنع.

وَكَانَ الْمُسلمُونَ إِذا رجعُوا من السّفر بدؤوا برَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَسَلمُوا عَلَيْهِ ثمَّ انصرفوا إِلَى رحالهم.

فَلَمَّا قدمت السّريَّة سلمُوا على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَامَ أحد الْأَرْبَعَة فَقَالَ: يَا رَسُول الله ألم تَرَ انّ عَليّ بن أبى طَالب صنع كَذَا وَكَذَا.

فَأَعْرض عَنهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَامَ الثَّانِي وَقَالَ: مثل ذَلِك ثمَّ الثَّالث فَقَالَ مقَالَته ثمَّ قَامَ الرَّابِع فَقَالَ مثل مَا قَالُوا.

فَأقبل إِلَيْهِم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَالْغَضَب يبصر فِي وَجهه فَقَالَ: مَا تُرِيدُونَ من عَليّ؟ إِن عليا منى وَأَنا مِنْهُ وَهُوَ ولى كل مُؤمن من بعدِى.''

''۔۔۔ عمران بن حصین سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت علیؑ کو اس کا امیر بنایا۔ جنگ میں فتح ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنے لئے ایک کنیز انتخاب کی جو بعض لوگوں کو برا لگا۔ ان لوگوں میں سے چار افراد نے آپس میں عہد کی کہ اس امر کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دیں گے۔

مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کسی جنگ سے پلٹتے تھے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتے اور پھر اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔

چنانچہ جب لشکر واپس لوٹا تو پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر ان چار افراد میں سے ایک کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے دیکھا کہ علیؑ نے کیا کیا؟

یہ سننے کے بعد آنحضرتؐ نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا پھر دوسرا شخص اٹھا اس نے بھی وہی بات کی، پھر تیسرا اٹھا اور وہی بات دھرائی پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات دھرائی جو پہلے والوں نے کہی تھی تو آنحضرتؐ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے در حالیکہ کہ آپؐ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور فرمایا: تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا ولی و حاکم ہے۔"

ش: شیخ عثمان! امام نسائی کی اس کتاب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

ش عثمان: میں آج تک نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کہی ہو۔ کیونکہ امام نسائی نے بڑی محنت سے کام لیا ہے اور تمام احادیث کو معتبر کتابوں سے ہی نقل کیا ہے۔

ش: تو پھر کیوں ہمیں یہ کتاب الازہر میں کوئی زیادہ نظر نہیں آتی۔

ش عثمان: کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں۔ لہٰذا ان کی ہر فضیلت و تعریف کی ایک خاص جگہ ہے۔

ش: لیکن یہ وہ باتیں ہیں کہ جن میں دوسرے صحابہ کرامؓ شریک نہیں ہیں۔

ش عثمان: جی ہاں ان مطالب کے ساتھ کہ جو ڈاکٹر صاحب بیان کر رہے ہیں، موضوع مختلف ہو جاتا ہے۔

ڈ: اچھا تو یہ فرمائیں کہ کیا "ولی کل مؤمنٍ بعدی" "میرے بعد ہر مؤمن کے ولی و حاکم ہیں" کی تصریح کے ہوتے ہوئے یہ خلیفہ معین کرنے کے معنی میں نہیں ہے؟

ش عثمان: اس "بعدی" کے لفظ نے ہمارا کام بگاڑ دیا ہے، کیونکہ اگر "بعدی" کا لفظ نہ ہوتا تو ہم اپنے شیعہ بھائیوں سے وہی ہمیشہ والی بات کہہ دیتے کہ ولی دوست کے معنی میں ہے لیکن "میرے بعد علیؑ تمہارے دوست ہیں" بے معنی لگتا ہے۔

ش: یعنی آپ نے مان لیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو خلیفہ معین کیا ہے۔

ش عثمان: اگر آپ نہیں مانتے تو پھر فرمائیں کہ اس جملے "ولی کُلّ مؤمنٍ بعدی" کا کیا مطلب ہے؟

ش: ہم اگر یہاں پر مان لیں تو پھر اس صورت میں غدیر کی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔

ڈ: آپ مان لیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے خلیفہ معین کیا ہے، غدیر کی بحث کو میں اس حصے کی تکمیل کے لئے وضاحت کے طور پر پیش کر دوں گا۔

ش عثمان: اگر کوئی نہیں مانتا ہے تو بولے۔

سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی مخالفت نہیں ہے۔

ش: البتہ مان لیا لیکن یہ خلفائے راشدین کی خلافت کو رد کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔

ڈ: آپ اجازت دیں تو غدیر کی بحث میں اس موضوع کے بارے میں زیادہ بات کریں گے۔

ش: بہت بہتر۔

ڈ: لیکن اگر ہم ان احادیث کی ایک جمع بندی پر غور کرنا چاہیں کہ جنہیں کنزل العمال کے مصنف نے جمع کیا ہے اور جو خود آپ کی معتبر کتابوں اور اسناد میں سے ہے تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس کتاب میں وہ بعض صحابہ کے فضائل لے کر آئے ہیں لیکن حضرت علیؑ کے فضائل میں وہ ایسی باتیں لے کر آئے ہیں کہ ہر منصف مزاج مسلمان کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ کیا ان حضرت علیؑ کا بقیہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ قیاس کیا جاسکتا ہے؟ یا یہ کہ اس کتاب میں حضرت علیؑ ایک مکمل طور پر استثنائی صحابی کے طور ہیں کہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے اپنی خلافت اور امامت کے ذریعے خطِ نبوت کے تسلسل کے لئے انتخاب فرمایا ہے۔ میں نے اس کتاب سے حضرت علیؑ کے فضائل سے متعلق احادیث کا ترجمہ کیا ہے کہ جو آپ کو پیش کر رہا ہوں اور ان شاء اللہ اگلی ملاقات میں آپ خود ہی ان احادیث کے بارے میں قضاوت کیجئے گا۔ (دوسرا ضمیمہ)

کتاب کے آغاز میں مصنف کہتے ہیں کہ:

''میں نے اس کتاب کے لئے احادیث سے ان کے ظاہر کو چھوڑ دیا ہے اور باطن کو لیا ہے۔'' یعنی انہوں نے شروع کے راویوں کو چھوڑ دیا ہے اور صرف اصل حدیث ہی کو نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے بڑھ کر، حدیث کے بعض حصوں کو جو واقعے کی ابتدائی روداد ہے، چھوڑ دیا ہے اور صرف اسی حصے کو جو اصلی موضوع مثال کے طور پر فضائل علیؑ، سے مرتبط ہے، لے کر آئے ہیں۔ مصنف نے یہاں تک کہ مأخذ و منابع کو مکمل طور پر ذکر کرنے سے بھی گریز کیا ہے اور اختصاری علامت کے ساتھ صرف ایک منبع کو لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے طالب علموں اور قارئین کے لئے سہولت کو اس کام کے مقصد کے طور پر بیان کیا ہے۔

کنز العمال فی سنین الاقوال و الافعال نامی اس کتاب کے مصنف علامہ علاء الدین المتقی بن حسام الدین الھندی متوفی ۹۷۵ھ ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ۴۶۰۰۰ ہزار سے زیادہ احادیث (مکررات کے ساتھ) نقل کی ہیں۔ اس کا ایک حصہ خلفائے اربعہ کے فضائل سے متعلق ہے کہ ہم جس کا تجزیہ نہیں کر رہے ہیں لیکن آپ صرف اتنا غور فرمائیں کہ پیغمبر اکرمؐ سے حضرت ابو بکر کے لئے ۴۲ احادیث، حضرت عمر کے لئے ۸۷ احادیث، حضرت عثمان کے لئے ۸۵ احادیث لیکن حضرت علی کے لئے ۱۹۷ احادیث نقل ہوئی ہیں جو مطالب و مضامین کے لحاظ سے شروع کے تین خلفاء کی احادیث سے مکمل طور پر مختلف ہیں اور جن کو آپ ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں۔

خلفاء کی احادیث میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے متعلق اکثر احادیث مشترک ہیں، مثال کے طور پر یہ کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میرے لئے ویسے ہیں جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ دو افراد کس طرح ایک فرد یعنی حضرت ہارونؑ کی جگہ پر ہو سکتے ہیں۔ البتہ انتہائی معتبر اور تقریباً متفق علیہ اسناد کی رو سے یہ حدیث حضرت علی کے بارے میں ہے کہ جو پیغمبر اکرمؐ کے لئے حضرت موسیٰؑ کی نسبت بمنزلہ حضرت ہارونؑ، ایک ہی فرد ہیں، دو افراد نہیں ہیں۔ ظاہراً حدیث گھڑتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خلفاء حدیث گھڑے جانے پر راضی تھے۔ ان احادیث کی اکثریت کو ان کے بعد گھڑا گیا ہے۔

ش: کنز العمال کی احادیث بہت زیادہ ہیں، آپ کون کون سی احادیث کی زیادہ تاکید کرتے ہیں؟

ڈ: احادیث نمبر ۳۲۸۸۳ اور ۳۲ کو نہیں دھراؤں گا، ۸۹۰، ۸۹۵، ۸۹۸، ۹۰۰، ۹۰۲، ۹۱۰، ۹۳۵، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۵، ۹۵۳، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۷۷، ۹۸۳، ۹۹۰، ۹۹۳، ۹۹۴، ۳۳۰۱۱ اور ۳۳۰۴۷، ان میں سے اکثر احادیث جانشینی اور خلافت کو بھی پیش کرتی ہیں۔

ش: آپ نے کتنے حوصلے کے ساتھ ان کو اکٹھا کیا ہے!

ڈ: حوصلہ درکار نہیں ہے عشق ہونا چاہئے۔ میں نے ان احادیث کو آپ لوگوں کی کتابوں کے بیچوں بیچ سے ڈھونڈا ہے تاکہ اگر کوئی شیخ ابراہیم یا شیخ عثمان یا ڈاکٹر زہیر مل جائیں اور سوال کریں کہ آپ حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرمؐ کا پہلا خلیفہ کیوں سمجھتے ہیں تو میں عرض کروں کہ خود آپ کی کتابوں سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں، جیسے کہ میں نے شیخ حمدان الغامدی سے جو ام القریٰ یونیورسٹی کے استاد ہیں، کہا تھا۔

ش عثمان: شیخ ابراہیم ڈاکٹر صاحب کی توضیحات کے بعد میں سوچ رہا ہوں کہ ہم دین کے امور کو ایک پیشے کی طرح دیکھتے ہیں لہٰذا ہمارے اندر عشق نہیں تھا کہ اتنی باریک بینی کے ساتھ متون کے اندر جاتے اور ان احادیث کو باہر نکال کر لاتے۔

ڈاکٹر زہیر: اگر آپ کو برا نہ لگے تو میری طرح کہ پیشے کے لحاظ سے ایک طبیب ہوں، عوام کو دین کی تعلیم دینا آپ لوگوں کا بھی پیشہ ہے۔ اگر آپ اتنی معلومات جو عوام کو جواب دینے کے لئے کافی ہو، ڈھونڈ لیں تو پھر تحقیق اور مطالعے کے پیچھے نہیں جاتے، میں نے بھی اس وقت ایک مدت سے میڈیکل کی کوئی کتاب نہیں پڑھی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے پیشے کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ہیں، دوسرے لفظوں میں دین کی روٹی کھانا تو دور کی بات ہے یہ اپنی درآمد سے اور فرصت کے اوقات میں سے دین کے لئے خرچ بھی کرتے ہیں۔ اس قسم کا کام ضرور عشق چاہتا ہے۔

ڈ: ان شاء اللہ خدا ہم سب کو دین کی طرف توجہ کا درد عطا فرمائے۔

ڈاکٹر زہیر: یعنی ہم دین کے لئے بیمار ہو جائیں!

ڈ: نہیں، لیکن اصلی دین میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اس پر چودہ سو سال میں اس قدر تہیں چڑھائی گئی ہیں کہ اصلی دین نظر نہ آئے اور اس کے ارد گرد اس قدر شاخ و برگ رکھ دیے گئے ہیں کہ اصلی دین مشکل سے نظر آتا ہے۔ خاص طور پر عربی ممالک میں کہ جہاں دین کچھ احکام کو وہ بھی ان کی روح پر توجہ کے بغیر انجام دینے کی طرح ہو چکا ہے۔

ش عثمان: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دین کا عاشق بنائے کہ ہم اس پر اپنے پیشے کے جتنا توجہ کریں۔

ڈ: ان شاء اللہ، لیکن بات کو تسلسل دیں یا بقیہ کل کے لئے چھوڑ دیں؟

ش: آج کے لئے کافی ہے، ان احادیث کو دیکھ کر انسان شرمندہ اور موضوع کو ہضم کرنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ دوستوں سے بھی کچھ باتیں کرنے کی اجازت دیں۔ یہ تھک گئے ہیں۔

حاج عباس: ہم قطعاً نہیں تھکے ہیں۔

ش: میں نے مزاح کیا تھا۔

ڈ: تو پھر آپ دوستوں سے جو باتیں کرنا چاہ رہے ہیں، میں ان کا ترجمہ کرتا ہوں۔

تقریباً ایک گھنٹے تک باتیں ہوتی رہیں اور ایک اچھی اور اجتماعی گفتگو انجام پائی۔ اس کے بعد:

ش: میری کل دوپہر کے لئے کوئی مصروفیت ہے اگر ہو سکتا ہے تو کل مغرب کی نماز کے بعد رات میں نشست رکھتے ہیں۔

ڈ: برا نہیں ہے، بہت اچھا بھی ہے۔

ش: وہ کس طرح؟

ڈ: کیونکہ میں تین دن کے بعد ایران جا رہا ہوں اور شاید کل ہماری گفتگو کی آخری نشست ہو۔

ش: لیکن کل غدیر کی بحث کو مکمل کر دیجئے گا۔

ڈ: اتفاق سے کل جس رات کا آپ نے طے کیا ہے اٹھارہ ذی الحجہ کی شب اور اسی دن کی شب ہے کہ جس میں غدیر کا واقعہ پیش آیا۔

ش: بہت بہتر، تو پھر غدیر کی بحث غدیر کی شب میں، اچھا ہے اور ایک حسنِ اتفاق بھی ہے۔

ڈ: ان شاء اللہ لیکن میں آپ سے ایک خواہش کرنا چاہ رہا ہوں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: مگر یہ خواہش ہماری گفتگو کے اصولوں سے کچھ مختلف ہے۔

ش: کس طرح کا اختلاف؟

ڈ: میں چاہ رہا ہوں کہ صرف ایک بار اور وہ بھی اس لئے کہ یہ نہ کہا جائے کہ پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں کو غدیر خم میں تین جمع کیا اور چند مختصر جملے ارشاد فرمائے، استثنائی طور پر مکتب اہل بیتؑ سے ایک سند اور وہ بھی ذیل کی معتبر اسناد کے ساتھ آپ کو دے دوں کہ صرف اس کا مطالعہ فرمائیں تاکہ کل رات کی بحث کے لئے ہم زیادہ وسیع نظروں سے کام لے سکیں۔

ش: کون سی حدیث اور کون سی سند؟

ڈ: پیغمبر اکرمؐ کے حجۃالوداع کے موقع پر خطبے کا متن جو غدیر خم میں ارشاد ہوا۔

ش: بہت اچھا ہے۔ دے دیں ہم تاکہ ہم لے جائیں اور کل تک اسے پڑھ لیں۔ (تیسرا ضمیمہ بمعہ ترجمہ)

ش عثمان: ڈاکٹر صاحب برائے مہربانی اس کی اسناد بھی دے دیں۔

ڈ: خطبہ اس شخصیت سے روایت ہوا ہے کہ جسے آپ قبول کرتے ہیں اور آپ کی بہت ساری احادیث میں ان کا نام ہے۔

ش: کون سی شخصیت؟

ڈ: حضرت محمد بن علی الباقرؑ۔

ش عثمان: جی ہاں، جی ہاں، صحیح ہے۔ ہماری بہت سی صحیح احادیث میں ان کا نام ہے۔

ڈ: غدیر کی حدیث ان ہی سے تو روایت ہوئی ہے۔

ش: بہت اچھا ہے۔

ڈ: البتہ یہی حدیث حضرت زید بن ارقم سے بھی روایت ہوئی ہے اور ایک دوسرے شخص سے بھی جن کا نام حضرت حذیفۃ بن الیمان ہے۔
یعنی اس کی تین اسناد ہیں اور اتفاق سے تینوں گروہ سند کو اسی شکل میں لے کر آئے ہیں جو اس کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔
ش: بڑی دلچسپ بات ہے۔ اچھا تو اب اجازت دیں کہ اس کی اسناد کو بھی دیکھ لیں۔
ڈ: یہ لیجئے اس کی اسناد کہ دو اسناد حضرت محمد بن علی الباقرؑ سے متعلق اور دو اسناد زید بن ارقم اور حذیفہ بن الیمان سے متعلق ہیں۔
حضرت امام باقر علیہ السلام کی روایت دو اسناد کے ساتھ ہے:

1ـ قال الشيخ أحمد بن على بن ابى منصور الطبرسى فى كتاب ''الإحتجاج'':

''حدثنى السيد العالم العابد ابو جعفر مهدى بن أبى الحرث الحسينى المرعشى رضى الله عنه قال: أخبرنا الشيخ أبو على الحسن بن الشيخ أبى جعفر محمد بن الحسن الطوسى رضى الله عنه، قال :أخبرنا الشيخ السعيد الوالد أبو جعفر قدس الله روحه، قال: أخبرنى جماعة عن أبى محمد هارون بن موسى التلعكبرى، قال: أخبرنى أبو على محمد بن همام،قال: أخبرنا على السورى قال:أخبرنا أبو محمد العلوى من ولد الأفطس ـ و كان من عباد الله الصالحين ـ قال: حدثنامحمد بن موسى الهمدانى، قال: حدثنا محمد بن خالد الطيالسى،قال: حدثنا سيف بن عميرة و صالح بن عقبة جميعا عن قيس بن سمعان عن علقمة بن محمد الحضرمى عن أبى جعفر محمد بن على(الباقر)عليهما السلام.

2ـ قال السيد إبن طاووس فى كتاب '' اليقين '' :

'' قال أحمد بن محمد الطبرى المعروف بالخليلى فى كتابه « أخبرنى محمد بن أبى بكر بن عبد الرحمان، قال: حدثنى الحسن بن على أبو محمد الدينورى، قال : حدثنا محمد بن موسى الهمدانى، قال: حدثنا محمد بن خالد الطيالسى، قال: حدثنا سيف بن عميرة عن عقبة عن قيس بن سمعان عن علقمة بن محمد الحضرمى عن أبى جعفر محمد بن على(الباقر) (عليه السلام)-

۳۔ زید بن ارقم کی روایت ذیل کی سند کے ساتھ ہے:

قال السيد إبن طاووس فى كتاب ''التحصين'' :

'' قال الحسن بن أحمد الجاوانى فى كتابه '' نور الهدى و المنجى من الردى'': عن أبى المفضل محمد بن عبد الله الشيبانى، قال: أخبرنا أبو جعفر محمد بن جرير الطبرى و هارون بن عيسى بن سكين البلدى، قالا:حدثنا حميد بن الربيع الخزاز، قال: حدثنا يزيد بن هارون،قال: حدثنا نوح بن مبشر، قال: حدثنا الوليد بن صالح عن إبن امرأة زيد بن أرقم و عن زيد بن أرقم.''

۴۔ حذیفۃ بن الیمان کی روایت ذیل کی سند کے ساتھ ہے:

قال السيد إبن طاووس فی كتاب '' الإقبال '':

'' قال مؤلف كتاب '' النشر و الطی '': عنأحمد بن محمد بن على المهلب: أخبرنا الشريف أبو القاسم على بن محمد بن على بن القاسم الشعرانی عن أبيه : حدثنا سلمۀ بن الفضل الأنصارى، عن أبى مريم عن قيس بن حيان (حنان) عن عطيۀ السعدى عن حذيفۀ بن اليمان.''

انہوں نے یہ خطبہ انہیں دینے پر شکریہ کیا پھر خدا حافظی اور چلے گئے۔ اس کے بعد ہم احباب کے ساتھ دوسری باتوں میں مصروف ہوگئے۔

۱۷ذی الحجہ کا دن (عید غدیر کی شب)

ہم مغرب کی نماز کے بعد دو شیخ صاحبان اور ڈاکٹر زہیر کے ساتھ ہمارے ہوٹل میں آگئے اور رات کے کھانے کے لئے چلے گے۔ ہوٹل میں کاروان کے سالار نے ریسٹورنٹ کی جگہ پر عید غدیر کی شب کی مناسبت سے جشن برپا کیا ہوا ہے اور تمام حجاج نے بھی ان کے پاس جتنی مٹھائی تھی میزوں پر بڑی بڑی طشتوں میں رکھ دی ہے۔ صلواتوں اور قصیدوں کی آوازیں بھی گونج رہی ہیں۔

ش : ہوٹل میں کوئی مناسبت ہے ؟

ڈ: جی ہاں عیدِ غدیر کی شب کا جشن ہے۔

ش: اچھا ہوا جو ہم یہاں آگئے۔

ڈ: چلیں پہلے کھانا کھاتے ہیں پھر جشن میں آئیں گے۔

ش: کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی شیرینی اور پھل وغیرہ کافی ہیں۔

ڈاکٹر زہیر : مگر مجھے کھانے کی طلب ہے۔ اگر شیخ ابراہیم نہیں چاہتے تو نہ کھائیں۔

ش عثمان : بھلا کیا ان اچھی غذاؤں کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

ش : میں بھی کھالیتا ہوں۔

ڈ: تو پھر چلیں ہال کے کونے میں چلتے ہیں۔ جنہوں نے کھانا نہیں کھایا ان کے لئے کچھ میزیں ہیں۔

کھانے کے بعد ہم آئے اور جشن میں شریک ہوگئے۔ کچھ شیرینی اور پھل وغیرہ چکھنے کے بعد گفتگو کو تسلسل دینے کے لئے کمرے میں چلے گئے۔

ش: لیکن آج رات ہم نے کچھ نئی مٹھائیاں بھی دیکھ لیں۔

ڈ: جی ہاں وہ سب حجاج لے کر آئے ہیں، اس لئے ان میں تنوع ہے۔

ش: رات کا وقت ہے۔ غدیر کی بحث شروع کرتے ہیں۔

۸۔ غدیر خم

ہمارے پاس وقت بھی ہے۔ اچھا ہے آپ ہی بولیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ آپ نے شروع کے دنوں کی بحث میں صحابہ کو ہم سے لے لیا، اس کے بعد ابوہریرہ کی احادیث کی مدد سے صحاح ستہ کو بھی صحت و اعتبار سے گرا دیا اور اب خلفاء کی باری ہے۔ مجھے اب سمجھ میں آیا ہے کہ شروع کے دونوں میں آپ بحث کیوں نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آخر کے دنوں کے لئے رہنے دیں۔

ڈ: بالآخر یہی اہم بحث ہی مکتب اہل بیتؑ اور برادرانِ اہل تسنن کا اصلی فرق ہے۔

ش: اچھا ہم نے قبول کیا کہ آپ کی بات مان لیں، اب تک بھی جو نپی تلی بات تھی وہ مان لی ہے۔

ڈ: میں مشکور ہوں لیکن یہ آپ کی بڑائی اور حقیقت جوئی کو دکھاتی ہے ورنہ میری تو کوئی حیثیت نہیں ہے، میں خود آپ ہی کی کتابوں سے باتیں کرتا ہوں۔

ڈ: بہت بہتر، اب ہم اپنے گفتگو کے فصل خطاب اور حسن ختام یعنی واقعۂ غدیر پر پہنچ گئے ہیں۔

ش: قصہ بیان کریں گے یا اسے مفروض سمجھیں گے۔

ڈ: نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہم واقعہ غدیر کو اس کے تمام حواشی کے ساتھ نقل کریں تاکہ معلوم ہو کہ غدیر خم میں بات کرنے سے پیغمبر اکرمؐ کا کیا مقصد تھا۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: آپ کی کتابوں میں واقعۂ غدیر کے بہت سے حصے حذف ہوئے ہیں۔ یعنی خطبۂ غدیر انتہائی مختصر اور کچھ سطور کی حد تک ہے۔ میں واقعہ کے حواشی کی تفصیل بیان کرتا ہوں لیکن چونکہ ان کی ہمارے استدلال پر کوئی تأثیر نہیں پڑتی اس لئے مکتب اہل بیتؑ کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں مگر غدیر کی اصلی حدیث آپ کی کتابوں سے لاؤں گا۔

ش: ڈاکٹر صاحب ہم نے خطبے کو پڑھ لیا ہے اور اس کے بارے میں ہمارے سوالات ہیں۔

ڈ: بہت بہتر مگر میں ترجیح دوں گا کہ چند نکات عرض کروں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: آپ جانتے ہیں کہ غدیر کا واقعہ پیغمبر اکرمؐ کے حجۃالوداع میں پیش آیا۔

ش: جی ہاں، صحیح ہے۔

ڈ: آپ جانتے ہیں کہ سورۂ مائدہ قرآن مجید کی سب سے آخری سورہ ہے۔

ش: جی ہاں۔

ڈ: کیا غدیر سورۂ مائدہ میں ہے۔ اگرچہ کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت منیٰ میں تین مرتبہ اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستے میں ایک بار نازل ہوئی مگر ہم فرض کرتے ہیں کہ صرف ایک مرتبہ ہی نازل ہوئی ہے۔

ش: کون سی آیت؟

ڈ: آیت ۶۷:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّـهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّـهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴾

"اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔"

ش: جی ہاں یہ حجۃالوداع میں نازل ہوئی ہے۔

ڈ: یہ چیز جو پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئی اور پیغمبر اکرمؐ جسے لوگوں تک پہنچانے میں خوف محسوس کر رہے تھے، کیا تھی؟

ش: ہماری کتابوں میں بہت سی باتیں ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا غدیر سے کوئی تعلق نہیں ہے؟

ڈ: جی ہاں میں نے بھی دیکھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ آیت غدیر میں نازل نہیں ہوئی ہے، کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نازل ہوئی ہے تو اس کے معنی یہ تھے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا علیؑ کو دوست رکھو۔

ش: صحیح ہے۔ دوسری باتیں بھی ہیں مگر زیادہ تر یہی باتیں آئی ہیں۔

ڈ: آپ کے خیال میں یہ امر اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ اگر پیغمبر اکرمؐ نے اسے انجام نہ دیا ہوتا تو گویا اپنی رسالت کو انجام نہ دیا ہو؟

ش: تاریخ یہی کہتی ہے مگر سچ پوچھیں تو تھوڑی ثقیل بات ہے۔

ڈ: البتہ میں یہاں تک کہ آپ کی انہی روایات سے ایک عقلی استدلال کر سکتا ہوں۔

ش: بیان فرمائیں، مجھے خوشی ہوگی۔

ڈ: اس آیت کے بارے میں آپ کی احادیث کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ کس قدر اہمیت رکھتے ہیں کہ اگر پیغمبر اکرمؐ امت سے انہیں دوست رکھنے کی ضرورت کو بیان نہ کرتے تو گویا آنحضرتؐ نے اپنی رسالت کو انجام نہیں دیا ہوتا۔

ش عثمان: کیا آپ اس تعبیر کو مانتے ہیں کہ ولایت سے مراد دوستی ہو؟

ڈ: کیا آپ مانتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کو دوست رکھنے کے بارے میں ہے؟

ش: جی ہاں، ہمارے بہت سے مفسرین اس کو مانتے ہیں مگر یہ کہ ولی کا معنی خلیفہ ہو، اس تفسیر کو نہیں مانتے۔

ڈ: اگرچہ میں اس تفسیر کو نہیں مانتا لیکن میرا کہنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر یعنی حضرت علیؑ کو دوست رکھنا اتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اگر اسے نہ پہنچایا جائے تو رسالت انجام نہیں پائی ہے تو پھر ایسا انسان انتہائی اہمیت رکھتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اس کے لئے ایسی عظیم تقریب کا انتظام فرماتے ہیں۔

ش: یہ ٹھیک ہے۔ خبر انتہائی اہمیت کی حامل تھی۔

ڈ: تو پھر ایسا انسان کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اکرمؐ اتنی زیادہ اہمیت کے قائل ہیں، پیغمبر اکرمؐ کے بعد کسی اور شخص کو نہیں بلکہ اسے ہی خلیفہ ہونا چاہئے۔

ش: آپ آخر کار حضرت علیؑ کو غدیر سے خلیفہ ہی بنا کر باہر لائیں گے۔

ڈ: میں باہر نہیں لاؤں گا، اللہ اور اس کا رسولؐ لائیں گے۔ میں تاریخ کی حقیقت کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرنے میں مصروف ہوں۔

ش: خیر، اصلی بات کی طرف پلٹتے ہیں۔ غدیر پر آپ کے نکتہ نظر سے بات کرتے ہیں۔

ڈ: مگر میری رائے کے مطابق اللہ اور اس کا رسولؐ، حضرت علیؑ کو دوست رکھنے سے زیادہ اہم مقصود بیان کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی تفسیر کی کتابوں میں تحریف کے سبب وہ اہم مقصود تبدیل ہو گیا ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کتابوں میں ہمارا ہی نکتہ نظر کہ جو خلافت اور جانشینی کی بات ہے، موجود اور باقی بچا ہوا ہے۔ وہ امر جس کو پہنچانے کا پیغمبر اکرمؐ کو حکم ہوا تھا خلیفہ اور جانشین مقرر کرنا تھا۔

ش: مگر قرآن میں تصریح نہیں ہوئی ہے۔

ڈ: صحیح ہے لیکن ہمیں دیکھنا چاہئے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد کیا کام کیا۔

ش: کیا کام کیا؟

ڈ: غدیر کے مقام پر کہ جو جحفہ سے کچھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور اس کے بعد حجاج مختلف راستوں میں بٹ جاتے تھے، بے درنگ سب کو روک لیا، فرمایا آگے نکل جانے والے واپس لوٹ جائیں اور پیچھے رہ جانے کا والوں کا انتظار کریں یہاں تک کہ میں ایک اہم بات کو تم سب تک پہنچا دوں۔

ش: یہ موضوع ہماری کتابوں میں ہے۔

ڈ: جی ہاں میں نے بھی دیکھا ہے۔

ش: اچھا تو فرمائیں۔

ڈ: غدیر کے مقام پر خم نامی ایک چھوٹا سا تالاب تھا جس میں پانی تھا، کارون کو پانی کے تالاب کے پاس ٹھہرایا ہوا تھا کیونکہ وہاں تین دن رہے۔ اور دو درختوں کے درمیان سائے میں اونٹوں کے پالانوں سے منبر بنا گیا، پھر جب سب جمع ہو گئے تو پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس مکمل تفصیل ہماری کتابوں میں موجود ہے اور کل رات میں نے آپ کو دیا بھی تھا۔

ش: میں وہ پڑھ لیا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی بات کرنا چاہتے ہیں یا بعد میں کریں گے۔

ڈ: نہیں، بعد میں بات کریں گے۔

ش: بہت بہتر۔

ڈ: پہلے ہم اس بات پر یقین پیدا کرلیں کہ غدیر کا واقعہ پیش آیا اور پیغمبر اکرمؐ نے وہاں پر کچھ باتیں ارشاد فرمائی تھیں پھر اس کے بعد اس کے بارے میں گفتگو کی بات ہوگی۔

ش عثمان: ہم تو اسے مانتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: ہمیں بھی تو کچھ سمجھنے دیں۔ کیونکہ یہ باتیں ہمارے کانوں سے بھی نہیں ٹکرائی تھیں۔

ش: کوئی بات نہیں۔آپ فرمائیں ڈاکٹر زہیر بھی جان لیں۔

ڈ: لیکن وہ چیز جو آپ کی کتابوں میں ہے اس کا خلاصہ میں امام نسائی کی اسی کتاب سے لے کر آتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ متفق علیہ ہے۔

ش: فرمائیں البتہ امام نسائی ہمارے معتبر محدثین میں سے ہیں۔

ڈ: لیجئے یہ کتاب خصائص امام نسائی اور یہ احادیث پہلے کی طرح نمبروں کی ترتیب کے ساتھ ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان: میں جس کا مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔

۱۶/۱۰/۱: (أخْبرنا) ''احمد بن الْمثنى قَالَ: حَدثنِي يحيى بن معاذ قَالَ: حَدثنَا أَبُو عوَانَة عَن سُلَيْمَان قَالَ: حَدثنَا حبيب بن أبى ثَابت عَن أبى الطُّفَيْل عَن زيد بن أَرقم قَالَ: لما رَجَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن حجَّة الْوَدَاع وَنزل غَدِير خم أمر بدوحات فقممن ثمَّ قَالَ: كَأَنِّي دعيت فأجبت وَإِنِّي تارك فِيكُم الثقلَيْن أَحدهمَا أكبر من الآخر: كتاب الله وعترتى أهل بَيْتِى فأنظروا كَيفَ تخلفونى فيهمَا فَإِنَّهُمَا لن يَتَفَرَّقَا حَتَّى يردا على الْحَوْض.

ثمَّ قَالَ إِن الله مولَاىَ وَأَنا ولى كل مُؤمن.

ثمَّ انه أَخذ بيد عَلىّ رض فَقَالَ: من كنت وليه فَهَذَا وليه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ.

فَقلت لزيد: سمعته من رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم؟ فَقَالَ: و انه مَا كَانَ فِى الدوحات أحد إِلَّا رَآهُ بِعَيْنيهِ وسَمعه بأذنيه.''

''۔۔۔۔ابو طفیل سے، زید بن ارقم سے، اس نے کہا: جب پیغمبر اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے تھے تو غدیر خم کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو بھی قیام کا حکم دیا اور اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا گیا اس کے بعد فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے میرا بلاوا آگیا ہے اور میں نے قبول بھی کرلیا ہے اور بے شک میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ان میں سے ایک دوسری سے بڑی اور ہے، (ان میں سے ایک) اللہ کتاب (قرآن مجید) اور (دوسرے) میری عترت اور میرے اہل بیتؑ ہیں پس سوچ لو کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کروگے؟ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گی۔

پھر فرمایا: بے شک اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مؤمن کا مولیٰ ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں یہ علیؑ اس کا مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ جو اس سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی رکھ۔

میں (راوی) نے زید سے دریافت کیا: کیا تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے؟

(زید نے) جواب دیا: بلاشبہ کاروان (قافلے) میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا مگر یہ کہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانون سے سنا ہے۔''

۱۶/۱۰/۱۰: (أخْبرنا) '' أبُو دَاوُد قَالَ: حَدثنَا عمرَان بن أبان قَالَ: حَدثنَا شريک قَالَ: حَدثنَا أبُو إِسْحَاق عَن زيد بن يثيع قَالَ: سَمِعت عَليّ بن أبی طَالب رض يَقُول علی مِنْبَر الْكُوفَة: إِنِّی انشد الله رجلاً وَلَا يشهد إِلَّا أَصْحَاب مُحَمَّد صلی الله عَلَيْهِ وَسلم سمع رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم غَدِير خم يَقُول: من كنت مَوْلَاهُ فعلی مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ.

فَقَامَ ستَّة من جَانب الْمِنْبَر وَستَّة من الْجَانب الآخر فَشَهِدُوا أنهم سمعُوا رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول ذَلِک.

قَالَ شريک: فَقلت لأبی إِسْحَاق: هَل سَمِعت الْبَراء بن عَازِب يحدث بِهَذَا عَن رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم؟ قَالَ: نعم.''

''۔۔۔۔۔ زید بن یثیغ نے کہا: میں نے علی ابن طالبؑ کو مسجد کوفہ کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اس امر میں سوائے اصحاب رسول ﷺ کے جنہوں نے یہ بات سنی ہے، کوئی گواہی نہ دے کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس علیؑ مولیٰ ہے، اے اللہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے تو یہ سن کر منبر کی جانب سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور شہادت دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس پر شریک نے کہا: میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کیا تم نے براء بن عازب سے یہ (حدیث) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے، سنی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔''

۳/۱۵/۱: (أخْبرنا) '' هلَال بن بشر البصری قَالَ: حَدثنَا مُحَمَّد بن خَالِد قَالَ: حَدثنَی مُوسَی بن يَعْقُوب قَالَ: حَدثنَا مهَاجر بن سمَار بن سلمَة عَن عَائِشَة بنت سعد قَالَت: سَمِعت أبی يَقُول: سَمِعت رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم الْجحْفَة وَأخذ بيد عَليّ فَخَطب فَحَمدَ الله وَأثْنی عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: يَا أيهَا النَّاس إِنِّی وَلِيكُم قَالُوا صدقت يَا رَسُول الله ثمَّ أَخذ بيد عَليّ فَرَفعهَا فَقَالَ: هَذَا وليی ويؤدی عن دَيْنِی وَ أَنَا موَالی من وَالَاهُ ومعادی من عَادَاهُ''

''۔۔۔۔۔ عائشہ بنت سعد نے کہا: میں نے اپنے والد کو کہتے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: جحفہ کے دن رسول اللہ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے لوگو! (کیا) میں تمہارا ولی ہوں تو لوگوں نے کہا: اے رسول اللہؐ آپ سچ فرمارہے ہیں، پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: یہ میرا ولی ہے اور میری طرف سے میرا قرض (حقوق وفرائض) ادا کرے گا اور جو اس کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا اور جو اس سے دشمنی کرے گا میں اس کا دشمن ہوں گا۔''

۲۰/۴/۱: (أخْبرنا) ''----------

''----------

''۔۔۔۔۔عامر بن وائلہ سے، اس نے کہا: حضرت علیؑ نے لوگوں کو رحبہ (صحنِ مسجد) میں جمع کر کے فرمایا: میں ہر اس مسلمان شخص کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے سنا ہے کہ غدیر خم کے دن رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے: کی تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مؤمنوں کی جانوں کا ان سے زیادہ مالک اور اولیٰ بالتصرف ہوں۔ آنحضرتؐ اس وقت کھڑے ہوئے تھے پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ تو اسے دوست رکھ جو اس سے دوستی رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔

ابو طفیل کہتے ہیں: میں اس اجتماع سے باہر نکلا مگر میرے دل میں کچھ شک تھا پھر میں نے زید بن ارقم سے ملاقات کی کہ جس نے ہمیں یہ خبر سنائی تھی تو اس نے کہا: تم شک کرتے ہو؟ جبکہ خود میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔''

۲۰/۴/۲: (أخْبرنا) '' اَحْمَد بن شيعب، اَخبرنى أبُو عبد الرحمان زكريا بن يحيى السجستانى قَالَ: حَدثنى مُحَمَّد بن عبد الرحيم، قَالَ: أخبَرَنَا إبراهيم، قال: حَدَّثَنَا معن، قَالَ: حَدثنَى مُوسَى بن يَعْقُوب عن مهَاجر بن مسمَار عَن عَائشَة بنت سعد و عامر بن سعد، عَن سعد: إنَّ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خَطب فَقَالَ: أمّا بعد أيهَا النَّاس فانِّى وَلِيكُم.

قَالُوا صدقت، ثمَّ أخذ بيد عَلىّ فَرَفعهَا ثمَّ قَالَ: هَذَا وليى والمؤدى عنى، اللهمّ وَ ال من وَالَاهُ و عاد من عَادَاهُ ''

''۔۔۔۔۔ سعد سے: رسول اللہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تمہارا اولی ہوں تو لوگوں نے کہا: آپ سچ فرمارہے ہیں، پھر آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: یہ میرا اولی اور میری طرف سے میرے قرض (حقوق و فرائض) ادا کرنے والا ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی کرے۔''

۲۰/۴/۳: (أخْبرنا) '' اَحْمَد بن عثمان البصرى ابو الجوزاء، قَالَ ابن عينية بنت سعد عن سعد قَالَ: أخذ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بيد عَلىّ فَخَطب: فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: ألم تعملوا إنِّى أولى بكُم مِن أنفُسكُم ؟

قَالُوا: صدقت يَا رَسُول الله-

ثمَّ أخذ بيد عَلىّ فَرَفعهَا،

فَقَالَ: مِنْ كُنْتُ وَلِيّه فهَذَا وليه وَ الله ليوَالى من وَالَاهُ و يعادى من عَادَاهُ-''

''۔۔۔۔۔۔ سعد سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں تمہاری جانوں پر خود تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں (اولی بالتصرف ہوں) تو لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ آپ سچ فرمارہے ہیں۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

پھر فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔ بے شک اللہ اسے دوست رکھتا ہے جو اس سے دوستی کرے اور اسے دشمن رکھتا ہے جو اس سے دشمنی رکھے۔''

۲۰/۴/۴: ''(أخبرنا) أحمد بن شعيب، قال: أَخْبرنا زَكَرِيَّا بن يحيى قَالَ: حَدثنَا يَعْقُوب بن جَعْفَر بن أبى كثير عَن مهَاجر بن مِسْمَار قَالَ: أَخْبَرتنِى عَائِشَة بنت سعد عَن سعد، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بطرِيق مَكَّة وَهُوَ موجه إِلَيْهَا فَلَمَّا بلغ غَدِير خم وقف النَّاس ثمَّ رد من مضى ولحقه من تخلف فَلَمَّا اجْتمع النَّاس إِلَيْهِ قَالَ: أَيهَا النَّاس من وَلِيكُم؟ قَالُوا: الله وَرَسُوله ثَلَاثًا

ثمَّ أخذ بيد عَلىّ فأقامه ثمَّ قَالَ:

من كَانَ الله وَرَسُوله وليه فَهَذَا وليه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ.''

''عائشہ بنت سعد نے مجھے خبر دی، سعد سے، اس نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے راستے پر تھے اور آپؐ کی راستہ پر توجہ تھی۔ جب غدیر خم پہنچے تو لوگوں کو توقف کرنے کا حکم دیا پھر جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلوایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے آپ سے آملے، پھر جب تمام لوگ آپؐ کے گرد جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا ولی کون ہے؟ لوگوں نے تین مرتبہ کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا: جس کا اللہ اور اس کا رسولؐ ولی ہے اس کا یہ (علیؑ) ولی ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی کرے۔''

۲۱/۳/۲: (أخْبرنا) '' ----------

''----------

''۔۔۔۔۔ابو اسحاق سے، اس نے سعید بن وہب سے، اس نے کہا: حضرت علیؑ نے رحبہ (صحنِ مسجد) میں خطاب فرمایا: میں اس شخص کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم میں یہ کہتے سنا کہ: بے شک اللہ اور اس کا رسول مؤمنین کے ولی ہیں اور جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علیؑ) ولی ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی کرے اور جو اس کی نصرت کرے اس کی نصرت کر۔

راوی کہتا ہے: پھر سعید نے کہا: میرے پہلو سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن یثیغ نے کہا: میرے نزدیک سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور عمرو ذی مر نے کہا: (رسول اللہؐ کے یہ الفاظ تھے) تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو اس سے بغض رکھے۔''

۲۱/۳/۳: (أخْبرنا) '' ----------

''----------

''۔۔۔۔۔عمرو ذی مر سے، اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ رحبہ (صحن مسجد) میں اصحابِ رسولؐ کو قسم دے کر پوچھ رہے تھے کہ تم میں سے وہ کون ہے جس نے غدیر خم کے دن رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپؐ کیا فرمارہے تھے؟ تو لوگوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن

رکھ جو اس سے دشمنی کرے اور اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو اس سے بغض رکھے اور اس کی نصرت کر جو اس کی نصرت کرے۔"

ڈ: امام نسائی سے یہ جو احادیث میں نے پیش کی ہیں، قبول کریں کہ متفق علیہ ہیں۔

ش: صحیح ہے میں نے انہیں دوسری کتابوں میں بھی دیکھا ہے۔

ڈ: تقریباً تمام کتابوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر صاحب آپ کے پاس صرف امام نسائی سے ہی سند ہے۔

ڈ: نہیں، یہ لیں کمپیوٹر میں کچھ دوسری اسناد کو بھی ملاحظہ کر لیں۔

صحیح مسلم، حدیث ۲۴۰۸:

"---------- ---- ----------

----------"

"۔۔۔ مسلم نے اپنی صحیح میں زید بن ارقمؓ سے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان پانی کے ایک تالاب کے پاس کہ جسے خم پکارا جاتا تھا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، پس آپؐ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے اور وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا: "اے لوگو! جان لو کہ بے شک میں بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا فرشتہ پیغام لے کر آئے تو میں اس کی دعوت قبول کر لوں گا اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت اور نور ہے، پس اللہ کی کتاب کو تھام لو اور اس سے متمسک ہو جاؤ۔" پھر آپؐ نے اللہ کی کتاب پر توجہ دلائی اور اس کے بارے میں ترغیب دی، اس کے بعد فرمایا: "اور دوسرے میرے اہل بیتؑ ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔"

ڈاکٹر زہیر: یعنی امام مسلم نے غدیر کے بارے میں بات کی ہے!

ڈ: جی ہاں یہ امام مسلم کی روایت تھی جو یہ دکھا رہی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے غدیر خم میں خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور یہ روایت حضرت زید بن ارقمؓ سے ہی ہے کہ وہ جو مفصل خطبہ میں نے آپ کو دیا تھا وہ بھی انہی سے روایت ہوا ہے۔ اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے کچھ حصے حذف ہو گئے ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے کچھ اور باتیں بھی کیں اور پھر ایسے ایسے ہوا۔۔۔۔۔ ابھی اور بھی ہیں۔

مسند امام احمد، ج ۳۹، ص ۲۹۷، حدیث ۱۸۴۹۷:

" حدثنا حسين بن محمد وأبو نعيم المعنى قالا ثنا فطر عن أبى الطُّفَيْلِ قال جَمَعَ على رضى الله عنه الناس فى الرَّحَبَةِ ثُمَّ قال لهم أَنْشُدُ اللَّهَ كُلَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ سمع رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يقول يوم غَدِيرِ خُمٍّ ما سمع لَمَّا قام

فَقَامَ ثَلاَثُونَ مِنَ الناس وقال أبو نُعَيْمٍ فَقَامَ نَاسٌ كَثِيرٌ فَشَهِدُوا حين أَخَذَهُ بيده فقال لِلنَّاسِ أَتَعْلَمُونَ انى أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ من أَنْفُسِهِمْ قالوا نعم يا رَسُولَ اللَّهِ قال من كنت مَوْلاَهُ فَهَذَا مَوْلاَهُ اللهم وَالِ من وَالاَهُ وَعَادِ من عَادَاهُ-

قال فَخَرَجْتُ وَكَأَنَّ فى نفسى شَيْئاً فَلَقِيتُ زَيْدَ بن أَرْقَمَ فقلت له انى سمعت عَلِيًّا رضى الله عنه يقول كَذَا وَكَذَا قال فما تُنْكِرُ قد سمعت رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يقول ذلک له "

"اس نے کہا: حضرت علیؑ نے لوگوں کو رحبہ (صحنِ مسجد) میں جمع کیااوران سے فرمایا: میں ہر اس مسلمان کواللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے غدیر خم کے دن رسول اللہ ﷺ کی بات سنی کہ جو اس نے سنا کھڑا ہو کر بیان کرے، پھر لوگوں سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور ابو نعیم کہتے ہیں بہت سارے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ آنحضرتؐ نے اس حالت میں کہ آپؐ (علیؑ) کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، لوگوں سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں مؤمنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ مالک (اولیٰ بالتصرف) ہوں، لوگوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ، آنحضرتؐ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں اس کا یہ (علیؑ) مولیٰ ہے، اے میرے اللہ تو اسے دوست رکھ جو اس سے دوستی رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔

راوی کہتا ہے میں اجتماع سے باہر آگیا اور گویا میرے دل میں کچھ شک رہ گیا تھا، پھر میں نے زید بن ارقمؓ سے ملاقات کی اور ان سے کہا: میں نے علیؑ کو ایسا ایسا کہتے ہوئے سنا، زید نے کہا: تو پھر تم کس چیز کا انکار کرتے ہو؟ جبکہ میں نے ان (علیؑ) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو ایسے کہتے ہوئے سنا ہے۔"

ش: یہ بھی مکرر احادیث میں سے ہے جو کتابوں نے نقل کی ہے۔

ڈ: صحیح ہے۔ اب یہ حدیث جو مسوعۃ الحدیث میں ہے، یہ مسند الطیالسی سے ہے:

ج۱، ص ۲۳، حدیث ۱۵۴:

"حدثنا أبو داود، قال: حدثنا الأشعث بن سعيد، حدثنا عبد الله بن بسر عن أبى راشد الحبرانى عن على، قال: عممنى رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم يوم غدير خم بعمامة فسدلها خلفى ثم قال: ان الله امرنى يوم بدر وحنين بملائكة يعتمون هذه العمامة ان العمامة حاجزة بين الكفر والايمان"

"۔۔۔ حضرت علیؑ سے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن مجھے وہ عمامہ پہنایا جو پشت سے لٹک رہا تھا، پھر آپؐ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن جن ملائکہ سے میری مدد فرمائی وہ یہ عمامہ پہنے ہوئے تھے، پھر فرمایا: بے شک یہ عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان پردہ ہے۔"

ڈ: یہ تو حدیث پیغمبر اکرمؐ کے عمامے کے بارے میں بھی بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ نے اسے حضرت علیؑ کے سر پر رکھا۔

ڈاکٹر زہیر: تو کیا پیغمبر اکرمؐ کا عمامہ حضرت علیؑ کو دیا گیا ہے؟

ڈ: جی ہاں یہ حدیث آپ کی کتابوں سے ہے۔ مگر احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ ایک اور نمونہ بھی دیکھیں:

یہ حدیث کنز العمال، ج ۱۳، ص ۱۳۸، حدیث ۳۶۴۳۷ میں اور اسی طرح جامع الاحادیث، ج ۳۴، ص ۱۹۸، حدیث ۱۲۴۷۳ اور المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲، ص ۳۷۹ میں ذیل کے حدیث نمبر کے ساتھ آئی ہے:

۲۵۰۵: ''حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الرَّازِيُّ ، قَالَ : ثنا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحِ بْنِ رُزَيْقٍ الْعَطَّارُ ، قَالَ : ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ أَبُو عَوْنٍ الزِّيَادِيُّ ، قَالَ : ثنا حَرْبُ بْنُ سُرَيْجٍ ، عَنْ بِشْرِ بْنِ حَرْبٍ ، عن جرير قَالَ : شَهِدْنَا الْمَوْسِمَ فِي حَجَّةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَهِيَ حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَبَلَغْنَا مَكَانًا يُقَالُ لَهُ : غَدِيرُ خُمٍّ ، فَنَادَى الصَّلاةُ جَامِعَةٌ . فَاجْتَمَعْنَا الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَنَا فَقَالَ '' : أَيُّهَا النَّاسُ بِمَ تَشْهَدُونَ ؟ '' قَالُوا : نَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ ، ثُمَّ قَالُوا : وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ . قَالَ : '' فَمَنْ وَلِيُّكُمْ '' ؟ قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْلانَا . قَالَ : '' فَمَنْ وَلِيُّكُمْ '' ؟ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى عَضُدِ عَلِيٍّ ، فَأَقَامَهُ فَنَزَعَ عَضُدَهُ ، فَأَخَذَ ذِرَاعَيْهِ ، فَقَالَ : '' مَنْ يَكُنِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَيْهِ فَإِنَّ هَذَا مَوْلاهُ ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ، اللَّهُمَّ مَنْ أَحَبَّهُ مِنَ النَّاسِ فَكُنْ لَهُ حَبِيبًا ، وَمَنْ أَبْغَضَهُ فَكُنْ لَهُ مُبْغِضًا ''

'' جریر سے، اس نے کہا: ہم حج کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ حجۃ الوداع تھا، جب ہم اس مقام پر پہنچے جسے غدیر خم کہتے تھے تو نماز جماعت کے لئے نداء دی گئی، ہم سب مہاجرین اور انصار جمع ہوگئے پھر ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کس چیز کی شہادت دیتے ہو؟ سب نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر کس چیز کی (شہادت دیتے ہو)؟، انہوں نے کہا: اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تمہارا ولی و حاکم کون ہے؟، انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ ہمارے مولیٰ اور حاکم ہیں، آنحضرتؐ نے کہا: تمہارا ولی اور حاکم کون ہے؟ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا اور انہیں کھڑا کیا، پھر ان کے بازو چھوڑ کر ہاتھ پکڑ لئے اور فرمایا: اللہ اور اس کا رسولؐ جس کا ولی ہو یہ (علیؑ) بھی اس کا ولی ہے، اے میرے اللہ! اس سے جو بھی دوستی رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور اس سے جو بھی دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ، اے میرے اللہ! لوگوں میں سے جو بھی اس سے محبت رکھتا ہو تو اسے اپنا حبیب بنالے اور جو بھی اس سے بغض رکھتا ہو تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

ڈ: یا کتاب جامع الاحادیث، ج ۳۵، ص ۴۲ میں:

۳۷۸۰۸: '' عن ميمون أبى عبد الله قال : كنت عند زيد بن أرقم فجاء رجل فسأل عن على قال : كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر بين مكة والمدينة فنزلنا مكانا يقال له (غدير خم) فأذن الصلاة جامعة ، فاجتمع الناس فحمد الله وأثنى عليه ثم قال : يا أيها الناس ! ألست أولى بكل مؤمن من نفسه ؟ قلنا : بلى يا رسول الله ! نحن نشهد أنك أولى بكل مؤمن من نفسه ، قال : فانى من كنت مولاه فهذا مولاه وأخذ بيد على ولا أعلمه إلا قال : اللهم وال من والاه وعاد من عاداه-'' (كنز العمال ، حديث ۳۶۳۴۲)

'' میمون بن عبد اللہ سے، اس نے کہا: میں حضرت زید بن ارقمؓ کے پاس تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں (زید بن ارقم) نے کہا: ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھے، ہم نے ایک مقام پر جسے غدیر خم کہتے تھے پڑاؤ کیا، پھر نماز جماعت کا اعلان ہوا، لوگ جمع ہوگئے پھر آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد فرمایا: اے لوگو! کیا میں ہر مؤمن کی جان پر خود اس سے زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) نہیں ہوں؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ ہر مؤمن کی جان پر خود اس سے بھی زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ بھی مولیٰ ہے جبکہ آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور میں نہیں جانتا تھا مگر یہ کہ آپؐ نے فرمایا: اے میرے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔''

ڈ: کتاب السنن الکبریٰ للنسائی، ج۵، ص۴۵ میں:

۸۱۴۸: '' أخبرنا محمد بن المثنى قال: ثنا يحيى بن حماد، قال: ثنا أبو عوانة عن سليمان، قال: ثنا حبيب بن أبي ثابت عن أبي طفيل عن زيد بن ارقم قال : لما رجع رسول الله صلى الله عليه و سلم من حجة الوداع و نزل بغدير خم امر بدوحات فقممن فقال: كاني قد دعيت فاجبت انى قد تركت فيكم الثقلين احدهما اكبر من الاخر كتاب الله و عترتى فانظروا كيف تخلفونى فيهما فانهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض ثم قال ان الله عز و جل مولاى و انا مولى كل مومن ثم اخذ بيد على رضى الله عنه فقال من كنت مولاه فهذا وليه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه -''

''۔۔۔ابو طفیل سے، زید بن ارقم سے، اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے تھے اور غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو حکم دیا (کہ اونٹوں کے پالانوں سے منبر بنایا جائے)، (صحابہ نے سائے کی جگہ بنانے کے لئے) بڑے بڑے درختوں کو ایک دوسرے اوپر رکھ دیا، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: یوں لگتا ہے گویا مجھے دعوت دے دی گئی ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے، بے شک میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے ایک دوسری سے بڑھ کر ہے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرے عترت اہل بیتؑ، ذرا دیکھنا تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہو، یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں۔

پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کا میں ولی ہوں یہ (علیؑ) بھی اس کا ولی ہے، اے میرے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو اس سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔''

ڈ: یہ لیں ایک سند مسند امام احمد بن حنبل سے بھی پیش ہے۔

ش: فرمائیں دیکھیں تو کیا ہے۔

ڈ: مسند امام احمد، ج۳۷، ص۴۳۶ میں:

’’ حدثنا عبد اللَّهِ حدثنی أبی ثنا عَفَّانُ ثنا حَمَّادُ بن سَلَمَةَ أنا عَلِیُّ بن زَیْدٍ عن عَدِیِّ بن ثَابِتٍ (وأبی هارون العبدی) عَنِ الْبَرَاءِ بن عَازِبٍ قال کنا مع رسول اللَّهِ صلی الله علیه وسلم فی سَفَرٍ فَنَزَلْنَا بِغَدِیرِ خُمٍّ فنودی فِینَا الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ وَکُسِحَ لِرَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم تَحْتَ شَجَرَتَیْنِ فَصَلَّی الظُّهْرَ وَأَخَذَ بِیَدِ علی رضی الله عنه فقال أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ انی أَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ من أَنْفُسِهِمْ قالوا بَلَی قال أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ انی أَوْلَی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ من نَفْسِهِ قالوا بَلَی قال فَأَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فقال من کنت مَوْلَاهُ فعلی مَوْلَاهُ اللهم وَالِ من ولاه وَعَادِ من عَادَاهُ

قال فَلَقِیَهُ عُمَرُ بَعْدَ ذلک فقال له هنیاء یا بن أبی طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَیْتَ مولی کل مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ.

قَالَ أَبُو عَبْد الرَّحمن حدَّثنا هُدبَةُ بن خَالد حَدَّثَنَا حمّاد بن سَلَمَةَ عن علی بن زید عن عَدِیِّ بن ثَابِت عنِ البراَء بن عَازِب عن النّبیِّ صَلَّی الله عَلَیهِ وَ سَلّم نَحوَهُ.‘‘

’’۔۔۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھے، پس ہم نے غدیر خم میں پڑاؤ کیا، ہمارے درمیان اعلان کیا گیا ’’الصلواۃ جامعۃ‘‘ اور دو درختوں کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا، آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مؤمنین پر خود ان سے بھی زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) ہوں؟ سب نے کہا: جی ہاں (ہم جانتے ہیں)، آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن پر خود اس سے بھی زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) ہوں، سب نے کہا: جی ہاں پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے، اے میرے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو اس سے دوستی رکھے اور اس دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔

راوی کہتا ہے: پس حضرت عمر اس کے بعد حضرت علی سے ملاقات کی اور کہا: اے ابو طالب کے بیٹے! آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے ایسے میں صبح اور شام کی کہ ہر مؤمن اور مؤمنہ کے ولی ہیں۔‘‘

ڈ: اب آپ مانتے ہیں کہ غدیر کا واقعہ پیش آیا اور پیغمبر اکرمؐ نے یہ ارشادات فرمائے۔

ش عثمان: ہم جانتے تھے لیکن اس باریک بینی کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا تھا۔

ڈاکٹر زہیر: ہم نے تو سرے سے سنا ہی نہیں تھا۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ میں نے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے غدیر خم کا نام سنا ہے۔

ش: کیونکہ بات تخصصی اور فنی ہے اس لئے عوام کو اس سے مطلع ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ڈاکٹر زہیر: یہ کون سی اتنی مخصوص اور فنی بات ہے کہ یہ مکینکل انجینئر اس کے بارے میں اتنا زیادہ جانتا ہے اور آپ نے صرف سنا ہوا ہے جبکہ میں نے سنی مسلمانوں کی اکثریت کی طرح سنا ہوا بھی نہیں ہے۔

ڈ: شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو جاننے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اگر آپ جان لیں تو اس وقت اگلے سوالات پیش آتے ہیں۔

ش عثمان: لیکن مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے رسولؐ نے اپنی عمر مبارک کے آخری سال اور آخری حج میں کیا ارشادات فرمائے تھے۔

ڈاکٹر زہیر: آپ کو ہی ہمیں بتانا چاہئے تھا، آپ اب فرمارہے ہیں کہ کہنا چاہئے۔ آپ علماء کے سوا کس کو کہنا چاہئے تھا۔

ش: ہم نے بہت تقصیر سے کام لیا ہے، بہت تقصیر ہے ہمارے اندر۔

ش عثمان: میرے خیال میں حج کے بعد ہماری شامت ہی آجائے گی۔

ش: اگر ڈاکٹر صاحب ہمارے لئے کوئی چیز چھوڑیں تو۔

ڈ: ہم حقیقت تک پہنچنے کے لئے گفتگو کر رہے ہیں۔

ش: ہم بھی جس کسی بھی حقیقت تک پہنچے اسے قبول کر بیٹھے ہیں۔

ڈ: الحمد للہ کہ آپ غیر علمی عقائد پر تعصب سے کام نہیں لیتے۔

ش عثمان: غیر علمی مسائل پر کس لئے تعصب سے کام لیں۔ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو تعصب کی بناپر تو جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''إِنَّماَ یَخشیَ اللہَ مِن عِبادِہِ العُلَماءُ'' ''اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔''

ڈ: اس آیت کریمہ میں ایک نکتہ بھی ہے اور وہ یہ کہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، عالم ہے۔

ش: یہ بھی ایک صحیح نکتہ ہے۔

ڈاکٹر زہیر: غدیر کی اہمیت والی بات پر پلٹ جائیں، حاشیے میں نہ پڑیں، مجھے ڈر ہے کہ بحث رہ نہ جائے۔

ڈ: جی ہاں اپنی بحث کی طرف پلٹتے ہیں۔

ش: جی ہاں، جی ہاں۔

ڈ: اب جبکہ آپ نے مان لیا کہ غدیر کا واقعہ پیش آیا اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی اس کے بارے میں ارشادات فرمائے تو اب میرا ایک سوال ہے۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: آپ کے خیال میں غدیر خم میں پیغمبر اکرمؐ نے تین دن توقف کر کے سب کو جمع کیا اور اس کے بعد صرف دس منٹ اور وہ بھی کچھ مختصر جملے ارشاد فرمائے۔

ش: ضرور اس سے بڑھ کر تھا۔

ڈ: تو پھر اس کی تفصیل نقل کیوں نہیں ہوئی ہے۔

ش: مجھے معلوم نہیں ہے۔

ڈ: ہمارے یہاں اپنی کتابوں میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث ہے کہ جو بہت سے وقتوں میں ہمارے کام آتی ہے۔

ش عثمان: وہ حدیث کیا ہے؟

ڈ: ''العَقْلُ مَا عُبِدَ بِہِ الرَّحْمَانُ وَ اکْتُسِبَ بِہِ الْجِنَانُ'' ''عقل وہ چیز ہے کہ جس کے ذریعے رحمان (اللہ تعالیٰ) کی بندگی کی جاتی ہے اور جنت کو حاصل کیا جاتا ہے۔''

ڈاکٹر زہیر : کیا دلچسپ حدیث ہے۔

ش : جی ہاں، بہت دلچسپ ہے۔

ڈ: اچھا تو اب اپنی عقل کو قاضی بناتے ہیں۔ خطبۂ غدیر کے اس کتابچے کا جو میں نے آپ کو دیا تھا، مطالعہ کریں۔ کیا یہ کتابچہ غدیر خم میں پیغمبر اکرمؐ کے ارشادات کی حقیقت سے زیادہ نزدیک ہو سکتا ہے یا وہ چند جملے کہ جو آپ کی کتابوں میں نقل ہوئے ہیں؟

ش عثمان: عقل حکم کرتی ہے کہ ہم بولیں وہ طویل اور سلیس خطبہ جو زیادہ تر ایک وصیت نامے کی طرح لگتا ہے اور مختلف موضوعات کے بارے میں بات کرتا ہے، خاص طور پر ولایت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کرتا ہے اور ان حالات میں کی جانے والی باتوں کے نزدیک تر ہے۔ کیونکہ ہماری بعض کتابوں میں بھی جن کو ڈاکٹر صاحب نے دکھایا، آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ آخری سال ہے۔ لیکن اگر ہم اس کو مان لیں تو ہمیں قبول کرنا پڑے گا کہ مکتب اہل بیتؑ حقیقی اسلام سے زیادہ نزدیک ہے۔

ڈاکٹر زہیر : تو کیا آپ نے قبول نہیں کیا ہے؟ مجھے تو شروع کے دنوں سے ہی اپنے اعتقادات کے بارے میں شک ہو گیا تھا اور دو تین بھی ہو گئے ہیں کہ یقین ہو گیا ہے ڈاکٹر صاحب کی باتیں صحیح ہیں۔

ش عثمان : میرے خیال میں شیخ ابراہیم کے دل میں بھی مدینہ منورہ سے ہی ایک ہلچل مچ گئی تھی جو کہتے تھے یہ برا ہے کہ ہمارے پاس ڈاکٹر صاحب کی باتوں کے مقابلے میں عقل پسند جواب نہیں ہے۔

ش : سچ پوچھیں تو کل جب سے پیغمبر اکرمؐ کا یہ خطبہ پڑھا ہے ایک عالم دین ہونے کے ناطے اپنے آپ سے شرمندہ ہو رہا ہوں کہ اس خطبے کو پہلے کیوں نہیں دیکھا تھا۔ اور عقلی اعتبار سے بھی کہ جو ڈاکٹر صاحب نے کہا، مان چکا ہوں کہ یہ طویل خطبہ غدیر کے اس واقعے سے زیادہ نزدیک ہے۔

ش عثمان : ڈاکٹر صاحب نے یہ جو احادیث ہماری کتابوں سے نقل کیں، ان سے ایک نتیجہ لیا جا سکتا ہے۔

ڈ: کون سا نتیجہ ؟

ش عثمان : یہ کہ اگر آپ غدیر کی ان تمام احادیث کو جو ہماری مختلف کتابوں میں ہیں، جمع کریں پھر ان کے مشترک حصوں کو حذف کر دیں اور ان حصوں کو جن کے بارے میں روای خاموش ہیں یا ڈاکٹر صاحب کے بقول انہیں حذف کر دیا گیا ہے، اضافہ کر دیں تو حضرت زید بن ارقمؓ کا یہی طویل خطبہ بن جائے گا جو ڈاکٹر صاحب نے ہمیں دیا تھا۔

ڈ: بالکل صحیح ہے۔

ش : اگرچہ ہم پہلے بات کر چکے ہیں مگر میرے دل میں ابھی تک لفظ ''ولی'' کے خلیفہ یا حاکم و سرپرست کے معنی میں ہونے کے بارے میں چھوٹا سا خدشہ ہے۔

ڈ: شیخ صاحب اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے علماء ولایت کی بری تفسیر کرتے ہیں۔

ش : ہماری زبان عربی ہے اگرچہ ہم اصیل عرب نہیں ہیں کیونکہ شام، مصر، عراق، سوڈان، پورا افریقہ اور ۔۔۔۔ عرب زبان نہیں تھے، اسلام نے انہیں عرب زبان بنایا۔ لیکن مولیٰ دوست کے معنی میں ہے۔

ڈ : ہم جن کی زبان عربی نہیں ہے عرض کرتے ہیں کہ مولیٰ کے کئی معنی ہیں، دوستی ان میں سے ایک ہے۔ اتفاق سے لغت کی کتابوں میں دوستی کو مولیٰ کے چوتھے پانچویں معنی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

ش : جی ہاں دوسرے معنی بھی ہیں لیکن ہمارے تمام علماء کہتے ہیں یہاں پر پیغمبر اکرمؐ کی مولیٰ سے مراد حضرت علیؑ کی دوستی تھی۔

ڈ : یعنی پیغمبر اکرمؐ نے تمام لوگوں کو گرمی میں تین دن تک روکے رکھا تاکہ یہ فرمائیں کہ لوگو! علیؑ کو دوست رکھو۔

ش : البتہ یہ بات بھی صحیح ہے۔

ڈ : قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو ولی کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں۔ مگر اسی سورہ مائدہ میں جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا، اس لئے کہ کوئی ولی کو دوست ترجمہ نہ کرے، فرماتے ہیں: " اِنَّماَ وَلِیُّکُمُ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ۔ کیا یہ ولی دوست کے معنی میں ہے، یعنی اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارے دوست ہیں یا یہ سرپرست وحاکم کے معنی میں تمہارے ولی ہیں۔

ش : یہاں پر سرپرست وحاکم کے معنی میں ہے۔

ڈ : خطبۂ غدیر میں دوست کے معنی میں کس طرح ہو جاتا ہے، وہ بھی اس اہمیت کے حامل امر کے لئے کہ اگر انجام نہ پائے تو رسالت انجام نہیں پائی ہے۔

ش : افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے یہاں تک کہ ایک کتاب میں بھی نہیں دیکھا جس نے غدیر میں بیان ہونے والے اس ولی کو حاکم وسرپرست کے معنی میں لیا ہو۔ لہٰذا ہماری تمام کتابوں میں اسی طرح آیا ہے ورنہ یہ نکتہ بھی ٹھیک ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کو یہ بولنے کے لئے کہ حضرت علیؑ کو دوست رکھو، اتنے سارے لوگوں کو اکھٹا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ڈ : میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ یہ کتابیں پیغمبر اکرمؐ کے وصال کے ایک سو پچاس سال بعد لکھی گئی ہیں، طبعی سی بات ہے یہ وہ وقت تھا کہ جب خلافت نے اپنی جڑیں پھیلا لیں تھیں اور ان کے لئے اس کی توجیہ کرنا ضروری تھا۔

ش : کون سی توجیہ؟

ڈ : جب معاویہ، یزید اور مروان خلیفہ ہوں اس کے بعد بقیہ اموی اور پھر بنی عباس کہ جو سب کے سب خلافت کو پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ ہونے کی بجائے بادشاہت کے طور پر دیکھتے تھے، لہٰذا یہ لوگ کس طرح پیغمبر اکرمؐ کی حدیث اور روایت کو صحیح طور پر معنی کرنے کی اجازت دیں گے۔ اگر کرنے دیتے تو خلافت اہل بیتؑ کے حوالے کرنا پڑ جاتی۔

ش : یہ بھی ٹھیک ہے، کیونکہ تاریخ میں ہے حضرت ابو بکر کی خلافت کی بات کے موقع پر حضرت علی نے صحابہ سے کہا تھا کہ کیا تم غدیر کو بھول گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

ڈ : ہم پہلے بات کر چکے ہیں کہ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے "ولیُّ کُلُّ مُؤْمِنٍ بَعْدَیْ" تو پھر ولی دوست کے معنی نہیں دے گا۔

ش : البتہ کوئی مسئلہ نہیں کہ دوست کے معنی دے مگر آپ پھر کہتے ہیں اگر دوست بھی ہو تو پتہ چلتا ہے حضرت علی کس قدر اہمیت رکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے ان کی خاطر غدیر میں توقف فرمایا، لہٰذا ایسے انسان کو آنحضرتؐ کا خلیفہ ہونا چاہئے۔

ش عثمان : شیخ صاحب یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ ''ولیُّ کُلُّ مُؤْمِنٍ بَعْدَیْ'' کو ہم بولیں پیغمبر اکرمؐ کے بعد مؤمنین کا دوست۔ حضرت علی تو پیغمبر اکرمؐ کے وصال سے پہلے اور بعد میں بھی مؤمنوں کے دوست تھے۔

ڈ : اللہ تعالیٰ آپ کے مرحومین پر رحمت فرمائے، ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

ش : شیخ عثمان ! سچی بات یہ ہے کہ چونکہ آپ بڑے ہیں اس لئے میں نے آپ کی رعایت کی ہے اور آپ کی بجائے خود ہی جواب دیا ورنہ تو ''ولیُّ کُلُّ مُؤْمِنٍ بَعْدَیْ'' سرپرست اور حاکم کے معنی دیتا ہے۔

ڈ : آپ نے مجھے آسودہ کر دیا۔ میں نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ ہم نقطۂ اول پر پلٹ گئے ہیں۔

ش عثمان : ڈاکٹر صاحب کیا پیغمبر اکرمؐ نے آخری نماز کے لئے حضرت ابو بکر کو مقرر نہیں کیا تھا کہ لوگوں کی امامت کریں اور در نتیجہ خلیفہ بھی ہوں۔

ڈ : پیغمبر اکرمؐ کا صراحتاً ارشاد وہ بھی تین دن تپتے سورج کے نیچے پڑاؤ میں ایک لاکھ بیس ہزار لوگوں کے سامنے تو حضرت علیؑ کے ساتھ دوستی کی تاکید ہو جاتا ہے لیکن حضرت ابو بکر کی نماز پر خاموشی آپؐ کے بعد خلیفہ کے تعین پر دلالت بن جاتا ہے۔

ش : میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ آپ مسلسل اس موضوع کو پیچھے کر رہے ہیں تو کوئی عزائم ہی رکھتے ہوں گے۔

ڈ : یہ سب سے اہم اسلامی بحث ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس پر توجہ نہیں دی جاتی۔

ش : مگر انسان کو تعجب ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے لوگوں نے ان باتوں پر غور کیوں نہیں کیا۔

ڈ : کچھ قریبی صحابہ کرامؓ نے بات سنی لیکن کسی نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرے۔

ش : تو کیا سب لوگوں نے سنا نہیں تھا؟

ڈ : کیوں نہیں، سنا تھا مگر ابھی قبائلی، مہاجر و انصار اور اوس و خزرج کا قومی تعصب پایا جاتا تھا۔

ش : تو دوسرے قریبی صحابہ کرامؓ نے کوئی بات کیوں نہیں کی؟

ڈ : کیا آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ یعنی اسی شوریٰ کی جگہ کی کہانی نہیں سنی ہے؟

ش : آپ بیان کریں۔

ڈ : خود آپ لوگوں کی تاریخی کتابوں میں یہ موضوع متفق علیہ ہے کہ جس دن پیغمبر اکرمؐ کا وصال ہوا، قبیلہ خزرج کبیر کا سردار سعد بن عبادہ بیمار تھا، اسے ایک دری میں لپیٹ کر سقیفہ لایا گیا۔ تھوڑے بہت انصار بھی تھے، اس نے کہا: اے انصار ! اگر ہم نہ ہوتے تو کوئی دین نہ ہوتا، کوئی پیغمبر نہ ہوتا، ہم نے مدینہ کو مہیا کیا، ہم نے پیغمبر اکرمؐ کو حکومت دی، اب جبکہ وہ انتقال کر گئے ہیں تو انصار کی باری ہے کہ امیر اور خلیفہ بنیں اور خود کو خلافت کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اس کا چچازاد بھائی، سعید بن جبیر قبیلہ خزرج صغیر کا سردار تھا۔ چونکہ اسے حسد ہوا کہ سعد بن عبادہ خلیفہ

بنے، ایک شخص کو مسجد نبوی بھیجا تاکہ مہاجرین کو خبر دے کہ انصار خلیفہ معین کرنے میں مصروف ہیں۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر آئے اور وہاں سے معروف بحث شروع ہو گئی کہ قریش اور مہاجرین امیر اور انصار وزیر ہوں گے۔ بنابرایں سقیفہ میں خلیفہ کا تعین رضائے الٰہی کے لئے نہیں تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ انصار طاقت کو اپنے ہاتھوں میں نہ لیں اور امارت قریش کے ہاتھوں میں ہی باقی رہے کہ جس کے بعض لوگ جیسے کہ ابوسفیان نے اسی کے لئے سالوں سال پیغمبر اکرمؐ سے جنگ لڑی تھی۔

ش: مشخص طور پر سقیفہ میں کون لوگ تھے؟

ڈ: میں سب کا نام لے کر آنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ مجھے خلافت کی تحریک (جریان) سے سروکار ہے۔

ش عثمان: شیخ صاحب یہ ایک اہم موضوع ہے مگر ہمیں اشخاص کے بارے میں بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو خلافت کی تحریک سے سروکار ہے، ہم اشخاص کے پیچھے نہ جائیں۔

ڈ: بالکل ٹھیک ہے۔ میں اشخاص کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا، خود تحریک اہمیت رکھتی ہے۔ اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے پہلے کہا تھا پیغمبر اکرمؐ کے بعد دو تحریکیں شروع ہوئیں، ایک اہل بیتؑ کی تحریک اور مکتب اور دوسری خلافت کی تحریک۔ میری بات اس مطلب کو ثابت کرنا ہے کہ حقیقی اسلام وہی اہل بیت کا مکتب ہے۔ لہٰذا آپ کو اگر مزید استدلال کی ضرورت ہے تو فرمائیں۔

ش: ہم حقیقت کی تلاش میں ہیں، اپنے عقائد کی محافظت کے پیچھے نہیں ہیں، وہ بھی اگر یہ عقائد غلط ہوں تو۔

ڈ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔

ش: آپ نے حضرت علیؑ کے لئے ہماری احادیث میں خلیفہ کا لفظ بھی دیکھا ہے؟

ڈ: جی ہاں ہے۔

ش: ہم دیکھ سکتے ہیں۔

ڈ: ابن مردویہ کہ جو سنہ ۴۱۰ھ میں فوت ہوئے، اپنی کتاب مناقب علی بن ابی طالب کے ص ۱۰۲ میں لے کر آئے ہیں:

۱۔ ''عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ إن اخی و وزیری و خیر من اخلف بعدی علی بن ابی طالب۔''

''انس بن مالک سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا بھائی اور میرا وزیر اور بہترین شخص جسے میں اپنے بعد چھوڑ کر جا رہا ہوں علی بن ابی طالبؑ ہے۔''

۲۔ ''قال رسول الله ﷺ: انّ خلیلی و وزیری و خلیفتی فی أهلی و خیر من أترک بعدی یقضی دینی و ینجز موعدی علی بن أبی طالب۔''

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا دوست، وزیر، خلیفہ اور بہترین شخص جسے میں اپنے بعد چھوڑ کر جا رہا ہوں جو میرا قرضہ ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا علی بن ابی طالب ہے۔''

۳۔ ’’ عن سلمان قال: قلت: یا رسول الله، عمّن نأخذ بعدک وبمَن نَثِق ؟ قال: فسکت عنّی حتی سألت عشراً، ثمّ قال: یا سلمان، إنّ وصیّی وخلیفتی وأخی ووزیری وخیرَ مَن أُخلّفُه بعدی علیُّ بن أبی طالب، یؤدّی عنّی، ویُنجِز موعدی۔‘‘

’’حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپؐ کے بعد ہم کس سے (اپنا دین) لیں اور اعتماد کریں؟ آپؐ نے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ میں نے دس مرتبہ اپنا سوال دھرایا پھر آپؐ نے فرمایا: اے سلمان میرا وصی، خلیفہ، بھائی، وزیر اور بہترین شخص جسے میں اپنے بعد چھوڑ کر جارہا ہوں علی ابن ابی طالبؑ ہے جو میرا قرضہ ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا۔‘‘

ش: بڑی دلچسپ حدیثیں ہیں۔

ڈ: یہ لیجئے۔ جامع الاحادیث میں بقیہ کتابوں کی سند کو لائے ہیں۔

جامع الاجوامع، ج۱، ص۵۵۹۱:

۱۱۲: ’’ أما ترضی یا علی أن تکون منی بمنزلۃ هارون من موسی إلا أنک لست بنبی إنّه لا ینبغی لی أن أذهب إلا و أنت خلیفتی (أحمد عن ابن عباس بإسناد حسن)

أخرجه أحمد (۳۳۰/۱، رقم ۳۰۶۲). و أخرجه أیضاً: الطبرانی (۹۷/۱۲، رقم ۱۲۵۹۳)، والحاکم (۱۴۳/۳، رقم ۴۶۵۲). قال الهیثمی (۱۲۰/۹): رواه أحمد، والطبرانی فی الکبیر، و الأوسط باختصار، و رجال أحمد رجال الصحیح غیر أبی بلج الفزاری، و هو ثقۃ، و فیه لین.‘‘

’’۔۔۔اے علی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسی کے لئے ہارون مگر یہ کہ تم نبی نہیں ہو، بے شک میرے لئے سزاوار نہیں ہے کہ میں چلا جاؤں مگر یہ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔‘‘

ش: لیکن یہ جنگ تبوک سے متعلق تھا۔

ڈ: جی ہاں مگر آپ نے نہیں فرمایا کہ کس موقع پر کہا ہو۔ ویسے بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس میں خود خلیفہ ہونے تاکید ہوئی ہے البتہ اگلی حدیث بھی ہے۔

کنزالعمال، ج۱۳، ص۱۵۸، فضائل علیؑ کے حصے میں:

۳۶۴۸۸: ’’عن علی انّ النّبی(صلّی الله علیه وآله وسلّم) قال: خلّفتک ان تکون خلیفتی قال: اتخلف عنک یا رسول الله؟ قال: اما ترضی ان تکون منّی بمنزلۃ هارون من موسی اِلاّ انّه لانبیّ بعدی‘‘

"حضرت علیؑ سے روایت ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے پیچھے چھوڑے جارہا ہوں کہ تم میرے خلیفہ ہو گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ کیا میں آپ کو خلیفہ ہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسی کے لئے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

ش: یہ پھر بھی کچھ مختلف تھی اگرچہ جنگ تبوک کے بارے میں تھی۔

ڈ: مگر یہ حدیث غدیر کی طرف ہی پلٹتی ہے جس میں دوسری احادیث کی طرح غدیر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ یہ حدیث کتاب المعرفۃ والتاریخ، ج۱، ص۲۹۴ سے ہے:

۲۹۴: " حدثنا عبيد الله قال: أخبرا شريک عن الركين عن قاسم بن حسان عن زيد بن ثابت قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: انى تارک فيكم خليفتى كتاب الله عز و جل و عترتى اهل بيتى و انهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض-"

"۔۔۔زید بن ثابت سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان اپنا خلیفہ چھوڑے جارہا ہوں، (ایک) اللہ عزوجل کی کتاب اور (دوسرے) میری عترت اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہر گز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر میں میرے پاس وارد ہو جائیں۔"

ش: یہ دلچسپ تھی کیونکہ اہل بیت کو خلیفہ کے طور پر متعارف کروایا ہے۔

ڈ: البتہ یہ احادیث بھی ولی کے حاکم و سرپرست کے معنی میں ہونے کے موضوع کو مکمل کر دیتی ہیں: سنن ترمذی؛ مناقب حدیث، شمارہ ۳۶۴۶؛ مسند امام احمد اور مسند الکونین میں احادیث نمبر ۱۷۷۴۹، ۱۸۴۷۶ اور ۱۸۴۹۷۔

ش: فرمائیں، ہمیں دکھا بھی دیں۔

ڈ: یہ لیں کمپیوٹر، سنن ترمذی اور بقیہ: کہ پیغمبر اکرمؐ نے خطبہ کے ابتدائی کلمات کے بعد فرمایا:

" أيها الناس إن الله مولَایَ وَأنا مولى المُؤمنين و أناَ أولى بِأنفُسِهِم. فمن كنت مولاه فَهَذَا مولاه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ."

"اے لوگو! بے شک اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مؤمنین کو مولیٰ ہوں اور میں ان پر خود ان سے زیادہ اولیٰ بالتصرف ہوں۔ پس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ (علیؑ) مولیٰ ہے، اے میرے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے۔"

ڈ: دیکھیں ارشاد ہو رہا ہے اللہ میرا مولیٰ اور سرپرست ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ میرا دوست ہے اور میں مؤمنین کا دوست، لہٰذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر ولی سرپرست و حاکم کے معنی میں ہے۔

ش: قبول ہے۔

ش عثمان: کافی وقت ہو گیا ہے کہ شیخ ابراہیم قبول کر چکے ہیں لیکن زبان پر نہیں لا رہے تھے۔

ڈ: شیخ ابراہیم صاحب، شیخ عثمان ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

ش:اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَانَا لِھَذا وَ مَا کُنَّا لِنَھتَدِیَ لَو لاَ اَن ھَدَانَا اللّٰہُ.

ڈ: مگر ایک خوبصورت تقارب اور حسن اتفاق واقع ہوا ہے۔

ش: کیسا تقارب اور حسن اتفاق؟

ڈ: یہ کہ خطبۂ غدیر اٹھارہ ذی الحجہ کے دن غدیر خم میں ارشاد ہوا تھا اور وہ دن بھی جب حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علیؑ خلافت پر پہنچے تھے اٹھارہ ذی الحجہ کا دن تھا۔

ش عثمان: ڈاکٹر صاحب اتفاق سے آج رات بھی اٹھارہ ذی الحجہ کی شب ہے۔

ڈ: ایک اچھا اتفاق ہے۔

ش عثمان: جی ہاں، اسی طرح یہ کہ ہم بھی ایسی ایک رات میں کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی جانشینی کے لئے معین کیا اس سے مکمل طور پر واقف ہوگئے اور اس انتصاب پر ایمان لے آئے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: شیخ عثمان یعنی آپ کی چھٹی۔ آپ نے مان لیا کہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ ہونا چاہئے تھا۔

ش عثمان: آپ نے تو دو دن پہلے مجھ سے کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی باتیں ٹھیک ہیں اور مکتب اہل بیتؑ حقیقی اسلام ہے۔

ڈاکٹر زہیر: جی ہاں میں نے کہا تھا۔ اب بھی مکمل طور پر قبول کرتا ہوں مگر میرے لئے آپ کا قبول کرنا دلچسپ تھا۔

ش عثمان: جناب شیخ ابراہیم آپ کی کیا رائے ہے؟

ش: سچ پوچھیں تو میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ گفتگو کے انہی شروع کے دنوں میں سمجھ گیا تھا کہ حقیقی اسلام کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں اور ہمارے اساتید کی کتابوں میں جو کچھ ہے، وہ زیادہ تر منتخب شدہ مطالب کی صورت میں اور ایک طرح سے سنی نشین ممالک میں رائج ذہنیت کی تائید کرتا ہے۔ اگر ہمارے طالب علم شروع سے ہی ہماری اپنی اصلی کتابوں سے رجوع کرتے تو بہت اچھے مطالب تک ان کی رسائی ہوتی، خاص طور پر ہمارے محققین۔

ڈاکٹر زہیر: یعنی آپ نے بھی قبول کر لیا کہ مکتب اہل بیتؑ حقیقی اسلام ہے۔

ش: اگر میں اس سے ہٹ کر کچھ کہوں تو مجھے اپنی ساٹھ سالہ خطا پر تائید کی مہر لگانا پڑے گی مگر میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ یعنی میں ایک اتنی واضح حقیقت تک پہنچوں، وہ بھی دین کے میدان میں اور اس کو قبول نہ کروں!

صحابہ کے اقوال، خلافت علیؑ کے شروع ہونے کے بعد

ڈ: اب جبکہ آپ نے قبول کرلیا ہے حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرمؐ کا پہلا جانشین ہونا چاہئے تھا، برا نہیں کہ تاریخ یعقوبی، ج ۱، ص ۱۷۸ سے ہم یہ مطلب بھی دیکھ لیں جو لوگوں کی آپؑ کے ساتھ پچیس سال کی تاخیر کے ساتھ بیعت کے بعد بیان ہوئے۔ ہم دیکھیں کہ بعض نامور صحابہ نے آپؑ کے بارے میں کیا کہا ہے۔

ش: دیکھتے ہیں۔

ڈ: یہ لیجئے کمپیوٹر:

'' و قام قوم من الأنصار فتكلموا، وكان أول من تكلم ثابت بن قيس بن شماس الأنصاری- وكان خطيب الأنصار- فقال: والله يا أمير المؤمنين، لئن كانوا تقدموک فی الولايۀ، فما تقدموک فی الدين، ولئن كانوا سبقوک أمس، فقد لحقتهم اليوم، ولقد كانوا وكنت لا يخفى موضعک، ولا يجهل مكانک، يحتاجون إليک فيما لا يعلمون، وما احتجت إلى أحد مع علمک.''

''اور انصار کا ایک گروہ کھڑا ہوا اور سب سے پہلے جس نے بات کی ثابت بن قیس بن شماس انصاری تھے اور وہ انصار کے خطیب تھے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم اے امیر المؤمنین! اگر وہ لوگ حکمرانی میں آپ پر سبقت لے گئے تو دین میں آپ پر سبقت نہیں رکھتے تھے اور اگر انہوں نے کل آپ پر سبقت لی تھی تو آج (حکمرانی میں) آپ ان سے جا ملے ہیں اور بے شک وہ لوگ تھے اور آپ بھی تھے درحالیکہ نہ آپ کا مقام مخفی تھا اور نہ ہی آپ کی جگہ نامعلوم تھی، ان چیزوں میں جن کا انہیں علم نہیں تھا وہ آپ کے محتاج رہے اور آپ اپنے علم کے باوجود کسی کے بھی محتاج نہیں ہیں۔''

'' ثم قام خزيمۀ بن ثابت الأنصاری- وهو ذو الشهادتين- فقال: يا أمير المؤمنين، ما أصبنا لأمرنا هذا غيرک، ولا كان المنقلب إلا إليک، ولئن صدقنا أنفسنا فيک، فلأنت أقدم الناس إيماناً، وأعلم الناس بالله، وأولى المؤمنين برسول الله، لک ما لهم، وليس لهم ما لک.''

''اس کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری کھڑے ہوئے اور وہ ذو شہادتین تھے، پھر ان انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم اپنے اس امر کے لئے آپ کے سوا کسی نہیں چاہتے تھے اور آپ کے سوا پلٹنے کی کوئی جگہ نہیں تھی اور ہم اپنے ساتھ صادق ہو کر آپ کے بارے میں کہنا چاہیں تو لوگوں میں ایمان کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ مقدم ہیں اور اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ عالم ہیں اور رسول اللہؐ سے سب مؤمنین سے زیادہ قریب ہیں، ان (سابق خلفاء) کے پاس جو کچھ بھی تھا آپ کے پاس ہے اور جو آپ کے پاس ہے ان کے پاس نہیں ہے۔''

''وقام صعصعۀ بن صوحان فقال: والله يا أمير المؤمنين، لقد زينت الخلافۀ وما زانتک، ورفعتها وما رفعتک، ولهی أحوج إليک منک إليها.''

''اور صعصعہ بن صوحان کھڑے ہوئے پھر کہا: اللہ کی قسم اے امیرے المؤمنین ! آپ نے خلافت کو زینت بخشی ہے اور اس نے آپ کو زینت نہیں دی ہے اور آپ نے اسے رفعت بخشی ہے اور اس نے آپ کو رفعت نہیں دی ہے اور یہ آپ کی اس سے کہیں بڑھ کر محتاج ہے کہ آپ اس کے محتاج ہوں۔''

''وقام مالک بن الحارث الأشتر فقال: أيها الناس، هذا وصی الأوصياء، ووارث علم الأنبياء، العظيم البلاء، الحسن الغناء، الذی شهد له كتاب الله بالإيمان، ورسوله بجنة الرضوان، من كملت فيه الفضائل، ولم يشک فی سابقته وعلمه وفضله الأواخر، والأوائل.''

''اور مالک بن حارث اشتر کھڑے ہوئے، پھر کہا: اے لوگو! یہ وصی الاوصیاء، علم انبیاء کے وارث، عظیم البلاء (جن کا بہت بڑا امتحان لیا گیا ہے) اور حسن الغناء (انتہائی حسین بے نیاز) ہیں جن کے ایمان کی کتاب اللہ نے اور جن کی جنت رضوان کی اللہ کے رسول نے گواہی دی ہے۔ جن میں فضائل کامل ہوگئے ہیں اور جن کی سابقت، علم اور فضل میں بعد والوں اور پہلے والوں نے شک نہیں کیا ہے۔''

''وقام عقبة بن عمرو فقال: من له يوم كيوم العقبة، وبيعة كبيعة الرضوان، والإمام الأهدی الذی لا يخاف جوره، والعالم الذی لا يخاف جهله''

''اور عقبہ بن عمرو کھڑے اور پھر کہا: کسے یوم عقبہ کی طرح یوم اور بیعت رضوان کی طرح بیعت حاصل ہے اور یہ وہ انتہائی ہدایت دینے والے امام ہیں جن کے ظلم سے خوف نہیں کیا جاتا اور وہ عالم ہیں جس کے جہل سے خوف نہیں کھایا جاتا۔''

ش: بڑی عجیب شہادتیں ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: ہم تو ابھی ابھی سمجھ رہے ہیں کہ اسلام کیا ہے، خلیفہ کون ہے، اہل بیتؑ کون ہیں۔

ش: ہماری حالت بھی ایسے ہی ہے۔

ڈ: میرے خیال میں ہماری مکالمے کا بھی کام تمام ہو گیا ہے۔

امام خلیفہ کے طور پر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟

مگر مکالمے کے اختتام سے پہلے ایک نکتے کا بھی اضافہ کرلوں کہ عام طور پر وہابی سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر امام اتنا ہی اہمیت کا حامل ہے تو پھر قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ کے لئے امام کا لفظ کیوں نہیں آیا ہے۔

ش: جی ہاں یہ میں نے پہلے بھی سنا ہوا ہے۔

ڈ: جواب غدیر کے اسی خطبے میں ہے۔

ش: وہ کس طرح؟

ڈ: کیونکہ غدیر کے خطبے میں ولایت ہے، امامت نہیں ہے۔

ش: کیا مطلب؟

ڈ: یعنی یہ کہ اللہ اور رسول لوگوں پر ولایت رکھتے ہیں لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کے جانشین بھی لوگوں پر ولایت رکھتے ہیں۔ امامت تو پیشوا اور پیشرو کا کام ہے ولی کا نہیں، کہ جو سرپرست اور صاحب اختیار (اولیٰ بالتصرف) ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں امام کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن وہ امام بعض انبیاءؑ سے بڑھ کر اور بالاتر ہے۔

ش: بڑا دلچسپ نکتہ تھا۔

ڈ: جی ہاں قرآنی اصطلاح اور مکتب اہل بیت میں ولی امر ہے، اولوالامر ہے، امام نہیں ہے، امام اس لئے کہ خلیفہ سے مختلف ہو شیعہ ثقافت میں آیا اور پھر مرسوم ہو گیا ہے ورنہ اصلی محور ولایت ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت ۵۵ میں بھی کہ جو ولایت امر کے تاریخی محوروں میں سے ایک ہے، ولی ہے کہ جو حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں۔

ش: لیکن آپ پیغمبر اکرمؐ کے خلفاء کو ولی نہیں کہتے۔

ڈ: کیونکہ ہم بارہ شیعہ اماموں کو پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ مانتے ہیں لہٰذا ہم اس لئے کہ جس خلیفہ کی بات گزری اس سے غلط ملط نہ ہو جائے، امام کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ البتہ غدیر کے خطبے میں بھی امامت ہے۔

ش: لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ امام کو پیغمبر اکرمؐ سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو رسالت کے بعد امامت ملی ہے۔

ڈ: جیسے کہ میں نے پہلے کہا امام اگر ولایت کے مفہوم کے ساتھ ہو پیغمبر اکرمؐ کی ولایت اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے امتداد میں ہے، ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ البتہ حضرت ابراہیمؑ کی ولایت ان کی نبوت سے بڑھ کر ہے۔

ش: مگر شیعوں میں امام کے لفظ کی نسبت ولی کا لفظ کم تر مرسوم ہے۔

ڈ: البتہ امام کا لفظ انحراف کے ساتھ مقابلہ کرنے میں پیشرو کے معنی میں بھی تھا لیکن ہم انہیں ولی امر نہیں سمجھتے اور امام زیادہ تر عام شیعہ لوگوں میں مرسوم ہے جبکہ علماء کی گفتگو میں زیادہ تر ولی کی بات ہوتی ہے۔ اس وقت بھی ایران میں ولی فقیہ ہے اور ہم ولی امر کہتے ہیں۔ امام بھی عوامانہ اصطلاح ہے۔

ش: بہت ہی دلچسپ ہے۔

ڈ: الحمد للہ کہ ہمارے مکالمے کی عاقبت اچھی تھی۔

ش عثمان: الحمد للہ کہ حج کے اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک نیک اجر دیا۔

ڈاکٹر زہیر: بیچارے ہمارے باپ دادا کہ سوچتے تھے مکتب حقہ اسلام پر دنیا سے گئے ہیں۔

ش: مگر قرآن نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہمیں اپنے آباء واجداد کہ جو غلط تھے، کے دین کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

ش عثمان: قرآن مجید نے کئی مقامات پر ایسے لوگوں کی سرزنش کی ہے جو کہتے تھے کہ ہم اپنے آباء واجداد کا دین نہیں چھوڑیں گے۔

ڈ: جی ہاں قرآن مجید سورہ مائدہ، آیت ۱۰۴ میں کافروں کی زبان سے فرماتا ہے: ''قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا'' ''وہ کہتے ہیں ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے۔''

یا سورۂ ابراہیم، آیت ۱۰ میں فرماتا ہے: '' تُرِيْدُونَ أَنْ تَصُدُّونَ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا'' ''تم لوگ ہمیں اس چیز سے جس کی ہمارے آباء عبادت کرتے تھے، روکنا چاہتے ہو۔'' سورۂ زخرف، آیت ۲۲ میں فرماتا ہے: '' اَنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى اُمَّةٍ وَ اِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ ''

''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں۔'' سورۂ لقمان، آیت ۲۱ میں فرماتا ہے: '' بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا'' ''بلکہ ہم اس کا اتباع کرتے ہیں جس پر اپنے باپ دادا کو عمل کرتے دیکھا ہے۔''

ڈاکٹر زہیر: مگر ہم نہیں کہتے کہ اپنے باپ دادا کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر ہمارے باپ دادا کسی غلط راستے پر چلے ہوں تو ہم ان کی راہ آگے بڑھائیں۔

ش عثمان: ہم اگر یہ کام کریں تو قرآن مجید کی ان آیات کریمہ کی رو سے مشرکوں کی صف کھڑے ہو جائیں گے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے مشرکین ایسی بات کرتے تھے۔

ڈاکٹر زہیر: مگر ہم نے پچھلے کام جو مکتب خلفاء کی بنا پر انجام دیے ہیں، ان کا کیا کریں۔

ڈ: ایک مزاح کروں۔

ش: فرمائیں۔

ڈ: ''الاسلامُ یجب ما قبله'' ''مسلمان ہونا پچھلے تمام کاموں کو صاف کر دیتا ہے۔''

ش: مگر یہ ہمارے لئے نہیں ہے۔

ڈ: میں نے مزاح کیا تھا۔ آپ صرف ایک اسلامی مذہب سے دوسرے مذہب میں گئے ہیں۔ جیسے کہ ایک حنبلی جائے اور شافعی ہو جائے۔

ڈاکٹر زہیر: کوئی زیادہ مزاح بھی نہیں ہے۔ جب کچھ لوگ خود اپنے رسولؐ کی بات نہ مانیں تو ان کا کون سا اسلام ہے۔ ہم ابھی ابھی مسلمان ہو رہے ہیں۔ میں تو معتقد ہوں کہ دوسرے مذاہب اسلام کی راہ پر نہیں ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ مثال کے طور پر حنبلی مذہب سے شافعی مذہب میں گئے ہوں بلکہ ہم ایک تحریف شدہ اسلام سے حقیقی اسلام میں گئے ہیں۔

ڈ: مگر قرآن کے حکم کے مطابق جو بھی شہادتین کہے ہم اسے مسلمان سمجھتے ہیں۔

ش: مگر صرف مسلمان ہے لیکن ضرورتاً پورے اسلام پر مؤمن نہیں ہے۔ ''نُومِنُ بِبَعْضٍ وَ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ'' ''تھوڑے اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور تھوڑے پر ایمان نہیں رکھتے۔''

ڈاکٹر زہیر: درحقیقت ہمارا مسئلہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد میں تھا جو کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا وہ اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

ڈ: البتہ اس خلیفہ کا انتخاب کرنا جسے پیغمبر اکرمؐ نے کہا ہے ضرور اسلام کا حصہ ہے جبکہ اس خلیفہ کو نہ ماننا جسے لوگوں نے انتخاب کیا ہے، اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے مفتی الازہر، ڈاکٹر احمد طیب کے بقول کہا تھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو ماننا یا نہ ماننا اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہے کہ اگر کوئی نہ مانے تو کو کسی قسم کی مشکل پیش آئے۔

ڈاکٹر زہیر: آپ احمد طیب کو کہاں سے جانتے ہیں؟

ش: یہ ہمارے مفتی الازہر کو بھی جانتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: کہاں سے؟

ڈ: جی ہاں میں انہیں جانتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے ٹیلی فون پر بات بھی کی تھی۔

ڈاکٹر زہیر: احمد طیب نے یہ باتیں کہاں کیں تھی کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو ماننا یا نہ ماننا دین کا حصہ نہیں ہے۔

ڈ: مصر کے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں جو سٹیلائٹ سے نشر ہوتا تھا۔ ڈاکٹر احمد طیب آٹھ اقساط دورانیے پر مشتمل کے ایک پروگرام میں شیعہ اور سنی اختلافات کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

ش عثمان: وہ کیا کہہ کہتے تھے؟

ڈ: کہتے تھے اپنے وقت کے مفتی الازہر شیخ احمد شلتوت کے فتویٰ کے مطابق تشیع دوسرے چار رسمی مذاہب کی مانند اسلامی مذاہب میں سے ایک ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کے بارے میں تمام افواہیں جو پائی جاتی ہیں، جھوٹ ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں وہ بات بھی اسی پروگرام میں کہی تھی۔

ڈ: جی ہاں پروگرام کے میزبان نے ان سے سوال کیا کہ مصر کے کچھ نوجوان شیعہ مذہب کی طرف مائل ہوگئے ہیں، کیا ان کا اسلام صحیح ہے۔ ڈاکٹر احمد طیب نے جواب دیا کہ صحیح ہے۔ پھر میزبان نے پوچھا کہ لیکن شیعہ تو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو نہیں مانتے۔ ڈاکٹر احمد طیب نے کہا: تو کیا ان خلفاء کو ماننا اعتقادات کا حصہ ہے۔

ڈاکٹر زہیر: یعنی وہ شیعہ مذہب کو مانتے تھے۔

ڈ: جی ہاں وہ کہہ رہے تھے شیعہ مذہب اسلام کے مذاہب خمسہ میں سے ایک ہے۔ یہاں تک کہ میزبان نے پوچھا ان کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے۔ ڈاکٹر احمد طیب نے کہا: دوسرے اسلامی مذاہب کے درمیان شادی کی طرح ہے۔

ڈاکٹر زہیر: اب جبکہ میں نے مکتب اہل بیتؑ کو قبول کر لیا ہے، مشکل ہے کہ ان کی فقہ سیکھ سکوں۔ لہٰذا واپس مصر گیا تو ایک شیعہ خاتون سے شادی کروں گا۔

ڈ: خوش قسمتی سے مکتب اہل بیتؑ نے دنیا میں اس قدر وسعت پیدا کر لی ہے کہ ہر جگہ سے اس کے فقہی احکام تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ش عثمان: ویسے شیعہ فقہی کتابوں کو کہاں سے تہیہ کیا جاسکتا ہے؟

ڈ: میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ مصر میں بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مگر کتابوں تک رسائی سے پہلے آپ فقہی احکام کو ہزاروں سے بڑھ کر شیعہ اور مکتب اہل بیت کی ویب سائٹس سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: مگر میں ایک شیعہ خاتون کے ساتھ شادی کرنے کو ترجیح دوں گا تاکہ وہ مجھے تعلیم دے۔

ش: مگر میری ڈاکٹر صاحب سے خواہش ہے کہ وہ خود ہم سے اپنا رابطہ منقطع نہ کریں تاکہ جو بھی سوال پیش آئے خود انہی سے پوچھ لوں۔ کیونکہ ممکن ہے مطالب فارسی زبان میں ہوں۔

ڈ: گزشتہ بیس سالوں کے دوران مکتب اہل بیتؑ کا دنیا میں پھیلاؤ بہت زیادہ ہوا ہے۔ میرے پاس شورائے علمائے اسلام کہ جس کے سربراہ قطر کے ڈاکٹر قرضاوی ہیں، کی ایک رپورٹ ہے، یہ رپورٹ میں نے ایران کی طرف سے اس شوریٰ میں نمایندگی کرنے والے شخص سے سنی ہے، ان مسلمان ممالک میں کہ جہاں بالکل بھی شیعہ نہیں تھے جیسے کہ انڈونیشا میں اس وقت ۳۰ میلین سے زیادہ اور نائجیریا میں ۲۰ میلین سے زیادہ شیعہ ہیں۔ بقیہ ممالک میں بھی بڑھاؤ کا تناسب انتہائی زیادہ اوپر ہے۔ اس بناپر ان کے لئے فقہی کتابیں خود ان ہی کی زبانوں میں تہیہ کی گئی ہیں۔

ش: حقیقتاً بڑھاؤ اس قدر زیادہ ہے؟

ڈ: جی ہاں بہت زیادہ ہے، الحمد للہ ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد ایک مناسب بڑھاؤ شروع ہوا اور ۲۰۰۶ء میں لبنان کی اسرائیل کے خلاف جنگ کے بعد عربی ممالک خاص کر مصر، سعودی عرب، ترکی جیسے ممالک اور افریقی ممالک میں مکتب اہل بیت کا بڑھاؤ انتہائی وسیع پیمانے پر ہے۔

ڈاکٹر زہیر: ان کے پاس بھی آپ کی طرح ایک ڈاکٹر صاحب ہوں گے تاکہ ان کی رہنمائی کریں۔

ڈ: نوجوانوں اور عام لوگوں کے مکتب اہل بیتؑ سے ملحق ہونے کے لئے انہیں ایسی باریک اور چھوٹی چھوٹی معلومات کی ضرورت نہیں کہ جنہیں شیخ ابراہیم اور شیخ ابراہیم جیسے علماء کو جاننا ضروری ہے۔ میں نے خود اپنے مکہ مکرمہ کے مختلف سفروں میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو مختصر سی مدت میں اور ایک عقلی اور منطقی بحث کے نتیجے میں سب کے سب ایک ساتھ مکتب اہل بیتؑ کے پیروکار بن گئے ہیں۔

ڈاکٹر زہیر: ڈاکٹر صاحب صحیح کہہ رہے ہیں، مثال کے طور پر میں کہ جو عالم دین نہیں ہوں آپ کی گفتگو کی چند نشستوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد متوجہ ہو گیا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کی باتیں عقلی اور منطقی ہیں۔ لہٰذا کچھ دن ہو گئے کہ تہ دل سے سمجھ گیا ہوں مکتب اہل بیتؑ، حقیقی اسلام ہے۔

ش: جناب ڈاکٹر زہیر صاحب آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہیں کہ حقائق کو سرعت کے ساتھ قبول کر لیں جبکہ میرے اور شیخ عثمان جیسوں کے لئے صرف قبول کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ ہمیں کل الازہر میں بقیہ کو جواب دینا پڑے گا کہ ہم نے کیوں مکتب اہل بیتؑ کو خلفاء کے مکتب پر ترجیح دی۔ ورنہ میرے لئے بھی مدینہ منورہ میں شروع کے دنوں میں ہی واضح ہو گیا تھا کہ مکتب اہل بیتؑ حقیقی اسلام ہے۔ مگر یہ جو میں نے بہت سارے سوالات کئے ان سے میرے لئے کام کی باریکیاں واضح ہو گئیں اور اب میں ڈاکٹر صاحب سے اپنے تمام سوالات کے جوابات لے چکا ہوں۔

ش عثمان: مجھے افسوس ہے کہ گفتگو کے شروع کے دنوں سے نہیں تھا اور بہت مطالب سے محروم رہا۔

ش : شیخ حمید نجدی کے گھر پر ہم جس نشست میں تھے اس میں ڈاکٹر صاحب نے خود ہماری احادیث کی رو سے وضوء، اذان، حمد و سورہ، تشہد اور ۔۔۔۔۔ الغرض یہ کہ ہماری پوری نماز پر سوالیہ نشان لگا دیا تھا اور شیخ حمید کے پاس بھی کوئی جواب نہیں تھا۔انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے تقریباً تمام استدلال مان لئے تھے۔

ش عثمان : عاقل انسان منطقی استدلال کے سامنے نہ صرف دین کے معاملے میں بلکہ دنیا کے معاملات میں بھی مقاومت اور مخالفت نہیں کرتا۔

ش : اب اگر آپ پچھلی باتوں کی طرف پلٹیں تو دیکھیں گے کہ اگر ہم گفتگو شدہ تمام موضوعات کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھیں تو مکتب اہل بیتؑ میں کوئی ایسا نکتہ نہیں پایا جاتا جو آپ کے سوال کا جواب نہ دے، در حالیکہ ہمارے مکتب اور بقول ڈاکٹر صاحب کے خلفاء کے مکتب میں ایسے ہزاروں سوال ہیں جن کا جواب نہیں دیا گیا اور یہاں تک کہ نہ ہی ہمارے اکابر علماء کے پاس ان کے لئے کوئی جواب ہے۔ جبکہ مکتب اہل بیتؑ میں ایک شخص جو مکینکل انجینئر ہے اتنی ساری معلومات رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی ایک وجہ مکتب اہل بیتؑ کی بیشتر تعلیمات کا عقلی اور منطقی ہونا ہے۔

ش عثمان : جی ہاں میں بھی موافق ہوں کیونکہ اگر آپ نے غور کیا ہو تو میرے اور شیخ ابراہیم کے ہاتھ زیادہ تر ڈاکٹر صاحب کی عقلی اور منطقی باتوں کے مقابلے میں خالی ہوتے تھے۔

ڈ : مگر میں حدیثی اور کلامی ابحاث بھی خود آپ کی کتابوں اور قرآن مجید سے لے کر آتا تھا۔

ش : مگر آپ کی گفتگو جیسے کہ خود آپ نے کہا تھا، منظّم اور ۱، ۲، ۳ کے حساب سے تھیں۔

ڈ : میں دین کے معاملات میں ایک کم علم انسان ہوں اور صرف اپنے دین اور اعتقادات سے دفاع کی حد معلومات رکھتا ہوں۔ ابھی اگر آپ نے تقریباً ایک مہینہ مکالمہ کرنے کے بعد مکتب اہل بیتؑ کو قبول کیا ہے تو جس حقیقت جوئی کی روح کو میں نے آپ کے اندر مشاہدہ کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے میں اطمینان سے کہتا ہوں کہ اگر آپ ہمارے علماء کے آتے تو ایک یا دو دن کی مدت میں ہی مکتب اہل بیتؑ کو قبول کر لیتے۔

ش عثمان : مگر بہر حال ہمیں مکتب اہل بیتؑ کی بہت سی معلومات اور کتابیں درکار ہیں۔

ڈ : کوئی مسئلہ نہیں، اگر آپ موافق ہوں تو کل ایران کے حج کیمپ کے ثقافتی شعبے میں چلتے ہیں۔ وہاں بہت سی کتابیں اور سی ڈیز ہیں، فی الحال آپ ان میں سے کچھ کو لے سکتے ہیں اور بعد میں ان شاء اللہ مصر اور لبنان سے بھی کتابیں تہیہ کرنے کے لئے اقدام کیجئے گا۔

ش : ایران سے کیسا ہے؟

ڈ : اگر ایران اور مصر کے روابط اتنی حد تک اچھے ہو گئے کہ ہم کتابیں ارسال کر سکیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

ش : تو پھر کل ۱۰ بجے ایران کے حج کیمپ چلتے ہیں۔

ڈ : ان شاء اللہ صبح ۱۰ بجے اس ایڈریس۔۔۔۔۔۔ پر چلیں گے تاکہ کچھ مقدار میں کتابیں اور سی ڈیز لے لیں۔

ش : وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین۔

ان مطالب کی تحریر
اکیس رمضان المبارک
روز شہادت امام علی علیہ السلام
کے دن تکمیل کو پہنچی۔

ضمائم

پہلا ضمیمہ

خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کا ایک حصہ

تالیف: شیخ ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب امام نسائی، برادران اہل سنت کی صحاح ستہ میں سے ایک کتاب سنن نسائی کے مصنف

یہ ضمیمہ شیخ ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب امام نسائی کی کتاب خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کا ایک حصہ ہے۔ امام نسائی برادران اہل سنت کی حدیث کی چھ کتابوں (صحاح ستہ) میں سے ایک کے مصنف ہیں جس کا نام سنن نسائی ہے۔ میں نے اس کتاب خصائص امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے جس میں ترجمے کے ساتھ ساتھ عربی متن بھی ہے۔ یہ کتاب چھپ بھی چکی ہے۔ میں نے کتاب کو فصلوں اور حدیث کے نمبروں کے اعتبار سے مترتب کیا ہے۔ مثال کے طور پر ۸/۱۷/۱۱ یعنی کتاب کی فصل نمبر ۸ جس میں ۱۷ حدیثیں ہیں اور یہ حدیث نمبر ۱۱ ہے۔

اس ضمیمے میں وہ حدیثیں جن پر شیخ صاحب کے ساتھ مکالمے میں استناد کیا گیا ہے، بیان کی جارہی ہیں۔

«قال الشیخ الامام الحافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی.»

شیخ ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب امام نسائی نے کہا ہے:

۱/۶/۱: (أخبرنَا) « مُحَمَّد بن الْمثنى قَالَ: حَدثنَا عبد الرَّحْمَن قَالَ: حَدثنَا شُعْبَة بن عَمْرو بن مرّة عَن أبى حَمْزَة عَن زيد ابْن أرقم قَالَ: أوّل من صلّى مَعَ رَسُول الله صلّى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلىّ.»

''.....اس نے زید بن ارقم سے، اس نے کہا: سب سے پہلے شخص جس نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی ہیں۔''

۳/۶/۱: (أخبرنَا) « مُحَمَّد بن الْمثنى قَالَ حَدثنَا مُحَمَّد بن جَعْفَر قَالَ حَدثنَا شُعْبَة عَن عَمْرو بن مرّة عَن أبى حَمْزَة عَن زيد بن أرقم قَالَ أول من أسلم مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلىّ بن أبى طَالب.»

''۔۔۔اس نے زید بن ارقم سے، اس نے کہا: سب سے پہلے جو رسول اللہ کے ساتھ اسلام لائے وہ حضرت علی تھے۔''

۱/۶/۵: (أخْبرنا) « مُحَمَّد بن عبيد بن مُحَمَّد الْكُوفِى قَالَ حَدثنَا سعيد بن خثيم عَن أسد بن عبد الله البَجلِىّ عَن يحيى بن عفيف عَن عفيف قَالَ جِئْت فِى الْجَاهِلِيَّة إِلَى مَكَّة فَنزلت على الْعَبَّاس بن عبد الْمطلب فَلَمَّا أرتفعت الشَّمْس وحلقت فِى السَّمَاء وَأَنا أنظر إِلَى الْكَعْبَة أقبل شَاب فَرمى ببصره إِلَى السَّمَاء ثمَّ اسْتقْبل الْقبْلَة فَقَامَ مستقبلها فَلم يلبث حَتَّى جَاءَ غُلَام فَقَامَ عَن يَمِينه فَلم يلبث حَتَّى جَاءَت امْرَأَة فَقَامَتْ خلفهمَا فَركَعَ الشَّاب فَركَعَ الْغُلَام وَالْمَرْأَة فَرفع الشَّاب فَرفع الْغُلَام وَالْمَرْأَة فَخر الشَّاب سَاجِدا فسجدا مَعَه فَقلت يَا عَبَّاس أَمر عَظِيم فَقَالَ أَتَدْرِى من هَذَا الشَّاب فَقلت لَا فَقَالَ هَذَا مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الْمطلب هَذَا ابْن أخى وَقَالَ أَتَدْرِى من هَذَا الْغُلَام فَقلت لَا قَالَ عَلىّ بن أبى طَالب بن عبد الْمطلب هَذَا ابْن أخى هَل تَدْرِى من هَذِه الْمَرْأَة الَّتِى خلفهمَا قلت لَا قَالَ هَذِه خَدِيجَة ابْنة خويلد زَوْجَة ابْن

أخی هَذَا حَدثنِی أن رَبک رب السَّمَاوَات وَالْأَرْض أمره بِهَذَا الدّین الَّذِی هُوَ عَلَیْهِ وَلَا وَالله مَا علی ظهر الأَرْض کلهَا أحد علی هَذَا الدّین غیر هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَة»

''۔۔۔۔اس نے اپنے دادا سے، اس نے کہا: زمانہ جاہلیت میں میں ایک دفعہ اپنے گھر والوں کے لئے کپڑے اور عطر خریدنے کے لئے مکہ آیا، میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس آیا، کیونکہ ہو تاجر تھے، میں ان کے ساتھ ایک ایسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے مجھے کعبہ نظر آرہا تھا۔ اس وقت سورج نے آسمان پر حلقہ بنایا ہوا تھا، پس وہ بلند ہوا اور آخر ختم ہو گیا۔ اچانک ایک نوجوان آیا، آسمان کی طرف نگاہ کی پھر کعبہ کی طرف اپنا رخ کرے کھڑا ہو گیا۔ اس نے تھوڑا سا توقف کیا یہاں تک کہ ایک لڑکا آ گیا پس وہ اس نوجوان کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا پھر اس نے تھوڑی دیر توقف کیا یہاں تک کہ ایک خاتون آ گئی پس وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس وقت نوجوان نے رکوع کیا تو وہ لڑکا اور خاتون بھی رکوع میں چلے گئے۔ نوجوان رکوع سے اٹھا تو وہ لڑکا اور خاتون بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ نوجوان سجدے میں گیا تو وہ لڑکا اور خاتون بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: اے عباس کتنا عظیم امر ہے۔ عباس نے کہا: (جی ہاں) عظیم امر ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ عباس نے کہا: یہ محمد ابن عبد اللہ، میرا بھتیجا ہے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ لڑکا کون ہے؟ یہ میرے بھائی کا بیٹا علی ہے۔ کیا جانتے ہو کہ وہ خاتون کون ہے؟ میں نے کہا نہیں، وہ بولے وہ خدیجہ بنت خویلد ہے جو اس (محمد) کی زوجہ ہے۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا رب زمین و آسمان کا رب ہے اور وہ جس دین پر ہے اسے اس کے رب نے اس کا حکم دیا ہے اور خدا کی قسم پوری روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ کوئی اس دین کا پیروکار نہیں ہے۔''

۱/۶/۶:«حدثنَا أَحْمد بن سُلَيْمَان الرهاوی قَالَ: حَدثنَا عبيد الله بن مُوسَى قَالَ: حَدثنَا الْعَلَاء بن صَالح عَن الْمنْهَال بن عَمْرو عَن عباد بن عبد الله قَالَ: قَالَ عَلیّ أنا عبد الله وأخو رَسُوله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم وَأنا الصّدیق الْأَكْبَر ل يَقُولهَا بعدِی إِلَّا كَاذِب صليت قبل النَّاس بِسبع سِنِين.»

''۔۔۔۔۔اس نے عمر بن عباد بن عبد اللہ سے، اس نے کہا: حضرت علی نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں ہی صدیق اکبر (سب سے بڑا سچا) ہوں، میرے بعد جو بھی اس کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہو گا۔ میں تمام لوگوں سے سات سال پہلے ایمان لایا ہوں۔''

۲/۱/۱: (أخْبرنا) « عَلیّ بن الْنزار الْكُوفِی قَالَ: حَدثنَا ابْن فضل قَالَ: حَدثنَا الْأَصْلَح عَن عبد الله بن أبی الْهُذَيْل عَن عَلیّ قَالَ: مَا أعرف أحدا من هَذِه الْأمة عبد الله بعد نبيها صلی الله عَلَيْهِ وَسلم غَيْرِی عبدت الله قبل أَن يعبده أحد من هَذِه الْأمة تسع سِنِين»

''۔۔۔۔عبداللہ بن ابی ہذیل سے، اس نے حضرت علی سے، آپ نے فرمایا: میں اس امت کے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا کہ جس نے رسول اللہ کے بعد میرے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو، کیونکہ میں نے اس امت کے ہر فرد کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نو سال پہلے اس کی عبادت کی ہے۔''

۳/۱۵/۱: (أخْبرنا) «هِلَال بن بشر البصری قَالَ: حَدثنَا مُحَمَّد بن خَالِد قَالَ: حَدثنَی مُوسَى بن يَعْقُوب قَالَ: حَدثنَا مهَاجر بن سمَار بن سلمة عَن عَائِشَة بنت سعد قَالَت: سَمِعت أبی يَقُول: سَمِعت رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم

الْجحْفَة وَأخذ بيد عَليّ فَخطب فَحمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: يَا أَيهَا النَّاس إِنِّى وَلِيكُم قَالُوا صدقت يَا رَسُول الله ثمَّ أخذ بيد عَليّ فَرَفعهَا فَقَالَ: هَذَا وليى ويؤدى عن دَيْنِى وَ أَنَا موَالى من وَالَاهُ ومعادى من عَاداَهُ.»

”۔۔۔۔ عائشہ بنت سعد نے کہا: میں نے اپنے والد کو کہتے سنا: میں نے رسول اللہ سے سنا: جحفہ کے دن رسول اللہ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے، پھر آنحضرت نے فرمایا: اے لوگو! (کیا) میں تمہارا ولی ہوں تو لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ آپ سچ فرمارہے ہیں، پھر آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: یہ میرا ولی ہے اور میری طرف سے میرا قرض (حقوق و فرائض) ادا کرے گا اور جو اس کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا اور جو اس سے دشمنی کرے گا میں اس کا دشمن ہوں گا۔“

۳/۱۵/۲: (أخْبرنا)« أخبرنَا قُتَيْبَة بن سعيد البلخى وَ هشَام بن عمار الدمشقى قَالَا: حَدثنَا حَاتم عَن بكير ابْن مِسْمَار عَن عَامر بن سعد بن أبى وَقاص عَن أَبِيه قَالَ أمر مُعَاوِيَة سَعْدا فَقَالَ مَا مَنعك أن تسب أَبَا تُرَاب قَالَ أما مَا ذكرت ثَلَاثًا قالهن لَهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَنْ أسبه لِأَن تكون لى وَاحِدَة مِنْهُنَّ أحب إِلَىّ من حمر النعم سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول لَهُ وَقد خَلفه فِى بعض مغازيه فَقَالَ لَهُ عَليّ يَا رَسُول الله تخلفنى مَعَ النِّسَاء وَالصبيان فَقَالَ لَهُ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أما ترْضى أَن تكون منى بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَى إِلَّا أَنه لانبوة بعدِى-

و سمعته يَقُول فِى يَوْم خَيْبَر لَأُعْطَين الرَّايَة رجلا يحب الله وَرَسُوله وَيُحِبهُ الله وَرَسُوله فتطاولنا لَهَا فَقَالَ أدْعُو لى عليا فَأتى بِهِ أرمد فبصق فِى عَيْنَيْهِ وَدفع الرَّايَة إِلَيْهِ

وَلما نزلت {إِنَّمَا يُرِيد الله ليذْهب عَنْكُم الرجس أهل الْبَيْت} دَعَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عليا وَفَاطِمَة وحسنا وَحسَيْنا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاء أهل بيتى.»

”۔۔۔۔ عامر بن سعد ابی وقاص سے، اس نے کہا: معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو امر کیا اور کہا: کیا چیز تمہیں ابوتراب کو دشنام دینے سے روکتی ہے؟ سعد نے کہا: مجھے رسول اللہ کی تین باتیں یاد ہیں کہ جو آپ نے حضرت علی کے بارے میں فرمائیں تھیں اس بنا پر میں انہیں (حضرت علی) ہرگز دشنام نہیں دوں گا کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں (بہترین نعمتوں) سے زیادہ پسند ہے۔

میں نے رسول اللہ کو حضرت علی سے فرماتے ہوئے سنا، جبکہ آپ نے ایک جنگ کے موقع پر حضرت علی کو (مدینہ منورہ میں) اپنا خلیفہ بنایا تھا تو حضرت علی نے عرض کی: یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جارہے ہیں؟ تو رسول اللہ نے فرمایا: اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

جنگ خیبر کے موقع پر میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا: کل میں اس مرد کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پس ہم سب کی آرزو تھی کہ وہ مرد ہم ہوں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا: علی کو میرے پاس بلاو، وہ آئے درحالیکہ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، پس آنحضرت نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے ہاتھوں میں علم دے دیا۔

جب آیت تطہیر {إِنَّمَا يُرِيد الله ليذْهب عَنْكُم الرجس أهل الْبَيْت} نازل ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

۳/۱۵/۵: (أخْبرنا) « زَكَرِيَّا بن يحيى قَالَ حَدثنَا الْحسن بن حَمَّاد قَالَ حَدثنَا مسْهر ابْن عبد الله عَن عِيسَى بن عمر عَن السّدىّ عَن أنس بن مَالك أن النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ عِنْده طَائِر فَقَالَ اللَّهُمَّ ائْتِنِى بِأحب خلقك إِلَيْك يَأْكُل معى من هَذَا الطير فجَاء أَبُو بكر فَرده وَجَاء عمر فَرده وَجَاء عَلىّ فَأذن لَهُ.»

''۔۔۔۔۔انس بن مالک سے: رسول اللہ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ رکھا ہوا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے اللہ! تجھے اپنی مخلوق میں سے جو فرد سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے تو اس دوران حضرت ابو بکر آگئے آنحضرت نے انہیں واپس بھیج دیا پھر حضرت عمر آئے تو آنحضرت نے انہیں بھی واپس بھیج دیا پھر حضرت علی آئے تو آنحضرت نے انہیں اجازت دے دی (کہ آنحضرت کے ساتھ اس پرندے کا گوشت تناول فرمائیں)۔''

۳/۱۵/۶: (أخْبرنا) «أحْمد بن سُلَيْمَان الرهاوى قَالَ حَدثنَا عبيد الله قَالَ: أخبرنَا ابْن أبى ليلى عَن الحكم والمنهال عَن عبد الرَّحْمَن بن أبى ليلى عَن أَبِيه انه قَالَ لعَلى وَكَانَ يسير مَعَه أَن النَّاس قد أنْكَرُوا منْك شيئاً تخرج فِى الْبرد فِى الملائتين وَتخرج فِى الْحر فِى الحشو وَالثَّوْب الغليظ.

قَالَ: ألم تكن مَعنا بِخَيْبَر؟ قَالَ بلَى.

قَالَ: بعث رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَبَا بكر وَعقد لَهُ لِوَاء فَرجع وَبعث عمر وَعقد لَهُ لِوَاء فَرجع فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: لَأُعْطِيَن الرَّايَة رجلاً يحب الله وَرَسُوله وَيُحِبهُ الله وَرَسُوله لَيْسَ بفرار. فَأرْسل إِلَىّ وَأنا أرمد فتفل فِى عَيْنى فَقَالَ اللَّهُمَّ أكفه أذَى الْحر وَالْبرد.

قال: مَا وجدت حراً بعد ذَلِك وَلَا برداً.»

''۔۔۔۔عبد الرحمان ابن ابی لیلیٰ سے، اس نے اپنے والد سے سنا، اس نے حضرت علی سے کہا، در حالیکہ وہ ان کے ساتھ چل رہے تھے، لوگ آپ کی کچھ باتوں پر تعجب کرتے ہیں کہ آپ موسم سرما میں باریک سی دو چادروں میں نکلتے ہیں اور موسم گرما میں موٹے اور کھردرے لباس میں باہر آتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا: کیا تم خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں میں آپ کے ساتھ تھا۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ نے حضرت ابو بکر کو بھیجا اور انہیں علم دیا تو وہ (بغیر فتح کے) واپس آگئے تو پھر حضرت عمر کو بھیجا اور انہیں علم دیا وہ وہ (بغیر فتح کے) واپس آگئے پھر رسول اللہ نے فرمایا: اب میں یہ علم اس مرد کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ فرار ہونے والا نہیں ہے، اس کے بعد آنحضرت نے میری طرف اپنا پیغام بھیجا۔ اس وقت میری

آنکھیں دکھ رہی تھیں پس آپ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن میری لگایا اور دعا فرمائی: اے اللہ گرمی اور سردی کے نقصان (اذیتوں) سے اس کی حفاظت فرما۔

آپ نے فرمایا: اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی کا احساس ہوا اور نہ سردی محسوس ہوئی۔''

۳/۱۵/۷: (أخْبرنا) « محمد بن علی بن هبة الواقدی، قَالَ: أخبرنَا معَاذ بن خَالد قَالَ أخبرنَا الْحُسَيْن بن وَاقد عَن عبد الله بن بُرَيْدَة قَالَ سَمعت أبی بُرَيْدَة يَقُول حاصرنا(حاضرنا) خَيْبَر فَأخذ اللِّوَاء أَبُو بكر وَلم يفتح لَهُ وَأخذ من الْغَد عمر فأنصرف وَلم يفتح لَهُ وَأَصَاب النَّاس شدَّة وَجهد فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِنِّی دَافع لِوَائِی غَدا إِلَی رجل يحب الله وَرَسُوله وَيُحبهُ الله وَرَسُوله لَا يرجع حَتَّی يفتح لَهُ وبتنا طيبَة أَنْفُسنَا أَن الْفَتْح غَدا فَلَمَّا أصبح رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلى الْغَدَاة ثمَّ جَاءَ قَائما و رمی اللواء وَالنَّاس علی اقَصَافهمْ فَمَا منا إِنْسَان لَهُ منزلَة عِنْد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَّا هُوَ يَرْجُو أَن يكون صَاحب اللِّوَاء فَدَعَا عَليّ بن أبی طَالب وَهُوَ أرمد فتفل فِی عَيْنَيْهِ وَمسح عَنهُ وَدفع إِلَيْهِ اللِّوَاء وَفتح عليه.»

''۔۔۔ابی بریدہ کو کہتے ہوئے سنا: جب ہم نے خیبر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابو بکر نے علم لیا لیکن ان سے وہ فتح نہ ہوا، دوسرے دن حضرت عمر نے علم لیا و پھر وہ واپس لوٹ گئے اور ان سے بھی وہ فتح نہ ہوا، لوگوں نے شدت کے ساتھ سختی محسوس کی تو رسول اللہ نے فرمایا: کل میں اس مرد کو اپنا علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں وہ اس وقت تک واپس نہیں پلٹے گا جب تک اسے فتح نہ مل جائے۔ پس ہم نے اسی خوشی میں رات گزاری کہ کل ضرور فتح ہو گی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ نے صبح کی نماز ادا کی اور پھر ہاتھوں میں علم لے کر کھڑے ہو گئے جبکہ لوگ (آپ کے گرد) اپنی اپنی ٹولیوں میں تھے، ہم میں سے کوئی بھی انسان ایسا نہیں تھا جس کی رسول اللہ کے نزدیک کوئی نہ کوئی منزلت ہو مگر یہ کہ وہ اس امید میں تھا کہ علم اسے ملے گا مگر آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا، درحالیکہ آپ کو آشوب چشم تھا۔ آنحضرت نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور ان پر اپنا دست مبارک پھیرا اور علم ان کی جانب بڑھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔''

۳/۱۵/۸: (أخْبرنا) « أخبرنَا مُحَمَّد بن بشار الْبَصْرِیّ قَالَ حَدثنَا مُحَمَّد بن جَعْفَر قَالَ حَدثنَا عَوْف عَن مَيْمُون أبی عبد الله أَن عبد الله بن بُرَيْدَة حَدثهُ عَن بُرَيْدَة الْأَسْلَمِیّ قَالَ لما كَانَ يوم خيبر نزل رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بحصن أهل خَيْبَر أعْطى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم اللِّوَاء عمر فَنَهَضَ فيه من نَهَضَ من النَّاس فَلَقوا أهل خَيْبَر فانكشف عمر وَأَصْحَابه فَرَجَعُوا إِلَی رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَأُعْطَين اللِّوَاء رجلا يحب الله وَرَسُوله وَيُحبهُ الله وَرَسُوله.

فَلَمَّا كَانَ من الْغَد تصادر أَبُو بكر وَ عمر فَدَعَا عليا وَهُوَ أرمد فتفل فِی عَيْنَيْهِ ونهض مَعَه من النَّاس من نَهَضَ فلقی أهل خَيْبَر فَإِذا مرحب يرتجز :

قد علمت خَيْبَر أَنِّی مرحب شَاکی السِّلَاح بَطل مجرب

أطعن أَحْيَانًا وحينا أضْرب إِذا الليوث أقبلت تلهب

فأختلف هُوَ وَ علی ضربتين فَضَربهُ عَلیّ علی هامته حَتَّی مض السَّيْف مِنْهَا منتهی رَأسه وَسمع أهل الْعَسْكَر صَوت ضَربته فَمَا تتام آخر النَّاس مَعَ عَلیّ حَتَّی فتح لَاولَهُم.»

''۔۔۔۔بریدہ اسلمی سے، اس نے کہا: جنگ خیبر کے روز رجب سول اللہ اہل خیبر کے قلعے پر پہنچے توآپ نے حضرت عمر کو علم عطا کیا، وہ بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے، اہل خیبر سے ان کی مڈ بھیڑ ہوئی پھر حضرت عمر اور ان کے ساتھی رسول اللہ کی جانب واپس پلٹ گئے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا: اب میں علم اس مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب دوسرا دن ہوا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اصرار کیا، آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آنحضرت نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ لوگ آپ کے ہمراہ ہوگئے، اہل خیبر سے آمنا سامنا ہوا جب مرحب میدان میں آیا تو یہ رجز پڑھ رہا تھا:

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، مسلح ہوں، تجربہ کار بہادر ہوں جب شیر غضبناک میری طرف آتے ہیں تو ان پر کبھی نیزہ سے حملہ کرتا ہوں، کبھی تلوار سے ضرب لگاتا ہوں۔''

پھر حضرت علی اور اس کے درمیان دو ہاتھ ہی چلے تھے کہ آپ نے اس کی کھوپڑی پر ایسی ضربت لگائی کہ تلوار اس کے سر کے آخر تک در آئی۔ تمام لشکر والوں نے آپ کی تلوار کی ضربت کی آواز سنی۔ حضرت علی کے ساتھ کے لوگوں میں سے آخری فرد کو ابھی اونگھ بھی نہ آئی تھی کہ پہلے نے فتح کی خبر سن لی۔''

۴/۱/۱: (أَخْبرنا) «ميمون بن الْمثنی قَالَ: حَدثنَا الوضاح وَهُوَ أَبُو عوَانَة قَالَ: حَدثنَا ابو بلج بن ابی ، قال: حَدثنَا عَمْرو بن مَيْمُونة قَالَ: إِنِّی لجالس إِلَی ابْن الْعَبَّاس إِذْ أَتَاهُ تِسْعَة رَهْط فَقَالُوا: يا بن عباس إِمَّا أَن تقوم مَعنا وَإِمَّا أَن تخلو بنا بين هَؤُلَاءِ

فقَالَ ابن عباس: بل أنا أقوم مَعكُمْ.

قال: وهو يومئذ صحيح قبل ان يعمی، قال: فانتدؤا فتحدثوا فَلَا نَدْرِی مَا قَالُوا، قال: فجَاء وَهُوَ ينفض ثَوْبه وَهُوَ يَقُول: أُفٍّ وتف وقعوا فِی رجل لَهُ بضع عشر وَقَعُوا فِی رجل قَالَ له رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم: لَأَبْعَثَن رجلا يحب الله وَرَسُوله لَا يخزيه الله أبدا فَأَسشْرَف لها من استشرف فَقَالَ: أَيْن ابن ابی طالب؟ قيل هُوَ فِی الرحی يطحن، قال: وَمَا كَانَ أحدكُم ليطحن، قال: فجاء وهو أرمد لا يكاد يبصر فتفل فی عينيه ثمَّ هز الرَّايَة ثَلَاثًا فَدَفعهَا إِلَيْهِ و جَاء علی بصفية بنت حی وَ بعث أَبَا بكر بِسُورَةِ التَّوْبَة وَ بعث عليا خَلفه فَأَخذهَا مِنْهُ فَقَالَ: لَا يذهب بهَا إِلَّا رجل منی وَ أنا مِنْهُ.

قال: و قال لبنی عمه: أيكم يوالينی فی الدنيا و الآخرة فأبوا.

قال: و على معهم جالس فقال على: أنا أواليک فی الدنيا و الآخرة.

قال: وَكَانَ أول من أسلم من النَّاس بعد خَدِيجَة.

قال: و اخذ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ثوبه فوضعه على على و فاطمة و حسن وَ حُسَيْن فَقَالَ {إنّما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البَيْت و يطهركم تَطْهِيرا}.

قال: وَ شرى على نفسه فلبس ثوب النبى صلى الله عَلَيْهِ وَ سلم ثم نام مكانه، قال: و كان الْمُشْرِكُونَ يرْمونَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فجَاء أَبُو بكر و على نائم، قَالَ: و ابو بكر يحسبه انّه نَبى الله، قال: فَقَالَ لـه عَلـىّ إِن نَبـى الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قد انطلق نَحْو بِئْر مَيْمُونة فادركه، قال: فانطلق ابوبكر فَدخل مَعَه الْغَار.

قال: و جعل على يرمى بالحجارة كَمَا يَرمى نَبى الله و هُو يَتضور و قد لفّ رأسه فى الثوب لا هخرجه حتى أصبح، ثمّ كشف عن رأسه فقالوا: انّکَ للئيم كان صاحبک نرميه فلا يتضور و أنت تتضور و قد استنكرنا ذلک.

قال: وَ خرج بِالنَّاسِ فِى غَزْوَة تَبُوک قال: فَقَالَ له عَلىّ: أخرج مَعَک؟ فَقَالَ له نبى الله:

لَا فَبكى على فَقَالَ له: أما ترْضى أَن تكون منى بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَى إِلَّا أَنَّک لست بِنَبِى، انه لا ينبغى ان اذهب إلّا و انت خليفتى.

و قَالَ له رسول الله صلى الله عليه و سلم: أَنْت ولِى كل مُؤمن بعدِى

و قَالَ وسد أَبْوَاب الْمَسْجِد غير بَاب عَلىّ، قال: فقال: فيدْخل الْمَسْجِد جنباً وَ هُوَ طَرِيقه لَيْسَ لَهُ طَرِيق غَيره.

قال: وَ قَالَ: من كنت مولاه فانّ مولاه على.

قَالَ: وَ قد أخبرنَا الله عز و جل فِى الْقُرْآن أَنه قد رَضِى عَن أَصْحَاب الشَّجَرَة فعلم ما فى قلوبهم فَهَل حَـدثنَا أَنـه سخط عَلَيْهِم بعده.

قَالَ: وَ قَالَ نبى الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لعمر حِين قَالَ: ايْذَنْ لى فأضرب عُنُقه، أو كنت فَاعِلًا وَقَالَ وَمَـا يـدْرِيک لَعَلَّ الله قد أطلع على أهل بدر فَقَالَ: أعملوا مَا شِئْتُم.»

''۔۔۔۔ عمر بن میمونہ سے نقل ہے: میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں نو گروہ آئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابن عباس! یا آپ ہمارے ساتھ چلیں یا ہمیں ان کے درمیان تنہا چھوڑ دیں۔

حضرت ابن عباس نے کہا: میں تم لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں۔

روای کہتا ہے: ان دونوں وہ تندرست تھے اور ابھی آپ کی آنکھیں ضائع نہیں ہوئی تھیں (کیونکہ آپ نے حضرت علیؑ کے لئے اس قدر گریہ کیا تھا کہ نابینا ہوگئے تھے)۔ آپ (ابن عباس) نے کہا: اپنی بات شروع کرو۔ پس ان لوگوں نے جو بات کی ہم نہیں جانتے کہ کیا بات تھی پھر جب وہ (ابن عباس) واپس تو غصے میں اپنا دامن جھٹک رہے تھے اور کہہ رہے تھے اُف تُف ہو ایسے لوگوں پر جو ایسے شخص کے بارے میں جھگڑتے ہیں جس کے دس فضائل مخصوص ہیں، ایسے شخص کے بارے میں جھگڑتے ہیں جس کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا:

کل میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو کبھی نہیں گھٹائے گا۔ پس وہ تمام جنہیں شرفیاب ہونا تھا شرفیاب ہوگئے پھر آپؐ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا: یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا تھا؟ جب وہ آئے تو ان کی آنکھیں اتنی دکھ رہی تھیں کہ دیکھنا دشوار تھا پس آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور علم کو تین مرتبہ لہرایا اور حضرت علیؑ کے حوالے کیا اور آپؐ صفیہ بنت حی کے ساتھ واپس آئے۔

آپؐ نے حضرت ابو بکر کو سورہ توبہ دے کر بھیجا، پھر ان کے پیچھے حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور حضرت علیؑ نے ان سے سورہ توبہ لے لی اور آپؐ نے فرمایا: اسے صرف وہی شخص لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔

[ابن عباس نے] کہا: آپؐ نے اپنے چچا کی اولادوں سے فرمایا: تم میں وہ کون ہے جو مجھ سے دنیا اور آخرت میں محبت کرتا ہے؟ تو سب نے امتناع کیا۔

حضرت علیؑ بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، پھر حضرت علیؑ نے کہا: میں آپ سے دنیا اور آخرت میں محبت کرتا ہوں۔

[ابن عباس نے] کہا: وہ حضرت خدیجہ کے بعد لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

[اور پھر ابن عباس نے] کہا: آپؐ نے اپنی چادر پکڑی پھر اس سے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو ڈھانپ دیا اور فرمایا: {إنّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیْت و یطھرکم تَطْھِیرا} ''اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ نے ارادہ کیا ہے اے اہل بیتؑ تم سے پلیدی کو دور رکھے اور تمہیں پاک و پاکیزہ بنا دے جیسے کہ پاک کرنے کا حق ہے۔''

[پھر ابن عباس نے] کہا: اور حضرت علیؑ نے اپنی جان کو بیچ دیا اور رسول اللہ ﷺ کا لباس پہنا اور آپؐ کی جگہ پر سو گئے، مشرکین سوچتے رہے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ [در ایں اثنا] حضرت ابو بکر آئے جبکہ حضرت علی سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر نے سوچا نبی اللہ ﷺ ہیں، حضرت علیؑ نے ان سے کہا: نبی اللہ ﷺ بئر میمونہ کی طرف گئے ہیں، آپ انہیں وہاں تلاش کریں۔ حضرت ابو بکر چلے گئے اور آپؐ کے ساتھ غار میں داخل ہوگئے۔

[ابن عباس نے] کہا: مشرکین نے حضرت علیؑ پر اس طرح پتھر برسانا شروع کردئے جس طرح رسول اللہ ﷺ پر برساتے تھے، وہ (علیؑ) [درد سے] لوٹ ہو رہے تھے پھر اپنے سر پر کپڑا ڈھانپ لیا اور باہر نہ نکالا یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو اپنا سر باہر نکالا۔ مشرکین نے ان سے کہا تو لئیم ہے (نعوذ باللہ) ہم تمہارے ساتھی کو پتھر مارتے تھے تو درد کا اظہار نہیں کرتا تھا اور تم درد سے لوٹ رہے ہو، ہم نے تم کو عجیب پایا۔

[ابن عباس نے] کہا: آپؐ لوگوں کے ساتھ جنگ تبوک پر نکلے تو انہوں (علیؑ) نے آپؐ سے کہا: میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟ تو نبی اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: نہیں تو حضرت علیؑ رونے لگے، پھر آپؐ نے ان سے کہا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ تم نبی نہیں ہو، بے شک مجھے سزاوار نہیں کہ چلا جاؤں مگر یہ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہو۔

[ابن عباس نے] کہا: حضرت علیؑ کے گھر کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دورازے بند کردئے گئے۔

اور آپؐ نے فرمایا: وہ (علیؑ) حالت جنابت میں میں مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ ان کا راستہ ہے اور اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس علیؑ مولیٰ ہے۔

فرمایا: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ بے شک وہ اصحاب شجرہ سے راضی ہے اور جو ان کے دلوں میں ہے اسے جانتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ اس کے بعد ان پر ناراض ہے۔ [راوی نے] کہا: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر سے جب انہوں نے [اہل مکہ کے لئے جاسوسی کرنے والے بدری صحابی کی] گردن مارنے کی اجازت مانگی تو فرمایا: کیا تم یہ کام کرنے والے ہو، تم نہیں جانتے کہ شاید اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع کرے۔

پھر کہا: تم جو چاہو کرو۔"

۶/۱/۱: (أخْبرنا) « ابو جعفر مُحَمَّد بن عبد الله بن الْمُبَارک قَالَ حَدثنَا الْأسود بن عَامر قَالَ: اخبرنا شريک عَن مَنْصُور عَن ربعی عَن عَلیّ قَالَ: جَاءَ النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم أنَاس من قُرَيْش فَقَالُوا يَا مُحَمَّد إِنَّا جيرانک وحلفاءک وَإِن من عبيدنا قد أتوک لَيْسَ بهم رَغْبَة فِی الدّين وَلَا رَغْبَة فِی الْفِقْه إِنَّمَا فروا من ضياعنا وَأَمْوَالنَا فأرددهم إِلَيْنَا فَقَالَ لأبی بکر: مَا تَقول؟ فَقَالَ: صدقُوا إِنَّهُم لجيرانک و حلفاءک. فَتغير وَجه النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَالَ لعَمر: مَا تَقول؟ قَالَ: صدقُوا أنهم لجيرانک وحلفاءک.

فَتغير وَجه النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَالَ: يَا معشر قُرَيْش وَالله ليبْعَثن الله عَلَيْكُم رجلا مِنْكُم قد امتحن الله قلبه للْإِيمَان فيضربكم علی الدّين أَو يضْرب بَعْضكُم.

قَالَ أَبُو بکر: أنا هُوَ يَا رَسُول الله؟ قَالَ: لَا.

قَالَ عمر: أنا هُوَ يَا رَسُول الله؟ قَالَ: لَا وَلَكِن ذَلِك الَّذِي يخصف النَّعْل.

وَ قد كان أعْطى عليا نَعلاً يخصفها. »

"۔۔۔۔ ربعی سے، حضرت علیؓ سے، انہوں نے کہا: قریش کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدؐ ہم آپ کے ہمسائے اور ہم عہد (حلیف) ہیں، ہمارے کچھ غلام آپ کے پاس آگئے ہیں جنہیں نہ دین سے کوئی رغبت ہے اور نہ علم و فقہ کا شوق ہے بلکہ وہ ہمارے نقصان اور خسارے کی وجہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں پس آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ آپؐ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ وہ (حضرت ابو بکر) بولے: وہ سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ [یہ سن کر] نبی اکرم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر آپؐ نے حضرت عمر سے پوچھا: [اس بارے میں] تم کیا کہتے ہو؟ وہ (حضرت عمر) بولے: وہ سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔

[یہ سن کر] نبی اکرم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے گروہ قریش! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تم لوگوں میں ایک شخص کو بھیجے گا جو تم میں سے ہو گا اور جس کے قلب کا اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے امتحان لے لیا ہے پس وہ تمہیں یا دین (کے سیدھے راستے) پر لگا دے گا یا تم میں سے بعض کی گردنیں اڑا دے گا۔

حضرت ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہؐ وہ شخص میں ہوں؟ فرمایا: نہیں

حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ میں وہ شخص ہوں؟ فرمایا: نہیں بلکہ وہ شخص ہے جو جوتا ٹانک رہا ہے۔

اس وقت آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا جوتا (نعل مبارک) دیا ہوا تھا جس کی وہ مرمت کر رہے تھے۔"

۷/۶/۱: (أخْبرنا) « ابو جعفر عن عَمْرو بن البصرى قَالَ: حَدثنَا عَمْرو بن مرّة عَن أبى البخْترِى عَن علىّ قَالَ: بَعَثَنِى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَى الْيمن وَأَنا شَاب حَدِيث السن قال: فَقلت: يَا رَسُول الله تبعثنى إِلَى قوم يكون بَينهم أحْدَاث وَأَنا شَاب حَدِيث السن قَالَ: إِن الله سيهدى قَلْبك وَيثبت لسَانك.

قال: مَا شَككت فِى حديث أقضى بَين اثْنَيْن. »

"۔۔۔۔ ابو بختری سے، حضرت علی سے، آپؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا جبکہ میں جوان اور کمسن تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ایک ایسی قوم میں بھیج رہے ہیں جس میں سن رسیدہ لوگ ہیں جبکہ میں جوان اور کمسن ہوں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی ہدایت کرے گا اور تمہاری زبان (کلام) کو ثابت و استوار رکھے گا۔

آپؐ نے کہا: [اس کے بعد] مجھے دو آدمیوں کے مابین فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا۔"

۷/۶/۳: (أخْبرنا) « مُحَمَّد بن الْمثنى قَالَ: حَدثنَا أَبُو مُعَاوِيَة قَالَ: حَدثنَا الْأَعْمَش عَن عَمْرو بن مرّة عَن أبى البخْترِى عَن عَلىّ رض قَالَ: بَعَثَنِى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَى أهل الْيمن لأقضى بَينهم فَقلت: يَا رَسُول الله لَا

علم لی بِالْقضَاءِ فَضرب بِيَدِهِ على صَدْرِی وَقَالَ: اللَّهُمَّ اهد قلبه وسدد لِسَانه فَمَا شَككت فِی قَضَاء بَين اثْنَيْنِ حَتَّى جَلَست مجلسی. »

"۔۔۔ابو بختری سے، حضرت علیؑ سے، آپؑ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تاکہ میں ان کے درمیان قضاوت کروں تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ میرے پاس قضاوت کا علم نہیں ہے تو آپؐ نے میرے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا: اے میرے اللہ! اسے دل کی ہدایت فرما اور اس کی زبان (کلام) کو ثابت و استوار کر دے۔ [اس کے بعد] میرے آج یہاں پر بیٹھنے تک مجھے دو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا۔"

۸/۱/۱: (أخْبرنا)«مُحَمَّد بن بشار بن بندار البصری قَالَ: حَدثنَا محمد ابن جَعْفَر قَالَ: حَدثنَا عَوْف عَن مَيْمُون أبی عبد الله عَن زيد بن أرقم قَالَ: كَانَ لنفر من أَصْحَاب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَبْوَاب شارعة فِی الْمَسْجِد فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: سدوا هَذِه الْأَبْوَاب إِلَّا بَاب عَلیّ

فَتكلم فِی ذَلِك النَاس فَقَامَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: أما بعد فَإِنِّی أمرت بسد هَذِه الْأَبْوَاب غير بَاب عَلیّ

وَقَالَ فِيهِ قائلكم وَالله مَا سددته وَلَا فَتحته وَلَكِنِّی أمرت فاتبعته.»

"۔۔۔ زید بن ارقم سے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیؑ کے گھر کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔

اس بات پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: میں نے علیؑ کے گھر کے دروازے کے علاوہ ان تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور تم میں سے بعض لوگ نے اس پر کچھ کہا ہے، اللہ کی قسم میں نے دروازے کھولے ہیں اور نہ ہی میں نے بند کئے ہیں لیکن مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا تو میں نے اس کی اتباع کی ہے۔

۹/۵/۲: (أخْبرنا) «احْمَد بن يحيى الْكُوفِی قَالَ: أَخْبرنا عَلیّ و هو ابن قادم قَالَ: أُخْبِرْنَا إِسْرَائِيل عَن عبد الله بن شريك عَن الْحَرث بن مَالك قَالَ: أتيت مَكَّة فَلَقِيت سعد بن أبی وَقاص فَقلت له: هَل سَمِعت لعَلی منقبة؟ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِی الْمَسْجِد فَنُودِیَ فِينَا لسده ليخرج من فِی الْمَسْجِد إِلَّا آل رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم.

قَالَ: فخرجنا فَلَمَّا أصبح أَتَاهُ عَمه فَقَالَ: يَا رَسُول الله أخرجت أَصْحَابك وأعمامك وأسكنت هَذَا الْغُلَام.

فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم : مَا أنا أمرت بإخراجكم وَلَا بِإِسْكَان هَذَا الْغُلَام إِن الله هُوَ أمر بِهِ.»

"۔۔۔ حرث بن مالک سے، اس نے کہا: میں مکہ آیا تو سعد بن ابی وقاص سے ملاقات کی پھر ان سے کہا: کیا آپ نے حضرت علیؑ کی کوئی فضیلت سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے پھر ہمارے درمیان اسے بند کرنے کے لئے ندا دی گئی تاکہ سوائے آل رسول اللہ ﷺ کے جو بھی مسجد میں ہے، باہر چلا جائے۔

[سعد بن وقاص نے] کہا: ہم سب باہر چلے گئے اور جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ کے چچا آئے اور کہا: یا رسول اللہؐ آپ نے اپنے صحابہ اور چچاؤں کو تو باہر نکال دیا لیکن اس جوان (حضرت علیؑ) کو بٹھائے رکھا؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ کے باہر نکالنے کا اور اس جوان کو مسجد میں بٹھانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔"

۱۰/۲۴/۱: (أخْبرنا) « بشر بن هِلَال الْبَصْرِيّ قَالَ: حَدثنَا جَعْفَر وَهُوَ ابْن سُلَيْمَان قَالَ: حَدثنَا حَرْب بن شَدَّاد عَن وساد عَن سعيد بن الْمسيب عَن سعد بن أبي وَقاص رض قَالَ: لما غزا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم غَزْوَة تَبُوك خلف عليا كرم الله وجهه بِالْمَدِينَةِ فَقَالُوا فِيهِ: مله وكره صحبته.

فتبع عَليّ النَّبِي صلى الله عليه و سلم حَتَّى لحقه فِي الطَّرِيق قَالَ: يَا رَسُول الله خلفتنى بالْمَدِينَة مَعَ الذَّرَارِي وَالنِّسَاء حَتَّى قَالُوا: مله وكره صحبته. فَقَالَ لَهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَا عَليّ إِنَّمَا خلفتك على أَهلِي أما ترْضى أَن تكون منى بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَى غير انه لَا نَبِي بعدِي.»

"۔۔۔ سعد بن ابی وقاص سے، انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک لے لئے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، لوگوں نے باتیں بنائیں کہ آنحضرتؐ ان کی صحبت سے اکتا گئے ہیں اور پسند نہیں کرتے تو حضرت علیؑ، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ راستے میں آنحضرتؐ سے ملاقات ہوگئی تو عرض کیا: یا رسول اللہؐ آپ نے مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ دیا ہے یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ مجھے ساتھ رکھنے سے ملول ہیں اور پسند نہیں کرتے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی میں نے تمہیں اپنے اہل و عیال پر جانشین بنایا ہے، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۱۰/۲۴/۱۲: (أخْبرنا) «مُحَمَّد بن الْمثنى قَالَ حَدثنَا أَبُو بكر الْحَنَفِيّ قَالَ: حَدثنَا بكر بن مِسْمَار قَالَ: سَمِعت عَامر بن سعد يَقُول: قَالَ مُعَاوِيَة لسعد بن أبي وَقاص: مَا مَنعك أَن تسب ابْن أبي طَالب؟ قَالَ لَا أسبه مَا ذكرت ثَلَاثًا قالهن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لِأَن تكون لي قَالَ وَاحِدَة مِنْهُنَّ أحب إِلَيّ من حمر النعم.

لَا أسبه مَا ذكرت حِين نزل عَلَيْهِ الْوَحْی فَأخذ عليا وابنيه وَفَاطِمَة فأدخلهم تَحت ثَوْبه ثمَّ قَالَ: رب هَؤُلَاءِ أهل بَيْتِی و َ أهلِی.

وَلَا أسبه مَا ذكرت حِين خَلفه فِی غَزْوَة غَزَاهَا قَالَ عَلیّ: خلفتنی مَعَ الصّبيان وَالنِّسَاء

قَالَ أَو لَا ترْضی أَن تكون منی بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَی إِلَّا أنه لَا نبوة بعدِی.

وَلَا أسبه مَا ذكرت يَوْم خَيْبَر حِين قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم: لَأُعْطَين هَذِه الرَّايَة رجلاً يحب الله وَرَسُوله وَيُحِبهُ الله وَرَسُوله وَيفتح الله علی يَدَيْه.

فتطاولنا فَقَالَ: أَيْن عَلیّ؟ فَقَالُوا: هُوَ أرمد فَقَالَ: أدْعُوهُ.

فَدَعوهُ فبصق فِی عَيْنَيْهِ ثمَّ أعطَاهُ الرَّايَة فَفتح الله عَلَيْهِ.

فوَالله مَا ذكره مُعَاوِيَة بِحرف حَتَّی خرج من الْمَدِينَة.»

"۔۔۔۔۔ میں نے عامر بن سعد کو کہتے ہوئے سنا: معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا: کیا چیز تمہیں ابوطالب کے بیٹے (علیؑ) کو دشنام دینے سے روکتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں انہیں دشنام نہیں دوں گا جب تک مجھے وہ تین خصائص یاد رہیں گے جو رسول اللہؐ نے (علیؑ کے بارے میں) فرمائے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں (بہترین نعمتوں) سے زیادہ محبوب تھی۔

میں انہیں دشنام نہیں دوں گا جب تک مجھے یہ یاد رہے گا کہ جب آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؑ، ان کے دونوں بیٹوں (حسنؑ اور حسینؑ) اور حضرت فاطمہؑ کو تھاما اور ان پر کپڑا اوڑھ لیا پھر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور اہل ہیں۔

میں انہیں دشنام نہیں دوں گا جب تک مجھے یہ یاد رہے گا کہ جب آنحضرتؐ ایک غزوہ (غزوہ تبوک) کے لئے تشریف لے جارہے تو (مدینہ میں) انہیں اپنا خلیفہ منصوب کیا، حضرت علیؑ نے عرض کیا: آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جارہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

میں انہیں دشنام نہیں دوں گا جب تک مجھے خیبر کا دن یاد رہے گا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔

پس ہم سب [علم لینے کے لئے] پیش قدم ہوگئے پھر آپؐ نے فرمایا: علیؑ کہاں ہے؟ صحابہ نے کہا: ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا: انہیں بلاؤ۔

پھر صحابہ نے ان کو بلایا تو آپؐ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا پھر انہیں علم دے دیا، پس اللہ نے انہیں فتح عنایت کی۔
پھر اللہ کی قسم معاویہ نے ان سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ مدینہ سے چلا گیا۔"

۱۰/۲۴/۲۲: (أخبرنا) «مُحَمَّد بن يحيى بن عبد الله النَّيْسَابُورِي وَاحْمَدْ بن عُثْمَان بن حَكِيم الدراوری، اللَّفْظ لمُحَمد قَالَا: حَدثنَا عَمْرو بن طَلْحَة قَالَ: حَدثنَا أَسْبَاط عَن سماک عَن عِكْرِمَة عَن ابْن عَبَّاس رض أن علياً كَانَ يَقُول فِي حَيَاة رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله تعالى يَقُول: {أَفَإِن مَاتَ أَو قتل انقلبتم على أعقابكم } وَالله لَا ننقلب على أعقابنا بعد إِذْ هدَانَا الله، وَالله لَئِن مَاتَ أَو قتل لأقاتلن على مَا قَاتل عَلَيْهِ حَتَّى أموتَ، وَالله إِنِّي لأخوه ووليه ووارثه وَابْن عَمه فَمن أَحَق بِهِ منى؟»

"۔۔۔۔ حضرت ابن عباسؓ سے: حضرت علیؑ، رسول اللہ کی حیات میں فرمایا کرتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {أَفَإِن مَاتَ أَو قتل انقلبتم على أعقابكم } "اگر وہ (پیغمبر اکرمؐ) فوت کر جائے یا قتل کر دیا جائے تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں (اپنے شرک کی طرف) پلٹ جاؤ گے۔" (حضرت علیؑ کہتے تھے) خدا کی قسم ہم ہر گز نہیں پلٹیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ہماری ہدایت کر چکا ہے۔ خدا کی قسم اگر آپؐ فوت کر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو یقیناً میں بھی اسی بات پر جنگ کروں گا جس بات پر آپؐ نے جنگ کی، خدا کی قسم بلاشبہ میں آپؐ کا بھائی، ولی، وارث اور ابن عم (چچا کا بیٹا) ہوں۔ پس آپؐ کی نسبت مجھ سے زیادہ کون حقدار ہے؟"

۱۰/۲۴/۲۳: (أخبرنا) «الْفضل بن سهل قَالَ: حَدثنَا عَفَّان بن مُسلم قَالَ: حَدثنَا أَبُو عوَانَة عَن عُثْمَان بن الْمُغيرَة عَن أبى صَادِق عَن ربيعَة بن ماجد: أَن رجلا قَالَ لعَلى ابن ابى طالب رض يَا أَمِير الْمُؤمنِينَ لم ورثت دون اعمامک؟ قَالَ جمع رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَو قَالَ دَعَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بنى عبد الْمطلب فَصنع لَهُم مدا من الطَّعَام فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِي الطَّعَام كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لم يمس ثمَّ دَعَا بغمر فَشَرِبُوا حَتَّى رووا وَبَقِي الشَّرَاب كَأَنَّهُ لم يمس أَو لم يشرب فَقَالَ: يَا بنى عبد الْمطلب إِنِّي بعثت إِلَيْكُم خَاصَّة والى النَّاس عامة وَقد رَأَيْتُمْ من هَذِه الْآيَة مَا قد رَأَيْتُمْ وَأَيكُمْ يبايعنى على أَن يكون أخى وصاحبى ووارثى فَلم يقم إِلَيْهِ أحد فَقُمْت إِلَيْهِ وَكنت أَصْغَر الْقَوْم فَقَالَ: اجْلِسْ

ثمَّ قَالَ: ثَلَاث مَرَّات كل ذَلِک أقوم إِلَيْهِ فَيَقُول: اجْلِسْ

حَتَّى كَانَ فِي الثَّالِثَة ضرب بِيَدِهِ على يَدى.

ثمَّ قَالَ: فبذلک ورثت ابْن عمى دون عمى.»

"۔۔۔۔۔ ربیعہ بن ماجد سے: ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالبؑ سے کہا: اے امیر المؤمنینؑ اپنے چچاؤں کی موجوگی میں آپ اپنے چچازاد بھائی کے وارث کیسے ہوگئے؟ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو جمع کیا، یا فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے عبد المطلب کی تمام اولاد کو دعوت دی اور ان کے لئے ایک مد طعام تیار کروایا، ان لوگوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہوگئے اور کھانا ویسے ہی بچا رہا جیسے کہ کسی نے اسے ہاتھ ہی نہ لگایا ہو پھر انہیں شربت پینے کا کہا، انہوں نے شربت پیا یہاں تک وہ سیراب ہوگئے اور شربت ویسے ہی بچا رہا جیسے کہ کسی نے چھوا ہی نہ ہو یا چکھا ہی نہ ہو، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عبد المطلب کی اولاد! میں تمہاری طرف بالخصوص اور لوگوں کی طرف بالعموم مبعوث کیا گیا ہوں اور تم لوگوں نے مجھ سے یہ معجزہ دیکھا جو تم دیکھ چکے ہو اور تم میں کون ہے جو میری اس بات پر بیعت کرے کہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث ہو تو کوئی ایک بھی آپؐ کی جانب نہ بڑھا پس میں اٹھا جبکہ میں ان سب سے چھوٹا تھا، آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

پھر آپؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا، ہر بار میں اٹھتا اور آپؐ فرماتے: بیٹھ جاؤ۔

یہاں تک کہ تیسری مرتبہ میں آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اسی وجہ سے میں اپنے چچا کے ہوتے ہوئے اپنے چچازاد بھائی کا وارث بنا۔"

۱۱/۴/۱: (حدثنا) «بشر بن هِلَال عَن جَعْفَر بن سُلَيْمَان عَن يزِيد الرشک عَن مطرف بن عبد الله عَن عمرَان بن حُصَيْن قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِن علياً منى وَأَنا مِنْهُ وَوَلى كل مُؤمن بعدى.»

"۔۔۔۔۔ عمران بن حصین سے، اس نے کہا: رسول اللہؐ نے فرمایا: بے شک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور (وہ) میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں۔"

۱۲/۱/۱: (أخْبرنا) «الْعَبَّاس بن مُحَمَّد الدورى قَالَ: حَدثنَا الْأَحْوَص بن جَوَاب قَالَ: حَدثنَا يُونُس بن إِسْحَاق عَن أبى إِسْحَاق السبيعى عَن زيد بن يثيغ عَن أبى رض قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: لينتهين بَنو وَلِيعَةَ أَو لَأَبْعَثَن إِلَيْهِم رجلا كنفسى ينفذ فيهم أَمْرِى فَيقْتل الْمُقَاتلَةَ وَيَسْبِى الذُّرِّيَّةَ.

فَمَا راعنى إِلَّا وكف عمر فِى حجزتى من خَلْفى وقال: من يَعْنِى؟ فَقلت: مَا إياک يَعْنِى وَصَاحبک.

قَالَ: فَمن يَعْنِى؟ قلت: خاصف النَّعْل.

قَالَ: وعَلى يخصف النعل.»

"۔۔۔۔۔ زید بن یثیغ سے: میرے والدؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی ربیعہ (حضر موت کے حاکم) کو متنبہ ہو جانا چاہئے ورنہ میں ان کی طرف خود اپنے جیسے ایک فرد کو بھیجوں گا جو ان کے درمیان میرا حکم نافذ کرے گا پس وہ جنگ کرنے والوں سے جنگ کرے گا اور ان کی

اولادوں کو اسیر بنائے گا۔ میں یہ سن کر حیران ہو رہا تھا کہ حضرت عمر نے پیچھے سے میرے پہلو کو تھاما اور کہا: کون مراد ہے؟ میں نے کہا: تم سے اور تمہارے ساتھی سے۔

انہوں نے کہا: پھر کون مراد ہے؟ میں نے کہا: جوتے کی مرمت کرنے والا۔

راوی کہتا ہے: اور حضرت علیؑ جوتے کی مرمت کر رہے تھے۔"

١٣/١/١: (أخْبرنا) «زَكَرِيَّا بن يحيى قَالَ: حَدثنَا ابْن أبى عمرو ابن أبى مَرْوَان قَالَ: حَدثنَا عبد الْعَزِيز عَن يزِيد بن عبد الله بن أُسَامَة بن الْهَاد عَن مُحَمَّد بن نَافِع عَن أَبِيه عَن عَلىّ رض قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: أما أَنْت يَا عَلىّ أنت صفيى وأمينى.»

"۔۔۔ محمد بن نافع سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے حضرت علیؑ سے: آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! کیا تم میرے صفی (برگزیدہ) اور امانتدار نہیں ہو۔"

١٤/١/١: (أخْبرنا) «أَحْمد بن سُلَيْمَان قَالَ: حَدثنَا إِسْمَاعِيل عَن أبى إِسْحَاق عَن حبشِى بن جُنَادَة السَّلُولى قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: عَلىّ منى وَأَنا مِنْهُ فَلَا يُؤَدِّى عنى إِلَّا أنا وَعلى.»

"۔۔۔ حبشی بن جنادہ سلولی سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، پس خود میرے اور علیؑ کے سوا کوئی میرے حقوق ادا نہیں کرے گا۔"

١٥/٤/٤: (أخْبرنا) «إِسْحَاق بن إِبْرَاهِيم بن رَاهَوَيْه قَالَ: قَرَأت على أبى قُرَّة مُوسَى بن طَارق عَن ابى صالح قَالَ: حَدثنَا عبد الله بن عُثْمَان بن خثيم عَن أبى الزبير عَن جَابر: أَن النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حِين رَجَعَ من عمْرَة الْجِعِرَّانَة بعث أَبَا بكر على الْحَج فأقبلنا مَعَه حَتَّى إِذا كُنَّا بالعرج ثوب بالصبح فلمَّا اسْتَوَى للتكبير فَسمع الرغوة خلف ظَهره فَوقف عَن التَّكْبِير فَقَالَ: هَذِه رغوة نَاقَة رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الجدعاء، لقد بدأ الرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِى الْحَج فَلَعَلَّهُ أَن يكون رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فنصلى مَعَه.

فَإِذا عَلىّ رض عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو بكر: أَمِير أم رَسُول؟ قَالَ: لَا بل رَسُول أَرْسلنِى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِبَرَاءَة أقرؤها على النَّاس فِى مَوَاقف الْحَج.

فقدمنا مَكَّة فَلَمَّا كَانَ قبل التَّروِيَة بِيَوْم قَامَ أَبُو بكر فَخَطب النَّاس فَحَدثهُمْ عَن مناسكهم حَتَّى إِذا فرغ قَامَ عَلىّ رض فَقَرَأَ على النَّاس بَرَاءَة حَتَّى خَتمهَا.

ثمَّ خرجنَا مَعَه حَتَّى إِذا كَانَ يَوْم عَرَفَة قَامَ أَبُو بكر فَخَطب النَّاس فَحَدثهُمْ عَن مناسكهم حَتَّى إِذا فرغ قَامَ علىّ رض فَقَرَأَ على النَّاس بَرَاءَة حَتَّى خَتمهَا.

كَانَ النَّفر الأول قَامَ أَبُو بكر فَخَطب النَّاس فَحَدثهُمْ كَيفَ يرمون وَكَيف يرْمونَ فعلمهم مناسكهم.

فَلَمَّا فرغ قَامَ علىّ فَقَرَأَ على النَّاس بَرَاءَة حَتَّى خَتمهَا.»

"۔۔۔ابو زبیر سے، جابرؓ سے: نبی اکرم ﷺ جب عمرۂ جعرانہ سے واپس پلٹتے تو حضرت ابو بکر کو حج پر بھیجا، ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ جب ہم عرج کے علاقے میں تھے اور (حضرت ابو بکر نے) ہمیں صبح کی نماز کے لئے کہا اور تکبیر کہنے کے لئے کھڑے ہوئے تو پیچھے سے ناقہ کی بلبلانے کی آواز سنی، وہ تکبیر کہنے سے رک گئے اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے ناقہ، جدعا کے بلبلانے کی آواز ہے، رسول اللہ ﷺ خود حج کے لئے تشریف لا رہے ہیں پس (ہم نے سوچا) یہ رسول اللہ ﷺ ہوں اور ہم انہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ناگاہ ہم نے دیکھا کہ اس پر حضرت علیؓ [سوار] ہیں، حضرت ابو بکر نے ان سے کہا: آپ امیر ہیں یا پیغام رسان (قاصد)؟ فرمایا: نہیں بلکہ میں پیغام رسان ہوں مجھے رسول اللہ ﷺ نے مواقفِ حج میں لوگوں کے لئے سورۂ برائت (توبہ) تلاوت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

پھر ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو ترویہ (شب عرفہ) سے ایک دن پہلے حضرت ابو بکر اٹھے اور لوگوں کے لئے خطبہ دیا اور ان کے مناسک کے بارے میں بتایا یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہوگئے تو حضرت علی نے کھڑے ہو کر لوگوں کے لئے سورہ برائت کی آخر تک تلاوت کی۔

پھر ہم ان کے ساتھ باہر نکل گئے یہاں تک کہ عرفہ کا دن ہوا، حضرت ابو بکر نے اٹھ کر لوگوں کے لئے خطبہ دیا اور ان کے مناسک کے بارے میں بتایا یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہوگئے تو حضرت علی اٹھے اور لوگوں کے لئے سورہ برائت کی آخر تک تلاوت کی۔

یوم النفر کو حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں بتایا کہ کس طرح منیٰ جائیں اور کس طرح رمی انجام دیں اور انہیں ان کے مناسک کی تعلیم دی۔

جب وہ فارغ ہوگئے تو حضرت علی نے اٹھ کر لوگوں کے لئے سورہ برائت کی آخر تک تلاوت کی۔"

۱۶/۱۰/۱: (أخْبرنا) «احمد بن الْمثنى قَالَ: حَدثنِي يحيى بن معاذ قَالَ: حَدثنَا أَبُو عوَانَة عَن سُلَيْمَان قَالَ: حَدثنَا حبيب بن أبي ثَابت عَن أبي الطُّفَيْل عَن زيد بن أرقم قَالَ: لما رَجَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن حجَّة الْوَدَاع وَنزل غَدِير خم أمر بدوحات فقممن ثمَّ قَالَ: كَأَنِّي دعيت فأجبت وَإِنِّي تارك فِيكُم الثقلَيْن أحدهمَا أكبر من الآخر: كتاب الله وعترتي أهل بَيْتِي فأنظروا كَيفَ تخلفوني فيهمَا فَإِنَّهُمَا لن يَتَفَرَّقَا حَتَّى يردا على الْحَوْض.

ثمَّ قَالَ إِن الله مولَايَ وَأَنا ولي كل مُؤمن.

ثمَّ انه أَخذ بيد عَليّ رض فَقَالَ: من كنت وليه فَهَذَا وليه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ.

فَقلت لزيد: سمعته من رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم؟ فَقَالَ: و انه مَا كَانَ فِي الدوحات أحد إِلَّا رَآهُ بِعَيْنيهِ وسَمعه بأذنيه.»

"۔۔۔۔ابو طفیل سے، زید بن ارقم سے، اس نے کہا: جب پیغمبر اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے تھے تو غدیر خم کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو بھی قیام کا حکم دیا اور اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا گیا اس کے بعد فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے میرا بلاوا آگیا ہے اور میں نے قبول بھی کر لیا ہے اور بے شک میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ان میں سے ایک دوسری سے بڑی اور ہے، (ان میں سے ایک) اللہ کتاب (قرآن مجید) اور (دوسرے) میری عترت اور میرے اہل بیتؑ ہیں پس سوچ لو کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرو گے؟ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گی۔

پھر فرمایا: بے شک اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مؤمن کا مولیٰ ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں یہ علیؑ اس کا مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ جو اس سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی رکھ۔

میں (راوی) نے زید سے دریافت کیا: کیا تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے؟

(زید نے) جواب دیا: بلاشبہ کاروان (قافلے) میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا مگر یہ کہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔"

۱۶/۱۰/۴: (أَخْبرنا) « أَبُو دَاوُد قَالَ: حَدثنَا أَبُو نعيم قَالَ: حَدثنَا عبد الْملک بن أبی عيينة قَالَ: أَخْبرنا الحكم عَن سعيد بن جُبَير عَن ابْن عَبَّاس عَن بُرَيْدَة قَالَ : خرجت مَعَ عَلِيّ رض إِلَى الْيمن فَرَأَيْت مِنْهُ جفوة فَقدمت على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَذكرت علياً فتنقصته فَجعل رَسُول الله يتَغَيَّر وَجهه فَقَالَ : يَا بُرَيْدَة أَلَسْت أولى بِالْمُؤْمِنِينَ من أنفسهم؟ قلت : بلَى يَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: من كنت مَوْلَاهُ فعلی مَوْلَاهُ.»

"۔۔۔۔ابن عباس سے، اس نے بریرہ سے، اس نے کہا: میں علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا، راستے میں ان سے کچھ عجیب باتیں دیکھیں۔ جب میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچا تو علیؑ کا تذکرہ کیا اور آنحضرتؐ سے ان کے نقائص بیان کئے، یہ سنتے ہی آنحضرتؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مؤمنوں پر خود ان کی جانوں سے بڑھ کر [حاکم] نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں جس کا مولا ہوں، علیؑ اس کا مولا ہے۔"

۱۶/۱۰/۶: (أَخْبرنا) « قُتَيْبَة بن سعيد قَالَ: أخبرنَا ابْن أبی عدی عَن عَوْف عَن مَيْمُون أبی عبد الله قَالَ: قَالَ زيد بن أرقم: قَامَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَحَمدَ الله وَأَثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: ألستم تعلمُونَ أَنِّی أولى بِكُل مُؤمن من نَفسه؟ قَالُوا: بلَى نَحن نشْهد لأَنْت أولى بِكُل مُؤمن من نَفسه.

قَالَ: فَإِنِّی من كنت مَوْلَاهُ فَهَذَا مَوْلَاهُ وَأخذ بيد عَلِيّ. »

"۔۔۔۔زید بن ارقمؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں تمام مؤمنوں پر خود ان کی جانوں سے زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) ہوں؟ سب نے کہا: جی ہاں ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہر مؤمن پر خود اس کی جان سے زیادہ حقدار ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پس میں جس کا مولیٰ ہوں اس کا یہ بھی مولیٰ ہے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا۔"

۱۶/۱۰/۱۰: (أخبرنا) «أَبُو دَاوُد قَالَ: حَدثنَا عمرَان بن أبان قَالَ: حَدثنَا شريک قَالَ: حَدثنَا أَبُو إِسْحَاق عَن زيد بن يثيع قَالَ: سَمِعت عَليّ بن أبی طَالب رض يَقُول علی مِنْبَر الْكُوفَة: إِنِّی انشد الله رجلاً وَلَا يشهد إِلَّا أَصْحَاب مُحَمَّد صلی الله عَلَيْهِ وَسلم سمع رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم غَدِير خم يَقُول: من كنت مَوْلَاهُ فعلی مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ.

فَقَامَ سِتَّة من جَانب الْمِنْبَر وَسِتَّة من الْجَانِب الآخر فَشَهِدُوا أنهم سمعُوا رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول ذَلِک.

قَالَ شريک: فَقلت لأبی إِسْحَاق: هَل سَمِعت الْبَراء بن عَازِب يحدث بِهَذَا عَن رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم؟ قَالَ: نعم.»

"۔۔۔۔۔زید بن یثیغ نے کہا: میں نے علی ابن طالبؑ کو مسجد کوفہ کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اس امر میں سوائے اصحاب رسول ﷺ کے جنہوں نے یہ بات سنی ہے، کوئی گواہی نہ دے کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس علیؑ مولیٰ ہے، اے اللہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے تو یہ سن کر منبر کی جانب سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور شہادت دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس پر شریک نے کہا: میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کیا تم نے براء بن عازب سے یہ (حدیث) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے، سنی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔"

۱۷/۱/۱: (أخبرنا) «احمد بن شعيب قال: أخبرنَا قُتَيْبَة بن سعيد قَالَ: حَدثنِی جَعْفَر يَعْنِی ابْن سُلَيْمَان عَن يزِيد عَن مطرف بن عبد الله عَن عمرَان بن حُصَيْن قَالَ: جهز رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم جَيْشًا وَاسْتعْمل عَلَيْهِم عَليّ بن أبی طَالب فَمضی فِی السّريَّة فَأصَاب جَارِيَة فأنكروا عَلَيْهِ وتعاقدوا أَرْبَعَة من أَصْحَاب رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا بعثنا رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم أخبرناه بِمَا صنع.

وَكَانَ الْمُسلمُونَ إِذا رجعُوا من السّفر بدؤوا برَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم فَسَلمُوا عَلَيْهِ ثمَّ انصرفوا إِلَی رحالهم.

فَلَمَّا قدمت السّرِيَّة سلمُوا على النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَامَ أحد الْأَرْبَعَة فَقَالَ: يَا رَسُول الله ألم تَرَ انّ عَلِیّ بن أبی طَالب صنع كَذَا وَكَذَا.

فَأَعْرض عَنهُ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم ثمَّ قَامَ الثَّانِی وَقَالَ: مثل ذَلِک ثمَّ الثَّالِث فَقَالَ مقَالَته ثمَّ قَامَ الرَّابِع فَقَالَ مثل مَا قَالُوا.

فَأقبل إِلَيْهِم رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم وَالْغَضَب يبصر فِی وَجهه فَقَالَ: مَا تُرِيدُونَ من عَلِیّ؟ إِن عليا منی وَأَنا مِنْهُ وَهُوَ ولی كل مُؤمن من بعدِی.»

"۔۔۔ عمران بن حصین سے، اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت علیؑ کو اس کا امیر بنایا۔ جنگ میں فتح ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنے لئے ایک کنیز انتخاب کی جو بعض لوگوں کو برا لگا۔ ان لوگوں میں سے چار افراد نے آپس میں عہد کی کہ اس امر کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دیں گے۔

مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کسی جنگ سے پلٹتے تھے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتے اور پھر اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔

چنانچہ جب لشکر واپس لوٹا تو پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر ان چار افراد میں سے ایک کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے دیکھا کہ علیؑ نے کیا کیا؟

یہ سننے کے بعد آنحضرتؐ نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا پھر دوسرا شخص اٹھا اس نے بھی وہی بات کی، پھر تیسرا اٹھا اور وہی بات دھرائی پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات دھرائی جو پہلے والوں نے کہی تھی۔

پھر آنحضرتؐ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے در حالیکہ کہ آپؐ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور فرمایا: تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا ولی و حاکم ہے۔"

۱۸/۱/۱: (أخبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنا واصل بن عبد الأعلى الكوفی، عن ابن فضيل، عن الأجلح، عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه، قال: بعثنا رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم إلى اليمن مع خالد بن الوليد وبعث علياً على آخر، وقال: إن التقيتما فعلیٌّ على الناس، وإن تفرّقتما فكلّ واحد منكما على جنده

فلقينا بنی زبيد من أهل اليمن، وظفر المسلمون على المشركين، فقاتلنا المقاتلة وسبينا الذرية، فاصطفى على جاريةً لنفسه من السبی، فكتب بذلک خالد بن الوليد إلى النبیّ صلی الله عليه وآله وسلم وأمرنی أن أنال منه.

قال: فدفعت الكتاب إليه ونلت من علیّ

فتغيّر وجه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و قال: لا تبغضنَّ يا بريدۀ لی علیّ، فإنّ علیّاً منّی وأنا منه وهو ولیّکم بعدی.»

"۔۔۔ عبداللہ بن بریدہ سے، وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خالد بن ولید کے ساتھ یمن روانہ کیا اور حضرت علی کی قیادت میں ایک اور لشکر بھیجا اور فرمایا: اگر دونوں لشکر یکجا ہو جائیں تو علی امیر ہوں گے اور اگر الگ الگ ہوں تو دونوں اپنے اپنے لشکر کے سردار ہوں گے۔

چنانچہ ہماری اہل یمن کے قبیلہ بنی زبید سے مڈبھیڑ ہوگئی اور مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی، ہم نے جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کے اہل و عیال کو قیدی بنالیا پس حضرت علی نے قیدیوں میں سے اپنے لئے ایک کنیز اختیار کرلی، خالد بن ولید نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کے لئے لکھ دی اور مجھے (راوی) حکم دیا کہ وہ خط آنحضرتؐ تک پہنچاؤں اور ان کی شکایت کروں۔

تو میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں وہ خط پیش کیا اور حضرت علی کی شکایت کی۔

تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے بریدہ! علی کے بارے میں کینہ نہ رکھو کہ بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم لوگوں کا ولی ہے۔"

۱۹/۲/۱: (أخبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنا العَباسُ بن محمّد الدورى، قال: حَدَّثَنَا يحيى بن زكريا، قالَ: أخبرنا إسرائيل، عن أبى إسحاق عَنْ أَبِى عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ لِى: أَيُسَبُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ ؟ قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ مَعَاذَ اللَّهِ .

قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِى .»

"۔۔۔ ابو عبداللہ جدلی سے: میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ یا معاذ اللہ!

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جس نے علی کو گالی دی تو درحقیقت اس نے مجھے گالی دی۔"

۲۰/۴/۴: «(أخبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أَخْبرنا زَكَرِيَّا بن يحيى قَالَ: حَدثنَا يَعْقُوب بن جَعْفَر بن أبى كثير عَن مهَاجر بن مِسْمَار قَالَ: أَخْبَرتنى عَائِشَة بنت سعد عَن سعد، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بطريق مَكَّة وَهُوَ موجه إِلَيْهَا فَلَمَّا بلغ غَدِير خم وقف النَّاس ثمَّ رد من مضى ولحقه من تخلف فَلَمَّا اجْتمع النَّاس إِلَيْهِ قَالَ: أيهَا النَّاس من وَلِيكُم؟ قَالُوا: الله وَرَسُوله ثَلَاثًا

ثمَّ أخذ بيد عَليّ فأقامه ثمَّ قَالَ:

من كَانَ الله وَرَسُوله وليه فَهَذَا وليه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ»

”۔۔۔ عائشہ بنت سعد نے مجھے خبر دی: سعدؓ سے، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے راستے پر تھے اور آپؐ کی راستہ پر توجہ تھی۔ جب غدیر خم پہنچے تو لوگوں کو توقف کرنے کا حکم دیا پھر جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلوایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے آپ سے آملے، پھر جب تمام لوگ آپؐ کے گرد جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا ولی کون ہے؟ لوگوں نے تین مرتبہ کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا: جس کا اللہ اور اس کا رسولؐ ولی ہے اس کا یہ (علیؑ) ولی ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی کرے۔“

۲۲/۳/۱: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا أَبُو كريب مُحَمَّد بن الْعَلَاء الْكُوفِي قَالَ حَدثنَا أَبُو مُعَاوِيَة عَن الْأَعْمَش عَن عدى بن ثَابت عَن زر بن حُبَيْش عَن عَليّ كرم الله وجهه قَالَ: والله وَالَّذِي فلق الْحبَّة وبرأ النَّسمَة إِنَّه لعهد النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِنّه لَا يحبنى إِلَّا مُؤمن وَلَا يبغضنى إِلَّا مُنَافِق.»

”۔۔۔ زر بن حبیش سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ہر ذی روح کو پیدا کیا نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے عہد کیا کہ جو مجھ سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔“

۲۳/۱/۱: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أبو جعفرأخبرنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن الْمُبَارك المَخْزُومِي، قَالَ: حَدثنَا يحيى بن معِين، قَالَ: حَدثنَا أَبُو حَفْص الْأَبَّار عَن الحكم بن عبد الْملك عَن الْحَرث بن حصين عَن أبى صَادِق عَن ربيعَة بن ناجد عَن عَليّ قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَا عَليّ فِيك من عِيسَى مثل أبغضته الْيَهُود حَتَّى بعثوا أمه وأحبته النَّصَارَى حَتَّى أنزلوه بالمنزل الَّذِي لَيْسَ بِهِ.»

”۔۔۔ ربیعہ بن ناجد حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! تمہارے اندر عیسیٰؑ کی ایک مثال ہے، یہود نے ان سے کینہ توزی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا، نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مقام پر بٹھادیا جو ان کا مرتبہ نہیں تھا۔“

۲۴/۱۸/۱: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا إِسْمَاعِيل بن مَسْعُود الْبَصْرِيّ قَالَ حَدثنَا خَالد عَن شُعْبَة عَن أبى إِسْحَاق عَن الْعَلَاء: سَأَلَ رجل ابْن عمر عَن عُثْمَان قَالَ: كَانَ من الَّذين تولّوا يَوْم التقى الْجَمْعَانِ فَتَابَ الله عَلَيْهِ ثمَّ أصَاب ذَنبا فَقَتَلَهُ.

وَسَأَلَهُ عَن عَليّ فَقَالَ: لَا تسال عَنهُ ألا ترى قرب منزله من رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم.»

”علاء سے: ایک شخص نے ابن عمر (عبد اللہ ابن عمر) سے حضرت عثمان کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دو لشکروں کے ٹکرانے کے دن (احد) پیٹ پھیر لی تھی (فرار ہوگئے تھے) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی اس کے بعد ان سے ایک گناہ سرزرد ہوا تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر اس شخص نے حضرت علی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: ان کے بارے میں مت پوچھو کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا قریبی مقام نظر نہیں آتا۔“

۲۴/۱۸/۲: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخْبرنا هِلَال بن الْعَلَاء عَن عرار انه قَالَ: سَألت عبد الله بن عمر قلت: ألا تُحَدِّثنِي عَن عَلِيّ وَعُثْمَان قَالَ: أما عَلِيّ فَهَذَا بَيته من بَيت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَا أحَدثک عَنهُ بِغَيْرِهِ وَأما عُثْمَان فَإِنَّهُ أذْنب يَوْم أحد ذَنبا عَظِيما فعفى الله عَنهُ وأذنب فِيكُم ذَنبا صَغِيرا فقتلتموه.»

”۔۔۔ ہلال بن علاء، عرار سے روایت کرتے ہیں: میں نے عبد اللہ ابن عمر سے پوچھا: کیا آپ مجھے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے تو انہوں نے کہا: رہی علیؑ کی بات تو یہ ان کا گھر ہے جو رسول اللہ ﷺ کے گھر ایک حصہ ہے اور میں تم سے ان کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں بولوں گا اور عثمان تو انہوں نے احد کے دن ایک بڑا گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور تم لوگوں کے درمیان ایک چھوٹا سا گناہ کیا تو تم لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔“

۲۴/۱۸/۳: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا أَحْمد بن سُلَيْمَان الرهاوى قَالَ: حَدثنَا عبيد الله قَالَ: حَدثنَا إِسْرَائِيل عَن أبى إِسْحَاق عَن الْعَلَاء بن العرار قَالَ: سَالَت عن ذالک ابْن عمر وَهُوَ فِى مَسْجِد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: ما فِى الْمَسْجِد بَيت غير بَيته وَأما عُثْمَان فَإِنَّهُ أذْنب ذَنبا دون ذَلِک فقتلتموه.»

”۔۔۔ ابو اسحاق سے، علاء بن عرار سے، اس نے کہا: میں نے ان سے اس (حضرت علی اور حضرت عثمان کے) بارے میں پوچھا وہ اس وقت مسجد نبوی میں تھے انہوں نے کہا: مسجد نبوی میں ان (علی) کے گھر کے سوا کسی کا گھر نہیں جبکہ حضرت عثمان نے چھوٹا سا گناہ کیا تو تم لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔“

۲۴/۱۸/۴: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا إِسْمَاعِيل بن يَعْقُوب بن إِسْمَاعِيل قَالَ: حَدثنِى ابو مُوسَى وَ مُحَمَّد بن مُوسَى بن أعين قَالَ: حَدثنى أبى عَن عَطاء عَن سعيد، قال ابن عُبَيْد قَالَ: جَاءَ رجل إِلَى بن عمر فَسَأَلَهُ عَن عَلِيّ قَالَ: لَاحدثک عَنه وَلَكِن انْظُر إِلَى بَيته من بيُوت النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم.

قَالَ: فَإِنِّى أبغضه.

قَالَ: به أبغضک الله.»

”۔۔۔۔ سعید سے، وہ ابو عبید سے روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: میں تم سے ان (حضرت علیؑ) کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن تم ان کے گھر کی طرف دیکھو جو نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں سے ایک ہے۔

اس شخص نے کہا: میں تو ان سے بغض رکھتا ہوں۔

انہوں نے کہا: تو اس کے سبب اللہ تعالیٰ تم سے بغض رکھے۔“

۲۴/۱۸/۵: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا هِلَال بن الْعَلَاء بن هِلَال قَالَ: حَدثنَا حُسَيْن قَالَ: حَدثنَا زُهَيْر قَالَ: حَدثنَا أَبُو إِسْحَاق قَالَ: سَأَلَ ابو عبد الرَّحْمَن بن خَالِد بن قثم بن الْعَبَّاس، من أَيْن ورث عَليّ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم؟ قَالَ: إِنَّه كَانَ أولنا بِهِ لُحُوقا وأشدنا بِهِ لُزُوما.»

”۔۔۔۔ ابو عبدالرحمٰن بن خالد بن قثم بن عباس سے سوال ہوا: حضرت علیؑ کہاں سے رسول اللہ ﷺ کے وارث بن گئے؟ تو جواب دیا: وہ ہم سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے ملحق ہونے والے اور ہم سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ رہنے والے تھے۔“

۲۴/۱۸/۷: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أَخْبرنِي عَبدَة بن عبد الرَّحِيم الْمروزِي قَالَ: أخبرنَا عَمْرو بن مُحَمَّد قَالَ: أخبرنَا يُونُس بن أبي إِسْحَاق عَن الْعيزَار بن حُرَيْث عَن النُّعْمَان بن بشير قَالَ: أَسْتَأْذن أَبُو بكر على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَسمع صَوت عَائِشَة عَاليا وَهِي تَقول: وَالله لقد علمت أَن عليا أحب إِلَيْك منى فَأَهوى لَهَا ليلطمها وَقَالَ لها: يَا بنت فُلَانَة أَرَاك ترفعين صَوْتك على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فأمسكه رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَخرج أَبُو بكر منضبا فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: يَا عَائِشَة كَيف رَأَيْت أهديك من الرجل.

ثمَّ أَسْتَأْذن بعد ذَلِك وَقد أصطلح رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَعَائِشَة فَقَالَ: أدخلانى فِي السّلم كَمَا أدخلتمانى فِي الْحَرْب فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: قد فعلتما.»

”۔۔۔۔ نعمان بن بشیر سے، انہوں نے کہا: حضرت ابو بکر نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ کی آواز سنی، وہ آپؐ سے کہہ رہی تھیں کہ قسم بخدا میں جانتی ہوں کہ آپؐ کے نزدیک علیؑ مجھ سے زیادہ محبوب ہیں تو [یہ سن کر] وہ (حضرت ابو بکر) انہیں تھپڑ مارنے کے لئے آگے بڑھے اور ان سے کہا: اے فلاں کی بیٹی! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ پر اپنی آواز بلند کر رہی ہو پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک دیا اور حضرت ابو بکر غصے کی حالت میں باہر نکل گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے دیکھا کہ میں نے کیسے تمہاری اس مرد (حضرت ابو بکر) سے نجات دلوائی۔

پھر اس کے بعد انہوں (حضرت ابو بکر) نے اجازت طلب کی جبکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ کی صلح ہو چکی تھی پھر کہا: آپ دونوں مجھے صلح میں بھی شامل کریں جس طرح مجھے جھگڑے میں داخل کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے جھگڑا کیا تھا۔“

۲۴/۱۸/۸: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخْبرنِی مُحَمَّد بن آدم بن سليمان المصيصی، قَالَ: حَدثنَا ابْن أبی غنيۀ عَن أبيه عَن أبی إِسْحَاق عَن جَمِيع وَهُوَ ابْن عُمَر قَالَ: دخلت مَعَ أُمِّی علی عَائِشَۀ وَأنا غُلَام فَذكرت لَهَا عليا فَقَالَت: مَا رَأَيْت رجلا أحب إِلَی رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم مِنْهُ وَلَا امْرَأَۀ أحب إِلَی رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم من امْرَأَته.»

”۔۔۔ جمیع سے کہ جو ابن عمر (عمیر) ہے، اس نے کہا: میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس گیا جبکہ میں نوجوان لڑکا تھا، میں نے ان سے حضرت علیؑ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں نے کسی مرد کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کو ان سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی کسی خاتون کو دیکھا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اس کی زوجہ سے زیادہ محبوب ہو۔“

۲۴/۱۸/۱۰: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا زَكَرِيَّا بن يحيی قَالَ: حَدثنَا إِبْرَاهِيم بن سعد قَالَ: حَدثنَا شَاذان عَن جَعْفَر الْأَحْمَر عَن عبد الله بن عَطاء عَن ابْن بُرَيْدَۀ قَالَ: جَاءَ رجل إِلَی أبی فَسَأَلَهُ أی النَّاس كَانَ أحب إِلَی رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم؟ قَالَ من النِّسَاء فَاطِمَۀ وَمن الرِّجَال عَلیّ.»

”۔۔۔ ابن بریدہ سے، اس نے کہا: میرے والد کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ انہوں نے کہا: خواتین میں حضرت فاطمہؑ اور مردوں میں حضرت علیؑ۔“

۲۴/۱۸/۱۱: (أخْبرنا) « مُحَمَّد بن وهب قَالَ: حَدثنَا مُحَمَّد بن سَلمَۀ قَالَ: حَدثنِی أَبُو عبد الرَّحِيم قَالَ: حَدثنِی زيد عَن الْحَرث عَن أبی زرْعَۀ بن عَمْرو بن جرير عَن عبد الله بن يحيی سمع عليا يَقُول: كنت أدخل علی نَبِی الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم كل ليلۀ، فَإِن كَانَ يُصَلِّی سبح وَإِن لم يكن يُصَلِّی أذن لی فَدخلت.»

”۔۔۔۔ عبد اللہ بن یحییٰ سے: میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا: میں ہر رات کو نبی اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اگر آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو ذکر تسبیح فرماتے (اور میں داخل ہو جاتا) اور نماز نہ پڑھ رہے ہوتے تو مجھے اجازت دے دیتے اور داخل ہو جاتا۔“

۲۴/۱۸/۱۵: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا الْقَاسِم بن زَكَرِيَّا بن دِينَار قَالَ: حَدثنَا أَبُو أُسَامَۀ قَالَ: حَدثنِی شُرَحْبِيل يَعْنِی ابْن مدرك الْجعْفرِیّ قَالَ: حَدثنِی عبد الله بن بحر الْحَضْرَمِیّ عَن أَبِيه وَكَانَ صَاحب مطهرۀ عَلیّ قَالَ: قَالَ عَلیّ كَانَت لی منزلَۀ من رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم لم تكن لأحد من الْخَلَائق فَكنت آتيه كل سحر فَأَقُول: السَّلَام عَلَيْك يَا نَبِی الله فَإِن تنحنح انصرفت إِلَی أهلِی وَإِلَّا دخلت عَلَيْهِ.»

”۔۔۔۔ عبد اللہ بن بحر حضرمی نے اپنے والد سے جو حضرت علیؑ کا لوٹا اٹھایا کرتے تھے، روایت کی ہے: حضرت علیؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مجھے وہ منزلت حاصل تھی جو تمام مخلوقات میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں تھی میں روزانہ سحری کے وقت آنحضرتؐ کے پاس جایا کرتا اور کہتا تھا: السلام علیک یا نبی اللہ اگر آپؐ کھانس لیتے تو میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاتا ورنہ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔“

٢٤/١٨/١٦: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا مُحَمَّد بن بشار قَالَ: حَدثنِي أَبُو الْمسَاور قَالَ: حَدثنَا عَوْف عَن عبد الله بن عَمْرو بن هِنْد الْجملِي عن عَليّ قَالَ: كنت إِذا سَأَلت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَعْطَانِي وَإِذا سكت ابتدأنى.»

"۔۔۔۔ عوف بن عمرو بن ہند جملی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں: میں جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی درخواست کرتا تھا تو مجھے مرحمت فرمادیتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو آپؐ شروع کردیتے (مجھے عطا فرمادیتے)۔"

٢٥/١/١: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا أَحْمد بن حَرْب قَالَ: حَدثنَا أَسْبَاط عَن نعيم بن حَكِيم الْمَدَائِنِي قَالَ: حَدثنَا أَبُو مَرْيَم قَالَ: قَالَ عَليّ: انْطَلَقت مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حَتَّى أَتَيْنَا الْكَعْبَة فَصعد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم على مَنْكِبِي فَنَهَضَ بِهِ عَليّ فَلَمَّا رأى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ضعفى قَالَ لَي: اجْلِسْ فَجَلَستُ فَنزل نَبِي الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وجلس لى، وَقَالَ لى: اصْعَدْ على مَنْكِبِي فَصَعدتُ على مَنكبيه فَنَهَضَ بِي. فَقَالَ عَليّ: إِنَّه ليخيل الى أَنِّي لَو شِئْت لَنلْت أفق السَّمَاء، فَصَعدت على الْكَعْبَة وَعَلَيْهَا تمْثَال من صفر أَو نُحَاس فَجعلت أعَالجهُ لأزيله يَمِينا وَشمَالًا وقداما وَمن بَين يَدَيْهِ وَمن خَلفه حَتَّى إِذا اسْتَمْكَنت مِنْهُ قَالَ نَبِي الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: اقْذفْهُ فَقَذَفْتُ بِهِ فَكَسرته كَمَا تكسر الْقَوَارِير ثمَّ نزلت فَانْطَلَقت أنا وَرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نَسْتَبِق حَتَّى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوتِ خشيَة أَن يَلْقَانَا أحد.»

"۔۔۔۔ ابو مریم، حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیا یہاں تک ہم کعبہ پہنچ گئے، رسول اللہ ﷺ میرے کندھے پر سوار ہوگئے میں آپؐ کو لئے اٹھ کھڑا ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے میرے ضعف کو مشاہدہ فرمایا تو مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا اور اللہ کے نبی ﷺ نیچے آگئے اور میرے لئے بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا: میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ تو میں آپؐ کے کندھوں پر سوار ہو گیا اور آپؐ مجھے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے مجھ (راوی) سے فرمایا: وہ سوچ رہے تھے کہ اگر چاہتے تو آسمان کے افق تک پہنچ جاتے۔ پس میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اس پر تانبے یا پیتل کا مجسمہ پڑا ہوا تھا میں اس کو اکھاڑنے کے لئے دائیں بائیں آگے پیچھے سے حرکت دینے لگا یہاں تک میں اس میں کامیاب ہو گیا، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اسے [نیچے] پھینک دو تو میں نے اسے [نیچے] پھینک دیا اور اسے اس طرح چکنا چور کر دیا جس طرح شیشہ چور چور ہو جاتا ہے پھر میں نیچے اتر آگیا اور میں اور رسول اللہ ﷺ اس خوف سے کہ کہیں کسی کی ہم سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے، تیزی سے چل پڑے یہاں تک ہم گھروں کو پہنچ گئے۔"

٢٦/٤/١: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا جرير بن حُرَيْث قَالَ: أخبرنَا الْفضل بن مُوسَى عَن الْحُسَيْن بن وَاقد عَن عبد الله بن يزيد عَن أَبِيه قَالَ: خطب أَبُو بكر وَعمر فَاطِمَة فَقَالَ: رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِنَّهَا صَغِيرَة فَخَطَبَهَا عَليّ فَزَوجهَا مِنْهُ.»

”۔۔۔۔ عبداللہ بن یزید سے، وہ اپنے والد سے، اس نے کہا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؑ سے شادی کا پیغام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ابھی چھوٹی ہیں پھر حضرت علی نے ان کے ساتھ شادی کا پیغام بھیجا تو آنحضرتؐ نے آپؑ سے ان کی شادی کر دی۔“

۲۶/۴/۴: (أخْبرنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا عمار بن بكار بن رَاشد قَالَ: حَدثنَا أَحْمد بن خَالد قَالَ: حَدثنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن أبى نجيح عَن أَبِيه أَن مُعَاوِيَة ذكر عَليّ بن أبى طَالب فَقَالَ سعد بن أبى وَقاص: وَالله وَلَئن يكون لى وَاحْدَةٌ من خلال ثَلَاث أحب إِلَيّ من أَن يكون لى مَا طلعت عَلَيْهِ الشَّمْس لِأَن يكون قَالَ لى: مَا قَالَه لَهُ حِين رده من تَبُوك: أما ترْضى أَن تكون منى بِمَنْزِلَة هَارُون من مُوسَى إِلَّا أَنه لَا نَبِى بعدِى، أحب إِلَيّ أَن يكون لى مَا طلعت عَلَيْهِ الشَّمْس وَلِأَن يكون قَالَ لى: مَا قَالَ له يَوْم خَيْبَر: لَأُعْطِيَن الرَّايَة رجلا يحب الله وَرَسُوله وَيُحِبهُ الله وَرَسُوله يفتح الله على يَدَيْهِ لَيْسَ بفرار أحب إِلَيّ من أَن يكون لى مَا طلعت عَلَيْهِ الشَّمْس وَلِأَن يكون لى ابْنَته ولى مِنْهَا من الْوَلَد مَاله أحب إِلَيّ من أَن يكون لى مَا طلعت عَلَيْهِ الشَّمْس.»

”محمد بن عبداللہ بن ابی نجیح نے اپنے والد سے روایت کی ہے: معاویہ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کا ذکر کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: قسم بخدا اگر میرے لئے ان تین خصائص میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ میرے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج اپنی روشنی ڈالتا ہے، اگر آپؐ نے وہ میرے لئے فرمایا ہوتا جو تبوک کے موقع پر انہیں واپس لوٹاتے ہوئے فرمایا تھا کہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے تو یہ بات میرے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج اپنی روشنی ڈالتا ہے اور اگر آپؐ نے وہ میرے لئے فرمایا ہوتا جو خیبر کے دن ان کے لئے فرمایا تھا کہ: ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا وہ فرار کرنے والا نہیں ہے تو یہ بات میرے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج اپنی روشنی ڈالتا ہے اور اگر ان کی صاحبزادی کی شادی مجھ سے ہوئی ہوتی اور میرے ہاں ان سے اولاد ہوتی جو ان کی ہے تو یہ بات میرے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جن پر سورج اپنی روشنی ڈالتا ہے۔“

۳۴/۱/۱: (أخْبرنى) « زَكَرِيَّا بن يحيى قَالَ: حَدثنَا ابْن أبى عمر قَالَ: حَدثنَا سُفْيَان عَن ابْن أبى نجيح عَن أَبِيه عَن رجل قَالَ: سَمِعت عليا على الْمِنْبَر بِالْكُوفَة يَقُول: خطب إِلَى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَاطِمَة فَزَوجنِى فَقلت: يَا رَسُول الله أنا أحب إِلَيْك أم هِىَ؟ فَقَالَ: هِىَ أحب إِلَيّ مِنْك وَأَنت أعز عَليّ مِنْهَا.»

”۔۔۔۔ ابی نجیح سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ایک شخص سے، اس نے کہا: میں نے حضرت علیؑ کو کوفہ کے منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگا تو آپؐ نے ان کے ساتھ میری شادی کر دی پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

آپؐ کے نزدیک میں زیادہ محبوب ہوں یا وہ (حضرت فاطمہ)؟ تو آپؐ نے فرمایا: وہ میرے نزدیک تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہو۔"

۳۵/۲/۲: (أخْبرنا) « عن عبد الله بن الحرث، عن علی . (أخبرنَا) الْقَاسِم بن زَكَرِيَّا بن دِينَار قَالَ: لی علی قَالَ: وجعت وجعا فَأتيت فأقامنی فِی مَكَانَهُ وَقَامَ يُصَلِّی وَألقی عَلیّ طرف ثَوْبه ثمَّ قَالَ: قُم يَا عَلیّ قد بَرِئت لَا بَأْس عَلَيْک وَمَا دَعَوْت لنَفْسی بِشَیْء إِلَّا دَعَوْت لَک بمثله وَمَا دَعَوْت بِشَیْء إِلَّا قد اسْتُجِيبَ لی أو قَالَ: أعْطَيْت إِلَّا أنه قيل لی لَا نَبِی بعْدی.»

"۔۔۔۔ قاسم بن زکریا بن دینار سے، اس نے کہا: حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: مجھے شدید درد محسوس ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے مجھے اپنی جگہ پر بٹھا دیا اور اپنی چادر کا ایک کونہ میرے اوپر ڈال کر نماز پڑھنے کے لئے قیام فرمایا پھر [نماز سے فراغت کے بعد] مجھ سے فرمایا: اٹھ جاؤ اے علیؑ! تم ٹھیک ہوگئے ہو اب تمہیں کچھ نہیں ہے اور میں نے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا مگر یہ کہ اس کے جیسا تمہارے لئے بھی مانگا اور میں نے کچھ بھی نہیں مانگا مگر یہ کہ وہ میرے لئے مستجاب ہوا یا آپؐ نے فرمایا: وہ مجھے عطا ہوا مگر یہ کہ مجھ سے کہا گیا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۳۷/۱/۱: (أخْبرنا) « مُحَمَّد بن يحيى بن أيُّوب بن إِبْرَاهِيم قَالَ: حَدثنَا مُحَمَّد بن يحيى وَهُوَ حدَّثَنی عَن إِبْرَاهِيم الصَّائِغ عَن أبی إِسْحَاق الْهَمدَانِی عَن عبد الرَّحْمَن ابْن أبی ليلی: أن علياً خرج علينا فِی حر شَدِيد وَعَلِيهِ ثِيَاب الشتَاء وَخرج علينا فِی الشتَاء وَعَلِيهِ ثِيَاب الصَّيف ثمَّ دَعَا بِمَاء فَشرب ثمَّ مسح الْعرق عَن جَبهته فَلَمَّا رَجَعَ إِلَی بيته قَالَ: يَا أَبتاه أرَأَيْت مَا صنع أمير الْمُؤمنِينَ خرج إِلَيْنَا فِی الشتَاء وَعَلِيهِ ثِيَاب الصَّيف وَخرج علينا فِی الصَّيف وَعَلِيهِ ثِيَاب الشتَاء فَقَالَ أَبُو ليلی: ما فطنت وَأخذ بيد ابْنه عبد الرَّحْمَن فَأتى علياً فَقَالَ لَهُ الذی صنع، فقال عَلیّ: إِن النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ بعث إِلَیّ وَأنا أرمد شَدِيد الرمد فبزق فِی عَيْنی ثمَّ قَالَ افْتَحْ عَيْنَيْک ففتحتهما فَمَا اشتكيتهما حَتَّی السَّاعَة ودعا لی فَقَالَ اللَّهُمَّ أذهب عَنهُ الْحر وَالْبرد فَمَا وجدت حرا وَلَا بردا حَتَّی يومی هَذَا.»

"۔۔۔۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے: حضرت علیؑ شدید گرمی میں ہمارے پاس آئے جبکہ آپ کے تن پر سردی کا لباس تھا اور سردی میں ہمارے پاس آئے جبکہ آپ کے تن پر گرمی کا لباس تھا پھر آپؑ نے پانی منگوا کر نوش کیا اور اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا، جب وہ (راوی) اپنے گھر لوٹے تو (اپنے والد سے) کہا: اے بابا! کیا آپ نے دیکھا ہے جو امیر المؤمنینؑ کرتے ہیں؟ وہ گرمی کے موسم میں ہمارے پاس آئے جبکہ آپ کے تن پر سردی کا لباس تھا اور سردی میں ہمارے پاس آئے جبکہ آپ کے تن پر گرمی کا لباس تھا تو ابو لیلیٰ کہتے ہیں: میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کا ہاتھ پکڑے ہوئے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو بات اس نے کی تھی آپؑ کی خدمت میں عرض کی، حضرت علیؑ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا تو مجھے شدید آشوبِ چشم تھا پس آنحضرتؐ نے میری آنکھ میں لعاب دہن لگایا پھر فرمایا: اپنی آنکھیں کھولو!

میں نے آنکھیں کھولیں تو اس دن سے آج تک مجھے کوئی ان سے کوئی شکایت نہیں ہے اور آپؐ نے میرے لئے دعا فرمائی: اے میرے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور فرمادے تو میں نے آج کے دن تک کبھی گرمی اور سردی کو محسوس نہیں کیا۔"

۴۰/۲/۲: (أخبرنی) « مُحَمَّد بن قدامَة، قَالَ: حَدثنَا جرير عَن مُغيرَة عَن أم مُوسَى قَالَت: قَالَت أم سَلمَة وَالَّذِی تحلف بِهِ أم سَلمَة إِن كَانَ أقرب النَّاس عهدا برَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَليّ قَالَت: لما كَانَ غَدَوة قبض رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَأرْسل إِلَيْهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قالت: وَأظنه كَانَ بَعثه فِی حَاجَة فَجعل يَقُول: جَاءَ عَليّ ؟ ثَلَاث مَرَّات قَالَت فجَاء قبل طُلُوع الشَّمْس فَلَمَّا أن جَاءَ عرفنَا إِن لَهُ إِلَيْهِ حَاجَة فخرجنا من الْبَيْت وَكُنَّا عِنْد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْمئِذٍ فِی بَيت عَائِشَة وَ كنت فِی آخر من خرج من الْبَيْت ثمَّ جَلَست من وراء الْبَاب فكنت أدناهم إِلَى الباب فأكب عَلَيْهِ عَليّ فَكَانَ آخر النَّاس بِهِ عهدا جعل يسَاره ويناجيه.»

"۔۔۔۔ حضرت ام سلمہ نے کہا: ام سلمہ جس کی قسم کھاتی ہے اس کی قسم کہ بے شک لوگوں میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ نزدیک حضرت علیؑ تھے، انہوں (حضرت ام سلمہؓ) نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دن کی صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان (حضرت علیؑ) کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے (حضرت ام سلمہؓ) کہا: میں نے خیال کیا کہ آپؐ نے ان کو کسی کام سے بھیجا ہے پس آپؐ نے تین مرتبہ [سوال] فرمایا: علیؑ آگئے؟ وہ (حضرت علیؑ) طلوع آفتاب سے پہلے آگئے جب وہ آئے تو ہم نے جان لیا کہ آپؐ کو ان سے کوئی کام ہے پس ہم گھر سے نکل گئے، اس دن ہم حضرت عائشہ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور میں گھر سے نکلنے والوں میں سب سے آخر میں تھی پھر میں دروازے کے پیچھے بیٹھ گئی پس میں ان سب سے زیادہ دروازے کے قریب تھی، وہ (حضرت علیؑ) آپؐ پر جھکے ہوئے تھے پس وہ آنحضرتؐ سے ملنے والوں لوگوں میں سب سے آخری شخص تھے جن سے آپؐ نے راز کی باتیں کیں اور سرگوشیاں فرمائیں۔"

۴۱/۱/۱: (حدّثَنا) « أحمد بن شعيب، قال: أخبرنَا إِسْحَاق بن إِبْرَاهِيم وَ مُحَمَّد بن قدامَة وَ اللَّفْظ لَهُ و عَن حرب عَن الْأَعْمَش عَن إِسْمَاعِيل ابن رَجَاء عَن أَبِيه عَن أبی سعيد الْخُدْرِیّ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا نَنْظر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَخرج إِلَيْنَا قد انْقَطع شسع نَعله فَرمى به إِلَى عَليّ فَقَالَ: إِن مِنْكُم رجلاً يُقَاتل الناس على تَأْوِيل الْقُرْآن كَمَا قَاتَلت على تَنْزِيله-

قَالَ أَبُو بكر: أنا ؟ قَالَ: لَا ، قَالَ عمر: أنا ؟ قَالَ: لَا وَلَكِن صَاحب النَّعْل.»

"۔۔۔۔ ابو سعید خدری سے، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ ہمارے تشریف لے آئے، آپؐ کی نعلین کا بند ٹوٹا ہوا تھا آپؐ نے اسے حضرت علیؑ کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا: بے شک تم میں ایک شخص ہے جو لوگوں سے قرآن کی تأویل پر اسی طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے۔

حضرت ابو بکر نے کہا: میں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، حضرت عمر نے کہا: میں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ جو نعلین کی مرمت کر رہا ہے۔"

۴۲/۱/۱: (أخْبرنا) « يُوسُف بن عيسَى قَالَ: حَدثنَا الْفضيل بن مُوسَى قَالَ: حَدثنَا الْأَعْمَش عَن أبى إِسْحَاق عَن سعيد بن وهب قَالَ: قَالَ عَليّ فِى الرحبة: أنْشد بِاللَّه من سمع رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم غَدِير خم يَقُول الله وليى وَأنا ولى الْمُؤمنِينَ وَمن كنت وليه فَهَذَا وليه اللَّهُمَّ وَال من وَالَاهُ وَعَاد من عَادَاهُ وأنصر من نَصره فَقَالَ سعيد: قَامَ إِلَى جَنْبى ستَّة وَ قَالَ حَارِثَة بن نصر: قَامَ ستَّة وَقَالَ زيد بن يثيع قَامَ عِنْدِى ستة وَ قَالَ عَمْرو ذومر: أحب من أحبه وابغض من أبغضه.»

سعید بن وہب سے، اس نے کہا: حضرت علیؑ نے رحبہ (صحنِ مسجد) میں فرمایا: میں اس شخص کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم میں یہ کہتے سنا کہ: بے شک اللہ تعالیٰ میرا اولی ہے اور میں تمام مؤمنین کا ولی ہوں اور جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علیؑ) ولی ہے، اے میرے اللہ اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی کرے اور جو اس کی نصرت کرے اس کی نصرت کر۔ پھر سعید نے کہا: میرے پہلو سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور حارثہ بن نصر نے کہا: چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن یثیغ نے کہا: میرے نزدیک سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور عمرو ذی مر نے کہا: (رسول اللہؐ کے یہ الفاظ تھے) تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو اس سے بغض رکھے۔''

۴۵/۱۵/۱: (أخْبرنا) « يُونُس بن عبد الْأَعْلَى والْحَارث بن مِسْكين قِرَاءَة عَلَيْهِ وَأنا اسْمَع وَاللَّفْظ لَهُ عَن ابْن وهب قَالَ: أخْبرنِى يُونُس عَن ابْن شهَاب قَالَ: اخبرنى أَبُو سَلمَة بن عبد الرَّحْمَن عَن أبى سعيد الْخُدْرِىّ قَالَ: بَينما نحن عِنْد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَهُوَ يقسم قسما أَتَاهُ ذُو الْخوَيْصِرَة وَهُوَ رجل من بنى تَمِيم فَقَالَ: يَا رَسُول الله أعدل، فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: وَيلك وَمن يعدل إِذا لم أعدل؟ قد خبت وخسرت إِن لم أكن أعدل فَقَالَ: عمر ائْذَنْ لى فِيهِ أضْرب عُنُقه قَالَ: دَعه فَإِن لَهُ أصحابا يحقر أحدكُم صلَاته مَعَ صلَاتهم وصيامه مَعَ صِيَامهمْ يقرؤن الْقُرْآن لَا يُجَاوز تراقيهم يَمْرُقُونَ من الْإِسْلَام مروق السهْم من الرَّمِيَة فينظره فى قذذه فَلَا يُوجد فِيهِ شَىْء ثمَّ ينظر فى نضبه فَلَا يُوجد فِيهِ شَىْء ثمَّ ينظر إِلَى رصافة فَلَا يُوجد فِيهِ شَىْء ثمَّ ينظر نصله فَلَا يُوجد فِيهِ شَىْء قد سبق الفرث وَالدَّم آيَتهم رجل أسود إِحْدَى عضديه مثل ثدى الْمَرْأَة أَو مثل الْبضْعَة تدَرْدر يخرجُون على خير فرقة من النَّاس.

قَالَ أَبُو سعيد: فاشهد أَنِّى سَمِعت هَذَا الحديث من رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَأَشْهد أَن عَلِىّ بن أبى طَالب كرم الله وجهه قَاتلهم وَأنا مَعَه فَأمر بذلك الرجل فالتمس فَوجدَ فَأتى بِهِ حَتَّى نظرت إِلَيْهِ على النعت الَّذِى نعت به رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم.»

''۔۔۔ ابو سعید خدری سے، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آنحضرتؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے، ذوالخویصرہ نامی بنی تمیم کا ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! انصاف سے کام لیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وائے ہو تم پر جب میں انصاف

نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف سے کام نہ لوں تو بے شک خائب و خاسر ہوں، پس حضرت عمر نے عرض کیا: اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑادوں، آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے کچھ ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر جانو گے وہ لوگ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے پس وہ اس کے لکڑی والے حصے کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی چیز نہیں پاتا۔ وہ تیر کی نوک کو دیکھے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائے گا۔ اس کے کمان والے حصے میں دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں پائے گا پھر وہ اس کے مکان کے دیکھے گا تو اس میں بھی کچھ نہیں پائے گا وہ گوبر اور خون سے گزر جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ شخص ہو گا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہو گا وہ لوگوں کے بہترین گروہ کے خلاف خروج کریں گے۔

ابو سعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ان کے ساتھ جنگ کی درحالیکہ میں بھی ان کے ساتھ تھا پس آپؑ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور اسے تلاش کر کے آپؑ کے پاس لایا گیا یہاں تک میں نے اس کو انہیں خصوصیات کے ساتھ دیکھا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں۔"

۴۷/۴/۱: (قال) « اخبرنی مُعَاوِيَة بن صَالح قَالَ حَدثنَا عبد الرَّحْمَن بن صَالح قَالَ: حَدثنَا عَمْرو بن هِشَام الْجَنبی عَن مُحَمَّد بن إِسْحَاق عَن مُحَمَّد بن كَعْب الْقُرَظِيّ عَن عَلْقَمَة بن قيس قَالَ قلت لعَلی تجْعَل بَيْنك وَبَين ابْن أكلَة الأكباد حكما قَالَ إِنِّی كنت كَاتب رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم الْحُدَيْبِيَة فَكتب هَذَا مَا صَالح عَلَيْهِ مُحَمَّد رَسُول الله وَسُهَيْل بن عَمْرو فَقَالَ سُهَيْل لَو علمنَا انه رَسُول الله مَا قَاتَلْنَاهُ امحها فَقلت هُوَ وَالله رَسُول الله وان رغم انْفك لَا وَالله لَا امحها فَقَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم ارنی مَكَانهَا فأريته فمحاها وَقَالَ أما إِن لَك مثلهَا ستأتيها وَأَنت مُضْطَر.»

"۔۔۔ علقمہ بن قیس سے، اس نے کہا: میں نے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ آپ اپنے اور جگر خوار عورت (ہندہ) کے بیٹے (معاویہ) کے درمیان حَکَم قرار دے رہے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: میں حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا، لکھا گیا کہ "یہ وہ امور ہیں جن پر اللہ کے رسول محمدؐ اور سہیل بن عمرو کے درمیان صلح قرار پائی ہے" تو سہیل نے کہا اگر ہم لوگ اسے اللہ کا رسول سمجھتے تو ہم اس سے جنگ ہی نہ کرتے اس لفظ (رسول اللہ) کو مٹاؤ، اس پر میں نے کہا قسم بخدا بے شک وہ اللہ کے رسول ہی ہیں اور اگر تم اپنی ناک بھی رگڑ ڈالو تو اللہ کی قسم میں اسے نہیں مٹاؤں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی جگہ دکھاؤ تو میں نے آپؐ کو دکھا دیا پھر آپ نے اسے مٹا دیا اور فرمایا: اس جیسا تمہارے لئے بھی ہے جو عنقریب تمہارے لئے پیش آئے گا اور تم مجبور ہو گے۔"

دوسرا ضمیمہ

کتاب فضائل علی بن ابی طالبؑ

کتاب: کنز العمال فی سنین و الاقوال و الافعال، مصنف: علامہ علاء الدین المتقی بن حسام الدین ہندی کا ایک حصہ، اس کتاب کے مصنف اہل سنت کے اکابر علماء میں سے ایک ہیں اور یہ احادیث وہ ہیں جن سے شیخ صاحب کے ساتھ مکالمے میں استناد کیا گیا۔

تمہید

مصنف کتاب کے آغاز میں بیان کرتے ہیں کہ :

''میں نے اس کتاب کے لئے احادیث سے ان کے ظاہر کو چھوڑ دیا ہے اور باطن کو لیا ہے۔'' یعنی انہوں نے شروع کے راویوں کو چھوڑ دیا ہے اور صرف اصل حدیث ہی کو نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے بڑھ کر، حدیث کے بعض حصوں کو جو واقعے کی ابتدائی روداد ہے، چھوڑ دیا ہے اور صرف اسی حصے کو جو اصلی موضوع مثال کے طور پر فضائل علیؑ، سے مرتبط ہے، لے کر آئے ہیں۔ مصنف نے یہاں تک کہ مأخذ و منابع کو مکمل طور پر ذکر کرنے سے بھی گریز کیا ہے اور ذیل کی اختصاری علامت کے ساتھ صرف ایک منبع کو لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے اس کام کے مقصد کو طالب علموں اور قارئین کے لئے سہولت بیان کیا ہے۔

اسناد کے حروف اور ان کی اختصاری علامت :

(ح) بخاری، (م) مسلم، (ق) دونوں : بخاری اور مسلم، (د) ابو داؤد، (ت) ترمذی، (ن) نسائی، (ہ) ابن ماجہ، (ع) آخر کے چار لوگ یعنی ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ، (۳) ابن ماجہ، (حم) مسند احمد، (عم) ابن احمد دروزائہ، (ک) حاکم المستدرک میں، (خد) بخاری الادب میں، (تخ) بخاری التاریخ میں، (حب) ابن حیان اپنی صحیح میں، (طب) طبرانی الکبریٰ میں، (طس) طبرانی الوسطیٰ میں، (طص) طبرانی الصغریٰ میں، سنن سعید

بن منصور، (ش) ابن ابی شیبہ، (ع) عبد الرزاق الجامع میں، (ع) مسند ابی لیلیٰ، (قط) سنن دار قطنی، (فر) مسند فردوس دیلمی، (حل) ابو نعیم کی حلیہ، (ہب) بیہقی کی شعب اعمال، (ہق) سنن بیہقی، (عد) ابن عدی کی الکامل، (عق) عقیلی کی ضعفاء، (خط) خطیب (بغدادی) التاریخ میں۔

کنز العمال فی سنین الاقوال و الافعال نامی اس کتاب کے مصنف علامہ علاء الدین المتقی بن حسام الدین الھندی ۹۷۵ھ کے متوفی ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ۴۶۰۰۰ ہزار سے زیادہ احادیث (مکررات کے ساتھ) نقل کی ہیں۔ اس کا ایک حصہ خلفائے اربعہ کے فضائل سے متعلق ہے کہ ہم جس کا تجزیہ نہیں کر رہے ہیں لیکن آپ صرف اتنا غور فرمائیں کہ پیغمبر اکرمؐ سے حضرت ابو بکر کے لئے ۴۲ احادیث، حضرت عمر کے لئے ۸۷ احادیث، حضرت عثمان کے لئے ۸۵ احادیث لیکن حضرت علی کے لئے ۱۹۷ احادیث نقل ہوئی ہیں جو مطالب و مضامین کے لحاظ سے شروع کے تین خلفاء کی احادیث سے مکمل طور پر مختلف ہیں اور جن کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

خلفاء کی احادیث میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے متعلق اکثر احادیث مشترک ہیں، مثال کے طور پر یہ کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میرے لئے ویسے ہیں جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ دو افراد کس طرح ایک فرد یعنی حضرت ہارونؑ کی جگہ پر ہو سکتے ہیں۔ البتہ انتہائی معتبر اور تقریباً متفق علیہ اسناد کی رو سے یہ حدیث حضرت علی کے بارے میں ہے کہ جو پیغمبر اکرمؐ کے لئے حضرت موسیٰؑ کی نسبت بمنزلہ حضرت ہارونؑ، ایک ہی فرد ہیں، دو افراد نہیں ہیں۔ ظاہراً حدیث گھڑتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خلفاء حدیث گھڑے جانے پر راضی تھے۔ ان احادیث کی اکثریت کو ان کے بعد گھڑا گیا ہے۔

فضائل علیؑ

۳۲۸۷۷- أما بعد فإنی أمرت بسد هذه الأبواب غير باب علی فقال فيه قائلكم، وإنـی والله مـا سـددت شـيئا ولا فتحته ولكنی أمرت بشیء فاتبعته. "حم والضياء - عن زيد بن أرقم".

"بہر حال اس کے بعد بے شک مجھے علیؑ کے دروازے کے علاوہ ان تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا، پھر تم میں سے کچھ لوگوں نے باتیں بنائیں اور قسم بخدا میں نے کوئی چیز بند نہیں کی اور نہ کسی چیز کو کھولا لیکن مجھے کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے تو میں اس کی اتباع کرتا ہوں۔"

۳۲۸۷۸- لا يحبک إلا مؤمن ولا يبغضک إلا منافق - قاله لعلی. "ت ۱، ن، هـ - عن علی".

"(اے علیؑ) تم سے محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور تم سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔"

۳۲۸۷۹- أنت أخی فی الدنيا والآخرة - قاله لعلی. "ت ۲، ک - عن ابن عمر".

"تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

۳۲۸۸۰- أنت منی وأنا منک - قاله لعلی. "ق ۱ عن البراء؛ ک - عن علی".

”تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔“

۳۲۸۸۱- أنت منی بمنزلۃ ھارون من موسی إلا أنه لا نبی بعدی. "م ت - عن سعد؛ ھـ ت ۲ - عن جابر".

”تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

۳۲۸۸۲- ما أنا انتجیته ولکن الله انتجاه. "ت ۳ - عن جابر".

”میں نے اس سے سرگوشی میں بات (نجویٰ) نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے سرگوشی میں بات (نجویٰ) فرمائی۔“

۳۲۸۸۳- ما تریدون من علی؟ ما تریدون من علی؟ ما تریدون من علی؟ إن علیا منی وأنا منه وھو ولی کل مؤمن بعدی. "ت، ک ۴ عن عمران بن حصین".

”تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد ہر مؤمن کا ولی ہے۔“

۳۲۸۸۴- لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مؤمن. "ت ۵ - عن أم سلمۃ".

”کوئی منافق علیؑ سے محبت نہیں کرے گا اور کوئی مؤمن اس سے بغض نہیں رکھے گا۔“

۳۲۸۸۵- یا علی! لا یحل لأحد أن یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک. "ت ۶ - عن أبی سعید".

”اے علیؑ! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس مسجد (مسجد نبویؐ) میں حالت جنابت میں آئے۔“

۳۲۸۸۶- یا علی! أما ترضی أن تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی إلا أنه لیس بعدی نبی. "حم، ق، ت ۱، ھـ - عن سعد".

”اے علیؑ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

۳۲۸۸۷- ما أنا أخرجتکم من قبل نفسی ولا أنا ترکته ولکن الله أخرجکم وترکه، إنما أنا عبد مأمور، ما أمرت به فعلت، إن أتبع إلا ما یوحی إلی. "طب - عن ابن عباس".

”میں تم لوگوں کو (مسجد سے) اپنی جانب سے باہر نہیں کیا اور نہ ہی (اس سے قبل) اس کام کو رہنے دیا تھا بلکہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے باہر کیا اور (اس سے پہلے) رہنے دیا، میں تو صرف حکم پر مأمور بندہ ہوں، مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میں نے وہ انجام دیا، میں سوائے اس کی جو میری طرف وحی کی گئی ہو، (کسی اور چیز کی) پیروی نہیں کرتا۔“

٣٢٨٨٨- اجلس يا أبا تراب - قاله لعلى. "خ ٢ - عن سهل بن سعد".

"بیٹھ جاؤ، اے ابوتراب!" (آنحضرتؐ نے یہ بات حضرت علیؑ سے فرمائی)۔

٣٢٨٨٩- أنا دار الحكمة وعلى بابها. "ت ٣ عن على".

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔"

٣٢٨٩٠- أنا مدينة العلم وعلى بابها، فمن أراد العلم فليأت الباب. "عق، عد، طب، ك - عن ابن عباس؛ عد، ك - عن جابر".

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، پس جو علم (حاصل کرنا) چاہتا ہے وہ اس کے دروازے پر آئے۔"

٣٢٨٩١- إن الله تعالى أمرنى أن أزوج فاطمة من على. "طب - عن ابن مسعود".

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؑ کی علیؑ سے شادی کروں۔"

٣٢٨٩٢- إن الله تعالى جعل ذرية كل نبى فى صلبه وإن الله تعالى جعل ذريتى فى صلب على بن أبى طالب. "طب - عن جابر؛ خط - عن ابن عباس".

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت (اولاد) کو اس کے صلب میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری ذریت کو علی بن ابی طالبؑ کے صلب میں رکھا ہے۔"

٣٢٨٩٣- خير أخوتى على وخير أعمامى حمزة. "فر - عن عائشة".

"میرے بھائیوں میں سے سب سے اچھا (بہترین)، علیؑ ہے اور میرے چچاؤں میں سے سب سے اچھے (بہترین)، حمزہ ہیں۔"

٣٢٨٩٤- ذكر على عبادة. "فر - عن عائشة".

"علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔"

٣٢٨٩٥- النظر إلى وجه على عبادة. "طب، ك - عن ابن مسعود وعن عمران بن حصين".

"علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔"

٣٢٨٩٦- السبق ثلاثة: فالسابق إلى موسى يوشع بن نون، والسابق إلى عيسى يس، والسابق إلى محمد على بن أبى طالب. "طب وابن مردويه - عن ابن عباس".

''سبقت لے جانے والے تین ہیں: موسیٰؑ کی جانب سبقت لینے والے یوشع بن نون ہیں اور عیسیٰؑ کی طرف سبقت لینے والے یٰسن ہیں اور محمدؐ کی جانب سبقت لے جانے والا علی ابن ابی طالب ہے۔''

٣٢٨٩٧- الصديقون ثلاثة: حزقيل مؤمن آل فرعون، وحبيب النجار صاحب آل يس، وعلى بن أبى طالب. "ابن النجار - عن ابن عباس".

''صدیق تین ہیں؛ حزقیل مؤمن آل فرعون اور حبیب النجار آل یٰسن کے مؤمن اور علی بن ابی طالب۔''

٣٢٨٩٨- الصديقون ثلاثة: حبيب النجار مؤمن آل يس قال: {يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ} وحزقيل مؤمن آل فرعون الذى قال: {أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّىَ اللَّهُ} وعلى بن أبى طالب وهو أفضلهم. ''أبو نعيم فى المعرفة وابن عساكر - عن أبى ليلى''.

''صدیق تین ہیں: آل یٰسن کا مؤمن، حبیب النجار جس نے کہا: {يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ} ''اے میرے قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' اور آل فرعون کا مؤمن، حزقیل جس نے کہا: {أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّىَ اللَّهُ} ''کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کر رہے ہو جو کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔'' اور علی بن ابی طالب اور یہ ان سب سے افضل ہے۔''

٣٢٨٩٩- عادى الله من عادى عليا. ''ابن منده - عن رافع مولى عائشة''.

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے دشمنی کی جو علیؑ سے دشمنی رکرتا ہے۔''

٣٢٩٠٠- عنوان صحيفة المؤمن حب على بن أبى طالب. ''خط - عن أنس''.

''مؤمن کے صحیفے کا عنوان علی بن ابی طالب سے محبت کرنا ہے۔''

٣٢٩٠١- من آذى عليا فقد آذانى. ''حم، تخ، ك - عن عمرو بن شاش''.

''جس نے علیؑ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔''

٣٢٩٠٢- من أحب عليا أحبنى ومن أبغض عليا فقد أبغضنى. ''ك - عن سلمان''.

''جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کھا۔''

٣٢٩٠٣- من سب عليا فقد سبنى ومن سبنى فقد سب الله. ''حم، ك - عن أم سلمة''.

''جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔''

٣٢٩٠٤- من كنت مولا فعلى مولاه. ''حم، هـ - عن البراء؛ حم عن بريدة، ت[٢]، ن والضياء - عن زيد بن أرقم''.

''جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔''

٣٢٩٠٥- من كنت وليه فعلى وليه. ''حم، ن، ك - عن بريدة''.

''میں جس کا ولی ہوں علیؑ بھی اس کا ولی ہے۔''

٣٢٩٠٦- ألا أحدثكم بأشقى الناس رجلين: أحيمر ثمود الذى عقر الناقة، والذى يضربك يا على على هذه حتى يبل منها هذه. ''طب، ك[٣] عن عمار بن ياسر''.

''کیا میں تم لوگوں کو دو شقی ترین انسانوں کے بارے میں نہ بتاؤں: ایک [قوم] ثمود کا احیمر ہے جس نے اونٹنی کی کانچیں کاٹیں اور دوسرا وہ شخص اے علیؑ جو تم پر اس طرح سے ضربت لگائے گا کہ (خون) یہاں (سر) سے یہاں (داڑھی) تک کو تر کردے گا۔''

٣٢٩٠٧- على أخى فى الدنيا والآخرة. ''طب - عن ابن عمر''.

''علیؑ دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔''

٣٢٩٠٨- على أصلى وجعفر فرعى. ''طب والضياء - عن عبد الله بن جعفر''.

''علی میری اصل اور جعفر میری فرع ہے۔''

٣٢٩٠٩- على إمام البررة وقاتل الفجرة، منصور من نصره، مخذول من خذله. ''ك - عن جابر''.[٤]

''علیؑ نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں، اس شخص نے نصرت پائی جس کی اس (علیؑ) نے مدد کی اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے انہیں چھوڑا۔''

٣٢٩١٠- على بن أبى طالب باب حطة، من دخل منه كان مؤمنا، ومن خرج منه كان كافرا. ''قط فى الأفراد - عن ابن عباس''.

''علیؑ قلعے کا دروازہ ہے جو اس سے (قلعے) میں داخل ہوا مؤمن ہے اور جو اس سے (قلعے سے) باہر گیا کافر ہے۔''

٣٢٩١١- على عتبة علمى. ''عد - عن ابن عباس''.

---

[٢] - أخرجه الترمذى كتاب المناقب باب مناقب على بن أبى طالب رقم ''٣٧٢٣''وقال: حسن صحيح ص.

[٣] - أخرجه الحاكم فى المستدرک ''١٤١/٣'' وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم وأقره الذهبى ص.

[٤] - أخرجه الحاكم فى المستدرک ''١٢٩/٣''

''علیؑ میرے علم کا آستانہ (دہنزلیز) ہے۔''

۳۲۹۱۲- علی مع القرآن والقرآن مع علی، لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض. ''ک، طس - عن أم سلمۃ''.

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ، یہ دونوں ایک دوسرے سے ہر گز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔''

۳۲۹۱۳- علی منی وأنا من علی، ولا یؤدی عنی إلا أنا أو علی. ''حم ت، ن، هـ - عن حبشی بن جنادۃ''.

''میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے اور میری (قرضوں کی) ادائیگی میرے اور علیؑ کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔''

۳۲۹۱۴- علی منی بمنزلۃ رأسی من بدنی. ''خط - عن البراء؛ فر - عن ابن عباس''.

''علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو میرے سر کو میرے بدن سے ہے۔''

۳۲۹۱۵- علی منی بمنزلۃ هارون من موسی إلا أنه لا نبی بعدی. ''أبو بکر المطیری فی جزئه - عن أبی سعید''.

''علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

۳۲۹۱۶- علی بن أبی طالب مولی من کنت مولاه. '' المحاملی فی أمالیه - عن ابن عباس''.

''علی بن ابی طالب ہر اس شخص کا مولیٰ ہے جس کا میں مولیٰ ہوں۔''

۳۲۹۱۷- علی بن أبی طالب یزهر فی الجنۃ ککوکب الصبح لأهل الدنیا. ''البیهقی فی فضائل الصحابۃ، فر - عن أنس''.

''علی بن ابی طالب جنت میں اس طرح چمکیں گے جس طرح صبح کا تارہ دنیا والوں کے لئے (چمکتا ہے)۔''

۳۲۹۱۸- علی یعسوب المؤمنین، والمال یعسوب المنافقین. ''عد عن علی''.

''علیؑ مؤمنین کا سردار (بادشاہ) اور مال (وثروت) منافقین کا سردار ہے۔''

۳۲۹۱۹- علی یقضی دینی. ''البزار - عن أنس''.

''علیؑ میرا دَین (قرضہ) ادا کرے گا۔''

۳۲۹۲۰- ما أنزل الله تعالی آیۃ {یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا} إلا و علی رأسها وأمیرها. ''حل - عن ابن عباس؛ وقال: لا نکتبه مرفوعا إلا من حدیث ابن أبی خیثمۃ والناس رووه موقوفا''.

''اللہ تعالیٰ نے {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا} (اے وہ لوگوں جو ایمان لے کر آئے) کی آیت نازل نہیں کی مگر یہ کہ علیؑ ان کا سردار اور امیر تھا۔

۳۲۹۲۱- كفتى وكف على فى العدل سواء. '' ابن الجوزى فى الواهيات - عن أبى بكر''.

''میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل وانصاف کرنے میں برابر ہے۔''

۳۲۹۲۲- اسكتى فقد أنكحتک أحب أهل بيتى إلى - قاله لفاطمة. ''ک - عن أسماء بنت عميس''.

''خاموش رہو درحقیقت میں نے تمہاری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جو مجھے اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ بات آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمائی۔''[۵]

۳۲۹۲۳- أما علمت أن الله عز وجل أطلع على أهل الأرض فاختار منهم أباک فبعثه نبيا، ثم اطلع ثانية فاختار بعلک فأوحى إلى فأنكحته واتخذته وصيا - قاله لفاطمة. ''طب - عن أبى أيوب؛ وفيه عبابة بن ربعى شيعى غال''.

''کیا تم نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر دوڑائی پھر ان میں سے تمہارے والد کو انتخاب کیا اور انہیں نبی بنا کر بھیجا پھر دوسری مرتبہ نظر دوڑائی اور تمہارے شوہر کو انتخاب کیا پھر مجھے وحی کو تو میں نے اس کے ساتھ تمہاری شادی کروادی اور اسے اپنا وصی مقرر کر دیا۔ آنحضرتؐ نے یہ بات حضرت فاطمہؑ سے ارشاد فرمائی۔''

۳۲۹۲۴- أما ترضين أنى زوجتک أقدم أمتى سلماً وأكثرهم علماً وأعظمهم حلماً. ''حم، طب - عن معقل بن يسار''.

''کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہیں ایسے شخص کے نکاح میں قرار دیا جو میری امت میں اسلام قبول کرنے میں سب سے مقدم اور علم کے اعتبار سے ان سب سے زیادہ اور حلم وبردباری کے اعتبار سے ان سب سے بڑا ہے۔''

۳۲۹۲۵- أما ترضين أنى زوجتک أول المسلمين إسلاما وأعلمهم علما فإنک سيدة نساء أمتى كما سادت مريم قومها، أما ترضين يا فاطمة أن الله اطلع على أهل الأرض فاختار منهم رجلين فجعل أحدهما أباک والآخر بعلک. '' ک[۶] وتعقب - عن أبى هريرة؛ طب، ک وتعقب؛ خط - عن ابن عباس''.

---

[۵] - مترجم (فارسی): اہل تسنن بھائیوں کے یہاں بہت سی احادیث ہیں جن میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؑ سے شادی کے وقت حضرت فاطمہؑ ناراحتی کا اظہار کر رہی تھیں کہ جو صحیح نہیں ہے اور اگر آپؑ نے ناراحتی کا اظہار کیا بھی ہو تو یہ اپنے والد گرامی سے دور ہونے کی وجہ سے تھا۔

[۶] - أخرجه الحاكم فى المستدرک "۱۲۹/۳" وقال الذهبى موضوع لأن فى سنده: سريج بن يونس ص.

''کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی جو مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا اور علم میں ان سب سے زیادہ عالم ہے، بے شک تم میری امت کی عورتوں کی سردار ہو جیسے کہ مریم اپنی قوم کی سردار تھیں، کیا تم راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر دوڑائی پھر ان میں سے دو انسانوں کو انتخاب کیا، ایک کو تمہارا والد اور دوسرے کو تمہارا شوہر بنایا۔''

٣٢٩٢٦- زوجتک خير أهلی، أعلمهم علما وأفضلهم حلما وأولهم سلما - قاله لفاطمة. '' الخطيب فی المتفق والمفترق - عن بريدة''.

''میں نے تمہاری شادی اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے کی، جو ان میں سب زیادہ عالم اور حلم و بردباری میں ان سب سے زیادہ افضل اور اسلام لانے میں ان سب میں پہلا ہے۔''

٣٢٩٢٧- لقد زوجتكه وإنه لأول أصحابی سلما وأكثرهم علما وأعظمهم حلما. ''طب - عن أبی إسحاق'' أن عليا لما تزوج فاطمة قال لها النبی صلی الله عليه وسلم: فذكره.

''میں نے تمہاری شادی اس کے ساتھ اور وہ میرے اصحاب میں سب سے پہلے اسلام لانے والا اور علم میں ان سب سے زیادہ عالم اور حلم و بردباری میں ان سب سے بڑا ہے۔''

٣٢٩٢٨- ما يبكيک؟ فما ألوتک فی نفسی وقد أصبت لک خير أهلی، وايم الذی نفسی بيده! لقد زوجتک سعيدا فی الدنيا وإنه فی الآخرة لمن الصالحين. ''طب - عن ابن عباس''.

''(حضرت فاطمہؑ سے فرمایا:) کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تمہارے بارے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور تمہارے لئے اپنے خاندان کے بہترین فرد کو چنا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک میں نے تمہاری ایسے شخص کے ساتھ شادی کی ہے جو دنیا میں سعادت مند اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔''

٣٢٩٢٩- يا أنس! أتدری ما جاءنی به جبريل من عند صاحب العرش؟ قال: إن الله أمرنی أن أزوج فاطمة من علی. ''هق والخطيب وابن عساكر - عن أنس'' قال: كنت عند النبی صلی الله عليه وسلم فغشيه الوحی فلما سری عنه قال: فذكره.

''اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ صاحبِ عرش کی جانب سے جبرائیل میرے پاس کیا چیز لے کر آئے؟ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؑ کی علیؑ کے ساتھ شادی کر دوں۔''

٣٢٩٣٠- يا فاطمة؟ أما إنی ما ألوتک أن أنكحتک خير أهلی. '' ابن سعد - عن عكرمة مرسلا''.

''اے فاطمہ! میں نے تمہارے بارے میں کوتاہی نہیں کی کہ اپنے خاندان کے بہترین فرد کے ساتھ تمہارا نکاح کیا۔''

٣٢٩٣١- أما ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنک ليس بنبى، إنه لا ينبغى لى أن أذهب إلا وأنت خليفتى. ''حم، ک - عن ابن عباس''.

''کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ تم نبی نہیں ہو، بے شک میرے لئے سزاوار نہیں کہ (دنیا سے) چلا جاؤں مگر یہ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔''

٣٢٩٣٢- أما ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى. ''طب عن مالک بن الحسن بن الحويرث عن أبيه عن جده''.

''کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔''

٣٢٩٣٣- أما قولک: يقول قريش: ما أسرع ما تخلف عن ابن عمه وخذله! فإن لک بى أسوة قالوا: ساحر وكاهن وكذاب، أما ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى؛ وأما قولک أتعرض لفضل الله، هذه أبهار من فلفل جاءنا من اليمن فبعه واستمتع به أنت وفاطمة حتى يأتيكم الله من فضله، فإن المدينة لا تصلح إلا بى وبک. "ک وتعقب - عن على".

''مگر تمہاری بات کہ قریش کہتے ہیں: کتنی جلدی اپنے چچازاد بھائی کو چھوڑ دیا اور اس کو رسوا کر دیا! بے شک تمہارے لئے مجھ میں اسوہ ہے کہ انہوں نے (قریش) نے (مجھے) جادو گر، کاہن اور کذاب کہا، کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ فضلِ خدا پیش کروں، یہ مرچیں ہمارے لئے یمن سے آئی ہیں پس انہیں بیچ کر تم اور فاطمہ فائدہ حاصل کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنا فضل بھیج دے، بے شک مدینہ کی سوائے میرے اور تمہارے ذریعے اصلاح نہیں ہو سکتی۔''

٣٢٩٣٤- إنما على بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى. '' الخطيب - عن عمر''.

''اس کے سوا کچھ نہیں کہ علی کی (مجھ سے) وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

٣٢٩٣٥- قم فما صلحت أن تكون إلا أبا تراب، أغضبت على حين وآخيت بين المهاجرين والأنصار ولم أؤاخ بينک وبين أحد منهم؟ أما ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس بعدى نبى، ألا من أحبک حف بالأمن والإيمان، ومن أبغضک أماته الله ميتة الجاهلية وحوسب بعمله فى الإسلام. ''طب - عن ابن عباس''.[٧]

[٧] - أورده الهيثمى فى مجمع الزوائد ''١١١/٩''

''کھڑے ہو جاؤ کہ تمہاری صلاح ابوتراب ہونا ہی ہے، کیا تم ناراض ہوئے جب میں نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم کی اور تمہارے اور کسی بھی شخص کے درمیان مؤاخات قائم نہیں کی؟ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، آگاہ رہو کہ جو تم سے محبت کرے وہ امن اور ایمان سے گھرا ہوا ہے اور جو تم سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جاہلیت کی موت مارے گا جبکہ اس کے اعمال کا حساب اسلام کے مطابق ہوگا (مسلمانوں جیسا ہوگا)۔''

٣٢٩٣٦- يا أم سليم! إن عليا لحمه من لحمى ودمه من دمى وهو منى بمنزلة هارون من موسى. ''عق - عن ابن عباس''.

''اے ام سلیم! بے شک علیؑ کو گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور اس کی مجھ سے وہی نسبت ہے ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔''

٣٢٩٣٧- يا على! أنت منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى. ''طب - عن أسماء بنت عميس''.

''اے علیؑ! تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

٣٢٩٣٨- إن عليا منى وأنا منه وهو ولى كل مؤمن. ''ط والحسن بن سفيان وأبو نعيم فى فضائل الصحابة - عن عمران بن حصين''.

''بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور ہر مؤمن کا ولی ہے۔''

٣٢٩٣٩- إنما تركتك لنفسى، أنت أخى وأنا أخوك، فإن حاجك أحد فقل: أنا عبد الله وأخو رسوله، لا يدعها بعدك إلا كذاب. ''عد عن - عمرو بن عبد الله بن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده''.

''اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں نے تمہیں اپنے لئے چھوڑا ہے، تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی، اگر کوئی تم سے بحث کرے تو کہو: میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، تمہارے بعد سوائے کذاب (انتہائی جھوٹے) کے کوئی اس بات کا دعویٰ نہیں کرے گا۔''

٣٢٩٤٠- دعوا عليا، دعوا عليا، دعوا عليا؛ إن عليا منى وأنا منه وهو ولى كل مؤمن بعدى. ''ش - عن عمران بن حصين''.

''علیؑ کو بلاؤ، علیؑ کو بلاؤ، علیؑ کو بلاؤ، بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا ولی ہے۔''

٣٢٩٤١- على منى وأنا من على، وعلى ولى كل مؤمن بعدى. ''ش عن عمران بن حصين؛ صحيح''.

''علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد ہر مؤمن کا ولی ہے۔''

٣٢٩٤٢- لا تقع فى على فإنه منى وأنا منه وهو وليكم بعدى. ''ش عن عبد الله بن بريدة عن أبيه''.

''علیؑ کے بارے میں مت الجھو کیونکہ بے شک وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔''

٣٢٩٤٣- أنا وعلى من شجرة واحدة والناس من أشجار شتى. '' الديلمى - عن جابر''.

''میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ (درخت) سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔''

٣٢٩٤٤- يا على! الناس من شجر شتى وأنا وأنت من شجرة واحدة. ''ک - عن جابر''.

''اے علیؑ! لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک شجر (درخت) سے ہیں۔''

٣٢٩٤٥- ألا إن الله وليى وأنا ولى كل مؤمن، من كنت مولاه فعلى مولاه. '' أبو نعيم فى فضائل الصحابة - عن زيد بن أرقم والبراء بن عازب معا''.

''آگاہ رہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ میرا ولی ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں، میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔''

٣٢٩٤٦- اللهم! من كنت مولاه فعلى مولاه، اللهم! وال من والاه، وعاد من عاداه، وانصر من نصره، وأعن من أعانه. ''طب - عن حبشى بن جنادة''.

''اے میرے اللہ! میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے، اے میرے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے اور اس کی نصرت فرما جو اس کی نصرت کرے اور اس کی اعانت فرما جو اس کی مدد کرے۔''

٣٢٩٤٧- اللهم اشهد لهم! اللهم قد بلغت! هذا أخى وابن عمى وصهرى وأبو ولدى، اللهم! كب من عاداه فى النار. '' الشيرازى فى الألقاب وابن النجار - عن ابن عمر''.

''اے میرے اللہ تو ان کے لئے گواہ رہ! اے میرے اللہ! میں نے پہنچا دیا کہ یہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا داماد اور میری اولاد کا باپ ہے، اے میرے اللہ! جو اس سے دشمنی کرے اسے اوندھا (منہ کے بل) آگ (جہنم) میں پھینک دے۔''

٣٢٩٤٨- من يكن الله ورسوله مولاه فإن هذا مولاه - يعنى عليا، اللهم! وال من والاه وعاد من عاداه، اللهم! من أحبه من الناس فكن له حبيبا، ومن أبغضه من الناس فكن له بغيضا، اللهم! إنى لا أجد أحدا أستودعه فى الأرض بعد العبدين الصالحين غيرك فاقض عنى بالحسنى. ''طب عن جرير؛ قال ابن كثير: غريب جدا بل منكر''[٨].

''اللہ اور اس کا رسول جس کے مولیٰ ہیں بے شک یہ اس کا مولیٰ ہے، یعنی علیؑ، اے میرے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے، اے میرے اللہ! لوگوں میں سے جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت کرنے والا بن جا اور

---

٨ - أورده الهيثمى فى مجمع الزوائد ''١٠٦/٩''

لوگوں میں سے جو بھی اس بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھنے والا بن جا، اے میرے اللہ! میں روئے زمین پر دو نیک بندوں کے بعد تیرے سوا کسی کو نہیں پاتا کہ یہ ودیعہ جس کے حوالے کروں پس تو ہی میری طرف سے بطریق احسن انجام دے۔"

۳۲۹۴۹- یا بریدۃ! ألست أولی بالمؤمنین من أنفسهم؟ من کنت مولاه فعلی مولاه. ''حم، حب وسمویه، ک، ص - عن ابن عباس عن بریدۃ''.

"اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ بالتصرف) نہیں ہوں؟ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔"

۳۲۹۵۰- من کنت مولاه فعلی مولاه، اللهم! وال من والاه، وعاد من عاداه. ''طب - عن ابن عمر! ش - عن أبی هریرۃ واثنی عشر من الصحابۃ؛ حم، طب، ص - عن أبی أیوب وجمع من الصحابۃ؛ ک - عن علی وطلحۃ؛ حم، طب، ص عن علی وزید بن أرقم وثلاثین رجلا من الصحابۃ؛ أبو نعیم فی فضائل الصحابۃ - عن سعد؛ الخطیب - عن أنس''.

"میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے، اے میرے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔"

۳۲۹۵۱- من کنت مولاه فعلی مولاه، اللهم! وال من والاه، وعاد من عاداه، وانصر من نصره، وأخذل من خذله، وأعن من أعانه. ''طب عن عمرو بن مرۃ وزید بن أرقم معا''.

"میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے، اے میرے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے اور اس کی نصرت فرما جو اس کی نصرت کرے اور اس کو رسوا کردے جو اسے رسوا کرے اور اس کی اعانت فرما جو اس کی مدد کرے۔"

۳۲۹۵۲- إن وصیی وموضع سری وخیر من أترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی بن أبی طالب. '' طب - عن أبی سعید وسلمان''[۹].

"بے شک میرا وصی، میرا راز داں اور وہ بہترین فرد جسے میں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں اور جو میرے وعدوں کو نبھائے گا اور میرے قرضوں کو ادا کرے گا، علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔"

---

[۹] - أورده الهیثمی فی مجمع الزوائد ''۱۱۴/۹''

٣٢٩٥٣- أوصى من آمن بى وصدقنى بولايۀ على بن أبى طالب، فمن تولاه فقد تولانى، ومن تولانى فقد تولى الله، ومن أحبه فقد أحبنى ومن أحبنى فقد أحب الله، ومن أبغضه فقد أبغضنى، ومن أبغضنى فقد أبغض الله عز وجل. ''طب وابن عساكر - عن أبى عبيدۀ بن محمد بن عمار ابن ياسر عن أبيه عن جده''.

''میں ہر اس شخص کو جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی، ولایتِ علی بن ابی طالب کی وصیت کرتا ہوں، پس جو اس کی ولایت کو قبول کرے تو اس نے میری ولایت قبول کی اور جس نے میرے ولایت قبول کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ولایت قبول کی اور جو اس سے محبت رکھے تو اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جو مجھ سے محبت رکھے تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی اور جو اس سے بغض رکھے تو اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا تو اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔''

٣٢٩٥٤- اللهم أعنه وأعن به، وارحم به وانصره وانصر به، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه - يعنى عليا. ''طب - عن ابن عباس''.

''اے میرے اللہ! اس کی اعانت فرما اور اس کے ذریعے اعانت فرما اور اس پر رحم فرما اور اس کی نصرت فرما اور اس کے ذریعے نصرت کر، اے میرے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔''

٣٢٩٥٥- ألا أرضيک يا على؟ أنت أخى ووزيرى تقضى دينى وتنجز موعدى وتبرئ ذمتى، فمن أحبک فى حياۀ منى فقد قضى بحبه، ومن أحبک فى حياۀ منک بعدى ختم الله له بالأمن والإيمان، ومن أحبک بعدى ولم يرک ختم الله له بالأمن والإيمان وآمنه يوم الفزع، ومن مات وهو يبغضک يا على مات ميتۀ جاهليۀ يحاسبه الله بما عمل فى الإسلام. ''طب عن ابن عمر''.

''اے علیؑ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے بھائی اور میرے وزیر ہو اور میرا دَین (قرضہ) ادا کرو گے اور میرے وعدے پورے کرو گے اور میرے ذمہ امور کو انجام دو گے، پس جو میری حیات میں تم سے محبت کرے اس کی محبت انجام پائی اور جو میرے بعد تیری حیات میں تجھ سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس کا امن اور ایمان پر خاتمہ کرے گا اور جو میرے بعد تجھ سے محبت کرے جبکہ اس نے تجھے نہ دیکھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا امن اور ایمان پر خاتمہ کرے گا اور فزع و سختی کے دن (قیامت کے دن) اسے امان دے گا اور اے علیؑ! جو اس حالت میں دنیا سے چلا جائے کہ تجھ سے بغض رکھتا ہو تو جاہلیت کی موت مرا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کا حساب اسلام میں انجام دیئے گئے اعمال کے معیار پر لے گا (مسلمانوں جیسا حساب لے گا)۔''

٣٢٩٥٦- على بن أبى طالب ينجز عداتى ويقضى دينى. '' ابن مردويه والديلمى - عن سلمان''.

''علی بن ابی طالبؑ میرے وعدے پورے گا اور میرا قرضہ ادا کرے گا۔''

٣٢٩٥٧- على بن أبى طالب يزهر فى الجنة ككوكب الصبح لأهل الدنيا. ''ك فى التاريخ، ق فى فضائل الصحابة والديلمى وابن الجوزى فى الواهيات - عن أنس''.

''علی بن ابی طالبؑ جنت میں ایسے چمکے گا جیسے کہ صبح کا تارہ دنیا والوں کے لئے چمکتا ہے۔''

٣٢٩٥٨- اللهم! من آمن بى وصدقنى فليتول على بن أبى طالب فإن ولايته ولايتى وولايتى ولاية الله. ''طب - عن محمد بن أبى عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن أبيه عن جده عن عمار''.

''اے میرے اللہ! جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے تو وہ علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کو قبول کرے کیونکہ اس کی ولایت میری ولایت ہے اور میری ولایت اللہ کی ولایت ہے۔''

٣٢٩٥٩- من أحب أن يحيى حياتى ويموت موتى ويسكن جنة الخلد التى وعدنى ربى فإن ربى عز وجل غرس قضبانها بيده فليتول على بن أبى طالب فإنه لن يخرجكم من هدى ولن يدخلكم فى ضلالة. ''طب، ك وتعقب وأبو نعيم فى فضائل الصحابة - عن زيد بن أرقم''.

''جو شخص میری جیسی زندگی گزارنا اور میری جیسی موت پر مرنا اور جنت الخلد میں اقامت گزیں ہونا پسند کرتا ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کیونکہ میرے رب نے خود اپنے ہاتھ سے اس کے درخت لگائے ہیں تو وہ علیؑ کی ولایت کو قبول کرے کیونکہ وہ تمہیں ہر گز ہدایت نہیں نکالے گا اور ہر گز تمہیں ضلالت و گمراہی میں نہیں ڈالے گا۔''

٣٢٩٦٠- من أحب أن يحيى حياتى ويموت ميتتى ويدخل الجنة التى وعدنى ربى قضبانا من قضبانها غرسها بيده وهى جنة الخلد فليتول عليا وذريته من بعده فإنهم لن يخرجوكم من باب هدى ولن يدخلوكم فى باب ضلالة. ''مطير والباوردى وابن شاهين وابن منده - عن زياد بن مطرف وهو واه''[١٠].

''جو شخص میری جیسی زندگی گزارنے اور میری جیسی موت پر مرنے اور اس جنت میں جانے کو محبوب رکھتا ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، میرے رب نے خود اپنے ہاتھ سے اس کے درخت لگائے ہیں اور وہ جنت الخلد ہے تو وہ علیؑ اور اسے بعد اس کی اولاد کی ولایت کو قبول کرے کیونکہ وہ تمہیں ہر گز ہدایت نہیں نکالیں گے اور ہر گز تمہیں ضلالت و گمراہی میں نہیں ڈالیں گے۔''

٣٢٩٦١- لا تقل هذا فهو أولى الناس بكم بعدى - يعنى عليا. ''طب عن وهب بن حمزة''.

''(ظاہراً اس شخص کے جواب میں جس حضرت علیؑ کے خلاف بات کہی) یہ بات مت کرو کیونکہ وہ میرے بعد تم لوگوں کی نسبت سب سے برتر انسان ہے (یعنی حضرت علیؑ)۔''

---

[١٠] - أورده الهيثمى فى مجمع الزوائد ''١٠٨/٩''

٣٢٩٦٢- لا يقضى دينى غيرى أو على. ''طب - عن حبشى بن جنادة''.

''میرے قرضے میرے یا علیؑ کے سوا کوئی ادا نہیں کرے گا۔''

٣٢٩٦٣- يا بريدة! إن عليا وليكم بعدى فأحب عليا فإنه يفعل ما يؤمر. '' الديلمى - عن على''.

''اے بریدہ! بے شک میرے بعد علیؑ تمہارا ولی ہے پس علیؑ کو محبوب رکھو کیونکہ وہ وہی انجام دیتا ہے جس کا اسے حکم ہوا ہو۔''

٣٢٩٦٤- سيكون بعدى فتنة فإذا كان ذلك فالزموا على بن أبى طالب فإنه الفاروق بين الحق والباطل. '' أبو نعيم - عن أبى ليلى الغفارى''.

''عنقریب میرے بعد ایک فتنہ اٹھے گا تو جب ایسا ہو تو تم لوگ علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ مل جاؤ کیونکہ وہ حق اور باطل میں جدائی ڈالنے والا (فاروق) ہے۔''

٣٢٩٦٥- يا على! أنت تغسل جثتى وتؤدى دينى وتوارينى فى حفرتى وتفى بذمتى وأنت صاحب لوائى فى الدنيا والآخرة. '' الديلمى - عن أبى سعيد''.

''اے علیؑ! اے تم میرے بدن کو غسل دو گے اور میرا قرضہ ادا کرو گے اور مجھے میری قبر میں اتارو گے اور میرے ذمہ امور کو نپٹاؤ گے اور تم دنیا اور آخرت میں میرا پرچم اٹھانے والے ہو۔''

٣٢٩٦٦- إن تولوا عليا تجدوه هاديا مهديا يسلك بكم الطريق المستقيم. ''حل - عن حذيفة''.

''اگر تم لوگ علی کی جانب جاؤ تو اسے ہدایت کرنے والا، ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے گا۔''

٣٢٩٦٧- إن منكم من يقاتل على تأويل القرآن كما قاتلت على تنزيله، قيل: أبو بكر وعمر، قال: لا، ولكنه خاصف النعل - يعنى عليا. ''حم ع؛ هب، ك، حل، ص - عن أبى سعيد؛ وضعف''.

''بے شک تم میں بعض ہیں جو قرآن کی تأویل پر جنگ کریں گے جیسے کہ میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی، عرض کیا گیا: ابو بکر اور عمر ہیں، فرمایا: نہیں لیکن وہ کہ جو جوتے کی مرمت کر رہا ہے (یعنی علی)۔''

٣٢٩٦٨- أنا أقاتل على تنزيل القرآن وعلى يقاتل على تأويله. '' ابن السكن عن الأخضر الأنصارى، وقال: فى إسناده نظر، والأخضر غير مشهور فى الصحابة؛ قط فى الأفراد؛ وقال: تفرد به جابر الجعفى وهو رافضى''.

''میں قرآن کی تنزیل پر جنگ کر رہا ہوں اور علیؑ اس کی تأویل پر جنگ کرے گا۔''

٣٢٩٦٩- والذى نفسى بيده! إن فيكم لرجلا يقاتل الناس من بعدى على تأويل القرآن كما قاتلت المشركين على تنزيله وهم يشهدون أن لا إله إلا الله فيكبر قتلهم على الناس حتى يطعنون على ولى الله تعالى ويسخطون عمله كما سخط موسى أمر السفينة والغلام والجدار، فكان ذلك كله رضى الله تعالى. '' الديلمى - عن أبى ذر''.

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمہارے درمیان ایک شخص ہے جو میرے بعد لوگوں سے تأویل قرآن پر جنگ کرے گا جیسے کہ میں نے مشرکین سے اس کی تنزیل پر جنگ کی اور وہ شہادت دیں گے کہ لاالہ اللہ پس انہیں قتل کرنا لوگوں پر گراں گزرے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی پر طعنہ زنی کریں گے اور اس کے عمل پر ناراض ہوں گے جیسے کہ موسیٰؑ کشتی [میں سوراخ کرنے]، نوجوان لڑکے [کو قتل کرنے] اور دیوار [بنانے] کے امر پر [خضر علیہ السلام سے] ناراض ہوئے تھے، حالانکہ وہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئے تھے۔''

٣٢٩٧٠- يا على! ستقاتلك الفئة الباغية وأنت على الحق، فمن لم ينصرك يومئذ فليس منى. '' ابن عساكر - عن عمار بن ياسر''.

''اے علی! عنقریب تم سے ایک باغی گروہ جنگ کرے گا جبکہ تم حق پر ہوگے، پس اس دن جو تمہاری نصرت نہیں کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

٣٢٩٧١- يا أبا رافع! سيكون بعدى قوم يقاتلون عليا، حق على الله جهادهم، فمن لم يستطع جهادهم بيده فبلسانه من لم يستطع بلسانه فبقلبه، ليس وراء ذلك شىء. ''طب - عن محمد بن عبيد الله بن أبى رافع عن أبيه عن جده''.

''اے ابو رافع! عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو علی سے جنگ کرے گی، اس کے ساتھ جہاد کرنا حقُ اللہ ہے پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ذریعے جہاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اپنی زبان سے [ان کے ساتھ جہاد کرے]، جو اپنی زبان سے [جہاد کرنے کی] طاقت نہیں رکھتا تو وہ اپنے دل میں [ان سے جہاد کرے] کہ اس کے بعد (اس سے کمتر) کوئی شے نہیں ہے۔''

٣٢٩٧٢- يا عمار! إن رأيت عليا قد سلك واديا وسلك الناس واديا غيره فاسلك مع على ودع الناس، إنه لن يدلك على ردى ولن يخرجك من الهدى. '' الديلمى - عن عمار بن ياسر وعن أبى أيوب''.

''اے عمار! اگر تم علیؑ کو دیکھو کہ ایک راستے پر چل رہا ہے اور لوگ اس کے سوا کسی دوسرے راستے پر چل رہے ہیں تو تم علی کے ساتھ چلنا اور لوگوں کو چھوڑ دینا، بے شک وہ تمہاری غلط راستے کی طرف رہنمائی نہیں کرے گا اور ہرگز تمہیں ہدایت سے نہیں نکالے گا۔''

٣٢٩٧٣- من أطاعنى فقد أطاع الله عز وجل ومن عصانى فقد عصى الله ومن أطاع عليا فقد أطاعنى ومن عصى عليا فقد عصانى. ''ك - عن أبى ذر''.

''جس نے میرے اطاعت تو در حقیقت اس نے اللہ عزو جل کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو در حقیقت اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو علیؑ کی اطاعت کرے تو اس نے در حقیقت میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی تو اس نے در حقیقت میری نافرمانی کی۔''

۳۲۹۷۴- من فارق عليا فارقني، ومن فارقني فقد فارق الله. ''طب عن ابن عمر''.

''جو علیؑ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا اور جو مجھ سے جدا ہوا تو وہ در حقیقت اللہ سے جدا ہوا۔''

۳۲۹۷۵- من فارقک يا علی فقد فارقني، ومن فارقني فقد فارق الله. ''طب - عن ابن عمر''.

''اے علیؑ! جو تم سے جدا ہوا تو در حقیقت وہ مجھ سے جدا ہوا اور جو مجھ سے جدا ہوا تو وہ در حقیقت اللہ سے جدا ہوا۔''

۳۲۹۷۶- من فارقک يا علی فقد فارقني، ومن فارقني، فقد فارق الله. ''ک - عن أبی ذر''.

''اے علیؑ! جو تم سے جدا ہوا تو در حقیقت وہ مجھ سے جدا ہوا اور جو مجھ سے جدا ہوا تو در حقیقت اس نے اللہ کو چھوڑا۔''

۳۲۹۷۷- أعلم أمتی من بعدی علی بن أبی طالب. '' الديلمی - عن سلمان''.

''میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا علی بن ابی طالبؑ ہے۔''

۳۲۹۷۸- أنا مدينة العلم وعلی بابها. '' أبو نعيم فی المعرفة - عن علی''.

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔''

۳۲۹۷۹- أنا مدينة العلم وعلی بابها، فمن أراد العلم فليأته من بابه. ''طب - عن ابن عباس''.

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو کوئی علم [کے شہر] کا ارادہ کرے تو وہ اس کے دروازے سے آئے۔''

۳۲۹۸۰- علی بن أبی طالب أعلم الناس بالله والناس حبا وتعظيما لأهل لا إله إلا الله. ''أبو نعيم - عن علی''.

''علی بن ابی طالبؑ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر علم رکھتا ہے اور لا الہ اللہ کا اقرار کرنے والوں سے محبت کرنے والا اور ان کی تعظیم کرنے والا ہے۔''

۳۲۹۸۱- علی باب علمی ومبين لأمتی ما أرسلت به من بعدی، حبه إيمان وبغضه نفاق والنظر إليه رأفة. '' الديلمی - عن أبی ذر''.

''علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری امت کو وہ جو مجھ پر نازل ہوا ہے اسے کھول کر بیان کرنے والا ہے، اس کی محبت ایمان اور اس سے بغض رکھنا نفاق اور اس کی طرف دیکھنا رأفت و مہربانی ہے۔''

٣٢٩٨٢- قسمت الحكمة عشرة أجزاء فأعطى على تسعة أجزاء والناس جزءا واحدا، وعلى أعلم بالواحد منهم. ''حل والأزدى فى الضعفاء وأبو على الحسين بن على البردعى فى معجمه وابن النجار وابن الجوزى فى الواهيات - عن أبى مسعود''.

''حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا پھر اس کے نو حصے علیؑ کو اور ایک حصہ لوگوں کو عطا کیا گیا اور لوگوں کی نسبت اس ایک حصے کا علم بھی علیؑ کو سب سے زیادہ ہے۔

٣٢٩٨٣- يا على! أنت تبين لأمتى ما اختلفوا فيه من بعدى. '' الديلمى - عن أنس''.

''اے علیؑ! میرے بعد تم میری امت کے لئے وہ امور کھول کر بیان کرو گے جن میں وہ اختلاف کریں۔''

٣٢٩٨٤- أبشر يا على! حياتك وموتك معى. '' ابن قانع وابن منده، عد، طب وابن عساكر - عن شرحبيل بن مرة؛ وفيه عباد بن زياد الأزدى متروك''.

''اے علیؑ! تمہیں بشارت ہو، تمہاری حیات اور موت میرے ساتھ ہے۔''

٣٢٩٨٥- أخوك استسقى قبلك يشرب ما هو بأحبهما إلى وإنهما عندى لبمكان واحد، وإنى وإياك وهما وهذا الراقد يوم القيامة لفى مكان واحد. ''طب - عن على''.

''تمہارے بھائی نے تم سے پہلے پانی طلب کیا اور اسے جو وہ دونوں جو میرے نزدیک پسند کرتے تھے، نوش کیا اور ان دونوں کا میرے نزدیک ایک ہی مقام ہے اور میں، تم، وہ دونوں اور یہ جو آرام کر رہا ہے قیامت کے دن ایک ہی مقام پر ہوں گے۔''

٣٢٩٨٦- إن أخاك استسقى قبلك ما هو مأثر عندى منه، وإنهما عندى بمنزل واحد، وإنى وإياك وهما وهذا النائم لفى مكان واحد يوم القيامة. ''طب - عن أبى سعيد''.

''بے شک تمہارے بھائی نے تم سے پہلے طلبِ آب کیا جو میرے پاس اس سے موجود تھا اور وہ دونوں میرے نزدیک ایک ہی مقام پر ہیں ہیں اور بے شک میں، تم، وہ دونوں اور یہ جو سویا ہوا ہے قیامت کے دن ایک ہی مقام پر ہوں گے۔''

٣٢٩٨٧- إذا كان يوم ضربت لى قبة من ياقوتة حمراء على يمين العرش، وضربت لإبراهيم قبة من ياقوتة خضراء على يسار العرش، وضربت فيما بيننا لعلى بن أبى طالب قبة من لؤلؤة بيضاء؛ فما ظنك بحبيب بين خليلين. ''هق فى فضائل الصحابة وابن الجوزى فى الواهيات - عن سلمان''.

''جب وہ دن ہوگا جس میں میرے لئے عرش کے دائیں جانب سرخ یاقوت کا ایک قبہ (گنبد) لگایا جائے گا اور ابراہیمؑ کے لئے عرش کے بائیں جانب سبز یاقوت کا ایک قبہ لگایا جائے گا اور ہمارے درمیان علیؑ کے لئے سفید لؤلؤ (موتیوں) کا ایک قبہ لگایا جائے گا تو تمہارا دو خلیلوں کے درمیان ایک حبیب کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

٣٢٩٨٨- إن الله اتخذنى خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا، فقصرى فى الجنة وقصر إبراهيم فى الجنة متقابلين، وقصر على بن أبى طالب بين قصرى وقصر إبراهيم، فياله من حبيب بين خليلين. ''ك فى تاريخه، هق فى فضائل الصحابة وابن الجوزى فى الواهيات - عن حذيفة''.

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا پس جنت میں میرا قصر (محل) اور ابراہیمؑ کا قصر (محل) ایک دوسرے کے مدمقابل ہوگا اور علی بن ابی طالبؑ کا قصر (محل) میرے محل اور ابراہیم کے محل کے درمیان ہوگا تو ہائے خوش نصیبی ایک حبیب کی دو خلیلوں کے درمیان۔''

٣٢٩٨٩- إن الملائكة صلت على وعلى على سبع سنين قبل أن يسلم بشر. ''كر؛ وفيه عمرو بن جميع''.

''بے شک ملائکہ نے مجھ پر اور علیؑ پر انسان کے تسلیم (سجدہ) کرنے سے پہلے سات سال درود بھیجا۔''

٣٢٩٩٠- إن هذا أول من آمن بى وأول من يصافحنى يوم القيامة، وهذا الصديق الأكبر، وهذا فاروق هذه الأمة يفرق بين الحق والباطل وهذا يعسوب المؤمنين، والمال يعسوب الظالمين - قاله لعلى. ''طب - عن سلمان وأبى ذر معا؛ هق - عد - عن حذيفة''[11].

''بے شک یہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور پہلا شخص ہوگا جو قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے اور یہ اس امت کا فاروق ہے جو حق اور باطل کے درمیان جدائی ڈالے گا اور مؤمنین کا سردار (بادشاہ) ہے اور مال وثروت ظالموں کا سردار ہے۔''

٣٢٩٩١- أولكم واردا على الحوض أولكم إسلاما على بن أبى طالب. ''ك ولم يصححه والخطيب - عن سلمان''.

''تم میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس وہ وارد ہوگا جو اسلام لانے میں تم سے سب سے پہلے ہے، علی بن ابی طالبؑ۔''

٣٢٩٩٢- أول من صلى معى على. ''ك فى تاريخه والديلمى - عن ابن عباس''.

''وہ پہلا شخص جس نے میرے ساتھ نماز پڑھی علی ہے۔''

---

[11] - أورده الهيثمى فى مجمع الزوائد ''١٠٢/٩''

٣٢٩٩٣- لو أن السماوات والأرض موضوعتان فی کفۀ وإیمان علی فی کفۀ لرجح إیمان علی. ''الدیلمی - عن ابن عمر''.

''اگر سارے آسمان اور زمین ایک طرف رکھے جائیں اور علیؑ کا ایمان ایک طرف تو علیؑ کا ایمان بھاری ہوگا۔''

٣٢٩٩٤- یا علی! أخصمک بالنبوۀ ولا نبوۀ بعدی، وتخصم بسبع ولا یحاجک فیها أحد من قریش: أنت أولهم إیمانا بالله وأوفاهم بعهد الله وأقومهم بأمر الله وأقسمهم بالسویۀ وأعدلهم فی الرعیۀ وأبصرهم بالقضیۀ وأعظمهم عند الله مزیۀ. ''حل - عن معاذ''.

''اے علی! میں تم پر نبوت کی وجہ سے غالب ہوں اور میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے اور تم دوسروں پر سات چیزوں سے غالب ہو اور قریش میں سے کوئی ایک بھی ان میں تمہارے ساتھ بحث نہیں کر سکتا: تم اللہ پر ایمان لانے میں ان میں سب سے پہلے ہو اور اللہ کے وعدے کے ساتھ سب سے زیادہ وفادار اور اللہ کے امر پر سب سے زیادہ قائم واستوار اور ان سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والے اور رعایا میں سب سے زیادہ عدل سے کام لینے والے اور قضیے (فتنے) کی نسبت سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے اور خصائل رکھنے میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عظیم ہو۔''

٣٢٩٩٥- یا علی لک سبع خصال لا یحاجک فیها أحد یوم القیامۀ: أنت أول المؤمنین بالله إیمانا وأوفاهم بعهد الله وأقومهم بأمر الله وأرأفهم بالرعیۀ وأقسمهم بالسویۀ وأعلمهم بالقضیۀ وأعظمهم مزیۀ یوم القیامۀ. ''حل - عن أبی سعید''.

''اے علی! تمہارے سات خصال ہیں، قیامت کے دن کوئی ایک بھی ان میں تمہارے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا: تم اللہ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے ہو اور اللہ کے وعدے کے ساتھ سب سے زیادہ وفادار اور اللہ کے امر پر سب سے زیادہ قائم واستوار اور ران میں سے عایا پر سب سے زیادہ رؤف و مہربان اور ان سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والے اور قضیے (فتنے) کو سب سے زیادہ جاننے والے اور قیامت کے دن خصائل رکھنے میں ان سب سے زیادہ عظیم ہو۔''

٣٢٩٩٦- أما إنک ستلقی بعدی جهدا! قال: فی سلامۀ من دینی؟ قال: نعم - قاله لعلی. ''ک - عن ابن عباس''.

''بے شک عنقریب میرے بعد تم مشکلات کا سامنا کرو گے! پوچھا: میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں۔''

٣٢٩٩٧- إن الأمۀ ستغدر بک من بعدی، وأنت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی، من أحبک أحبنی ومن أبغضک أبغضنی، وإن هذا سیخضب من هذا - یعنی لحیته من رأسه. ''قط فی الأفراد، ک، خط - عن علی''.

''بے شک امت عنقریب میرے بعد تم سے غداری (بے انصافی) کرے گی اور تم میرے دین پر زندگی گزارو گے اور میری سنت پر مارے جاؤ گے، جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے کینہ توزی کی اس نے مجھ سے کینہ توزی اور بے شک عنقریب یہ اس سے خضاب (رنگین) ہوگا، یعنی داڑھی سے سر تک (خون سے رنگین ہوگا)۔''

٣٢٩٩٨- لا تموت حتى تضرب ضربة على هذه فتخضب هذه، ويقتلك أشقاها كما عقر ناقة الله أشقى بنى فلان. ''قط فى الأفراد - عن على''.

''تمہیں موت نہیں آئے گی یہاں تک کہ اس (سر) پر ایک ضربت لگے گی پھر یہ (داڑھی) رنگین ہوجائے گی اور تمہیں اس (امت) کا شقی ترین شخص قتل کرے گا جیسے کہ اللہ کے اونٹ کو فلاں کی اولاد کے شقی ترین فرد نے قتل کیا تھا۔''

٣٢٩٩٩- إن هذا لن يموت يملأ غيظا ولن يموت إلا مقتولا - قال لعلى. '' قط فى الأفراد وابن عساكر - عن أنس''.

''بے شک اسے ہر گز موت نہیں آئے گی یہاں تک کہ غیظ سے بھر جائے اور اسے ہر گز موت نہیں آئے گی مگر قتل کیا جائے۔''

٣٣٠٠٠- يأتى الوحيد الشهيد، يأتى الوحيد الشهيد - قاله لعلى. ''ع - عن عائشة''.

''اکیلا شہید ہونے والا آئے، اکیلا شہید ہونے والا آئے، حضرت علیؑ سے یہ فرمایا۔''

٣٣٠٠١- إن عليا سبقك بالهجرة - قاله للعباس. ''طب - عن أسامة بن زيد''.

''بے شک علیؑ نے ہجرت کرنے میں آپ پر سبقت لی، حضرت عباسؓ سے فرمایا۔''

٣٣٠٠٢- أوصيكم بهذين خيرا، لا يكف عنهما أحد ولا يحفظهما لى إلا أعطاه الله تعالى نورا يرد به على يوم القيامة - يعنى عليا والعباس. '' الديلمى - عن ابن عباس''.

''میں تمہیں ان دونوں کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں، کوئی ان دونوں سے مدافعت نہیں کرے گا اور میرے لئے ان دونوں کی حفاظت نہیں کرے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا کرے گا جس کے ساتھ قیامت کے دن وہ میرے پاس پہنچے گا۔ (یعنی حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ)

٣٣٠٠٣- بخ لكما! أنا سيد ولد آدم وأنتم سيدا العرب - قاله لعلى والعباس. '' ابن عساكر - عن ابن عباس عن أبيه''.

''آپ دونوں کو مبارک ہو! میں اولادِ آدم کا سید و سردار ہوں اور آپ عرب کے سید و سردار ہیں۔''

٣٣٠٠٤- أما بعد فإنی أمرت بسد هذه الأبواب غير باب علی فقال فيه قائلكم، وإنی والله ما سددت شيئا ولا فتحته ولكن أمرت بشیء فاتبعته. ''حم، ص - عن زيد بن أرقم''.

''امابعد میں نے علیؑ کے گھر کے دروازے کے علاوہ ان تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تو تم میں سے بعض لوگ نے اس پر باتیں بنائیں، اللہ کی قسم میں نے دروازے کھولے ہیں اور نہ ہی میں نے بند کئے ہیں لیکن مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا تو میں نے اس کی اتباع کی ہے۔''

٣٣٠٠٥- سدوا هذه الأبواب إلا باب علی. ''حم، ك، ص - عن زيد بن أرقم''.

''علیؑ کے دروازے کے علاوہ ان تمام دروازوں کو بند کردو۔''

٣٣٠٠٦- أنا سيد ولد آدم وعلی سيد العرب. ''ك وتعقب - عن عائشة قط فی الأفراد - عن ابن عباس؛ ك - عن جابر''.

''میں اولادِ آدم کا سید و سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سید و سردار ہے۔''

٣٣٠٠٧- يا أنس! انطلق وادع لی سيد العرب، قالت عائشة: ألست سيد العرب؟ قال: أنا سيد ولد آدم وعلی سيد العرب، فلما جاء قال: يا معشر الأنصار! ألا أدلكم علی ما إن تمسكتم به لن تضلوا بعده أبدا، هذا علی فأحبوه بحبی وأكرموه بكرامتی، فإن جبريل أمرنی بالذی قلت لكم عن الله عز وجل. ''طب''.

''اے انس! جاؤ اور میرے لئے عرب کے سردار کو بلاؤ، حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ ہی عرب کے سردار نہیں ہیں؟ فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔ جب وہ آگئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے گروہِ انصار! کیا میں تمہاری اس چیز پر رہنمائی نہ کروں کہ میرے بعد جب تک تم اس کو مضبوطی تھامے (متمسک) رہو گے ہر گز اس کے بعد گمراہی میں نہ پڑو گے، یہ علیؑ ہے پس اس کے ساتھ میری محبت میں محبت کرو اور میری عزت و کرامت میں اس کی عزت و تکریم کرو کیونکہ بے شک میں نے یہ جو کہا اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیلؑ نے مجھے حکم دیا۔''

٣٣٠٠٨- يا عائشة! إذا سرک أن تنظری إلی سيد العرب فانظری إلی علی بن أبی طالب، فقالت: يا نبی الله! ألست سيد العرب؟ قال: أنا إمام المسلمين وسيد المتقين، إذا سرک أن تنظری إلی سيد العرب فانظری إلی سيد العرب. ''الخطيب - عن سلمة بن كهيل؛ وأورده ابن الجوزی فی العلل المتناهية''.

''اے عائشہ! تم جب عرب کے سردار کو دیکھنا چاہو تو علی بن ابی طالب کو دیکھو پھر حضرت عائشہ نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! کیا آپ ہی عرب کے سردار نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں مسلمین کا امام اور امتقین کا سردار ہوں، جب تم عرب کے سردار کو دیکھنا چاہو تو عرب کے سردار کی ہی طرف دیکھو۔''

۳۳۰۰۹- مرحبا بسيد المسلمين وإمام المتقين - قاله لعلى. ''حل عن على''.

''حضرت علیؑ سے فرمایا: مرحبا سید المسلمین اور امام المتقین۔''

۳۳۰۱۰- لما عرج بى إلى السماء انتهى بى إلى قصر من لؤلؤ فراشه ذهب يتلألأ فأوحى إلى ربى: فى على ثلاث خصال: أنه سيد المسلمين وإمام المتقين وقائد الغر المحجلين.

''جب مجھے آسمان کی طرف معراج پر لے جایا گیا تو موتیوں کے بنے ہوئے ایک محل لے جایا گیا جس کا فرش سونے سے چمک رہا تھا پھر میرے رب نے مجھے وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ علیؑ میں تین خصال ہیں: بے شک وہ سید المسلمین اور امام المتقین اور غرا المحجلین (سفید چہرے والوں) کا سردار ہے۔''

۳۳۰۱۱- ليلة أسرى بى أتيت على ربى عز وجل فأوحى إلى فى على بثلاث أنه سيد المسلمين وولى المتقين وقائد الغر المحجلين. '' ابن النجار - عن عبد الله بن أسعد بن زرارة''.

''معراج کی رات جب اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچا تو مجھے وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ علیؑ میں تین خصال ہیں: وہ سید المسلمین اور امام المتقین اور غرا المحجلین (سفید چہرے والوں) کا سردار ہے۔''

۳۳۰۱۲- أنا المنذر وعلى الهادى، وبك يا على يهتدى المهتدون من بعدى. '' الديلمى - عن ابن عباس''.

''میں منذر (ڈرانے والا) ہوں اور علیؑ ہادی (ہدایت کرنے والا) ہے اور اے علیؑ! میرے بعد ہدایت پانے والے تمہارے ہی ذریعے ہدایت پائیں گے۔''

۳۳۰۱۳- أنا وهذا حجة على أمتى يوم القيامة - يعنى عليا. '' الخطيب عن أنس''.

''میری امت پر قیامت کے دن میں اور یہ حجت ہوں گے۔ یعنی علیؑ۔''

۳۳۰۱۴- أيها الناس لا تشكوا عليا، فوالله! إنه لأخيشن فى ذات الله عز وجل وفى سبيل الله. ''حم، ك، ض - عن أبى سعيد''.

''اے لوگو! علیؑ کی شکایت مت کرو کہ قسم بخدا وہ اللہ کی ذات اور اللہ کی راہ میں انتہائی سختی سے کام لینے والا ہے۔''

۳۳۰۱۵- يا أيها الناس لا تشكوا عليا، فوالله إنه لأخيشن فى دين الله. ''حل - عن أبى سعيد''.

''اے لوگو! علیؑ کی شکایت مت کرو کہ قسم بخدا وہ اللہ کے دین میں انتہائی سختی سے کام لینے والا ہے۔''

۳۳۰۱۶- تكون بين الناس فرقة واختلاف فيكون هذا وأصحابه على الحق - يعنى عليا. ''طب - عن كعب بن عجرة''.

''لوگوں کے مابین تفرقہ اور اختلاف پڑے گا پس یہ اور اس کے اصحاب حق پر ہوں گے۔ یعنی علیؑ۔''

۳۳۰۱۷- لا تسبوا عليا فإنه ممسوس فى ذات الله تعالى. '' طب - حل عن كعب بن عجرة''.

''علیؑ کو دشنام نہ دو کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔''

۳۳۰۱۸- الحق مع ذا، الحق مع ذا - يعنى عليا. ''ع، ص - عن أبى سعيد''.

''حق اس کے ساتھ ہے، حق اس کے ساتھ ہے۔ یعنی علیؑ۔''

۳۳۰۱۹- الله ورسوله وجبريل عنك راضون. '' طب - عن محمد بن عبيد الله بن أبى رافع عن أبيه عن جده'' أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث عليا مبعثا فلما قدم قال له: فذكره.

''اللہ اور اس کا رسول اور جبرائیل تم سے راضی ہیں (محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے جد سے نقل کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو ایک ماموریت پر بھیجا جب وہ واپس آئے تو یہ فرمایا)۔''

۳۳۰۲۰- يا على! إن جبريل زعم أنه يحبك قال: وقد بلغت أن يحبنى جبريل؟ قال: نعم، ومن هو خير من جبريل؛ الله عز وجل يحبك. '' الحسن ابن سفيان - عن أبى الضحاك الأنصارى''.

''اے علیؑ! جبرائیل خیال کرتا ہے کہ تم سے محبت کرتا ہے تو عرض کیا: تو کیا آپ تک پہنچ چکا ہے کہ جبرائیل مجھ سے محبت کرتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور وہ جو جبرائیل سے بہتر ہے، اللہ عزوجل تم سے محبت کرتا ہے۔''

۳۳۰۲۱- حب على يأكل الذنوب كما تأكل النار الحطب. '' تمام وابن عساكر - عن أبى؛ وأورده ابن الجوزى فى الموضوعات''.

''علیؑ کی محبت گناہوں ایسے کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔''

۳۳۰۲۲- ما ثبت الله حب على فى قلب مؤمن فزلت به قدم إلا ثبت الله قدما يوم القيامة على الصراط. '' الخطيب فى المتفق والمفترق - عن محمد بن على معضلا''.

''اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کے دل میں علیؑ کی محبت کو ثبت نہیں کرتا مگر یہ کہ اگر اس کا کوئی قدم ڈگمگا گیا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پل صراط پر اس کے قدم کو (ڈگمگاہٹ کے بغیر) ثابت واستوار رکھے گا۔''

۳۳۰۲۳- محبک محبی ومبغضک مبغضی - قاله لعلی. ''طب - عن سلمان''[۱۲].

''تمہارا محب میرا محب ہے اور تم سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ حضرت علیؑ سے فرمایا۔''

۳۳۰۲۴- من أحب عليا فقد أحبنی ومن أحبنی فقد أحب الله ومن أبغضه فقد أبغضنی ومن أبغضنی فقد أبغض الله. ''طب - عن محمد بن عبد الله بن أبی رافع عن أبيه عن جده؛ طب - عن أم سلمة''.

''جس نے علیؑ سے محبت کی تو در حقیقت اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اس سے کینہ توزی کی تو در حقیقت اس نے مجھ سے کینہ توزی کی اور جس نے مجھ سے کینہ توزی کی تو در حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ سے کینہ توزی کی۔''

۳۳۰۲۵- من أحبک فبحبی أحبک، فإن العبد لا ينال ولايتی إلا بحبک - لعلی. '' الديلمی - عن ابن عباس''.

''جس نے تم سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے تم سے محبت کی کیونکہ کوئی بندہ میری ولایت اور محبت تک نہیں پہنچ سکتا مگر تمہاری محبت کے ذریعے۔''

۳۳۰۲۶- لا يبغضک مؤمن ولا يحبک منافق - قاله لعلی. ''عم عن أم سلمة''.

''تم سے کوئی مؤمن بغض نہیں رکھے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہیں کرے گا۔ حضرت علیؑ سے فرمایا۔''

۳۳۰۲۷- لا يبغض عليا مؤمن ولا يحبه منافق. ''ش - عن أم سلمة''.

''کوئی مؤمن علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا اور کوئی منافق اس سے محبت نہیں کرے گا۔''

۳۳۰۲۸- لا يحبک إلا مؤمن ولا يبغضک إلا منافق - قاله لعلی. ''م - عن علی''.

''تم سے سوائے مؤمن کے [کوئی] محبت نہیں کرے گا اور سوائے منافق کے [کوئی] تم سے بغض نہیں رکھے گا۔ حضرت علیؑ سے فرمایا۔''

۳۳۰۲۹- لا يحب عليا إلا مؤمن ولا يبغضه إلا منافق. ''طب - عن أم سلمة''.

''علیؑ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مؤمن اور اس سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔''

---

[۱۲] - أورده الهيثمی فی مجمع الزوائد ''۱۳۲/۹''

٣٣٠٣٠- يا علی! طوبی لمن أحبک وصدق فیک، وویل لمن أبغضک وکذب فیک. ''طب، ک وتعقب والخطیب - عن عمار بن یاسر''.

''اے علیؑ بشارت ہو ہر اس شخص کے لئے جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق و تائید کرے اور ہلاکت ہو ہر اس شخص کے لئے جو تم سے بغض رکھے اور تمہیں جھٹلائے۔''

٣٣٠٣١- ثلاث من کن فیه فلیس منی ولا أنا منه: بغض علی، ونصب أهل بیتی، ومن قال: الإیمان کلام. '' الدیلمی - عن جابر''.

''تین چیزیں ہیں اگر وہ کسی میں ہوں تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں: علیؑ کا بغض اور میرے اہل بیتؑ کو نشانہ بنانا (تکلیف میں ڈالنا) اور وہ شخص جو کہے: ایمان کلام (زبان) پر ہوتا ہے (نہ کہ دل میں)۔''

٣٣٠٣٢- یا علی! إن فیک من عیسی مثلا، أبغضته الیهود حتی بهتوا أمه أحبته النصاری حتی أنزلوه بالمنزلة التی لیس بها. '' عد، ک وأبو نعیم فی فضائل الصحابة، ک وتعقب - عن علی''.

''اے علیؑ! تمہارے اندر عیسیٰؑ کی ایک مثال ہے، یہود نے ان سے کینہ توزی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا، نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مقام پر بٹھادیا جو ان کا مرتبہ نہیں تھا۔''

٣٣٠٣٣- اللهم! انصر من نصر علیا، اللهم! أکرم علیا، اللهم! اخذل من خذل علیا. ''طب - عن عمرو بن شراحیل''.

''اے میرے اللہ! جو علیؑ کی نصرت کرے اس کی نصرت فرما، اے میرے اللہ! علیؑ کو گرامی رکھ، اے میرے اللہ! جو علیؑ کو رسوا کرے اس کو رسوا کردے۔''

٣٣٠٣٤- اللهم! إنک أخذت منی عبیدة بن الحارث یوم بدر وحمزة ابن عبد المطلب یوم أحد وهذا علی فلا تذرنی فردا وأنت خیر الوارثین. '' الدیلمی - عن علی''.

''اے میرے اللہ! تو نے بدر کے دن مجھ سے عبیدہ بن حارث کو لے لیا اور احد کے دن حمزہ بن عبد المطلب کو اور یہ علیؑ ہے پس مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔''

٣٣٠٣٥- لمبارزة علی لعمرو بن عبد ود أفضل من أعمال أمتی إلی یوم القیامة. '' ک وتعقب - عن بهز بن حکیم عن أبیه عن جده؛ قال الذهبی: قبح الله رافضیا افتراه''.

''بے شک علیؑ کا عمرو بن عبدود سے جنگ کرنا میری امت کے روز قیامت تک اعمال سے افضل ہے۔''

۳۳۰۳۶- انطلق فاقرأها على الناس، فإن الله يثبت لسانک ويهدى قلبک، إن الناس سيتقاضون إليک فإذا أتاک الخصمان فلا تقض لواحد حتى تسمع كلام الآخر، فإنه أجدر أن تعلم لمن الحق. ''هب - عن على''.

''جاؤ اور لوگوں پر اس کی تلاوت کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری زبان (کلام) کو ثابت واستوار کرے گا اور تمہارے دل کی ہدایت فرمائے گا، عنقریب لوگ تمہارے پاس فیصلے لے کر آئیں گے پس جب دو جھگڑنے والے تمہارے پاس آئیں تو ایک کے حق میں فیصلہ نہ دینا یہاں تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو کیونکہ یہ زیادہ بہتر (طریقہ) ہے کہ تم پہچان لو کہ کون حق پر ہے۔''

۳۳۰۳۷- اللهم! ثبت لسانه واهد قلبه - قاله لعلى. ''ک - عن على''.

''اے میرے اللہ! اس کی زبان (کلام) کو ثابت واستوار کردے اور اس کے دل کی ہدایت فرما۔ حضرت علیؑ سے فرمایا۔''

۳۳۰۳۸- علمهم الشرائع واقض بينهم، اللهم! اهده للقضاء، قاله لعلى لما بعثه إلى اليمن. ''ک - عن ابن عباس''.

''انہیں شریعتوں کی تعلیم دو اور ان کے مابین فیصلے کرو، اے میرے اللہ! قضاء (فیصلہ کرنے) کے لئے اس کی ہدایت فرما۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا جب آپ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا۔''

۳۳۰۳۹- النظر إلى وجه على عبادة. ''بن عساكر - عن عائشة''[۱۳].

''علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔''

۳۳۰۴۰- رأيت ليلة أسرى بى مثبتا على ساق العرش: أنى أنا الله لا إله غيرى، خلقت جنة عدن بيدى، محمد صفوتى من خلقى، أيدته بعلى نصرته بعلى. ''ابن عساكر وابن الجوزى فى الواهيات من طريقين - عن أبى الحمراء''.

''میں نے معراج کی رات عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا: بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں، جنت عدن کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، محمدؐ میری مخلوقات میں سے میرے برگزیدہ ہیں، میں نے علیؑ کے ذریعے ان کی تائید کی، علیؑ کے ذریعے ان کی نصرت کی۔''

۳۳۰۴۱- لما أسرى بى إلى السماء دخلت الجنة فرأيت فى ساق العرش الأيمن مكتوب: لا إله إلا الله محمد رسول الله، أيدته بعلى ونصرته. ''طب - عن أبى الحمراء''.

''جب میں شب معراج آسمان پر جا کر جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ عرش کے دائیں ستون پر مکتوب تھا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں، میں نے علیؑ کے ذریعے ان کی تائید اور نصرت کی۔''

---

[۱۳] - أورده الهيثمى فى مجمع الزوائد ''۱۱۹/۹''

٣٣٠٤٢- مكتوب فی باب الجنة قبل أن يخلق السموات والأرض بألفی سنة: لا إله إلا الله محمد رسول الله، أيدته بعلی. ''عق - عن جابر''.

''آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دوہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر لکھا گیا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، میں نے ان کی علیؑ کے ذریعے تائید کی۔''

٣٣٠٤٣- مكتوب علی باب الجنة: لا إله إلا الله محمد رسول الله، علی أخو رسول الله صلی الله عليه وسلم، قبل أن يخلق السموات والأرض بألفی عام. '' طس، خط فی المتفق والمفترق وابن الجوزی فی الواهيات - عن جابر''.

''آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دوہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر لکھا گیا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علیؑ رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔''

٣٣٠٤٤- سلام عليک أبا الريحانتين! أوصيک بريحانتی من الدنيا، فعن قليل ينهدم ركناک، والله خليفتی عليک - قاله لعلی. '' أبو نعيم وابن عساكر - عن جابر''.

''سلام ہو تم پر اے ابو الریحانتین (دو غنچوں کے باپ) میں تمہیں دنیا میں اپنے پھول کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ تھوڑے عرصے کے بعد تمہارے دو ارکان (آنحضرتؐ اور حضرت فاطمہؑ) منہدم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تم پر میرا خلیفہ ہے۔ یہ بات حضرت علیؑ سے فرمائی۔''

٣٣٠٤٥- علی خير البشر، فمن أبی فقد كفر. '' الخطيب - عن جابر؛ وقال: منكر''.

''علیؑ خیر البشر ہیں، جو اس کا انکار کرے تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔''

٣٣٠٤٦- من لم يقل؛ علی خير الناس؛ فقد كفر. ''الخطيب - عن ابن مسعود عن علی''.

''جس نے نہیں کہا: علیؑ خیر الناس ہیں تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔''

٣٣٠٤٧- سألت الله يا علی فيک خمسا، فمنعنی واحدة وأعطانی أربعا: سألت الله أن يجمع عليک أمتی فأبی علی، وأعطانی فيک أن أول من تنشق عنه الأرض يوم القيامة أنا وأنت معی، معک لواء الحمد وأنت تحمله بين يدی تسبق به الأولين والآخرين، وأعطانی فيک أنک ولی المؤمنين بعدی. '' الخطيب والرافعی - عن علی''.

''اے علیؑ! میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے بارے میں پانچ چیزیں مانگیں پس ایک چیز نہ دی اور چار چیزیں عطا کیں: میں نے اللہ سے درخواست کی کہ میری امت کو تمہارے اوپر اکٹھا کر دے تو مجھے منع کر دیا اور مجھے یہ عطا کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کو زمین سے نکالا جائے گا وہ میں ہوں اور تم میرے ساتھ ہو، تمہارے ساتھ حمد کا پرچم ہو گا جو تم ہاتھوں میں اٹھائے اولین اور آخرین کے آگے آگے چلو گے اور مجھے تمہارے بارے میں [یہ بھی] عطا کیا کہ تم میرے بعد مؤمنین کے ولی ہو۔''

۳۳۰۴۸- قم يا علی! فقد برئت، ما سألت الله شيئا إلا أعطانی، وما سألت الله شيئا إلا سألت لک مثله إلا أنه قيل: لا نبوة بعدک. ''أبو نعيم فی فضائل الصحابة - عن علی''.

''اٹھو اے علیؑ! بے شک تم بری ہوگئے، میں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگی مگر یہ کہ اس نے مجھے عطا کی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی شے نہیں مانگی مگر یہ کہ اسی کے جیسی تمہارے لئے بھی مانگی مگر یہ کہ [مجھے] کہا گیا: تمہارے بعد نبوت نہیں ہے۔''

۳۳۰۴۹- ما انتجيته ولكن الله انتجاه. ''ت: حسن غريب، طب - عن جابر'' قال: دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا يوم الطائف فانتجاه فقال الناس: لقد طال نجواه مع ابن عمه قال: فذكره.

'' میں نے اس کے ساتھ نجویٰ (سرگوشی) نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو نجویٰ کے لئے انتخاب کیا۔ طبری نے جابرؓ سے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے طائف کے دن حضرت علیؑ کو بلایا اور ان کے ساتھ نجویٰ (سرگوشی) کیا تو لوگوں نے کہا: انہوں نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ طویل نجویٰ (سرگوشی) کیا اس پر آنحضرتؐ نے یہ فرمایا۔''

۳۳۰۵۰- من حسد عليا فقد حسدنی ومن حسدنی فقد كفر. '' ابن مردويه - عن أنس''.

''جس نے علیؑ سے حسد کیا تو اس نے درحقیقت مجھے سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا تو درحقیقت وہ کافر ہوگیا۔''

۳۳۰۵۱- لا ينبغی لأحد أن يجنب فی هذا المسجد إلا أنا أو علی. ''طب - عن أم سلمة''.[۱۴]

''کسی کے لئے بھی سزاوار نہیں کہ اس مسجد (مسجد نبوی) میں جنب ہو سوائے میرے اور علیؑ کے۔''

۳۳۰۵۲- يا علی! لا يحل لأحد أن يجنب فی هذا المسجد غيری وغيرک. ''ت: حسن غريب، ع، وضعف - عن أبی سعيد''.

''اے علیؑ! سوائے میرے اور تمہارے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنب ہو۔''

۳۳۰۵۳- يا علی! إن الله تعالى قد زينک بزينة لم تزين العباد بزينة أحب إلى الله تعالى منها، هی زينة الأبرار عند الله الزهد فی الدنيا فجعلک لا ترزأ من الدنيا شيئا ولا ترزأ الدنيا منک شيئا، ووهب لک حب المساكين فجعلک ترضى بهم أتباعا ويرضون بک إماما. ''حل - عن عمار بن ياسر''.

---

[۱۴] - أورده الهيثمی فی مجمع الزوائد ''۱۱۵/۹'' وقال: رواه البزار وخارجة لم أعرفه وبقية رجاله ثقات. ص.

''اے علیؑ ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت سے مزین کیا ہے کہ بندوں کو اس سے زیادہ پسندیدہ زینت سے مزین نہیں کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابرار کی زینت ہے وہ دنیا میں زہد اختیار کرنا (دنیا سے بے رغبت ہونا) ہے پس تمہیں ایسے قرار دیا کہ نہ تم دنیا سے کچھ لو اور نہ ہی دنیا تم سے کچھ لے اور تمہیں مسکینوں کی محبت عطا کی اور تم کو راضی کیا کہ وہ تمہارے تابع ہوں اور انہیں راضی کیا کہ تم ان کے امام ہو۔''

۳۳۰۵۴- يا عمرو! هل رأيت دابة الجنة تأكل الطعام وتشرب الشراب وتمشى فى الأسواق؟ هذا دابة الجنة - وأشار إلى على بن أبى طالب. '' طب - عن عمرو بن الحمق''.

''اے عمرو ! کیا تم نے دابۃ الجنت (جنت میں چلنے والے) کو دیکھا ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ یہ دابۃ الجنت (جنت میں چلنے والا) ہے اور علی بن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔''

۳۳۰۵۵- يا على! إن لک كنزا فى الجنة وإنک ذو قرنيها، فلا تتبعن النظرة نظرة فإن لک الأولى وليست لک الآخرة. '' ش، حم والحكيم، ک وأبو نعيم فى المعرفة - عن على''.[15]

''اے علیؑ ! تمہارے لئے جنت میں ایک خزانہ ہے اور تم اس دو میں سے ایک کے پہلو میں ہو پس تم ان دونوں کو نہ دیکھو کہ تمہارے لئے ایک ہے اور دوسرا تمہارے لئے نہیں ہے۔''

۳۳۰۵۶- يا على! يدک فى يدى تدخل معى يوم القيامة حيث أدخل. '' أبو بكر الشافعى فى الغيلانيات وأبو نعيم فى فضائل الصحابة وابن عساكر - عن عمر''.

''اے علیؑ ! قیامت کے دن تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا، تم میرے ساتھ داخل ہوگے جہاں میں داخل ہوں گا۔''

۳۳۰۵۷- يا بنية! لک رقة الولد وعلى أعز على منک. '' طب - عن ابن عباس''.

''اے میرے بیٹے ! تمہارے لئے اولاد کی شفقت ہے اور علیؑ میرے لئے تم سے زیادہ عزیز ہے (حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے سے کہا)''

۳۳۰۵۸- يا على! أنت عبقريهم. '' الخطيب - عن ابن عباس''.

''اے علیؑ ! تم ان کے جوہر قابل (انتہائی ذہین و فطین) ہو۔''

۳۳۰۵۹- يا على! أوصيک بالعرب خيرا أوصيک بالعرب خيرا. ''طب - عن على''.

''اے علیؑ ! میں نے تمہیں عرب کے لئے اچھا وصی بنایا، میں نے تمہیں عرب کے لئے اچھا وصی بنایا۔''

---

[15] - أخرجه الحاكم فى المستدرک ''۱۲۳/۳'' وقال: صحيح وأقره الذهبى ص.

۳۳۰۶۰- إن أحق أسمائک أبو تراب. ’’ طب - عن أبی الطفیل‘‘ قال: جاء النبی صلی الله علیه وسلم وعلی نائم فی التراب قال: فذکره.[۱۶]

’’بے شک تمہارا سب سے بہترین نام ابو تراب ہے۔‘‘

[۱۶] - أورده الهیثمی فی مجمع الزوائد ’’۱۰۱/۹‘‘ رواه فی الأوسط والکبیر ورجاله ثقات ص.

تیسرا ضمیمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ غدیر کا مکمل عربی متن

(خطبه رسول الله فی یو م الغدیر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰه الَّذی عَلا فی تَوَحُّدِه وَ دَنا فی تَفَرُّدِه وَجَلَّ فی سُلْطانه وَعَظُمَ فی اَرْکانه، وَاَحاطَ بِکُلِّ شَیء عِلْماً وَ هُوَ فی مَکانه وَ قَهَرَ جَمیعَ الْخَلْقِ بِقُدْرَته وَ بُرْهانه، حَمیداً لَمْ یَزَلْ، مَحْموداً لایَزالُ (وَ مَجیداً لایَزولُ، وَمُبْدئاً وَمُعیداً وَ کُلُّ أَمْرٍ إِلَیْه یَعُودُ.) بارِئُ الْمَسْمُوکاتِ وَداحِی الْمَدْحُوّاتِ وَجَبّارُ الْأَرَضینَ وَ السَّماواتِ، قُدُّوسٌ سُبُّوحٌ، رَبُّ الْمَلائکَةِ وَالرُّوحِ، مُتَفَضِّلٌ عَلی جَمیعِ مَنْ بَرَأَهُ، مُتَطَوِّلٌ عَلی جَمیعِ مَنْ أَنْشَأَهُ. یَلْحَظُ کُلَّ عَیْنٍ وَالْعُیُونُ لاتَراهُ. کَریمٌ حَلیمٌ ذُوأَناتٍ، قَدْ وَسِعَ کُلَّ شَیءٍ رَحْمَتُهُ وَ مَنَّ عَلَیْهِمْ بِنِعْمَتِه. لا یَعْجَلُ بِانْتِقامه، وَلایُبادِرُ إِلَیْهِمْ بِمَا اسْتَحَقُّوا مِنْ عَذابه. قَدْفَهِمَ السَّرائِرَ وَ عَلِمَ الضَّمائِرَ، وَلَمْ تَخْفَ عَلَیْه الْمَکْنوناتُ ولا اشْتَبَهَتْ عَلَیْه الْخَفِیّاتُ. لَهُ الْإِحاطَةُ بِکُلِّ شَیء، والغَلَبَةُ علی کُلِّ شَیءٍ والْقُوَّةُ فی کُلِّ شَیءٍ والْقُدْرَةُ عَلی کُلِّ شَیءٍ وَلَیْسَ مِثْلَهُ شَیءٌ. وَ هُوَ مُنْشِئُ الشَّیءِ حینَ لاشَیءَ دائمٌ حَی وَقائمٌ بِالْقِسْطِ، لاإِلاهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزیزُالْحَکیمُ. جَلَّ عَنْ أَنْ تُدْرِکَهُ الْأَبْصارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصارَ وَ هُوَاللَّطیفُ الْخَبیرُ. لایَلْحَقُ أَحَدٌ وَصْفَهُ مِنْ مُعایَنَةٍ، وَلایَجِدُ أَحَدٌ کَیْفَ هُوَمِنْ سِرٍ وَ عَلانیَةٍ إِلاّ بِمادَلَّ عَزَّوَجَلَّ عَلی نَفْسه وَأَشْهَدُ أَنَّهُ الله أَلَّذی مَلَأَ الدَّهْرَ قُدْسُهُ، وَالَّذی یَغْشَی الْأَبَدَ نُورُهُ، وَالَّذی یُنْفِذُ أَمْرَهُ بِلامُشاوَرَةِ مُشیرٍ وَلامَعَهُ شَریکٌ فی تَقْدیرِه وَلایُعاوَنُ فی تَدْبیرِه. صَوَّرَ مَا ابْتَدَعَ عَلی غَیْرِ مِثالٍ، وَ خَلَقَ ما خَلَقَ بِلامَعُونَةٍ مِنْ أَحَدٍ وَلا تَکَلُّفٍ وَلاَ احْتِیالٍ. أَنْشَأَها فَکانَتْ وَ بَرَأَها فَبانَتْ. فَهُوَالله الَّذی لا إِلاهَ إِلاَّ هُوَالمُتْقِنُ الصَّنْعَةِ، اَلْحَسَنُ الصَّنیعَةِ، الْعَدْلُ الَّذی لایَجُورُ، وَالْأَکْرَمُ الَّذی تَرْجِعُ إِلَیْه الْأُمُورُ. وَأَشْهَدُ أَنَّهُ الله الَّذی تَواضَعَ کُلُّ شَیءٍ لِعَظَمَته، وَذَلَّ کُلُّ شَیءٍ لِعِزَّته، وَاسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیءٍ لِقُدْرَته، وَخَضَعَ کُلُّ شَیءٍ لِهَیْبَته. مَلِکُ الْأَمْلاکِ وَ مُفَلِّکُ الْأَفْلاکِ وَمُسَخِّرُالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، کُلٌّ یَجْری لاِجَلٍ مُسَمّی. یُکَوِّرُاللَّیْلَ عَلَی النَّهارِ وَیُکَوِّرُالنَّهارَ عَلَی اللَّیْلِ

يَطْلُبُهُ حَثيثاً. قاصِمُ كُلِّ جَبّارٍ عَنيدٍ وَ مُهْلِكُ كُلِّ شَيْطانٍ مَريدٍ. لَمْ يَكُنْ لَهُ ضِدٌّ وَلا مَعَهُ نِدٌّ أَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ. إلاهٌ واحِدٌ وَرَبٌّ ماجِدٌ يَشاءُ فَيُمْضي، وَيُريدُ فَيَقْضي، وَيَعْلَمُ فَيُحْصي، وَيُميتُ وَيُحْيي، وَيُفْقِرُ وَيُغْني، وَيُضْحِكُ وَيُبْكي، (وَيُدْني وَ يُقْصي) وَيَمْنَعُ وَ يُعْطي، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلى كُلِّ شَيءٍ قَديرٌ. يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهارِ وَيُولِجُ النَّهارَ فِي اللَّيْلِ، لاإِلاهَ إِلاّهُوَالْعَزيزُ الْغَفّارُ. مُسْتَجيبُ الدُّعاءِ وَمُجْزِلُ الْعَطاءِ، مُحْصِي الْأَنْفاسِ وَ رَبُّ الْجِنَّةِ وَالنّاسِ، الَّذي لايُشْكِلُ عَلَيْهِ شَيءٌ، وَ لايُضْجِرُهُ صُراخُ الْمُسْتَصْرِخينَ وَلايُبْرِمُهُ إِلْحاحُ الْمُلِحّينَ. اَلْعاصِمُ لِلصّالِحينَ، وَالْمُوَفِّقُ لِلْمُفْلِحينَ، وَ مَوْلَى الْمُؤْمِنينَ وَرَبُّ الْعالَمينَ. الَّذي اسْتَحَقَّ مِنْ كُلِّ مَنْ خَلَقَ أَنْ يَشْكُرَهُ وَيَحْمَدَهُ (عَلى كُلِّ حال) أَحْمَدُهُ كَثيراً وَأَشْكُرُهُ دائماً عَلَى السَّرّاءِ والضَّرّاءِ وَالشِّدَّةِ وَالرَّخاءِ، وَأُومِنُ بِهِ وَ بِمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ. أَسْمَعُ لِأَمْرِهِ وَأُطيعُ وَأُبادِرُ إِلى كُلِّ مايَرْضاهُ وَأَسْتَسْلِمُ لِماقَضاهُ، رَغْبَةً فِي طاعَتِهِ وَ خَوْفاً مِنْ عُقُوبَتِهِ، لِأَنَّهُ اللهُ الَّذي لايُؤْمَنُ مَكْرُهُ وَلايُخافُ جَورُهُ.

أمرٌ إلهيٌّ في موضوعٍ هامٍّ

وَأُقِرُّلَهُ عَلى نَفْسي بِالْعُبُودِيَّةِ وَ أَشْهَدُ لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ، وَأُؤَدّي ما أَوْحى بِهِ إِلَيَّ حَذَراً مِنْ أَنْ لا أَفْعَلَ فَتَحِلَّ بي مِنْهُ قارِعَةٌ لايَدْفَعُها عَنّي أَحَدٌ وَإِنْ عَظُمَتْ حيلَتُهُ وَصَفَتْ خُلَّتُهُ -لاإِلاهَ إِلاّهُوَ – لِأَنَّهُ قَدْأَعْلَمَني أَنّي إِنْ لَمْ أُبَلِّغْ ما أَنْزَلَ إِلَيَّ (في حَقِّ عَلي) فَما بَلَّغْتُ رِسالَتَهُ، وَقَدْ ضَمِنَ لي تَبارَكَ وَتَعالَى الْعِصْمَةَ (مِنَ النّاسِ) وَ هُوَاللهُ الْكافِي الْكَريمُ. فَأَوْحى إِلَيَّ: (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحيمِ، يا أَيُّهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ – في عَلي يَعْني فِي الْخِلافَةِ لِعَلِيِّ بْنِ أَبي طالِبٍ – وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النّاسِ).

مَعاشِرَالنّاسِ، ما قَصَّرْتُ في تَبْليغِ ما أَنْزَلَ اللهُ تَعالى إِلَيَّ، وَ أَنَا أُبَيِّنُ لَكُمْ سَبَبَ هذِهِ الْآيَةِ: إِنَّ جَبْرَئيلَ هَبَطَ إِلَيَّ مِراراً ثَلاثاً يَأْمُرُني عَنِ السَّلامِ رَبّي – وَ هُوالسَّلامُ – أَنْ أَقُومَ في هذَا الْمَشْهَدِ فَأُعْلِمَ كُلَّ أَبْيَضَ وَأَسْوَدَ: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبي طالِبٍ أَخي وَ وَصِيّي وَ خَليفَتي (عَلى أُمَّتي) وَالْإِمامُ مِنْ بَعْدي، الَّذي مَحَلُّهُ مِنّي مَحَلُّ هارُونَ مِنْ مُوسى إِلاَّ أَنَّهُ لانَبِيَّ بَعْدي وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدَاللهِ وَ رَسُولِهِ.

وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ تَبارَكَ وَ تَعالى عَلَيَّ بِذالِكَ آيَةً مِنْ كِتابِهِ (هي): (إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذينَ آمَنُواالَّذينَ يُقيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ)، وَ عَلِيُّ بْنُ أَبي طالِبٍ الَّذي أَقامَ الصَّلاةَ وَ آتَى الزَّكاةَ وَهُوَ راكِعٌ يُريدُاللهَ عَزَّوَجَلَّ في كُلِّ حالٍ.

وَسَأَلْتُ جَبْرَئِيلَ أَنْ يَسْتَعْفِي لِي (السَّلامَ) عَنْ تَبْلِيغِ ذالِكَ إِلَيْكُمْ – أَيُّهَاالنّاسُ – لِعِلْمِي بِقِلَّةِ الْمُتَّقِينَ وَكَثْرَةِ الْمُنافِقِينَ وَإِدْغالِ اللّائِمِينَ وَ حِيَلِ الْمُسْتَهْزِئِينَ بِالْإِسْلامِ، الَّذِينَ وَصَفَهُمُ الله فِي كِتابِهِ بِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مالَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، وَيَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَ هُوَ عِنْدَالله عَظِيمٌ.

وَكَثْرَةِ أَذاهُمْ لِي غَيْرَ مَرَّةٍ حَتّى سَمَّونِي أُذُناً وَ زَعَمُوا أَنِّي كَذالِكَ لِكَثْرَةِ مُلازَمَتِهِ إِيّايَ وَ إِقْبالِي عَلَيْهِ (وَ هَواهُ وَ قَبُولِهِ مِنِّي) حَتّى أَنْزَلَ الله عَزَّوَجَلَّ فِي ذالِكَ (وَ مِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَ وَ يَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ، قُلْ أُذُنُ – (عَلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ أُذُنٌ) – خَيْرٍ لَكُمْ، يُؤْمِنُ بِالله وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ) الآيَةُ.

وَلَوْشِئْتُ أَنْ أُسَمِّي الْقائِلِينَ بِذالِكَ بِأَسْمائِهِمْ لَسَمَّيْتُ وَأَنْ أُومِئَ إِلَيْهِمْ بِأَعْيانِهِمْ لَأَوْمَأْتُ وَأَنْ أَدُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلَلْتُ، وَلَكِنِّي وَالله فِي أُمُورِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ. وَكُلُّ ذالِكَ لايَرْضَى الله مِنّي إِلاّ أَنْ أُبَلِّغَ ما أَنْزَلَ الله إِلَى (فِي حَقِّ عَلِي)، ثُمَّ تلا: (يا أَيُّهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ – فِي حَقِّ عَلِي – وَ انْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَالله يَعْصِمُكَ مِنَ النّاسِ).

الإعلانُ الرَّسمِي بإمَامَةِ الأئمَّةَ الإثنَى عَشَر علَيهِم السَّلاَمُ وَ وِلاَيَتِهِم

فَاعْلَمُوا مَعاشِرَ النّاسِ (ذالِكَ فِيهِ وَافْهَمُوهُ وَاعْلَمُوا) أَنَّ الله قَدْ نَصَبَهُ لَكُمْ وَلِيّاً وَإِماماً فَرَضَ طاعَتَهُ عَلَى الْمُهاجِرِينَ وَالْأَنْصارِ وَ عَلَى التّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسانٍ، وَ عَلَى الْبادِي وَالْحاضِرِ، وَ عَلَى الْعَجَمِي وَالْعَرَبِي، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَ عَلَى الْأَبْيَضِ وَالأَسْوَدِ، وَ عَلَى كُلِّ مُوَحِّدٍ.

ماضٍ حُكْمُهُ، جازٍ قَوْلُهُ، نافِذٌ أَمْرُهُ، مَلْعُونٌ مَنْ خالَفَهُ، مَرْحُومٌ مَنْ تَبِعَهُ وَ صَدَّقَهُ، فَقَدْ غَفَرَالله لَهُ وَلِمَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَ أَطاعَ لَهُ.

مَعاشِرَالنّاسِ، إِنَّهُ آخِرُ مَقامٍ أَقُومُهُ فِي هذا الْمَشْهَدِ، فَاسْمَعُوا وَ أَطِيعُوا وَانْقادُوا لاَمْرِ(الله) رَبِّكُمْ، فَإِنَّ الله عَزَّوَجَلَّ هُوَ مَوْلاكُمْ وَإِلاهُكُمْ، ثُمَّ مِنْ دُونِهِ رَسُولُهُ وَنَبِيُّهُ الْمُخاطِبُ لَكُمْ، ثُمَّ مِنْ بَعْدِي عَلِي وَلِيُّكُمْ وَ إِمامُكُمْ بِأَمْرِالله رَبِّكُمْ، ثُمَّ الْإِمامَةُ فِي ذُرِّيَّتِي مِنْ وُلْدِهِ إِلَى يَوْمٍ تَلْقَوْنَ الله وَرَسُولَهُ.

لاحَلالَ إِلاّ ما أَحَلَّهُ الله وَ رَسُولُهُ وَهُمْ، وَلاحَرامَ إِلاّ ما حَرَّمَهُ الله (عَلَيْكُمْ) وَ رَسُولُهُ وَ هُمْ، وَالله عَزَّوَجَلَّ عَرَّفَنِي الْحَلالَ وَالْحَرامَ وَأَنَا أَفْضَيْتُ بِما عَلَّمَنِي رَبِّي مِنْ كِتابِهِ وَحَلالِهِ وَ حَرامِهِ إِلَيْهِ.

مَعاشِرَالنّاس، على (فَضِّلُوهُ). مامِنْ عِلْمٍ إلاَّ وَقَدْ أَحْصاهُ الله فِى، وَ كُلُّ عِلْمٍ عُلِّمْتُ فَقَدْ أَحْصَيْتُهُ فى إمامِ الْمُتَّقين، وَما مِنْ عِلْمٍ إلاّ وَقَدْ عَلَّمْتُهُ عَلِيّاً، وَ هُوَ الْإمامُ الْمُبينُ (الَّذى ذَكَرَهُ الله فى سُورَةِ يس: (وَ كُلَّ شَىءٍ أَحْصَيْناهُ فى إمامٍ مُبينٍ.(

مَعاشِرَالنَّاس، لاتَضِلُّوا عَنْهُ وَلاتَنْفِرُوا مِنْهُ، وَلاتَسْتَنْكِفُوا عَنْ وِلايَتِه، فَهُوَالَّذى يَهدى إلَى الْحَقِّ وَيَعْمَلُ بِه، وَيُزْهِقُ الْباطِلَ وَيَنْهى عَنْهُ، وَلاتَأْخُذُهُ فِى الله لَوْمَةُ لائِمٍ. أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِالله وَ رَسُولِه (لَمْ يَسْبِقْهُ إلَى الْايمانِ بى أَحَدٌ)، وَالَّذى فَدى رَسُولَ الله بِنَفْسِه، وَالَّذى كانَ مَعَ رَسُولِ الله وَلا أَحَدَ يَعْبُدُالله مَعَ رَسُولِه مِنَ الرِّجالِ غَيْرُهُ.

(أَوَّلُ النّاسِ صَلاةً وَ أَوَّلُ مَنْ عَبَدَالله مَعى. أَمَرْتُهُ عَنِ الله أَنْ يَنامَ فى مَضْجَعى، فَفَعَلَ فادِياً لى بِنَفْسِه).

مَعاشِرَالنّاس، فَضِّلُوهُ فَقَدْ فَضَّلَهُ الله، وَاقْبَلُوهُ فَقَدْ نَصَبَهُ الله.

مَعاشِرَالنّاس، إنَّهُ إمامٌ مِنَ الله، وَلَنْ يَتُوبَ الله عَلى أَحَدٍ أَنْكَرَ وِلايَتَهُ وَلَنْ يَغْفِرَ لَهُ، حَتْماً عَلَى الله أَنْ يَفْعَلَ ذالِكَ بِمَنْ خالَفَ أَمْرَهُ وَأَنْ يُعَذِّبَهُ عَذاباً نُكْراً أَبَدَا الْآبادِ وَ دَهْرَ الدُّهورِ. فَاحْذَرُوا أَنْ تُخالِفوهُ. فَتَصْلُوا ناراً وَقودُهَا النَّاسُ وَالْحِجارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكافِرينَ.

مَعاشِرَالنّاس، بى – وَالله – بَشَّرَالْأَوَّلُونَ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلين، وَأَنَا – (وَالله) – خاتَمُ الْأَنْبِياءِ وَالْمُرْسَلينَ والْحُجَّةُ عَلى جَميعِ الْمَخْلوقينَ مِنْ أَهْلِ السَّماواتِ وَالْأَرَضينَ. فَمَنْ شَكَّ فى ذالِكَ فَقَدْ كَفَرَ كُفْرَ الْجاهِلِيَّةِ الْأُولى وَ مَنْ شَكَّ فى شَىءٍ مِنْ قَوْلى هذا فَقَدْ شَكَّ فى كُلِّ ما أُنْزِلَ إلَى، وَمَنْ شَكَّ فى واحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ فَقَدْ شَكَّ فِى الْكُلِّ مِنْهُمْ، وَالشَاكُّ فينا فِى النّارِ.

مَعاشِرَالنّاس، حَبانِى الله عَزَّوَجَلَّ بِهذِهِ الْفَضيلَةِ مَنّاً مِنْهُ عَلَى وَ إحْساناً مِنْهُ إلَى وَلا إلاهَ إلاّهُوَ، ألا لَهُ الْحَمْدُ مِنِّى أَبَدَ الْآبِدينَ وَدَهْرَالدّاهِرينَ وَ عَلى كُلِّ حالٍ.

مَعاشِرَالنّاس، فَضِّلُوا عَلِيّاً فَإنَّهُ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدى مِنْ ذَكَرٍ و أُنْثى ما أَنْزَلَ الله الرِّزْقَ وَبَقِى الْخَلْقُ. مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ، مَغْضُوبٌ مَغْضُوبٌ مَنْ رَدَّ عَلَى قَوْلى هذا وَلَمْ يُوافِقْهُ.

أَلا إنَّ جَبْرئيلَ خَبَّرنى عَنِ الله تَعالى بِذالِكَ وَيَقُولُ: «مَنْ عادى عَلِيّاً وَلَمْ يَتَوَلَّهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَتى وَ غَضَبى»، (وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ ما قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوالله – أَنْ تُخالِفُوهُ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِها – إنَّ الله خَبيرٌ بِما تَعْمَلُونَ).

مَعاشِرَ النّاسِ، إنَّهُ جَنْبُ الله الَّذی ذَکَرَ فی کِتابِهِ العَزیزِ، فَقالَ تعالی (مُخْبِراً عَمَّنْ یُخالِفُهُ): (أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ یا حَسْرَتا عَلی ما فَرَّطْتُ فی جَنْبِ الله).

مَعاشِرَالنّاسِ، تَدَبَّرُوا الْقُرْآنَ وَ افْهَمُوا آیاتِهِ وَانْظُرُوا إلی مُحْکَماتِهِ وَلاتَتَّبِعوا مُتَشابِهَهُ، فَوَالله لَنْ یُبَیِّنَ لَکُمْ زواجِرَهُ وَلَنْ یُوضِحَ لَکُمْ تَفْسیرَهُ إلاَّ الَّذی أَنَا آخِذٌ بِیَدِهِ وَمُصْعِدُهُ إلی وَشائِلٌ بِعَضُدِهِ (وَ رافِعُهُ بِیَدی) وَ مُعْلِمُکُمْ: أَنَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلاهُ فَهذا عَلِی مَوْلاهُ، وَ هُوَ عَلِی بْنُ أَبی طالِبٍ أَخی وَ وَصِیّی، وَ مُوالاتُهُ مِنَ الله عَزَّوَجَلَّ أَنْزَلَها عَلَی.

مَعاشِرَالنّاسِ، إنَّ عَلِیّاً وَالطَّیِّبینَ مِنْ وُلْدی (مِنْ صُلْبِهِ) هُمُ الثِّقْلُ الْأَصْغَرُ، وَالْقُرْآنُ الثِّقْلُ الْأَکْبَرُ، فَکُلُّ واحِدٍ مِنْهُما مُنْبِئٌ عَنْ صاحِبِهِ وَ مُوافِقٌ لَهُ، لَنْ یَفْتَرِقا حَتّی یَرِدا عَلَی الْحَوْضَ.

أَلا إنَّهُمْ أُمَناءُ الله فی خَلْقِهِ وَ حُکّامُهُ فی أَرْضِهِ. أَلاوَقَدْ أَدَّیْتُ. أَلا وَقَدْ بَلَّغْتُ، أَلاوَقَدْ أَسْمَعْتُ، أَلاوَقَدْ أَوْضَحْتُ، أَلا وَ إنَّ الله عَزَّوَجَلَّ قالَ وَ أَنَا قُلْتُ عَنِ الله عَزَّوَجَلَّ، أَلاإنَّهُ لا «أَمیرَالْمُؤْمِنینَ» غَیْرَ أَخی هذا، أَلا لاتَحِلُّ إمْرَةُ الْمُؤْمِنینَ بَعْدی لِأَحَدٍ غَیْرِهِ.

ثم قال: «ایهاالنَّاسُ، مَنْ اَوْلی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ؟ قالوا: الله و رَسُولُهُ. فَقالَ: اَلا من کُنْتُ مَوْلاهُ فَهذا عَلی مَوْلاهُ، اللهمَّ والِ مَنْ والاهُ و عادِ مَنْ عاداهُ وَانْصُرْمَنْ نَصَرَهُ واخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ.

مَعاشِرَالنّاسِ، هذا عَلِی أَخی وَ وَصیی وَ واعی عِلْمی، وَ خَلیفَتی فی أُمَّتی عَلی مَنْ آمَنَ بی وَعَلی تَفْسیرِ کِتابِ الله عَزَّوَجَلَّ وَالدّاعی إلَیْهِ وَالْعامِلُ بِمایَرْضاهُ وَالْمُحارِبُ لِأَعْدائِهِ وَالْمُوالی عَلی طاعَتِهِ وَالنّاهی عَنْ مَعْصِیَتِهِ. إنَّهُ خَلیفَةُ رَسُولِ الله وَ أَمیرُالْمُؤْمِنینَ وَالْإمامُ الْهادی مِنَ الله، وَ قاتِلُ النّاکِثینَ وَالْقاسِطینَ وَالْمارِقینَ بِأَمْرِالله. یَقُولُ الله: (مایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَی).

بِأَمْرِکَ یارَبِّ أَقولُ: اَللهُمَّ والِ مَنْ والاهُ وَعادِ مَنْ عاداهُ (وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ) وَالْعَنْ مَنْ أَنْکَرَهُ وَاغْضِبْ عَلی مَنْ جَحَدَ حَقَّهُ.

اللهمَّ إنَّکَ أَنْزَلْتَ الْآیَةَ فی عَلِی وَلِیِّکَ عِنْدَتَبْیینِ ذالِکَ وَنَصْبِکَ إیّاهُ لِهذَا الْیَوْمِ: (الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دینَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتی وَ رَضیتُ لَکُمُ الْإسْلامَ دیناً)، (وَ مَنْ یَبْتَغِ غَیْرَالْإسْلامِ دیناً فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخاسِرینَ). اللهمَّ إنِّی أُشْهِدُکَ أَنِّی قَدْ بَلَّغْتُ.

التأكيد على توجه الأمة نحو مسألة الإمامة

مَعاشِرَالنّاس، إنَّما أكْمَلَ الله عَزَّوَجَلَّ دينَكُمْ بِإمامَتِه. فَمَنْ لَمْ يَأْتَمَّ بِه وبِمَنْ يَقُومُ مَقامَهُ مِنْ وُلْدى مِنْ صُلْبِه إلى يَوْمِ الْقيامَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الله عَزَّوَجَلَّ فَأُولئِکَ الَّذينَ حَبِطَتْ أعْمالُهُمْ (فِى الدُّنْيا وَالْآخِرَةِ) وَ فِى النّارِهُمْ خالِدُونَ، (لايُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذابُ وَلاهُمْ يُنْظَرونَ).

مَعاشِرَالنّاس، هذا عَلِى، أنْصَرُكُمْ لى وَأحَقُّكُمْ بى وَأقْرَبُكُمْ إلَى وَأعَزُّكُمْ عَلَى، وَالله عَزَّوَجَلَّ وَأنَاعَنْهُ راضِيانِ. وَ مانَزَلَتْ آيَةُ رِضاً (فى الْقُرْآنِ) إلاّ فيه، وَلا خاطَبَ الله الَّذينَ آمَنُوا إلاّبَدأ بِه، وَلانَزَلَتْ آيَةُ مَدْحٍ فِى الْقُرْآنِ إلاّ فيه، وَلاشَهِدَ الله بِالْجَنَّةِ فى (هَلْ أتى عَلَى الْانْسانِ) إلاّلَهُ، وَلا أنْزَلَها فى سِواهُ وَلامَدَحَ بِها غَيْرَهُ.

مَعاشِرَالنّاس، هُوَ ناصِرُ دينِ الله وَالْمُجادِلُ عَنْ رَسُولِ الله، وَ هُوَالتَّقِى النَّقِى الْهادِى الْمَهْدِى. نَبِيُّكُمْ خَيْرُ نَبِى وَ وَصِيُّكُمْ خَيْرُ وَصِى (وَبَنُوهُ خَيْرُالْأَوْصِياءِ).

مَعاشِرَالنّاس، ذُرِّيَّةُ كُلِّ نَبِى مِنْ صُلْبِه، وَ ذُرِّيَّتى مِنْ صُلْبِ (أميرِالْمُؤْمِنينَ) عَلِى.

مَعاشِرَ النّاس، إنَّ إبْليسَ أخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ بِالْحَسَدِ، فَلاتَحْسُدُوهُ فَتَحْبِطَ أعْمالُكُمْ وَتَزِلَّ أقْدامُكُمْ، فَإنَّ آدَمَ أُهْبِطَ إلَى الْأَرضِ بِخَطيئَةٍ واحِدَةٍ، وَهُوَ صَفْوَةُالله عَزَّوَجَلَّ، وَكَيْفَ بِكُمْ وَأنْتُمْ أنْتُمْ وَ مِنْكُمْ أعْداءُالله، ألا وَ إنَّهُ لايُبْغِضُ عَلِيّاً إلاّشَقِى، وَ لايُوالى عَلِيّاً إلاَّ تَقِى، وَ لايُؤْمِنُ بِهِ إلاّ مُؤْمِنٌ مُخْلِصٌ.

وَ فى عَلِى – وَالله – نَزَلَتْ سُورَةُ الْعَصْرِ: (بِسْمِ الله الرَّحْمانِ الرَّحيمِ، وَالْعَصْرِ، إنَّ الْإنْسانَ لَفى خُسْرٍ) (إلاّ عَلِيّاً الَّذى آمَنَ وَ رَضِى بِالْحَقِّ وَالصَّبْرِ).

مَعاشِرَالنّاس، قَدِ اسْتَشْهَدْتُ الله وَبَلَّغْتُكُمْ رِسالَتى وَ ما عَلَى الرَّسُولِ إلاَّالْبَلاغُ الْمُبينُ.

مَعاشِرَالنّاس، (إتَّقُوالله حَقَّ تُقاتِهِ وَلاتَموتُنَّ إلاّ وَأنْتُمْ مُسْلِمُونَ).

الإشَارَةُ إلى مقاصد المنافقين

مَعاشِرَالنّاس، (آمنُوا بالله وَ رَسُولِه وَالنُّورِ الَّذى أُنْزِلَ مَعَهُ مِنْ قَبْلِ أنْ نَطْمِسَ وُجُوهاً فَنَرُدَّها عَلى أدْبارِها أوْ نَلْعَنَهُمْ كَما لَعَنَّا أصْحابَ السَّبْتِ). (بالله ما عَنى بِهذِهِ الْآيَةِ إلاَّ قَوْماً مِنْ أصْحابى أعْرِفُهُمْ بِأسْمائِهِمْ وَأنْسابِهِمْ، وَقَدْ أُمِرْتُ بِالصَّفْحِ عَنْهُمْ فَلْيَعْمَلْ كُلُّ امْرِئٍ عَلى مايَجِدُ لِعَلِى فى قَلْبِهِ مِنَ الْحُبِّ وَالْبُغْضِ).

مَعاشِرَالنّاس، النُّورُ مِنَ الله عَزَّوَجَلَّ مَسْلوكٌ فى ثُمَّ فى عَلِى بْنِ أبى طالِب، ثُمَّ فِى النَّسْلِ مِنْهُ إلَى الْقائِمِ الْمَهْدِى الَّذى يَأْخُذُ بِحَقِّ الله وَ بِكُلِّ حَقّ هُوَ لَنا، لانَّ الله عَزَّوَجَلَّ قَدْ جَعَلَنا حُجَّةً عَلَى الْمُقَصِّرِينَ وَالْمُعانِدِينَ وَالْمُخالِفِينَ وَالْخائِنِينَ وَالْآثِمِينَ وَالظّالِمِينَ وَالْغاصِبِينَ مِنْ جَمِيعِ الْعالَمِينَ.

مَعاشِرَالنّاس، أُنْذِرُكُمْ أنّى رَسُولُ الله قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِى الرُّسُلُ، أفَإنْ متُّ أوْقُتِلْتُ انْقَلَبْتُمْ عَلى أعْقابِكُمْ؟ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلى عَقِبَيْهِ فَلَنْهان يَضُرَّالله شَيْئاً وَسَيَجْزِى الله الشّاكِرِينَ (الصّابِرِينَ). ألاوَإنَّ عَلِيّاً هُوَالْمَوْصُوفُ بِالصَّبْرِ وَالشُّكْرِ، ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ وُلْدى مِنْ صُلْبِهِ.

مَعاشِرَالنّاس، لاتَمُنُّوا عَلَى بِإسْلامِكُمْ، بَلْ لاتَمُنُّوا عَلَى الله فَيُحْبِطَ عَمَلَكُمْ وَيَسْخَطَ عَلَيْكُمْ وَ يَبْتَلِيَكُمْ بِشُواظٍ مِنْ نارٍ وَنُحاسٍ، إنَّ رَبَّكُمْ لَبِا الْمِرْصادِ.

مَعاشِرَالنّاس، إنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ بَعْدى أئمَّةٌ يَدْعُونَ إلَى النّارِ وَيَوْمَ الْقِيامَةِ لايُنْصَرونَ. مَعاشِرَالنّاس، إنَّ الله وَأنَا بَرِيئانِ مِنْهُمْ.

مَعاشِرَالنّاس، إنَّهُمْ وَأنْصارَهُمْ وَأتْباعَهُمْ وَأشْياعَهُمْ فِى الدَّرْكِ الْأسْفَلِ مِنَ النّارِ وَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ. ألا إنَّهُمْ أصْحابُ الصَّحِيفَةِ، فَلْيَنْظُرْ أحَدُكُمْ فى صَحِيفَتِهِ!!

مَعاشِرَالنّاس، إنِّى أدَعُها إمامَةً وَ وِراثَةً (فى عَقِبى إلى يَوْمِ الْقِيامَةِ)، وَقَدْ بَلَّغْتُ ما أُمِرتُ بِتَبْلِيغِهِهان حُجَّةً عَلى كُلِّ حاضِرٍ وَغائِبٍ وَ عَلى كُلِّ أحَدٍ مِمَّنْ شَهِدَ أوْلَمْ يَشْهَدْ، وُلِدَ أوْلَمْ يُولَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الْحاضِرُ الْغائِبَ وَالْوالِدُ الْوَلَدَ إلى يَوْمِ الْقِيامَةِ. وَسَيَجْعَلُونَ الْإمامَةَ بَعْدى مُلْكاً وَ اغْتِصاباً، (ألا لَعَنَ الله الْغاصِبِينَ الْمُغْتَصِبِينَ)، وَعِنْدَها سَيَفْرُغُ لَكُمْ أيُّهَا الثَّقَلانِ (مَنْ يَفْرَغُ) وَيُرْسِلُ عَلَيْكُما شُواظٌ مِنْ نارٍ وَنُحاسٌ فَلاتَنْتَصِرانِ.

مَعاشِرَالنّاس، إنَّ الله عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَكُمْ عَلى ما أنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّى يَميزَالْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ، وَ ما كانَ الله لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ.

مَعاشِرَالنّاسِ، إِنَّهُ ما مِنْ قَرْيَةٍ إِلاّ وَاللهُ مُهْلِكُها بِتَكْذيبِها قَبْلَ يَوْمِ الْقِيامَةِ وَ مُمَلِّكُهَا الْإِمامَ الْمَهْدِى وَاللهُ مُصَدِّقٌ وَعْدَهُ.

مَعاشِرَالنّاسِ، قَدْ ضَلَّ قَبْلَكُمْ أَكْثَرُالْأَوَّلينَ، وَاللهُ لَقَدْ أَهْلَكَ الْأَوَّلينَ، وَهُوَ مُهْلِكُ الْآخِرينَ.

قالَ اللهُ تَعالى: (أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلينَ، ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرينَ، كذالِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمينَ، وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبينَ).

مَعاشِرَالنّاسِ، إِنَّ اللهَ قَدْ أَمَرَنى وَنَهانى، وَقَدْ أَمَرْتُ عَلِيّاً وَنَهَيْتُهُ (بِأَمْرِهِ). فَعِلْمُ الْأَمْرِ وَالنَّهْى لَدَيْهِ، فَاسْمَعُوا لِأَمْرِهِ تَسْلَمُوا وَأَطيعُوهُ تَهْتَدُوا وَانْتَهُوا لِنَهْيِهِ تَرشُدُوا، (وَصيرُوا إِلى مُرادِهِ) وَلا تَتَفَرَّقْ بِكُمُ السُّبُلُ عَنْ سَبيلِهِ.

أولياء أهل البيت عليهم السلام و أعداءهم

مَعاشِرَالنّاسِ، أَنَا صِراطُ اللهِ الْمُسْتَقيمُ الَّذى أَمَرَكُمْ بِاتِّباعِهِ، ثُمَّ عَلِى مِنْ بَعْدى. ثُمَّ وُلْدى مِنْ صُلْبِهِ أَئِمَّةُ (الْهُدى)، يَهْدونَ إِلَى الْحَقِّ وَ بِهِ يَعْدِلونَ.

ثُمَّ قَرَأَ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحيمِ الْحَمْدُلِلَّهِ رَبِ الْعالَمينَ...» إِلى آخِرِها، وَقالَ: فى نَزَلَتْ وَفيهِمْ (وَاللهِ) نَزَلَتْ، وَلَهُمْ عَمَّتْ وَإِيَّاهُمْ خَصَّتْ، أُولئِکَ أَوْلِياءُاللهِ الَّذينَ لاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاهُمْ يَحْزَنونَ، أَلا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغالِبُونَ. أَلا إِنَّ أَعْدائَهُمْ هُمُ السُّفَهاءُالْغاوُونَ إِخْوانُ الشَّياطينِ يوحى بَعْضُهُمْ إِلى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُروراً. أَلا إِنَّ أَوْلِيائَهُمُ الَّذينَ ذَكَرَهُمُ اللهُ فى كِتابِهِ، فَقالَ عَزَّوَجَلَّ: (لاتَجِدُ قَوْماً يُؤمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوادُّونَ مَنْ حادَّاللهَ وَ رَسُولَهُ وَلَوْكانُوا آبائَهُمْ أَوْأَبْنائَهُمْ أَوْإِخْوانَهُمْ أَوْعَشيرَتَهُمْ، أُولئِکَ كَتَبَ فى قُلوبِهِمُ الْإيمانَ) إِلى آخِرالآيَةِ.

أَلا إِنَّ أَوْلِيائَهُمُ الْمُؤْمِنونَ الَّذينَ وَصَفَهُمُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فَقالَ: (الَّذينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ مُهْتَدونَ).

(أَلا إِنَّ أَوْلِيائَهُمُ الَّذينَ آمَنُوا وَلَمْ يَرْتابوا).

أَلا إِنَّ أَوْلِيائَهُمُ الَّذينَ يدْخُلونَ الْجَنَّةَ بِسَلامٍ آمِنينَ، تَتَلَقّاهُمُ الْمَلائِكَةُ بِالتَّسْليمِ يَقُولونَ: سَلامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلوها خالِدينَ.

أَلا إِنَّ أَوْلِيائَهُمْ، لَهُمُ الْجَنَّةُ يُرْزَقونَ فيها بِغَيْرِ حِسابٍ. أَلا إِنَّ أَعْدائَهُمُ الَّذينَ يَصْلَونَ سَعيراً.

ألا إنَّ أعْدائَهُمُ الَّذينَ يَسْمَعونَ لِجَهَنَّمَ شَهيقاً وَ هِی تَفورُ وَ يَرَوْنَ لَهازَفيراً.

ألا إنَّ أعْدائَهُمُ الَّذينَ قالَ الله فيهِمْ: (كُلَّما دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَها) الآيۀ.

ألا إنَّ أعْدائَهُمُ الَّذينَ قالَ الله عَزَّوَجَلَّ: (كُلَّما أُلْقِی فيها فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُها أَلَمْ يَأتِكُمْ نَذيرٌ، قالوا بَلی قَدْ جاءَنا نَذيرٌ فَكَذَّبْنا وَ قُلنا مانَزَّلَ الله مِنْ شَیءٍ إنْ أَنْتُمْ إلاّ فی ضَلالٍ كَبيرٍ) إلی قَوله: (ألافَسُحْقاً لاصْحابِ السَّعيرِ). ألا إنَّ أَوْلِيائَهُمُ الَّذينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبيرٌ.

مَعاشِرَالنَاسِ، شَتّانَ مابَيْنَ السَّعيرِ وَالْأَجْرِ الْكَبيرِ.

(مَعاشِرَالنّاسِ)، عَدُوُّنا مَنْ ذَمَّهُ الله وَلَعَنَهُ، وَ وَلِيُّنا (كُلُّ) مَنْ مَدَحَهُ الله وَ أَحَبَّهُ.

مَعاشِرَ النّاسِ، ألاوَإنّی (أنَا) النَّذيرُ و عَلی الْبَشيرُ.

(مَعاشِرَالنّاسِ)، ألا وَ إنّی مُنْذِرٌ وَ عَلی هادٍ.

مَعاشِرَ النّاس (ألا) وَ إنّی نَبی وَ عَلی وَصِيّی.

(مَعاشِرَالنّاسِ، ألاوَإنّی رَسولٌ وَ عَلی الْإمامُ وَالْوَصی مِنْ بَعْدی، وَالْأَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهِ وُلْدُهُ. ألاوَإنّی والِدُهُمْ وَهُمْ يَخْرُجونَ مِنْ صُلْبِهِ).

الإمام المهدی عج الله فرجه الشريف

ألا إنَّ خاتَمَ الْأَئِمَةِ مِنَّا الْقائِمَ الْمَهْدی.

ألا إنَّهُ الظّاهِرُ عَلَی الدِّينِ.

ألا إنَّهُ الْمُنْتَقِمُ مِنَ الظّالِمينَ.

ألا إنَّهُ فاتِحُ الْحُصُونِ وَهادِمُها.

ألا إنَّهُ غالِبُ كُلِّ قَبيلَةٍ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ وَهاديها.

ألاإِنَّهُ الْمُدْرِكُ بِكُلِّ ثارٍ لاَوْلِياءِالله.

ألا إِنَّهُ النّاصِرُ لِدينِ الله.

ألا إِنَّهُ الْغَرّافُ مِنْ بَحْرٍ عَميقٍ.

ألا إِنَّهُ يَسِمُ كُلَّ ذى فَضْلٍ بِفَضْلِهِ وَ كُلَّ ذى جَهْلٍ بِجَهْلِهِ.

ألا إِنَّهُ خِيَرَةُالله وَ مُخْتارُهُ.

ألا إِنَّهُ وارِثُ كُلِّ عِلْمٍ وَالْمُحيطُ بِكُلِّ فَهْمٍ.

ألا إِنَّهُ الْمُخْبِرُ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ وَ الْمُشَيِّدُ لاَمْرِ آياتِهِ.

ألا إِنَّهُ الرَّشيدُ السَّديدُ.

ألا إِنَّهُ الْمُفَوَّضُ إِلَيْهِ.

ألا إِنَّهُ قَدْ بَشَّرَ بِهِ مَنْ سَلَفَ مِنَ الْقُرونِ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ألا إِنَّهُ الْباقى حُجَّةً وَلاحُجَّةَ بَعْدَهُ وَلا حَقَّ إِلاّ مَعَهُ وَلانُورَ إِلاّعِنْدَهُ.

ألا إِنَّهُ لاغالِبَ لَهُ وَلامَنْصورَ عَلَيْهِ.

ألاوَإِنَّهُ وَلِى الله فى أَرْضِهِ، وَحَكَمُهُ فى خَلْقِهِ، وَأَمينُهُ فى سِرِّهِ وَ علانِيَتِهِ.

التمهيد لأمر البيعة

مَعاشِرَالنّاس، إِنّى قَدْبَيَّنْتُ لَكُمْ وَأَفْهَمْتُكُمْ، وَ هذا عَلِى يُفْهِمُكُمْ بَعْدى. ألاوَإِنِّى عِنْدَ انْقِضاءِ خُطْبَتى أَدْعُوكُمْ إِلى مُصافَقَتى عَلى بَيْعَتِهِ وَ الإِقْرارِبِهِ، ثُمَّ مُصافَقَتِهِ بَعْدى. أَلاوَإِنَّى قَدْ بايَعْتُ الله وَ عَلِى قَدْ بايَعَنى. وَأَنَا آخِذُكُمْ بِالْبَيْعَةِ لَهُ عَنِ الله عَزَّوَجَلَّ. (إِنَّ الَّذينَ يُبايِعُونَكَ إِنَّما يُبايِعُونَ الله، يَدُالله فَوْقَ أَيْديهِمْ. فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّما يَنْكُثُ عَلى نَفْسِهِ، وَ مَنْ أَوْفى بِما عاهَدَ عَلَيْهُ الله فَسَيُؤْتيهِ أَجْراً عَظيماً).

مَعاشِرَالنّاس، إنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مِنْ شَعائِرِالله، (فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَواعْتَمَرَ فَلاجُناحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِما) الآيَة.

الحلال و الحرام، الواجبات و المحرَّمات

مَعاشِرَالنّاس، حُجُّواالْبَيْتَ، فَماوَرَدَهُ أَهْلُ بَيْتٍ إلاَّ اسْتَغْنَوْا وَ أَبْشِروا، وَلاتَخَلَّفوا عَنْهُ إلاّبَتَرُوا وَ افْتَقَرُوا. مَعاشِرَالنّاس، ماوَقَفَ بِالْمَوْقِف مُؤْمِنٌ إلاَّغَفَرَالله لَهُ ماسَلَفَ مِنْ ذَنْبِهِ إلى وَقْتِه ذالِکَ، فَإذا انْقَضَتْ حَجَّتُهُ اسْتَأْنَفَ عَمَلَهُ. مَعاشِرَالنَّاس، الْحُجّاجُ مُعانُونَ وَ نَفَقاتُهُمْ مُخَلَّفَةٌ عَلَيْهِمْ وَالله لايُضيعُ أَجْرَالْمُحْسِنينَ.

مَعاشِرَالنّاس، حُجُّوا الْبَيْتَ بِكَمالِ الدّينِ وَالتَّفَقُّه، وَلاتَنْصَرِفُوا عَنِ الْمَشاهِدإلاّ بِتَوْبَةٍ وَ إقْلاعٍ. مَعاشِرَالنّاس، أَقيمُوا الصَّلاةَ وَ آتُوا الزَّكاةَ كَما أَمَرَكُمُ الله عَزَّوَجَلَّ، فَإنْ طالَ عَلَيْكُمُ الْأَمَدُ فَقَصَّرْتُمْ أَوْنَسيتُمْ فَعَلى وَلِيُّكُمْ وَمُبَيِّنٌ لَكُمْ، الَّذى نَصَبَهُ الله عَزَّوَجَلَّ لَكُمْ بَعْدى أَمينَ خَلْقِه. إنَّهُ مِنّى وَ أَنَا مِنْهُ، وَ هُوَ وَ مَنْ تَخْلُفُ مِنْ ذُرِّيَّتى يُخْبِرونَكُمْ بِماتَسْأَلُونَ عَنْهُ وَيُبَيِّنُونَ لَكُمْ ما لاتَعْلَمُونَ.

أَلا إنَّ الْحَلالَ وَالْحَرامَ أَكْثَرُمِنْ أَنْ أُحصيَهُما وَأُعَرِّفَهُما فَآمُرَ بِالْحَلالِ وَ أَنهَى عَنِ الْحَرامِ فى مَقامٍ واحِدٍ، فَأُمِرْتُ أَنْ آخُذَ الْبَيْعَةَ مِنْكُمْ وَالصَّفْقَةَ لَكُمْ بِقَبُولِ ماجِئْتُ بِهِ عَنِ الله عَزَّوَجَلَّ فى عَلِى أَميرِالْمُؤْمِنينَ وَالأَوْصِياءِ مِنْ بَعْدِهِ الَّذينَ هُمْ مِنّى وَمِنْهُ إمامَةٌ فيهِمْ قائِمَةٌ، خاتِمُها الْمَهْدى إلى يَوْمٍ يَلْقَى الله الَّذى يُقَدِّرُ وَ يَقْضى.

مَعاشِرَالنّاس، وَ كُلُّ حَلالٍ دَلَلْتُكُمْ عَلَيْهِ وَكُلُّ حَرامٍ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَإنّى لَمْ أَرْجِعْ عَنْ ذالِکَ وَ لَمْ أُبَدِّلْ. أَلا فَاذْكُرُوا ذالِکَ وَاحْفَظُوهُ وَ تَواصَوْابِهِ، وَلا تُبَدِّلُوهُ وَلاتُغَيِّرُوهُ. أَلا وَ إنّى أُجَدِّدُالْقَوْلَ: أَلا فَأَقيمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكاةَ وَأْمُرُوا بِالْمَعْروفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ.

أَلاوَإنَّ رَأْسَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ أَنْ تَنْتَهُوا إلى قَوْلى وَتُبَلِّغُوهُ مَنْ لَمْ يَحْضُرْ وَ تَأْمُرُوهُ بِقَبُولِهِ عَنّى وَتَنْهَوْهُ عَنْ مُخالَفَتِه، فَإنَّهُ أَمْرٌ مِنَ الله عَزَّوَجَلَّ وَمِنّى. وَلا أَمْرَ بِمَعْروفٍ وَلا نَهْى عَنْ مُنْكَرٍ إلاَّمَعَ إمامٍ مَعْصومٍ.

مَعاشِرَالنّاس، الْقُرْآنُ يُعَرِّفُكُمْ أَنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ بَعْدِهِ وُلْدُهُ، وَعَرَّفْتُكُمْ إنَّهُمْ مِنّى وَمِنْهُ، حَيْثُ يَقُولُ الله فى كِتابِهِ: (وَ جَعَلَها كَلِمَةً باقِيَةً فى عَقِبِهِ). وَقُلْتُ: «لَنْ تَضِلُّوا ما إنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِما».

مَعاشِرَالنّاس، التَّقْوى، التَّقْوى، وَاحْذَرُوا السّاعَةَ كَما قالَ الله عَزَّوَجَلَّ: (إِنَّ زَلْزَلَةَ السّاعَةِ شَيءٌ عَظيمٌ). اُذْكُرُوا الْمَماتَ (وَالْمَعادَ) وَالْحِسابَ وَالْمَوازينَ وَالْمُحاسَبَةَ بَيْنَ يَدَى رَبِّ الْعالَمينَ وَالثَّوابَ وَالْعِقابَ. فَمَنْ جاءَ بِالْحَسَنَةِ أُثيبَ عَلَيْها وَ مَنْ جاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَيْسَ لَهُ فِى الجِنانِ نَصيبٌ.

البيعة بصورة رسمية

مَعاشِرَالنّاس، إِنَّكُمْ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُصافِقُونى بِكَفٍّ واحِدٍ فى وَقْتٍ واحِدٍ، وَقَدْ أَمَرَنى الله عَزَّوَجَلَّ أَنْ آخُذَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الْإِقْرارَ بِما عَقَّدْتُ لِعَلِى أَميرِالْمُؤْمِنينَ، وَلِمَنْ جاءَ بَعْدَهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِنّى وَ مِنْهُ، عَلى ما أَعْلَمْتُكُمْ أَنَّ ذُرِّيَّتى مِنْ صُلْبِهِ.

فَقُولُوا بِأَجْمَعِكُمْ: «إِنّا سامِعُونَ مُطيعُونَ راضُونَ مُنْقادُونَ لِما بَلَّغْتَ عَنْ رَبِّنا وَرَبِّكَ فى أَمْرِ إِمامِنا عَلِى أَميرِالْمُؤْمِنينَ وَ مَنْ وُلِدَ مِنْ صُلْبِهِ مِنَ الْأَئِمَّةِ. نُبايِعُكَ عَلى ذالِكَ بِقُلُوبِنا وَأَنْفُسِنا وَأَلْسِنَتِنا وَأَيْدينا. على ذالِكَ نَحْيى وَ عَلَيْهِ نَموتُ وَ عَلَيْهِ نُبْعَثُ. وَلانُغَيِّرُ وَلانُبَدِّلُ، وَلا نَشُكُّ (وَلانَجْحَدُ) وَلانَرْتابُ، وَلا نَرْجِعُ عَنِ الْعَهْدِ وَلا نَنْقُضُ الْميثاقَ.

وَعَظْتَنا بِوَعْظِ الله فى عَلِى أَميرِالْمؤْمِنينَ وَالْأَئِمَّةِ الَّذينَ ذَكَرْتَ مِنْ ذُرِّيتِكَ مِنْ وُلْدِه بَعْدَهُ، الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَ مَنْ نَصَبَهُ الله بَعْدَهُما. فَالْعَهْدُ وَالْميثاقُ لَهُمْ مَأْخُوذٌ مِنّا، مِنْ قُلُوبِنا وَأَنْفُسِنا وَأَلْسِنَتِنا وَضَمائِرِنا وَأَيْدينا. مَنْ أَدْرَكَها بِيَدِه وَ إِلاَّ فَقَدْ أَقَرَّ بِلِسانِه، وَلا نَبْتَغى بِذالِكَ بَدَلاً وَلايَرَى الله مِنْ أَنْفُسِنا حِوَلاً. نَحْنُ نُؤَدّى ذالِكَ عَنْكَ الّادانى والقاصى مِنْ اَوْلادِنا وَاَهالينا، وَ نُشْهِدُالله بِذالِكَ وَ كَفى بِالله شَهيداً وَأَنْتَ عَلَيْنا بِهِ شَهيدٌ».

مَعاشِرَالنّاس، ماتَقُولون؟ فَإِنَّ الله يَعْلَمُ كُلَّ صَوْتٍ وَ خافِيَةَ كُلِّ نَفْسٍ، (فَمَنِ اهْتَدى فَلِنَفْسِهِ وَ مَنْ ضَلَّ فَإِنَّما يَضِلُّ عَلَيْها)، وَمَنْ بايَعَ فَإِنَّما يُبايِعُ الله، (يَدُالله فَوْقَ أَيْديهِمْ).

مَعاشِرَالنّاس، فَبايِعُوا الله وَ بايِعُونى وَبايِعُوا عَلِيّاً أَميرَالْمُؤْمِنينَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْأَئِمَّةَ (مِنْهُمْ فِى الدُّنْيا وَالْآخِرَةِ) كَلِمَةً باقِيَةً.

يُهْلِكُ الله مَنْ غَدَرَ وَ يَرْحَمُ مَنْ وَ فى، (وَ مَنْ نَكَثَ فَإِنَّما يَنْكُثُ عَلى نَفْسِهِ وَ مَنْ أَوْفى بِما عاهَدَ عَلَيْهُ الله فَسَيُؤْتيهِ أَجْراً عَظيماً).

مَعاشِرَالنّاسِ، قُولُوا الَّذی قُلْتُ لَکُمْ وَسَلِّمُوا عَلی عَلی بِإِمْرَةِ الْمُؤْمِنینَ، وَقُولُوا: (سَمِعْنا وَ أَطَعْنا غُفْرانَکَ رَبَّنا وَ إِلَیْکَ الْمَصیرُ)، وَ قُولوا: (اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذی هَدانا لِهذا وَ ما کُنّا لِنَهْتَدِی لَوْلا أَنْ هَدانَا الله) الآیة.

مَعاشِرَالنّاسِ، إِنَّ فَضائِلَ عَلی بْنِ أَبی طالِبٍ عِنْدَالله عَزَّوَجَلَّ – وَ قَدْ أَنْزَلَهافِی الْقُرْآنِ – أَکْثَرُ مِنْ أَنْ أُحْصِیَها فی مَقامٍ واحِدٍ، فَمَنْ أَنْبَأَکُمْ بِها وَ عَرَفَها فَصَدِّقُوهُ.

مَعاشِرَالنّاسِ، مَنْ یُطِعِ الله وَ رَسُولَهُ وَ عَلِیّاً وَ الْأَئِمَةَ الَّذینَ ذَکَرْتُهُمْ فَقَدْ فازَفَوْزاً عَظیماً. مَعاشِرَالنَّاسِ، السّابِقُونَ إِلی مُبایَعَتِه وَ مُوالاتِه وَ التَّسْلیمِ عَلَیْه بِإِمْرَةِ الْمُؤْمِنینَ أُولئکَ هُمُ الْفائِزُونَ فی جَنّاتِ النَّعیمِ. مَعاشِرَالنّاسِ، قُولُوا ما یَرْضَی الله بِهِ عَنْکُمْ مِنَ الْقَوْلِ، فَإِنْ تَکْفُرُوا أَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْأَرْضِ جَمیعاً فَلَنْ یَضُرَّالله شَیْئاً.

اللهمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنینَ (بِما أَدَّیْتُ وَأَمَرْتُ) وَاغْضِبْ عَلَی (الْجاحِدینَ) الْکافِرینَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمینَ

خطبۂ غدیر کا اردو ترجمہ

حمد و ثنائے الٰہی

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کہ جو اپنی یکتائی میں بلند اور اپنی انفرادیت میں قریب ہے۔ اپنی قدرت و سلطنت میں جلالت والا اور اپنے ارکان میں عظیم ہے۔ اپنی جگہ پر ہوتے ہوئے بھی اس کا علم سے ہر شے پر محیط ہے اور اپنی قدرت اور اپنے برہان کے ذریعے اس نے تمام مخلوقات کو قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سے قابل حمد تھا اور ہمیشہ قابل حمد رہے گا، وہ ہمیشہ سے بزرگ ہے، ابتدا کرنے والا، پلٹانے والا اور ہر کام کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

بلندیوں کا پیدا کرنے والا، فرش زمین کا بچھانے والا، آسمان و زمین پر اختیار رکھنے والا، پاک و منزہ، پاکیزہ، ملائکہ اور روح کا پروردگار، تمام مخلوقات پر فضل و کرم کرنے والا اور تمام موجودات پر مہربانی کرنے والا ہے، وہ ہر آنکھ کو دیکھتا ہے اگرچہ کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھتی۔

وہ کرم کرنے والا، حلم سے کام لینے والا اور بردبار ہے، اس کی رحمت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کی نعمت کا ہر شے پر احسان ہے، انتقام میں جلدی نہیں کرتا اور مستحقین عذاب کو عذاب دینے میں عجلت سے کام نہیں لیتا۔

اسرار کو جانتا ہے اور ضمیروں سے باخبر ہے، پوشیدہ چیزیں اس پر مخفی نہیں رہتیں، اور مخفی امور اس پر مشتبہ نہیں ہوتے، اسی کے لئے ہے ہر شے پر احاطہ، ہر چیز پر غلبہ، ہر شے میں قوت اور ہر چیز پر قدرت، اس کے جیسی کوئی شے نہیں ہے اور اس نے شے کو اس وقت وجود بخشا جب کوئی شے نہیں تھی، وہ دائم (ہمیشہ رہنے والا)، زندہ اور انصاف کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ عزیز و حکیم ہے۔

نگاہوں کی رسائی سے بالاتر ہے اور ہر نگاہ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی کوئی شخص اس کے وصف کو پا نہیں سکتا اور کوئی اس کے ظاہر و باطن کی کیفیت کا ادراک نہیں کر سکتا مگر اتنا ہی جتنا اس نے خود بتا دیا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا خدا ہے جس کی پاکی و پاکیزگی زمانہ پر محیط ہے اور جس کے نور نے ابدیت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ جو اپنے حکم کو کسی مشیر کے مشورے کے بغیر نافذ کرتا ہے، اور نہ اس کی تقدیر میں کوئی اس کا شریک ہے، اور نہ ہی اس کی تدبیر میں کسی کی معاونت شامل ہے۔

اس نے جو کچھ بنایا وہ بغیر کسی نمونے کے بنایا اور جسے بھی خلق کیا بغیر کسی کی اعانت کے اور فکر و نظر کی زحمت کے بغیر خلق کیا۔ انہیں ایجاد کیا تو وہ وجود میں آگئیں اور انہیں خلق کیا تو وہ ظاہر ہو گئیں۔ وہ ایسا خدا ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، اس کی صنعت محکم اور اس کا کام خوبصورت ہے۔ وہ ایسا عادل ہے جو ظلم نہیں کرتا اور ایسا کرم کرنے والا ہے کہ تمام امور کی بازگشت اسی کی طرف ہوتی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی عظمت کے سامنے ہر شے تواضع اختیار کئے ہوئے، اس کی عزت کے سامنے ہر شے ذلیل، اس کی قدرت کے سامنے ہر شے سر تسلیم خم کئے ہوئے اور اس کی ہیبت کے سامنے ہر شے خاضع ہے۔

بادشاہوں کا بادشاہ، افلاک کو گردش میں لانے والا، شمس و قمر کو مسخر کرنے والا کہ جو سب کے سب معین وقت پر حرکت کر رہے ہیں، دن کو رات پر اور رات کو دن پر پلٹاتا ہے کہ جو بڑی تیزی کے ساتھ اس (رات) کا پیچھا کرتا ہے، ہر معاند ظالم کی کمر توڑنے والا اور ہر سرکش شیطان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

نہ اس کی کوئی ضد ہے اور نہ ہی مثل، وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا، نہ ہمسر۔ وہ خدائے واحد اور رب مجید ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے پورا کر دیتا ہے، وہ جانتا ہے پس احصا کر لیتا ہے، مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے، فقیر کرتا ہے اور غنی کرتا ہے، ہنساتا ہے اور رلاتا ہے، قریب کرتا ہے اور دور ہٹاتا ہے، منع کرتا ہے اور عطا کرتا ہے، ملک (بادشاہی) اسی کے لئے ہے اور حمد اسی کے لئے ہے، خیر اس کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اسی کے سوا کوئی خدا نہیں جو عزت والا اور بخشنے والا ہے، دعاؤں کو قبول کرنے والا، بکثرت عطا کرنے والا، سانسوں کو شمار کرنے والا اور جن و بشر کا پروردگار ہے کہ جس پر کوئی شے مشتبہ نہیں ہوتی اور فریاد کرنے والوں کی فریاد اسے پریشان نہیں کرتی اور گڑگڑانے والوں کا اصرار اسے تھکاتا نہیں ہے، نیک کرداروں کو بچانے والا، طالبان فلاح کو توفیق دینے والا، مؤمنین کا مولیٰ اور دونوں جہانوں کا رب ہے۔ اس کا ہر مخلوق پر یہ حق ہے کہ وہ ہر حال میں اس کی حمد و ثنا کرے۔

میں اس کی بے نہایت حمد کرتا ہوں اور ہمیشہ خوشی، غمی، سختی اور آسائش میں اس کا شکر بجا لاتا ہوں، میں اس پر اور اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں، اس کے حکم کو سنتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں، ہر اس چیز کی طرف سبقت لیتا ہوں جو اسے راضی کرے اور وہ جو فیصلہ کرے اس کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاتا ہوں اس کی اطاعت میں رغبت اور اس کی عقوبت کے خوف سے کیونکہ وہ ایسا خدا ہے جس کی تدبیر سے بچا نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس کے ظلم کا کوئی خطرہ ہے (یعنی وہ ظلم نہیں کرتا)۔

ایک اہم مطلب کے لئے فرمان الٰہی

میں اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے لئے بندگی کا اقرار کرتا ہوں اور اس کے لئے ربوبیت کی گواہی دیتا ہوں اور جو اس نے مجھ پر وحی کی ہے اسے ادا کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انجام نہ دوں تو اس کی جانب سے مجھ پر وہ عذاب آپڑے جسے کوئی مجھ سے دور نہیں کر سکتا، اگرچہ بڑی تدبیر سے کام لے اور اس کی دوستی خالص ہو۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اگر میں نے اس پیغام کو نہ پہنچایا جو اس نے علیؑ کے متعلق مجھ پر نازل فرمایا ہے تو اس کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اس نے میرے لئے لوگوں کے شر سے حفاظت کی ضمانت لی ہے اور خدا ہمارے لئے کافی اور بہت زیادہ کرم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحِيمِ، يا أَيُهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ - فی عَلِی يَعْنی فِی الْخِلَافَةِ لِعَلِی بْنِ أَبی طالِبٍ - وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النّاسِ.» ''اے رسول! جو حکم تمہاری

طرف علیؑ (یعنی علی بن ابی طالب کی خلافت) کے بارے میں نازل کیا گیا ہے، اسے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر نازل فرمایا تھا اس کی تبلیغ میں، مَیں نے کوتاہی سے کام نہیں لیا اور میں تمہارے لئے اس آیت کے نزول کا سبب بیان کئے دیتا ہوں:

جبرائیل تین بار میرے پاس نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے مأمور کیا کہ میں اسی مقام پر قیام کروں اور ہر سفید و سیاہ کو یہ اطلاع دے دوں کہ "علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی، میرا وصی، میرا جانشین (میری امت پر) اور میرے بعد امام ہے۔ اس کی منزلت میرے لئے ویسی ہی ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون کی تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور وہ اللہ و رسول کے بعد تمہارا ولی (حاکم) ہے اور اس سلسلہ میں خدا نے اپنی کتاب میں مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے:

(إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذينَ آمَنُواالَّذينَ يُقيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ) "بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ ادا کرتے ہیں"۔

علی بن ابی طالبؑ ہی ہے جس نے نماز قائم کی ہے اور حالت رکوع میں زکوۃ دی ہے وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو ہی طلب کرتا ہے۔ میں نے جبرئیل کے ذریعہ خدا سے یہ گزارش کی کہ مجھے اس وقت تمہارے سامنے اس پیغام کو پہنچانے سے معذور رکھا جائے اس لئے کہ میں متقین کی قلّت اور منافقین کی کثرت، فساد برپا کرنے والے، ملامت کرنے والے اور اسلام کا مذاق اڑانے والے منافقین کی مکاریوں سے باخبر ہوں، جن کے بارے میں خدا نے صاف کہہ دیا ہے کہ "یہ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے، اور یہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ پروردگار کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے"۔ اسی طرح منافقین نے بارہا مجھے اذیت پہنچائی ہے یہاں تک کہ وہ مجھے "اُذُنٌ" "ہر بات پر کان دھرنے والا" کہنے لگے اور ان کا خیال تھا کہ میں ایسا ہی ہوں چونکہ اس (علی) کے ہمیشہ میرے ساتھ رہنے، اس کی طرف متوجہ رہنے، اور اس کے مجھے قبول کرنے کی وجہ سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں آیت نازل کی:

(وَ مِنْهُمُ الَّذينَ يُؤْذونَ النَّبِي وَ يَقولونَ هُوَ أُذُنٌ، قُلْ أُذُنُ - (عَلَى الَّذينَ يَزْعُمونَ أَنَّهُ أُذُنٌ) - خَيْرٍ لَكُمْ، يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنينَ) "اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو رسول کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بس کان ہی (کان) ہیں (اے رسول) تم کہ دو کہ (کان تو ہیں مگر) تمہاری بھلائی (سننے) کے کان ہیں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین (کی باتوں) کا یقین رکھتے ہیں"۔

اور اگر میں چاہوں تو یہ (اُذُنٌ) بولنے والوں کا نام بھی لے سکتا ہوں، اگر میں چاہوں تو ان کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں اور اگر چاہوں تو تمام نشانیوں کے ساتھ ان کا تعارف بھی کرا سکتا ہوں لیکن قسم بخدا میں ان معاملات میں کرم اور بزرگی سے کام لیتا ہوں۔

ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی نہیں ہوگا مگر یہ کہ میں اس حکم کی تبلیغ کردوں جو علیؑ کے حق میں مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(یا أَیُّهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ - فی حَقِّ عَلِی - وَ انْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النّاسِ.) ''اے رسول! جو حکم تمہاری طرف (علیؑ کے سلسلہ میں) نازل کیا گیا ہے، اسے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''۔

بارہ اماموں کی امامت اور ولایت کا باقاعدہ اور رسمی اعلان

اے لوگو! (اس کے بارے میں اس بات کو سمجھ لو اور مطلع ہو جاؤ) جان لو کہ اللہ نے اس (علیؑ) کو تمہارا ولی اور امام بنادیا ہے اور اس کی اطاعت کو تمام مہاجرین، انصار اور نیکی میں ان کے تابعین اور ہر شہری، دیہاتی، عجمی، عربی، آزاد، غلام، صغیر، کبیر، سیاہ، سفید پر واجب کر دیا ہے۔ ہر توحید پرست کیلئے اس کا حکم جاری، اس کا امر نافذ اور اس کا قول قابل اطاعت ہے، جو اس کی مخالفت کرے گا ملعون ہے، جو اس کی اطاعت کرے گا اور اس کی تصدیق کرے گا مستحق رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اور ہر اس شخص کی جو اس کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے، مغفرت کر دی ہے گا اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔

اے لوگو! یہ اس مقام پر میرا آخری قیام ہے لہٰذا میری بات سنو اور اطاعت کرو اور اپنے پروردگار (اللہ تعالیٰ) کے حکم کو تسلیم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ولی اور معبود ہے اور اس کے بعد اس کا رسول اور نبیﷺ تمہارا حاکم ہے جو تم سے مخاطب ہے۔ پھر میرے بعد علی تمہارا ولی اور بحکم خدا تمہارا امام ہے، اس کے بعد امامت میری ذریت اور اس کی اولاد میں تمہارے اللہ تعالیٰ و اس کے سولؐ سے ملاقات کے دن تک باقی رہے گی۔

حلال وہی ہے جس کو اللہ، اس کے رسول اور انہوں (بارہ ائمہ) نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ، اس کے رسول اور ان بارہ اماموں نے تم پر حرام کیا ہے۔ اللہ عزوجل نے مجھے حرام و حلال کی شناخت کرائی ہے اور اس نے اپنی کتاب اور حلال و حرام میں سے جس چیز کا مجھے علم دیا تھا وہ سب میں نے اس (علیؑ) کے سپرد کر دیا ہے۔

اے لوگو! علیؑ کو (دوسروں پر) فضیلت دو۔ کوئی علم نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اس کا احصاء کر دیا ہے اور ہر وہ علم جس کی میں نے تعلیم حاصل کی امام متقین میں جمع کر دیا اور کوئی علم نہیں مگر یہ کہ میں علیؑ کو اس کی تعلیم دی ہے اور وہ امام مبین ہے کہ جس سورہ یس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: (وَ کُلَّ شَیءٍ أَحْصَیْناهُ فی إِمامٍ مُبینٍ.) ''ہم نے ہر چیز کا احصاء امام مبین میں کر دیا ہے''۔

اے لوگو! علیؑ سے بھٹک نہ جانا، اس سے بیزار نہ ہو جانا اور اس کی ولایت سے منہ نہ پھیر لینا کہ وہی حق کی طرف ہدایت کرنے والا، حق پر عمل کرنے والا، باطل کو فنا کر دینے والا اور اس سے روکنے والا ہے، اسے راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں ہوتی۔

وہ (علیؑ) پہلا شخص ہے جو اللہ اور اس کے سول پر ایمان لایا اور مجھ پر ایمان لانے میں کسی کو بھی اس پر سبقت حاصل نہیں ہے۔ وہ ہی ہے جس نے اپنے جی جان سے اللہ کے رسول پر قربان دی۔ وہ ہی ہے جو اللہ کے رسول کے ساتھ تھا جبکہ لوگوں میں سے ان کے علاوہ کوئی بھی اللہ کے

رسول کے ساتھ اللہ کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ لوگوں میں سب سے پہلے نماز قائم کرنے والا اور وہ پہلا شخص جس نے میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا تو وہ بھی اپنی جان فدا کرتے ہوئے میرے بستر پر سو گیا۔

اے لوگو! اس کو افضل قرار دو کہ اسے اللہ نے فضیلت دی ہے اور اس کو قبول کرو کہ اللہ نے اسے منصوب کیا ہے۔

اے لوگو! وہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور جو اس کی ولایت کا انکار کرے گا ہر گز اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور ہر گز اس کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اللہ یقیناً اس امر پر مخالفت کرنے والے کے ساتھ ایسا کرے گا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدترین عذاب میں مبتلا کرے گا۔ لہٰذا تم اس کی مخالفت سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس کو کفار کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔

اے لوگو! خدا کی قسم پہلے والے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے مجھے بشارت دی ہے اور میں خاتم الانبیاء والمرسلین اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے لئے حجت ہوں جو اس بات میں شک کرے گا وہ جاہلیت اول جیسا کافر ہو جائے گا اور جس نے میری کسی ایک بات میں بھی شک کیا گویا اس نے مجھ پر نازل ہونے والی تمام باتوں میں شک کیا ہے اور جس نے آئمہ میں سے کسی ایک میں شک کیا اس نے تمام اماموں کے بارے میں شک کیا اور ہمارے بارے میں شک کرنے والا آتش جہنم میں ہے۔

اے لوگو! اللہ عزوجل نے جو مجھے یہ فضیلت عطا کی ہے یہ اس کا مجھ پر کرم اور احسان ہے۔ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ میری طرف سے تا ابد اور زمانے کی انتہا تک اور ہر حال میں اس کی حمد و سپاس ہے۔

اے لوگو! علیؑ کو فضیلت دو کہ وہ میرے بعد ہر مرد و زن سے افضل و برتر ہے جب تک اللہ رزق نازل کر رہا ہے اور اس کی مخلوق باقی ہے۔ جو میری اس بات کو رد کرے اور اس کی موافقت نہ کرے وہ ملعون ہے ملعون ہے اور مغضوب ہے مغضوب ہے۔

جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے یہ خبر دی ہے: "جو علی سے دشمنی کرے گا اور اسے اپنا حاکم و ولی تسلیم نہ کرے گا اس پر میری لعنت اور میرا غضب ہے۔" لہٰذا ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا مہیا کیا ہے۔ اس کی مخالفت کرتے وقت اللہ سے ڈرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ حق سے قدم پھسل جائیں اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اے لوگو! علیؑ وہ جنب اللہ ہے جس کا خداوند عالم نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے:
(أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ یا حَسْرَتا عَلی ما فَرَّطْتُ فی جَنْبِ اللهِ). "ہائے افسوس کہ میں نے جنب خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے۔"

اے لوگو! قرآن میں تدبر کرو، اس کی آیات کو سمجھو، محکمات میں غور و فکر کرو اور متشابہات کے پیچھے نہ پڑو۔ خدا کی قسم قرآن مجید کے باطن اور اس کی تفسیر کو اس کے علاوہ اور کوئی واضح نہ کر سکے گا، جس کا ہاتھ پکڑ کر میں اپنی طرف اٹھا رہا ہوں اور اس کا بازو تھام رہا ہوں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے بلند کر رہا ہوں اور تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ یہ علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی اور وصی ہے۔ اس کی ولایت کا حکم اللہ کی طرف سے ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔

اے لوگو ! علیؑ اوراس کی نسل سے میری پاکیزہ اولاد ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی خبر دیتا ہے اور اس سے موافق ہے اور یہ ہر گز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر میں مجھ پر وارد ہو جائیں۔ جان لو کہ یہ مخلوقات میں خدا کے امین اور زمین میں خدا کے حکام ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے ادا کر دیا، آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے پیغام کو پہنچا دیا۔آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے بات سنا دی، آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے واضح کر دیا، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اور میں اللہ عزوجل کی طرف سے بول رہا ہوں، آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اس بھائی کے علاوہ کوئی امیر المو منین نہیں ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد امیر المؤمنین ہونا اس کے علاوہ کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

امیر المؤمنینؑ علیہ السلام کا پیغمبر اکرم ﷺ کے ھاتھوں پر تعارف اور اٹھایا جانا

(اس کے بعد علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بازو پکڑ کر بلند کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت علی علیہ السلام منبر پر پیغمبر اسلام ﷺ سے ایک زینہ نیچے کھڑے ہوئے تھے اور آنحضرتؐ کے دائیں طرف مائل تھے گویا دونوں ایک ہی مقام پر کھڑے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی علیہ السلام کو بلند کیا اور ان کے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور علیؑ کو اتنا بلند کیا کہ آپؑ کے قدم مبارک آنحضرتؐ کے گھٹنوں کے برابر آگئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا:

اے لوگو ! یہ علیؑ میرا بھائی اور وصی اور میرے علم کا مخزن اور میری امت میں سے مجھ پر ایمان لانے والوں کے لئے میرا خلیفہ ہے اور کتاب خدا کی تفسیر کی رو سے بھی میرا جانشین ہے یہ خدا کی طرف دعوت دینے والا، اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے والا، اس کے دشمنوں سے جھاد کرنے والا، اس کی اطاعت پر ساتھ دینے والا، اس کی معصیت سے روکنے والا ہے۔ یہ اس کے رسول کا جانشین اور مومنین کا امیر، ہدایت کرنے والاامام ہے اور ناکثین (بیعت شکن) قاسطین (ظالم) اور مارقین (خارجی افرا سے جھاد کرنے والا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے : (مایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَی). ''میرے پاس بات میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے''۔

خدایا! تیرے حکم سے کہہ رہا ہوں: اے اللہ ! جو علیؑ دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ ،جو علیؑ کی مدد کرے اس کی مدد فرما اور جو علیؑ کو ذلیل و رسوا کرے تو اس کو ذلیل و رسوا فرما، جو علیؑ کا انکار کرے اس پر لعنت کر اور علیؑ کے حق کا انکار کرنے والے پر غضب نازل فرما۔

پروردگارا ! تو نے اس مطلب کو بیان کرتے وقت اور آج کے دن علیؑ کو تاج ولایت پہناتے وقت اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:
(الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دینَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتی وَ رَضیتُ لَکُمُ الْإِسْلامَ دیناً)، (وَ مَنْ یَبْتَغِ غَیْرَالْإِسْلامِ دیناً فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخاسِرینَ). ''آج میں نے دین کو کامل کر دیا، نعمت کو تمام کر دیا اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیدیا''، ''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرے گا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں خسارے والوں میں ہو گا'' ۔

پروردگارا میں تجھے گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں نے تیرے حکم کی تبلیغ کر دی۔

مسئلۂ امامت پر امت کی توجہ پر زور دینا

اے لوگو ! اللہ نے دین کی تکمیل علیؑ کی امامت سے کی ہے۔ لہٰذا جو علیؑ اور ان کے صلب سے آنے والی میری اولاد کی امامت کا اقرار نہ کرے گا۔ اس کے دنیا و آخرت کے تمام اعمال بر باد ہو جائیں گے، وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسے لوگوں کے عذاب میں کوئی تخفیف نہ ہو گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

اے لوگو ! یہ علیؑ ہے تم میں سب سے زیادہ میری مدد کرنے والا، تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب تر اور میری نگاہ میں عزیز تر ہے۔ اللہ اور میں دونوں اس سے راضی ہیں۔ قرآن کریم میں جو بھی رضا کی آیت ہے وہ اسی کے بارے میں ہے اور جہاں بھی یاایّہا الذین آمنوا کہا گیا ہے اس کا پہلا مخاطب یہی ہے قرآن میں ہر آیت مدح اسی کے بارے میں ہے۔ سورہ ہل اتی میں جنت کی شہادت صرف اسی کے حق میں دی گئی ہے اور یہ سورہ اس کے علاوہ کسی غیر کی مدح میں نازل نہیں ہوا ہے۔

اے لوگو ! یہ دین خدا کا مددگار، اللہ کے رسولؐ سے دفاع کرنے والا، متقی، پاکیزہ صفت، ہادی اور مہدی ہے۔ تمہارا نبی سب سے بہترین نبی اور اس کا وصی بہترین وصی ہے اور اس کی اولاد بہترین اوصیاء ہیں۔

اے لوگو ! ہر نبی کی ذریت اس کے صلب سے ہوتی ہے اور میری ذریت امیر المؤمنین علیؑ کے صلب سے ہے۔

اے لوگو ! ابلیس نے حسد کر کے آدم کو جنت سے نکلوادیا لہٰذا خبر دار تم علی سے حسد نہ کرنا کہ تمہارے اعمال بر باد ہو جائیں اور تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہو جائے، آدم صفی اللہ ہونے کے باوجود ایک ترک اولیٰ پر زمین میں بھیج دئے گئے تو تم کیا ہو اور تمہاری کیا حقیقت ہے جبکہ تم میں دشمنان خدا بھی پائے جاتے ہیں۔ یاد رکھو علی کا دشمن صرف شقی ہو گا اور علی کا دوست صرف صاحبِ تقوی ہو گا، اس پر ایمان رکھنے والا صرف مؤمن مخلص ہی ہو سکتا ہے اور خدا کی قسم علیؑ کے بارے میں ہی سورہ عصر نازل ہوا ہے۔

(بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحِيمِ، وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسانَ لَفِي خُسْرٍ)، ”بنام خدائے رحمان و رحیم، قسم ہے عصر کی، بیشک انسان خسارے میں ہے“ مگر علیؑ جو ایمان لائے اور حق اور صبر پر راضی ہوئے۔

اے لوگو ! میں نے خدا کو گواہ بنا کر اپنے پیغام کو پہنچا دیا اور رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اے لوگو ! اللہ سے ڈرو، جو ڈرنے کا حق ہے اور خبر دار ! اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک اس کے اطاعت گزار نہ ہو جاؤ۔

منافقین کی کارشکنیوں کی طرف اشارہ

اے لوگو ! ''اللہ، اس کے رسولؐ اور اس نور پر ایمان لاؤ جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے قبل اس کے کہ خدا کچھ چہروں کو بگاڑ کر انہیں پشت کی طرف پھیر دے یا ان پر اصحاب سبت کی طرح لعنت کرے''۔ خدا کی قسم اس آیت سے میرے اصحاب کی ایک قوم کا قصد کیا گیا ہے کہ جن کے نام و نسب سے میں آشنا ہوں لیکن مجھے ان سے پردہ پوشی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس ہر انسان اپنے دل میں علیؑ کی محبت یا بغض کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اے لوگو ! نور کی پہلی منزل میں ہوں، میرے بعد علیؑ اور اس کے بعد اس کی نسل ہے اور یہ سلسلہ اس مہدی قائم تک برقرار رہے گا جو اللہ کا حق اور ہمارا حق حاصل کرے گا، چونکہ اللہ نے ہم کو تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آثمین اور ظالمین کے مقابلہ میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔

اے لوگو ! میں تمہیں باخبر کرنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارے لئے اللہ کا نمائندہ ہوں جس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا میں مر جاؤں یا قتل ہو جاؤں تو تم اپنے پرانے دین پر پلٹ جاؤ گے ؟ تو یاد رکھو جو پلٹ جائے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دینے والا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ کے صبر و شکر کی تعریف کی گئی ہے اور اس کے بعد میری اولاد کو صابر و شاکر قرار دیا گیا ہے۔ جو اس کے صلب سے ہے۔

اے لوگو ! مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ خدا پر بھی احسان نہ سمجھو کہ وہ تمہارے اعمال کو نیست و نابود کر دے اور تم سے ناراض ہو جائے، اور تمہیں آگ اور ''پگھلے ہوئے'' تانبے کے عذاب میں مبتلا کر دے تمہارا پروردگار مسلسل تم کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے۔

اے لوگو ! عنقریب میرے بعد ایسے امام آئیں گے جو جہنم کی دعوت دیں گے اور قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اللہ اور میں دونوں ان لوگوں سے بیزار ہیں۔ اے لوگو ! یہ لوگ اور ان کے اتباع و انصار سب جہنم کے پست ترین درجے میں ہوں گے اور یہ متکبر لوگوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ ''اصحاب صحیفہ'' ہیں لہٰذا تم میں سے ہر ایک اپنے صحیفہ پر نظر رکھے۔

راوی کہتا ہے : جس وقت پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زبان مبارک سے ''اصحاب صحیفہ'' کا نام ادا کیا تو اکثر لوگ آپ کے اس کلام کا مقصد نہ سمجھ سکے اور ان کے اذہان میں سوال ابھرنے لگے صرف لوگوں کی قلیل جماعت آپ کے اس کلام کا مقصد سمجھ پائی۔

اے لوگو ! آگاہ ہو جاؤ کہ میں خلافت کو امامت اور وراثت کے طور پر قیامت تک کے لئے اپنی اولاد میں امانت قرار دے کر جا رہا ہوں اور مجھے جس امر کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا میں نے اس کی تبلیغ کر دی ہے تاکہ ہر حاضر و غائب، موجود و غیر موجود، مولود و غیر مولود سب پر حجت تمام ہو جائے۔ اب حاضر کا فریضہ ہے کہ قیامت تک اس پیغام کو غائب تک اور ماں باپ اپنی اولاد کے سپرد کرتے رہیں۔

میرے بعد عنقریب لوگ اس امامت (خلافت) کو بادشاہت سمجھ کر غصب کرلیں گے ،خدا غاصبین اور تجاوز کرنے والوں پر لعنت کرے۔یہ وہ وقت ہوگا جب اے جن وانس تم پر عذاب آئے گا آگ اور (پگھلے ہوئے) تانبے کے شعلے برسائے جائیں گے جب کوئی کسی کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔

اے لوگو ! اللہ تم کو انہی حالات میں نہ چھوڑے گا جب تک خبیث اور طیب کو الگ الگ نہ کرے۔ اے لوگو ! کوئی قریہ ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ (اس میں رہنے والوں کو آیات الٰہی کی تکذیب کی بناپر) ہلاک کر دے گا اور اسے حضرت مہدی کی حکومت کے زیر سلطہ لے آئے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ صادق الوعد ہے۔

اے لوگو ! تم سے پہلے اکثر لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور اللہ ہی نے ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے اور وہی بعد والوں کو ھلاک کرنے والا ہے۔خداوند عالم کا فرمان ہے :

(اَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ، ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ، كذالِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ، وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ). ''کیا ہم نے ان کے پہلے والوں کو ہلاک نہیں کر دیا ہے پھر دوسرے لوگوں کو بھی انہی کے پیچھے لگا دیں گے ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرتے ہیں اور آج کے دن جھٹلانے والوں کے لئے بربادی ہی بربادی ہے۔''

اے لوگو ! اللہ نے مجھے امر و نہی کی ہدایت کی ہے اور میں نے اللہ کے حکم سے علیؑ کو امر و نہی کیا ہے۔ وہ امر و نہی الٰہی سے باخبر ہے۔اس کے امر کی اطاعت کرو تاکہ سلامتی پاؤ، اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ اس کے روکنے پر رک جاؤ تاکہ راہ راست پر آجاؤ۔اس کی مرضی پر چلو اور مختلف راستے تمہیں اس کی راہ سے منحرف کر دیں گے۔

اہل بیت علیہم السلام کے پیروکار اور ان کے دشمن

میں وہ صراط مستقیم ہوں جس کی اتباع کا خدا نے حکم دیا ہے پھر میرے بعد علیؑ ہے اور اس کے بعد میری اولاد جو اس کے صلب سے ہے ،یہ سب وہ امام ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس طرح فرمایا: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمانِ الرَّحيمِ الْحَمْدُلِلَّهِ رَبِ الْعالَمينَ...» سورہ الحمد کی تلاوت کے بعد آپ نے اس طرح فرمایا:

خدا کی قسم یہ سورہ میرے اور میری اولاد کے بارے میں نازل ہوا ہے ،اس میں اولاد کے لئے عمومیت بھی ہے اور اولاد کے ساتھ خصوصیت بھی ہے۔یہی خدا کے دوست ہیں جن کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن ! یہ حزب اللہ ہیں جو ہمیشہ غالب رہنے والے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ دشمنان علی ہی اہلِ تفرقہ ، اہل تعدی اور برادران شیطان ہیں جو اباطیل کو خواہشات نفسانی کی وجہ سے ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔آگاہ ہو جاؤ کہ اس کے دوست ہی مومنین برحق ہیں جن کا ذکر پروردگار نے اپنی کتاب میں کیا ہے:

(لاتَجِدُ قَوْماً يُؤمِنُونَ بِالله وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوادُّونَ مَنْ حادَّالله وَ رَسُولَهُ وَلَوْكانُوا آبائَهُمْ أَوْأَبْنائَهُمْ أَوْإِخْوانَهُمْ أَوْعَشيرَتَهُمْ، أُولئِکَ کَتَبَ فی قُلوبِهِمُ الْإيمانَ)، ''آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ جو قوم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی کر رہی ہے جو اللہ اور رسول سے دشمنی کرنے والے ہیں چاہے وہ ان کے باپ دادا یا اولاد یا برادران یا عشیرہ اور قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں، اللہ نے صاحبان ایمان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔''

آگاہ ہو جاؤ کہ ان (اہل بیت) کے دوست ہی وہ افراد ہیں جن کی توصیف پر ور دگار نے اس انداز سے کی ہے (الَّذينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إيمانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ مُهْتَدونَ). ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دوست وہی ہیں جو ایمان لائے ہیں اور شک میں نہیں پڑے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جو جنت میں امن و سکون کے ساتھ داخل ہوں گے اور ملائکہ سلام کے ساتھ یہ کہہ کر ان کا استقبال کریں گے کہ تم طیب وطاہر ہو، لہٰذا جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ''۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جن کے لئے جنت ہے اور انہیں جنت میں بغیر حساب رزق دیا جائیگا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان (اہل بیت) کے دشمن ہی وہ ہیں جو آتش جہنم کے شعلوں میں داخل ہوں گے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دشمن وہ ہیں جو جہنم کی آواز اُس عالم میں سنیں گے کہ اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دشمن وہ ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے: (كُلَّما دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَها) ''(جہنم میں) داخل ہونے والا ہر گروہ دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا۔۔۔''

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دشمن ھی وہ ہیں جن کے بارے میں پرور دگار کا فرمان ہے:

(كُلَّما أُلْقِی فيها فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُها أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذيرٌ، قالوا بَلی قَدْ جاءَنا نَذيرٌ فَكَذَّبْنا وَ قُلنا مانَزَّلَ الله مِنْ شَیءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلاّ فی ضَلالٍ كَبيرٍ) إِلی قَوله: (أَلافَسُحْقاً لاِ□صْحابِ السَّعيرِ). ''جب کوئی گروہ داخل جہنم ہو گا تو جہنم کے خازن سوال کریں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو وہ کہیں گے آیا تو تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا اور یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے تم لوگ خود بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔۔۔آگاہ ہو جاؤ تو اب جہنم والوں کے لئے تو رحمت خدا سے دوری ہی دوری ہے۔''

آگاہ ہو جاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جو اللہ سے از غیب ڈرتے ہیں اور انہیں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اے لوگو! دیکھو آگ کے شعلوں اور اجر عظیم کے مابین کتنا فاصلہ ہے۔

اے لوگو! ہمارا دشمن وہ ہے جس کی اللہ نے مذمت کی اور اس پر لعنت کی ہے اور ہمارا دوست وہ ہے جس کی اللہ نے تعریف کی ہے اور اس کو دوست رکھتا ہے۔

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ بشارت دینے والا ہے۔

اے لوگو! میں انذار کرنے والا اور علیؑ ہدایت کرنے والا ہے۔

اے لوگو! میں پیغمبر ہوں اور علیؑ میرا جانشین ہے۔

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ میں پیغمبر ہوں اور علیؑ میرے بعد امام اور میرا وصی ہے اور اس کے بعد کے امام اس کے فرزند ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں ان کا باپ ہوں اور وہ اس کے صلب سے پیدا ہوں گے۔

حضرت مہدیؑ

یاد رکھو کہ آخری امام ہمارا ہی قائم مہدی ہے، وہ ادیان پر غالب آنے والا اور ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

وہی قلعوں کو فتح کرنے والا اور ان کو منہدم کرنے والا ہے۔

وہی مشرکین کے ہر گروہ پر غالب اور ان کی ہدایت کرنے والا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ وہی اولیاء خدا کے خون کا انتقام لینے والا اور دین خدا کا مددگار ہے۔

جان لو! کہ وہ عمیق سمندر سے استفادہ کرنے والا ہے۔

وہی ہر صاحب فضل پر اس کے فضل اور ہر جاہل پر اس کی جہالت کا نشانہ لگانے والا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ وہی اللہ کا منتخب اور پسندیدہ ہے۔

وہی ہر علم کا وارث اور اس پر احاطہ رکھنے والا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ وہی پروردگار کی طرف سے خبر دینے والا اور آیات الٰہی کو بلند کرنے والا ہے۔

وہی رشید اور صراط مستقیم پر چلنے والا ہے اسی کو اللہ نے اپنا قانون سپرد کیا ہے۔

اسی کی بشارت دور سابق میں دی گئی ہے۔

وہی حجت باقی ہے اور اس کے بعد کوئی حجت نہیں ہے، ہر حق اس کے ساتھ ہے اور ہر نور اس کے پاس ہے۔

آگاہ ہو جاؤ اس پر کوئی غالب آنے والا نہیں ہے اور اس کے خلاف کسی کی نصرت نہیں ہوتی۔

وہی زمین پر خدا کا حاکم، مخلوقات میں اس کی طرف سے حَکَم اور خفیہ اور علانیہ ہر مسئلہ میں اس کا امین ہے۔

بیعت کی بات

اے لوگو! میں نے سب بیان کر دیا اور سمجھا دیا، اب میرے بعد یہ علی تمہیں سمجھائے گا۔

آگاہو جاؤ! کہ میں تمہیں خطبہ کے اختتام پر اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ پہلے میرے ہاتھ پر اس کی بیعت کا اقرار کرو، اس کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کرو، میں نے اللہ کے ساتھ بیعت کی ہے اور علیؑ نے میری بیعت کی ہے اور میں خداوند عالم کی جانب سے تم سے علیؑ کی بیعت لے رہا ہوں (خدا فرماتا ہے):

(إِنَّ الَّذينَ يُبايِعُونَکَ إِنَّما يُبايِعُونَ اللهَ، يَدُاللهِ فَوْقَ أَيْديهِمْ. فَمَنْ نَکَثَ فَإِنَّما يَنْکُثُ عَلى نَفْسِهِ، وَ مَنْ أَوْفى بِما عاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتيهِ أَجْراً عَظيماً). ''بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ ہی کا ہاتھ ہے اب اس کے بعد جو بیعت کو توڑ دیتا ہے وہ اپنے ہی خلاف اقدام کرتا ہے اور جو عہد الٰہی کو پورا کرتا ہے خدا اسی کو اجر عظیم عطا کرے گا''۔

حلال اور حرام، واجبات اور محرمات

اے لوگو! یہ حج اور عمرہ اور یہ صفا و مروہ سب شعائر اللہ ہیں (خداوند عالم فرماتا ہے: (فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَواعْتَمَرَ فَلاجُناحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِما)، ''لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے''۔

اے لوگو! خانۂ خدا کا حج کرو جو لوگ یہاں آجاتے ہیں وہ بے نیاز ہو جاتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جو اس سے الگ ہو جاتے ہیں وہ محتاج ہو جاتے ہیں۔

اے لوگو! کوئی مؤمن کسی موقف (عرفات، مشعر، منی) میں وقوف نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس وقت تک کے گناہ معاف کر دیتا ہے، لہٰذا حج کے بعد اسے از سر نو نیک اعمال کا سلسلہ شروع کرنا چاہئے۔

اے لوگو! حجاج کی مدد کی جاتی ہے اور ان کے اخراجات کا اس کی طرف سے معاوضہ دیا جاتا ہے اور اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے

۔

اے لوگو! پورے دین اور معرفت احکام کے ساتھ حج بیت اللہ کرو، اور جب وہ مقدس مقامات سے واپس ہو تو مکمل توبہ اور ترک گناہ کے ساتھ۔

اے لوگو! نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اگر وقت زیادہ گزر گیا ہے اور تم نے کوتاہی و نسیان سے کام لیا ہے تو علی تمہارا ولی اور تمہارے لئے بیان کرنے والا ہے، جس کو اللہ نے میرے بعد اپنی مخلوق پر امین بنایا ہے اور میرا جانشین بنایا ہے وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

وہ اور جو میری نسل سے ہیں وہ تمہارے ہر سوال کا جواب دیں گے اور جو کچھ تم نہیں جانتے ہو سب بیان کر دیں گے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ حلال و حرام اتنے زیادہ ہیں کہ سب کا احصاء اور بیان ممکن نہیں ہے۔ مجھے اس مقام پر تمام حلال و حرام کی امر و نہی کرنے اور تم سے بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے اور تم سے یہ عہد لے لوں کہ جو پیغام علیؑ اور ان کے بعد کے ائمہ کے بارے میں خدا کی طرف سے لایا ہوں، تم ان

سب کا اقرار کرلو کہ یہ سب میری نسل اور اس (علیؑ) سے ہیں اور امامت صرف انہی کے ذریعے قائم ہوگی ان کا آخری مہدی ہے جو قیامت تک حق کے ساتھ فیصلہ کرتا رہے گا۔

اے لوگو! میں نے جس جس حلال کی تمہارے لئے رہنمائی کی ہے اور جس جس حرام سے روکا ہے کسی سے نہ رجوع کیا ہے اور نہ ان میں کوئی تبدیلی کی ہے لہٰذا تم اسے یاد رکھو اور محفوظ کرلو، ایک بار میں پھر اپنے لفظوں کی تکرار کرتا ہوں: نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، نیکیوں کا حکم دو، برائیوں سے روکو۔

اور یہ یاد رکھو کہ امر بالمعروف کی اصل یہ ہے کہ میری بات کی تہہ تک پہنچ جاؤ اور جو لوگ حاضر نہیں ہیں ان تک پہنچاؤ اور اس کے قبول کرنے کا حکم دو اور اس کی مخالفت سے منع کرو، اس لئے کہ یہی اللہ کا حکم ہے اور یہی میرا حکم بھی ہے اور امام معصوم کو چھوڑ کر نہ کوئی امر بالمعروف ہو سکتا ہے اور نہ نہی عن المنکر۔

اے لوگو! قرآن نے بھی تمہیں سمجھایا ہے کہ علیؑ کے بعد امام ان کے فرزند ہیں اور میں نے تم کو یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ یہ سب میری اور علی کی نسل سے ہیں جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے: (وَ جَعَلَها كَلِمَةً باقِيَةً فی عَقِبِه). "اللہ نے (امامت) انہی کی اولاد میں کلمہ باقیہ قرار دیا ہے" اور میں نے بھی تمہیں بتا دیا ہے کہ جب تک تم قرآن اور عترت سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو تقویٰ۔ قیامت سے ڈرو جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: (إِنَّ زَلْزَلَةَ السّاعَةِ شَیءٌ عَظیمٌ). "زلزلہ قیامت بڑی عظیم شئ ہے۔"

موت، قیامت، حساب، میزان، اللہ کی بارگاہ کا محاسبہ، ثواب اور عذاب سب کو یاد کرو کہ وہاں نیکیوں پر ثواب ملتا ہے اور برائی کرنے والے کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

باقاعدہ اور رسمی طور پر بیعت لینا

اے لوگو! تمہاری تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ایک ایک میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیعت نہیں کر سکتے ہو۔ لہٰذا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری زبان سے علیؑ کے امیر المومنین ہونے اور ان کے بعد کے ائمہ جو ان کے صلب سے میری ذریت ہیں سب کی امامت کا اقرار لے لوں اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے فرزند ان کے صلب سے ہیں۔

لہٰذا تم سب مل کر کہو: ہم سب آپ کی بات سننے والے، اطاعت کرنے والے، راضی رہنے والے اور علیؑ اور اولاد علیؑ کی امامت کے بارے میں جو پروردگار کا پیغام پہنچایا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ ہم اس بات پر اپنے دل، اپنی روح، اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں سے آپ کی بیعت کر رہے ہیں اسی پر زندہ رہیں گے، اسی پر مریں گے اور اسی پر دوبارہ اٹھیں گے۔ نہ کوئی تغیر و تبدیلی کریں گے اور نہ کسی شک و ریب میں مبتلا ہوں گے، نہ عہد سے پلٹیں گے نہ میثاق کو توڑیں گے۔

اور جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ علی امیر المومنین اور ان کی اولاد ائمہ آپ کی ذرّیت میں سے ہیں ان کی اطاعت کریں گے۔ جن میں سے حسن و حسین ہیں اور ان کے بعد جن کو اللہ نے یہ منصب دیا ہے اور جن کے بارے میں ہم سے ہمارے دلوں، ہماری جانوں ہماری زبانوں ہمارے ضمیروں اور ہمارے ھاتھوں سے عہد و پیمان لے لیا گیا ہے ہم اس کا کوئی بدل پسند نہیں کریں گے ،اور اس میں خدا ہمارے نفسوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں دیکھے گا۔

ہم ان مطالب کو آپ کے قول مبارک کے ذریعہ اپنے قریب اور دور سبھی اولاد اور رشتہ داروں تک پہنچا دیں گے اور ہم اس پر خدا کو گواہ بناتے ہیں اور ہماری گواہی کے لئے اللہ کافی ہے اور آپ بھی ہمارے گواہ ہیں۔

اے لوگو ! اللہ سے بیعت کرو، علیؑ امیر المومنین ہونے اور حسن و حسین اور ان کی نسل سے باقی ائمہ کی امامت کے عنوان سے بیعت کرو۔ جو غداری کرے گا اسے اللہ ہلاک کر دے گا اور جو وفا کرے گا اس پر رحمت نازل کرے گا اور جو عہد کو توڑ دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو شخص خداوند عالم سے باندھے ہوئے عہد کو وفا کرے گا خداوند عالم اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

اے لوگو ! جو میں نے کہا ہے وہ کہو اور علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو اور یہ کہو کہ پرودگارا ! ہم نے سنا اور اطاعت کی ،پروردگارا ! ہمیں تیری ہی مغفرت چاہئے اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے اور کہو : حمد و شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں اس امر کی ہدایت دی ہے ورنہ اس کی ہدایت کے بغیر ہم راہ ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔

اے لوگو ! علی ابن ابی طالب کے فضائل اللہ کی بارگاہ میں اور جو اس نے قرآن میں بیان کئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ میں ایک منزل پر شمار کرا سکوں۔ لہٰذا جو بھی تمہیں خبر دے اور ان فضائل سے آگاہ کرے اس کی تصدیق کرو۔

یاد رکھو جو اللہ ،اس کے رسول، علی اور ائمہ مذکورین کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کا مالک ہو گا۔

اے لوگو ! جو علی کی بیعت ،اس کی محبت اور انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے میں سبقت کریں گے وہی جنت نعیم میں کامیاب ہوں گے۔

اے لوگو ! وہ بات کہو جس سے تمہارا خدا راضی ہو ورنہ تم اور تمام اہل زمین بھی منکر ہو جائیں تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

پرودگارا ! جو کچھ میں نے ادا کیا ہے اور جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اس کے لئے مؤمنین کی مغفرت فرما اور منکرین (کافرین) پر اپنا غضب نازل فرما اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔